

دہشت گردی

اور

فتنہ خوارج

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کا

مبسوط

تاریخی فتویٰ

منہاج القرآن پبلیکیشنز



دہشت گردی

اور

فتنہ خوارج

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
کا

مبسوط

تاریخی فتویٰ

جملہ حقوق بحق تحریک منہاج القرآن محفوظ ہیں

دہشت گردی اور فتنہ خوارج

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا مبسوط تاریخی فتویٰ

اہتمام اشاعت : فرید ملّت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ Research.com.pk

مطبع : منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور

اشاعت اول : جنوری 2010ء

تعداد : 5,000



منہاج القرآن پبلیکیشنز

365- ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 35168514، 111-140-140 (+92-42)

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 37237695 (+92-42)

www.Minhaj.org - sales@Minhaj.org



مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلَى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالْثَّقَلَيْنِ
وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَمِنْ عَجَمٍ

﴿صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ﴾

حکومت پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔اے) ۱-۴ / ۱-۸۰ پی آئی
 وی، مؤرخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومت بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل
 وایم ۴ / ۲-۹۷۰-۷۳، مؤرخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومت شمال مغربی سرحدی صوبہ
 کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷-این ۱ / اے ڈی (لابریری)، مؤرخہ ۲۰ اگست
 ۱۹۸۶ء؛ اور حکومت آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چٹھی نمبر س ت / انتظامیہ
 ۶۳-۸۰۶۱ / ۹۲، مؤرخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی
 تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

فہرست

صفحہ	عنوانات
۲۳	❖ حرفِ آغاز
۲۸	ذہنوں میں اُٹھنے والے سوالات اور اُن کے مختصر جوابات
۳۵	حُسنِ نیت سے بدی نیکی نہیں بن سکتی
	<u>باب اوّل</u>
۴۱	اسلام کا معنی و مفہوم
۴۳	۱۔ اسلام دینِ اُمن و سلامتی ہے
۴۴	۲۔ دینِ اسلام کے تین درجات
۴۹	(۱) لفظِ اسلام کا لغوی معنی اور تحقیق
۶۲	(۲) لفظِ ایمان کا لغوی معنی اور تحقیق
۷۲	(۳) لفظِ احسان کا لغوی معنی اور تحقیق
۸۷	خلاصہ کلام

صفحہ	عنوانات
	باب دوم
۸۹	مسلمانوں کے قتل کی ممانعت
	فصل اوّل
۹۱	مسلمانوں کے جان و مال کا احترام
۹۳	۱۔ مومن کی حرمت کعبہ کی حرمت سے زیادہ ہے
۹۴	۲۔ مسلمان کی طرف ہتھیار سے محض اشارہ کرنا بھی منع ہے
۹۶	۳۔ مسلمانوں کے قتل اور فساد انگیزی کی ممانعت
۹۷	۴۔ دورانِ جنگ کسی شخص کے اظہارِ اسلام کے بعد اس کے قتل کی ممانعت
۱۰۱	۵۔ دہشت گردوں کی معاونت بھی جرم ہے
۱۰۲	۶۔ مساجد پر حملے کرنے والے سب سے بڑے ظالم ہیں
	فصل دوم
۱۰۵	مسلمانوں کو اذیت دینے اور قتل کرنے کی سزا
۱۰۷	۱۔ ایک مومن کا قتل پوری دنیا کی تباہی سے بڑا گناہ ہے

صفحہ	عنوانات
۱۰۸	۲۔ انسانی جان کا قتلِ مثلِ کفر ہے
۱۱۴	۳۔ مسلمانوں کا قتلِ عام کفریہ فعل ہے
۱۱۴	۴۔ قتل، شرک کی طرح ظلمِ عظیم ہے
۱۱۷	۵۔ خون خرابہ تمام جرائم سے بڑا جرم ہے
۱۲۰	۶۔ مسلمانوں کو (بم دھماکوں یا دیگر طریقوں سے) جلانے والے جہنمی ہیں
۱۲۲	۷۔ مسلمان کو قتل کرنے والے کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی
۱۲۳	۸۔ مسلمانوں کو تکلیف دینے والے کے لیے عذابِ جہنم
	<u>فصل سوم</u>
۱۲۷	خودکشی فعلِ حرام ہے
۱۲۹	۱۔ خودکشی کی ممانعت و حرمت
۱۳۲	۲۔ خودکشی کرنے والے پر جنتِ حرام ہے
۱۳۴	خلاصہ کلام

صفحہ	عنوانات
	باب سوم
۱۳۷	غیر مسلموں کے قتل عام اور ایذا رسانی کی ممانعت
۱۴۰	۱۔ غیر مسلم شہریوں کے قتل کی ممانعت
۱۴۱	غیر مسلم شہری کے قاتل پر جنت حرام ہے
۱۴۳	۲۔ غیر مسلم سفارت کاروں کے قتل کی ممانعت
۱۴۵	۳۔ غیر مسلم مذہبی رہنماؤں کے قتل کی ممانعت
۱۴۶	۴۔ مسلم اور غیر مسلم کا قصاص اور دیت برابر ہے
۱۵۰	۵۔ ایک غیر مسلم کے ظلم کا بدلہ دوسروں سے لینے کی ممانعت
۱۵۱	۶۔ غیر مسلم شہریوں کا مال لوٹنے کی ممانعت
۱۵۴	غیر مسلم شہری کا مال چرانے والے پر بھی اسلامی حد کا نفاذ ہوگا
۱۵۵	۷۔ غیر مسلم شہریوں کی تذلیل کی ممانعت
۱۵۸	حضور ﷺ کی طرف سے مظلوم غیر مسلم شہری کی وکالت کا اعلان
۱۵۹	۸۔ غیر مسلم شہریوں کا اندرونی و بیرونی جارحیت سے تحفظ
۱۶۰	غیر مسلم شہریوں کی اندرونی ظلم و تعدی سے حفاظت

صفحہ	عنوانات
۱۶۰	غیر مسلم شہریوں کی بیرونی جارحیت سے حفاظت
	باب چہارم
۱۶۳	دورانِ جنگ بھی غیر مسلموں کے قتلِ عام اور دہشت گردی کی ممانعت
۱۶۷	۱۔ غیر مسلم عورتوں کے قتل کی ممانعت
۱۶۹	۲۔ غیر مسلموں کے بچوں کے قتل کی ممانعت
۱۷۳	۳۔ غیر مسلم بوڑھوں کے قتل کی ممانعت
۱۷۶	۴۔ غیر مسلم مذہبی رہنماؤں کے قتل کی ممانعت
۱۷۹	۵۔ غیر مسلم تاجروں اور کاشت کاروں کے قتل کی ممانعت
۱۸۱	۶۔ غیر مسلم خدمت پیشہ افراد کے قتل کی ممانعت
۱۸۳	۷۔ غیر محارب غیر مسلموں کے قتل کی ممانعت
۱۸۴	۸۔ غیر مسلموں کے خلاف شب خون مارنے کی ممانعت
۱۸۵	۹۔ غیر مسلموں کو آگ میں جلانے کی ممانعت
۱۸۷	۱۰۔ دشمنوں کے گھروں میں گھسنے اور لوٹ مار کرنے کی ممانعت

صفحہ	عنوانات
۱۸۹	۱۱۔ دشمن کے مویشیوں، فصلوں اور املاک کو نقصان پہنچانے کی ممانعت
۱۹۳	خلاصہ بحث
	باب پنجم
۱۹۵	غیر مسلموں کے جان و مال اور عبادت گاہوں کا تحفظ
	فصل اوّل
۱۹۷	عہد رسالت مآب ﷺ اور عہد خلفائے راشدین میں غیر مسلم شہریوں کا تحفظ
۱۹۹	۱۔ عہد رسالت مآب ﷺ میں غیر مسلم شہریوں کا تحفظ
۲۰۲	۲۔ عہد صدیقی میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت
۲۰۵	۳۔ عہد فاروقی میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت
۲۰۷	(۱) غیر مسلم شہریوں سے ٹیکس کی وصولی میں نرمی
۲۰۹	(۲) معذور، بوڑھے اور غریب غیر مسلم شہریوں کے لئے وظائف
۲۱۲	۴۔ عہد عثمانی میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت

صفحہ	عنوانات
۲۱۳	۵۔ عہدِ علوی میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت
۲۱۴	۶۔ عہدِ عمر بن عبدالعزیزؓ میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت
	<u>فصل دوم</u>
۲۱۷	غیر مسلموں پر اپنا عقیدہ مسلط کرنے اور اُن کی عبادت گاہیں منہدم کرنے کی ممانعت
۲۱۹	۱۔ اپنے مذہب پر قائم رہنے اور اس پر عمل کرنے کی مکمل آزادی
۲۲۳	۲۔ مذہبی اختلاف کی بنا پر کسی غیر مسلم کی جان و مال کو تلف کرنا حرام ہے
۲۲۴	۳۔ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا تحفظ سنتِ محمدی ﷺ ہے
۲۲۵	۴۔ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا تحفظ لازم ہے
۲۲۷	۵۔ مسلم اکثریتی علاقوں میں بھی واقع غیر مسلم عبادت گاہیں مسمار کرنے کی ممانعت
	<u>فصل سوم</u>
۲۲۹	اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے بنیادی حقوق سے متعلق قواعد (Legal Maxims)

صفحہ	عنوانات
	باب ششم
۲۳۳	مسلم ریاست اور نظم اجتماعی کے خلاف مسلح بغاوت کی ممانعت
	فصل اول
۲۳۵	بغاوت کیا ہے اور باغی کون ہوتا ہے؟ (اصطلاحات، تعریفات اور علامات)
۲۳۷	۱۔ بغاوت کی لغوی تعریف
۲۴۰	۲۔ بغاوت کی اصطلاحی تعریف
۲۴۰	(۱) فقہائے احناف کے ہاں بغاوت کی تعریف
۲۴۴	(۲) فقہائے مالکیہ کے ہاں بغاوت کی تعریف
۲۴۵	(۳) فقہائے شافعیہ کے ہاں بغاوت کی تعریف
۲۴۸	(۴) فقہائے حنابلہ کے ہاں بغاوت کی تعریف
۲۵۰	(۵) فقہائے جعفریہ کے ہاں بغاوت کی تعریف
۲۵۳	(۶) معاصر علماء کے ہاں بغاوت اور دہشت گردی کی تعریف

صفحہ	عنوانات
۲۵۶	۳۔ حراہ اور محاربین کی اصطلاحی تعریف
۲۵۷	۴۔ باغیوں کی علامات
	<u>فصل دوم</u>
۲۶۳	جرم بغاوت کی سنگینی اور اس کی سزا
۲۶۵	۱۔ مسلح بغاوت سنگین جرم کیوں؟
۲۶۹	اہم نکتہ
۲۷۰	۲۔ مسلم اجتماعیت کے خلاف مسلح گروہ بندی پر رسالت مآب ﷺ کی مذمت
۲۷۵	۳۔ بغاوت پر اکسانے والوں کے لئے عذاب جہنم کی وعید
۲۷۹	۴۔ عصبیت پر مبنی نعرہ لگا کر قتل و غارت گری کرنے والوں کے لئے حکم
۲۸۰	۵۔ مسلمانوں کو اعتقادی اختلاف کی بنا پر قتل کرنے کی مذمت
	<u>فصل سوم</u>
۲۸۳	فاسق حکومت کے خلاف قتال کی شرعی حیثیت
۲۸۵	۱۔ کفر صریح کے بغیر حکومت کے خلاف بغاوت کی ممانعت
۲۸۸	۲۔ مسلمانوں پر ہتھیار اٹھانا کفر یہ عمل ہے

صفحہ	عنوانات
۲۸۹	۳۔ فاسق حکومت تبدیل کرنے کا شرعی اور آئینی راستہ (ایک مغالطے کا ازالہ) <u>فصل چہارم</u>
۲۹۹	دہشت گردی اور بغاوت کے خلاف ائمہ اربعہ و دیگر اکابرین اُمت کے فتاویٰ
۳۰۱	۱۔ دہشت گردوں سے قتال پر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ
۳۰۲	مسلم بغاوت پر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ
۳۰۴	۲۔ دہشت گردوں کے خلاف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ
۳۰۶	۳۔ دہشت گرد باغیوں کے خلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ
۳۰۷	۴۔ مسلح بغاوت کے خلاف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا عمل اور فتویٰ
۳۱۰	۵۔ بغاوت کے بارے میں امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ
۳۱۰	۶۔ بغاوت کے بارے میں امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ
۳۱۲	۷۔ دہشت گردوں کی سرکوبی واجب ہے: امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ
۳۱۳	۸۔ دہشت گردوں کو قتل کر دینا چاہیے: امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ
۳۱۴	۹۔ بغاوت کے خاتمے تک جنگ جاری رکھی جائے: امام مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

صفحہ	عنوانات
۳۱۵	۱۰۔ مسلح بغاوت کرنے والے کافر و مرتد ہیں: امام ابن قدامہ کا فتویٰ
۳۱۶	۱۱۔ باغیوں کے قتل پر صحابہ کا اجماع ہے: امام نوویؒ کا فتویٰ
۳۱۷	۱۲۔ دہشت گردوں کے خلاف حکومت سے تعاون: فتاویٰ تاتارخانیہ
۳۱۸	۱۳۔ باغیوں کے خلاف جنگ حکومت پر لازم ہے: امام ابراہیم بن مفلح الحسبلی کا فتویٰ
۳۲۰	۱۴۔ علامہ زین الدین ابن نجیمؒ کا فتویٰ
۳۲۱	۱۵۔ علامہ جزیری کا فتویٰ
	<u>فصل پنجم</u>
۳۲۳	باغیوں کے بارے میں معاصر سلفی علماء کے فتاویٰ
۳۲۵	۱۔ دہشت گرد دورِ حاضر کے خوارج ہیں: ناصر الدین البانی کا فتویٰ
۳۲۷	۲۔ مسلمانوں کو کافر قرار دینا خوارج کی علامت ہے: شیخ عبداللہ بن باز کا فتویٰ
۳۳۰	۳۔ دورِ حاضر کے دہشت گرد جاہلوں کا ٹولہ ہے: شیخ صالح الفوزان کا فتویٰ
۳۳۲	۴۔ دہشت گردانہ کارروائیاں جہاد نہیں: مفتی نذیر حسین دہلوی کا فتویٰ

صفحہ	عنوانات
۳۳۶	خلاصہ بحث
	باب ہفتم
۳۳۷	فتنہ خوارج اور عصر حاضر کے دہشت گرد
	فصل اوّل
۳۳۹	فتنہ خوارج کا آغاز، عقائد و نظریات اور بدعات
۳۴۲	۱۔ خوارج کا تعارف
۳۴۵	۲۔ فتنہ خوارج (قرآن حکیم کی روشنی میں)
۳۴۶	(۱) خوارج اہل زلیغ (کج رو) ہیں
۳۴۹	(۲) خوارج سیاہ رو اور مرتد ہیں
۳۵۱	(۳) خوارج فتنہ پرور اور کینہ ور ہیں
۳۵۲	(۴) خوارج اللہ و رسول ﷺ سے برسر پیکار ہیں اس لئے واجب القتل ہیں
۳۵۵	(۵) خوارج فتنہ پرور اور مستحق لعنت ہیں
۳۵۶	(۶) خوارج حسن عمل کے دھوکے میں رہتے ہیں
۳۵۹	۳۔ فتنہ خوارج کا آغاز: عہد رسالت مآب ﷺ میں

صفحہ	عنوانات
۳۶۰	خوارج کے فتنے کا آغاز گستاخی رسول ﷺ سے ہوا
۳۶۲	۴۔ عہد عثمانی میں فتنہ خوارج کی فکری تشکیل
۳۶۵	۵۔ عہد علوی میں خوارج کا تحرکی آغاز
۳۷۷	۶۔ خوارج کے عقائد و نظریات
۳۸۶	۷۔ خوارج کی ذہنی کیفیت اور نفسیات
۳۹۱	۸۔ خوارج مذہبی جذبات بھڑکا کر کس طرح ذہن سازی کرتے تھے؟
۳۹۷	۹۔ خوارج کی نمایاں بدعات
۳۹۹	امام ابو بکر الا جری کی تحقیق
	<u>فصل دوم</u>
۴۰۷	دہشت گرد خوارج کے بارے میں فرامین رسول ﷺ
۴۱۱	۱۔ ”دہشت گرد بظاہر بڑے دین دار نظر آئیں گے“
۴۱۸	۲۔ ”خوارج کا نعرہ عامۃ الناس کو حق محسوس ہوگا“
۴۲۲	۳۔ ”خوارج دہشت گردی کے لیے brain washed کم سن لڑکوں کو استعمال کریں گے“

صفحہ	عنوانات
۴۲۷	۴۔ ”خوارج کا ظہور مشرق سے ہوگا“
۴۳۱	۵۔ ”خوارج دجال کے زمانے تک ہمیشہ نکلتے رہیں گے“
۴۳۵	۶۔ ”خوارج دین سے خارج ہوں گے“
۴۳۷	۷۔ ”خوارج جہنم کے کتے ہوں گے“
۴۳۹	۸۔ ”دہشت گرد خارجی گروہوں کی ظاہری دین داری سے دھوکہ نہ کھایا جائے“
۴۴۳	۹۔ ”خوارج شرارِ خلق ہیں“
۴۴۸	نہایت اہم نکتہ
۴۴۹	۱۰۔ فرمانِ نبوت: فتنہ خوارج کی مکمل سرکوبی کی جائے
۴۴۹	(۱) ”خوارج کا کلیتاً خاتمہ واجب ہے“
	(۲) ائمہ حدیث کی اہم تصریحات
۴۶۰	(۳) دہشت گردوں کے خاتمے کے لیے قومِ عاد اور قومِ ثمود سے تمثیل کی حکمت
۴۶۷	۱۱۔ ”خوارج کو قتل کرنے پر اجرِ عظیم ہے“
۴۶۹	۱۲۔ دہشت گرد خارجیوں کی علامات - مجموعی تصویر

صفحہ	عنوانات
	<u>فصل سوم</u>
۴۷۹	خوارج کی تکفیر اور وجوبِ قتل پر ائمہ دین کی تصریحات
۴۸۶	تکفیرِ خوارج سے متعلق دو معروف اقوال پر ائمہ کے فتاویٰ
۴۸۷	پہلا قول: خوارج پر حکمِ تکفیر کا اطلاق
۴۸۷	(۱) امام بخاری
۴۹۰	(۲) امام ابن جریر الطبری
۴۹۱	(۳) امام محمد بن محمد الغزالی
۴۹۲	(۴) قاضی ابوبکر بن العربی المالکی
۴۹۳	(۵) قاضی عیاض المالکی
۴۹۶	(۶) امام ابوالعباس القرطبی
۵۰۰	(۷) علامہ ابن تیمیہ
۵۰۱	(۸) امام تقی الدین السبکی
۵۰۳	(۹) امام شاطبی المالکی
۵۰۶	(۱۰) امام ابن البرز از الکردری الحنفی
۵۰۶	(۱۱) امام بدر الدین العینی الحنفی
۵۰۷	(۱۲) امام احمد بن محمد القسطلانی

صفحہ	عنوانات
۵۰۸	(۱۳) ملا علی القاری
۵۰۹	(۱۴) شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۵۰۹	(۱۵) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
۵۱۰	(۱۶) علامہ ابن عابدین شامی
۵۱۱	(۱۷) علامہ عبدالرحمان مبارک پوری
۵۱۱	دوسرا قول: خوارج پر حکم بغاوت کا اطلاق
۵۱۳	(۱) امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ
۵۱۴	(۲) امام شمس الدین السرخسی
۵۱۵	(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی
۵۱۷	(۴) امام احمد رضا خان
۵۱۸	خوارج کے وجوب قتل اور اس کے اجماع پر ائمہ حدیث کے دلائل
۵۲۲	(۱) قاضی عیاض المالکی
۵۲۳	(۲) ابن ہبیرہ الحنبلی
۵۲۴	(۳) علامہ ابن تیمیہ
۵۲۵	(۴) حافظ ابن حجر عسقلانی
۵۲۵	خارجی دہشت گردوں سے جنگ کرنے والے فوجیوں کے لیے اجر عظیم

صفحہ	عنوانات
۵۲۹	خوارج کے بارے میں علامہ انور شاہ کاشمیری اور علامہ شبیر احمد عثمانی کا موقف <u>فصل چہارم</u>
۵۳۵	عصر حاضر کے دہشت گرد ”خوارج“ ہیں
۵۳۸	۱۔ خوارج انسانوں کی شکل میں خونخوار بھیڑیے ہیں
۵۴۱	۲۔ خوارج کے تسلسل کے بارے میں علامہ ابن تیمیہ کی تحقیق
۵۴۴	۳۔ خوارج کی پشت پناہی کرنے والوں کی مذمت
۵۴۶	۴۔ اہم فقہی نکتہ: دہشت گردوں پر خوارج کا اطلاق اجتہادی نہیں، منصوص ہے
۵۴۹	خلاصہ کلام
	<u>باب ہشتم</u>
۵۵۱	مسلم ریاست میں اعلاء کلمہ حق کا پُر امن منہاج
۵۵۳	۱۔ قرآن میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم
۵۵۵	امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے اجتماعی جدوجہد
۵۵۶	۲۔ احادیث میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم

صفحہ	عنوانات
۵۵۹	برائی کو روکنے کے تین درجات کا بیان
۵۶۱	برائی کو ہاتھ سے روکنے کا مفہوم
۵۶۲	۳۔ ظلم و نا انصافی کے خلاف سیاسی و جمہوری جدوجہد
	<u>باب نہم</u>
۵۷۱	دعوتِ فکر و اصلاح
۵۷۵	۱۔ اہل اقتدار کی توجہ کے لئے
۵۷۹	۲۔ عالمی طاقتوں کے لئے
۵۸۰	۳۔ وارثانِ منبر و محراب سے گزارش
۵۸۴	اہل خانقاہ سے التماسِ توجہ
۵۸۷	مآخذ و مراجع ❁

حرفِ آغاز

گزشتہ کئی سالوں سے دہشت گردی کی اذیت ناک لہر نے امتِ مسلمہ کو بالعموم اور پاکستان کو بالخصوص بدنام کر رکھا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں مسلمان مجموعی طور پر دہشت گردی کی مذمت اور مخالفت کرتے ہیں اور اسلام کے ساتھ اس کا دور کا رشتہ بھی قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں، وہاں کچھ لوگ اس کی خاموش حمایت بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ لوگ اس کی کھلم کھلا مذمت و مخالفت کی بجائے موضوع کو خلط مبحث کے ذریعے الجھا دیتے ہیں۔ دہشت گردی کے قومی، علاقائی اور بین الاقوامی اسباب میں عالمی سطح پر بعض معاملات میں مسلمانوں کے ساتھ نا انصافی، بعض خطوں میں بالادست طاقتوں کے دُہرے معیارات اور کئی ممالک میں شدت پسندی کے خاتمے کے لئے طویل المیعاد جارحیت جیسے مسائل بنیادی نوعیت کے ہیں۔

اسی طرح دہشت گردوں کی طرف سے مسلح فساد انگیزی، انسانی قتل و غارت گری، دنیا بھر کی بے گناہ اور پُر امن انسانی آبادیوں پر خودکش حملے، مساجد، مزارات، تعلیمی اداروں، بازاروں، سرکاری عمارتوں، ٹریڈ سنٹروں، دفاعی تربیتی مراکزوں، سفارت خانوں، گاڑیوں اور دیگر پبلک مقامات پر بم باری جیسے انسان دشمن، سفاکانہ اور بہیمانہ اقدامات روزمرہ کا معمول بن چکے ہیں۔ یہ لوگ آئے دن سینکڑوں ہزاروں معصوم جانوں کے بے دریغ قتل اور انسانی بربادی کے عمل کو جہاد سے منسوب کر دیتے ہیں اور یوں پورے اسلامی تصورِ جہاد کو خلط ملط کرتے رہتے ہیں۔ اس سے نوجوان نسل کے ذہن بالخصوص اور کئی سادہ لوح مسلمانوں کے ذہن بالعموم پراگندہ اور تشکیک و ابہام کا شکار ہو رہے ہیں کیونکہ ایسے اقدامات کرنے والے مسلمانوں میں سے ہی اٹھتے ہیں، اسلامی عبادات و مناسک کی انجام دہی بھی کرتے ہیں اور ان کی ظاہری وضع قطع بھی شریعت کے

مطابق ہوتی ہے۔ لہذا عام مسلمان ہی نہیں بلکہ بیشتر علماء اور دانش ور بھی ایک منحصر میں مبتلا ہیں کہ ایسے افراد اور گروہوں کے اس طرح کے طرزِ عمل، طریقہ کار اور اقدامات کے بارے میں شرعی احکامات کیا ہیں؟

علاوہ ازیں مغربی دنیا میں میڈیا عالم اسلام کے حوالے سے صرف شدت پسندی اور دہشت گردی کے اقدامات و واقعات کو ہی highlight کرتا ہے اور اسلام کے مثبت پہلو، حقیقی پُر امن تعلیمات اور انسان دوست فلسفہ و طرزِ عمل کو قطعی طور پر اُجاگر نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ خود عالم اسلام میں دہشت گردی کے خلاف پائی جانے والی نفرت، مذمت اور مخالفت کا سرے سے تذکرہ بھی نہیں کرتا۔ جس کے نتیجے میں منفی طور پر اسلام اور انتہاء پسندی و دہشت گردی کو باہم بریکٹ کر دیا گیا ہے اور صورت حال یہ ہے کہ اسلام کا نام سننے ہی مغربی ذہنوں میں دہشت گردی کی تصویر ابھرنے لگتی ہے۔ اس سے نہ صرف مغرب میں پرورش پانے والی مسلم نوجوان نسل انتہائی پریشان، متذبذب اور اضطراب انگیز ہیجان کا شکار ہے بلکہ پورے عالم اسلام کے نوجوان اعتقادی، فکری اور عملی لحاظ سے متزلزل اور ذہنی انتشار میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

ان تمام حالات کے نتیجے میں دو طرح کے ردِ عمل اور نقصانات پیدا ہو رہے ہیں۔ ایک نقصان اسلام اور اُمتِ مسلمہ کا اور دوسرا نقصان عالمِ مغرب اور بالخصوص پوری انسانیت کا۔ اسلام اور اُمتِ مسلمہ کا نقصان تو یہ ہے کہ عصرِ حاضر کی نوجوان نسل جو اسلام کی حقیقی تعلیمات سے شناسا نہیں وہ میڈیا سے متاثر ہو کر انتہاء پسندی اور دہشت گردی کو (معاذ اللہ) دین و مذہب کے اثرات یا دینی اور مذہبی لوگوں کے رویوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور یوں اپنے لئے لادینیت یا دینِ گریزی کی راہ میں بہتری سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ غلط طرزِ فکر انہیں رفتہ رفتہ بے دین بنا رہا ہے جس کا نقصان پوری اُمتِ مسلمہ کی اگلی نسلوں کو ہوگا۔ اس کے برعکس دوسرا نقصان، عالمِ مغرب اور بالخصوص پوری انسانیت کے لئے یہ ہے کہ مذکورہ بالا پالیسیوں اور منفی سرگرمیوں کا کئی مسلم نوجوانوں پر منفی ردِ عمل ہو رہا

ہے۔ وہ اسے عالم مغرب کے بعض مؤثر حلقوں کی اسلام کے خلاف منظم سازش اور عداوت قرار دے رہے ہیں، جس کے نتیجے میں وہ ردِ عمل کے طور پر راہِ اعتدال (moderation) چھوڑ کر نفرت و انتقام کا جذبہ لے کر انتہاء پسند (extremist) اور پھر شدت پسند اور پھر بالآخر دہشت گرد بن رہے ہیں یا بنائے جا رہے ہیں۔ گویا مغربی پالیسیوں کی وجہ سے دہشت گردوں کو مزید نئی کھیپ اور نئی افرادی قوت میسر آتی جا رہی ہے اور یہ سلسلہ لاتناہی ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ سو دونوں صورتوں میں نقصانِ عالمِ انسانیت کا بھی ہے اور عالمِ اسلام کا بھی۔

مزید یہ کہ ایسے حالات عالمِ اسلام اور عالم مغرب کے درمیان تناؤ اور کشیدگی میں مزید اضافہ کرتے جا رہے ہیں اور دہشت گردی کے فروغ سے مسلم ریاستوں میں مزید دخل اندازی اور ان پر دباؤ بڑھائے جانے کا راستہ بھی زیادہ سے زیادہ ہموار ہوتا جا رہا ہے۔ پھر یہ خلیجِ عالمی سطح پر انسانیت کو نہ صرف بین المذاہب مخالفت کی طرف دھکیل رہی ہے بلکہ عالمی انسانی برادری میں امن و سکون اور باہمی برداشت و رواداری کے امکانات بھی معدوم ہوتے جا رہے ہیں۔

ان حالات میں ہم نے ضروری سمجھا کہ ملتِ اسلامیہ اور پوری دنیا کو دہشت گردی کے مسئلہ پر حقیقتِ حال سے آگاہ کیا جائے اور اسلام کا دو ٹوک موقف قرآن و سنت اور کتبِ عقائد و فقہ کی روشنی میں واضح کر دیا جائے۔ یہ موقف شرق تا غرب دنیا کے ہر خطہ میں تمام قابلِ ذکر اداروں اور مؤثر طبقات تک پہنچا دیا جائے تاکہ غلط فہمی اور شکوک و شبہات میں مبتلا جملہ مسلم و غیر مسلم حلقوں کو دہشت گردی کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر سمجھنے میں مدد مل سکے۔ اس تحقیقی دستاویز کے مندرجات اور مشتملات کا اجمالی خاکہ کچھ اس طرح ہے کہ اس دستاویز کے پہلے باب میں اسلام کا معنی و مفہوم واضح کرتے ہوئے دینِ اسلام کے تین درجات - اسلام، ایمان اور احسان - پر بحث کی گئی ہے۔ یہ تینوں الفاظ اپنے معنی اور مفہوم کے اعتبار سے سراسر امن و سلامتی، رحمت و رأفت، تحمل و

برداشت، محبت و اُلفت، احسان شکاری اور احترامِ آدمیت کی تعلیم کے حامل ہیں۔

اس دستاویز کے دوسرے باب میں درجنوں آیات اور بیسیوں احادیث کے ذریعے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کا قتل عام اور دہشت گردی اسلام میں قطعی حرام بلکہ کفریہ افعال ہیں۔ کبار ائمہ تفسیر و حدیث اور فقہاء و متکلمین کی تصریحات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ چودہ سو سالہ تاریخ اسلام میں جملہ اہل علم کا فتویٰ یہی رہا ہے۔

فتویٰ کے تیسرے باب میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں متعدد آیات و احادیث اور آثار سے استنباط کرتے ہوئے کبار ائمہ کرام کی آراء بھی درج کی گئی ہیں۔

علاوہ ازیں اس بحث اور تحقیق کا اہم ترین نقطہ یہ ہے کہ وہ کیا فکر، نظریہ، سوچ اور ذہنیت ہے جو ایک مسلمان کو دوسرے مسلمانوں اور انسانوں کے قتل عام تک لے جاتی ہے؟ اُس کی نظر میں بازار میں خریداری کرنے والی عورتوں اور سکول جاتے معصوم بچوں کا قتل جائز ہی نہیں بلکہ باعثِ اجر و ثواب بن جاتا ہے۔ وہ کون سی قوت ہے جو اسے یہ یقین دلا دیتی ہے کہ مساجد میں نماز کے لئے جمع ہونے والے مسلمانوں کا قتل عام کر کے بھی وہ جنت کا حق دار بن جائے گا؟ زندگی جیسی اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت، ایک دہشت گرد کیوں اپنے ہی ہاتھوں خود کش حملہ کر کے ختم کر لیتا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جو ہر ذی شعور کے ذہن میں گردش کر رہے ہیں۔ ان تمام اُبھرتے ہوئے سوالات کا جواب دینے کے لیے ہم نے علمی دلائل کے ساتھ ساتھ ان تاریخی حقائق سے بھی استدلال کیا ہے جن کی نشان دہی خود نبی آخر الزمان ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمائی تھی۔ ہم نے آیات قرآنی، احادیث نبوی اور تصریحات ائمہ کے ذریعے خوارج کی علامات اور عقائد و نظریات کا تفصیلی تجزیہ کرتے ہوئے یہ بات واضح کی ہے کہ دہشت گرد موجودہ دور کے خوارج ہیں۔

قرآن و حدیث، آثار صحابہ اور ائمہ و فقہاء کرام کے ناقابل تردید دلائل سے دہشت گردی کو خروج و بغاوت، فساد فی الارض اور کفریہ فعل قرار دینے کے بعد ہم نے

”دعوتِ فکر و اصلاح“ کے عنوان سے ان تمام ذمہ دار طاقتوں کو اس طرف بھی متوجہ کیا ہے کہ ملکی اور عالمی سطح پر ایسے تمام محرکات کا خاتمہ ہونا چاہیے جن سے عوام الناس ابہام کا شکار ہوتے ہیں اور دہشت گردی کے پیچھے کارفرما خفیہ قوتوں کو تقویت ملتی ہے۔ آج کل ایک بحث یہ بھی چل رہی ہے کہ چوں کہ غیر ملکی سامراجی طاقتیں پاکستان سمیت مسلم ممالک میں بے جا مداخلت کر رہی ہیں، اس لیے ان کے مفادات کو نقصان پہنچانے اور ان کا راستہ روکنے کے لیے جہادی گروہ سرگرم عمل ہیں۔ ان کا عمل اگرچہ درست نہیں لیکن نیت اور ارادہ چوں کہ دفاعِ اسلام ہے، اس لیے انہیں برا نہیں کہنا چاہیے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ایک گھناؤنا مذاق اور افسوس ناک روش ہے۔ اس فکری مغالطے کے ازالے کے لئے بحث کے آغاز میں مختصر سا حصہ اس موضوع کے لیے بھی مختص کر دیا گیا ہے جس میں اس حقیقت کو آیات و احادیث کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ برائی کسی بھی صورت میں نہ اچھائی بن سکتی ہے اور نہ ظلم و زیادتی، حسنِ نیت کے باعث نیکی شمار ہو سکتی ہے۔

ان ابتدائی وضاحتی معروضات کے ساتھ یہ حقیقت بیان کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم یہ تحقیقی موقف محض دینِ اسلام کی عزت و حرمت اور خدمتِ انسانیت کی خاطر پیش کر رہے ہیں۔ اس سے ہمارا مقصود نہ کسی عالمی طاقت کی غیر دانش مندانہ کارروائیوں کی حمایت ہے اور نہ پاکستان سمیت کسی بھی حکومت کی غلط پالیسیوں کا تحفظ۔ ہمیں نہ کسی حکومت کی خوش نودی چاہیے اور نہ کسی عالمی ادارے یا ملک کی طرف سے دادِ تحسین۔ ہم ہمیشہ کی طرح یہ کام بھی اپنا منصبی فریضہ اور دینی ذمہ داری سمجھتے ہوئے سرانجام دے رہے ہیں۔ ہمارا مقصود اسلام کے روشن چہرے پر لگے ہوئے دہشت گردی کے بدنما داغ کو دھونا، مسلمانوں کو قرآن و سنت کی اصل تعلیمات سے روشناس کرانا اور انسانیت کو دہشت گردی کی دہشت گردی کی دہشت گردی سے نجات دلانے کی کوشش کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کے تصدق سے اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے نوازے۔

ذہنوں میں اُٹھنے والے سوالات اور اُن کے مختصر جوابات

دہشت گردی کے موجودہ خون آشام واقعات کو دیکھ کر ذہنوں میں چند سوالات اُٹھتے ہیں اور دنیا بھر کے عوام و خواص اسلام سے متعلق ان سوالات کی روشنی میں تسلی بخش وضاحت مانگتے ہیں۔ اس تحریر میں کوشش کی گئی ہے کہ ان تمام سوالات کا تفصیلی، مدلل اور دو ٹوک جواب دیا جائے۔ ذیل میں ترتیب وار پہلے ان سوالات کے ساتھ مختصر جوابات دیے جارہے ہیں اور انہی مختصر جوابات کی تفصیل دستاویز کے آئندہ ابواب میں بالترتیب پیش کی جائے گی۔

۱۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ کیا کسی جماعت کا خود کو حق پر سمجھتے ہوئے اپنے عقائد و نظریات کے فروغ و تسلط اور دوسروں کے عقائد کی اصلاح کے نام پر طاقت استعمال کرنا جائز ہے؟ کیا نظریاتی اختلاف رکھنے والوں کو قتل کرنے، اُن کے مال لوٹنے اور اُن کی مساجد، مذہبی مقامات اور شعائر کو تباہ کرنے کی اسلام میں گنجائش ہے؟ اگر نہیں، تو اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے اسلام نے کیا سزا مقرر کی ہے؟

✽ اسلام اُمن و سلامتی اور محبت و مروت کا دین ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق مسلمان وہی شخص ہے جس کے ہاتھوں مسلم و غیر مسلم سب بے گناہ انسانوں کے جان و مال محفوظ رہیں۔ انسانی جان کا تقدس و تحفظ شریعت اسلامی میں بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ کسی بھی انسان کی ناحق جان لینا اور اُسے قتل کرنا فعل حرام ہے بلکہ بعض صورتوں میں یہ عمل موجب کفر بن جاتا ہے۔ آج کل دہشت گرد اپنے عقائد و نظریات مسلط کرنے اور اپنے مخالفین کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی ناکام کاوش میں جس بے دردی سے خود کش حملوں اور بم دھماکوں سے گھروں، بازاروں، عوامی اور حکومتی دفاتر اور مساجد میں بے گناہ مسلمانوں کی جانیں لے رہے ہیں وہ صریحاً کفر کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ دنیا اور آخرت میں ان کے لئے ذلت ناک عذاب کی وعید ہے۔ دہشت گردی فی نفسہ کافرانہ فعل ہے اور

جب اس میں خودکشی کا حرام غصہ بھی شامل ہو جائے تو اس کی سنگینی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کتاب میں درجنوں آیات اور بیسیوں احادیث کے ذریعے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ مسلمانوں کا قتل عام اور دہشت گردی اسلام میں قطعی حرام بلکہ کفریہ افعال ہیں۔ کبار ائمہ تفسیر و حدیث اور فقہاء و متکلمین کی تصریحات سمیت چودہ سو سالہ تاریخ اسلام میں جملہ اہل علم کا فتویٰ یہی رہا ہے۔ اپنی بات منوانے اور دوسروں کے موقف کو غلط قرار دینے کے لیے اسلام نے ہتھیار اٹھانے کی بجائے گفت و شنید اور دلائل سے اپنا عقیدہ و موقف ثابت کرنے کا راستہ کھلا رکھا ہے۔ ہتھیار وہی لوگ اٹھاتے ہیں جن کی علمی و فکری اساس کمزور ہوتی ہے اور وہ جہالت و عصبیت کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کو اسلام نے باغی قرار دیا ہے جن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

۲۔ اس ضمن میں دوسرا سوال یہ اٹھتا ہے کہ مسلم ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے کیا حقوق ہیں؟

✽ اسلام صرف مسلم ریاست کے مسلمان شہریوں کے جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت کی ہی ضمانت نہیں دیتا بلکہ غیر مسلم شہریوں اور معاہدین کی عزت و آبرو اور جان و مال کو بھی برابرتحفظ کی ضمانت دیتا ہے، شریعت اسلامیہ میں مسلم ریاست کے غیر مسلم شہریوں کے حقوق مسلم شہریوں کی طرح ہی ہیں، بحیثیت انسان ان میں کوئی فرق نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی قوانین میں مسلم اور غیر مسلم شہری قصاص اور دیت میں برابر ہیں۔ غیر مسلموں کو مسلم معاشرے میں مکمل شخصی اور مذہبی آزادی حاصل ہے۔ غیر مسلم شہریوں، ان کے سفراء اور ان کی املاک و عبادت گاہوں کو مکمل تحفظ حاصل ہے۔ اسی طرح تاجروں کے جان و مال کا تحفظ بھی اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ لہذا اسلام کسی طور بھی پُر امن و غیر متحارب غیر مسلم شہریوں کو قتل کرنے اور انہیں ایذاء رسانی کی اجازت نہیں دیتا۔ غیر مسلم پُر امن شہریوں پر حملے کرنے والے، انہیں اغوا کر کے تاوان کا مطالبہ کرنے والے اور انہیں جس بے جا میں رکھ کر ذہنی و جسمانی اذیت دینے والے اسلامی تعلیمات کی صریح

خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

۳۔ تیسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلام میں انسانی جان کی حرمت پر واضح احکامات موجود ہیں؟ کیا غیر مسلم عالمی طاقتوں کی ناانصافیوں اور مظالم کے ردِ عمل کے طور پر انتقاماً بے قصور اور پُر امن غیر مسلم شہریوں اور سفارت کاروں کو اغواء کرنا اور قتل کرنا جائز ہے؟

انسانی جان کی عزت و حرمت پر اسلامی تعلیمات میں کس قدر زور دیا گیا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دورانِ جنگ بھی اسلام غیر محارب لوگوں کے قتلِ عام کی اجازت نہیں دیتا۔ میدانِ جنگ میں بھی بچوں، عورتوں، ضعیفوں، بیماروں، مذہبی رہنماؤں اور تاجروں کو قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہتھیار ڈال دینے والے، گھروں میں بند ہو جانے والے یا کسی کی امان میں آ جانے والے لوگوں کو بھی قتل نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی عامۃ الناس کا قتلِ عام کیا جاسکتا ہے۔ عبادت گاہوں، عمارتوں، بازاروں یہاں تک کہ کھیتوں، فصلوں اور درختوں کو بھی تباہ نہیں کیا جاسکتا۔ ایک طرف حالتِ جنگ میں بھی اس قدر احتیاط پر مبنی احکام و قوانین ہیں اور دوسری طرف دہشت گردوں کی ایسی کارروائیاں جو بلا امتیازِ مذہب و ملت، پُر امن لوگوں، عورتوں، بچوں اور مساجد میں عبادت کرنے والے نمازیوں کے قتلِ عام کا باعث بن رہی ہوں، پھر بھی وہ اسلام کا نام لیں اور جہاد کی بات کریں، اس سے بڑا تضاد تو شاید چشمِ فلک نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ غیر مسلم عالمی طاقتوں کی ناانصافیوں اور بلا جواز کارروائیوں کے ردِ عمل کے طور پر پُر امن غیر مسلم شہریوں اور غیر ملکی سفارت کاروں کو قتل کرنا یا انہیں جس بے جا میں رکھنا قطعاً جائز نہیں۔ جو ایسا کرتا ہے اُس کا اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ سے کوئی تعلق نہیں۔

۴۔ چوتھا اور اہم سوال یہ ہے کہ کیا مسلم حکمرانوں کی غیر اسلامی پالیسیوں اور فاسقانہ طرزِ عمل کے باعث انہیں حکومت سے ہٹانے، اپنے مطالبات منوانے یا انہیں راہِ راست پر لانے کے لیے مسلح جد و جہد کی جاسکتی ہے؟ کیا آئینی طور پر قائم کی گئی مسلم

حکومت کے نظم اور عمل داری (writ) سے بغاوت جائز ہے؟ نیز حکمرانوں کی اصلاح اور تبدیلی کا جائز طریقہ کار کیا ہونا چاہیے؟

✽ اسلام صرف مذہب ہی نہیں ایک مکمل دین ہے۔ اسلام نے جہاں زندگی کے ہر شعبہ کے لئے ضابطہ دیا ہے وہاں معاشرے کی اجتماعیت کے تحفظ کا اہتمام بھی کیا ہے۔ اس کے لئے ریاستی اداروں کے حقوق و فرائض طے کر دیئے گئے ہیں۔ مسلم ریاست کے جملہ شہریوں کو ریاستی قوانین اور اصول و ضوابط کا پابند بنایا گیا ہے۔ انہی ضابطوں میں سے ایک یہ ہے کہ مسلم ریاست اور معاشرے کو امن اور بقائے باہمی کا نمونہ ہونا چاہیے۔ اس لئے مسلم ریاست کے خلاف ہتھیار اٹھانے، اُس کے نظم اور اتھارٹی کو چیلنج کرنے اور اس کے خلاف اعلان جنگ کرنے کی اسلام میں سخت ممانعت ہے۔ اس عمل کو شرعاً بغاوت اور خروج کا نام دیا گیا ہے۔ خدا نخواستہ اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو مسلم حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس دہشت گردی اور بغاوت کا کلیئاً قلع قمع کرے تاکہ کسی فرد یا گروہ کو معاشرتی امن تباہ کرنے اور انسانی خون سے ہولی کھیلنے کی جرات نہ ہو۔ انسانی معاشرے اور بالخصوص مسلم ریاست کا امن اسلام کو اس قدر عزیز ہے کہ اس مقصد کے لئے حکمرانوں کے فسق و فجور، نا انصافی اور ظلم و استبداد کو بھی مسلح بغاوت کے لئے بناء جواز بنانے کی اجازت نہیں۔ احادیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں مسلم ریاست کے خلاف بغاوت کا جواز اس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک حکمران کفر بواح (صریح، اعلانیہ اور قطعی کفر) کے مرتکب نہ ہوں اور اقامتِ صلوٰۃ و دیگر اسلامی احکامات و شعائر کی بجا آوری کو بذریعہ طاقت روکنا نہ شروع کر دیں۔

آیات و احادیث اور تصریحاتِ ائمہ تفسیر و فقہ کی روشنی میں بغاوت کی حرمت و ممانعت واضح ہے۔ اس سلسلے میں احادیث کے علاوہ صحابہ کرام، تابعین، اتباعِ تابعین، امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور دیگر جلیل القدر ائمہ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فتاویٰ کی روشنی میں یہ امر واضح ہے کہ مسلم ریاست کے خلاف

بغاوت کی قطعی ممانعت پر اجماع اُمت ہے اور کسی مذہب و مسلک میں بھی اس پر اختلاف نہیں ہے۔ ایسے خروج اور بغاوت کو جو نظم ریاست کے خلاف ہو اور ہیئتِ اجتماعی کے باقاعدہ اذن و اجازت کے بغیر ہو وہ خانہ جنگی، دہشت گردی اور فتنہ و فساد ہوتا ہے، اسے کسی لحاظ سے بھی جہاد کا نام نہیں دیا جاسکتا۔

جہاں تک کسی بدکردار مسلمان حکمران یا حکومت کو راہِ راست پر لانے کے لیے جد و جہد کا تعلق ہے تو وہ ہرگز منع نہیں ہے۔ مسلح جد و جہد اور بغاوت کی ممانعت سے مراد یہ نہیں کہ برائی کو برائی نہ کہا جائے اور اسے روکنے کی کوشش نہ کی جائے یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائضِ ایمانی کو ترک کر دیا جائے۔ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل مسلمانوں پر واجب ہے۔ اسی طرح اصلاحِ معاشرہ اور ابلسی قوتوں کا مقابلہ دینی فرائض میں سے ہے۔ حکمرانوں اور نظامِ حکومت کی اصلاح کے لئے انہیں ظلم و جور اور فسق و فجور سے روکنے کے لئے تمام آئینی، سیاسی، جمہوری اور قانونی پر امن طریقے اپنانا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہیں۔ اعلاءِ کلمۂ حق، انسدادِ استبداد اور بحالیِ نظامِ عدل کے لئے انفرادی، اجتماعی، تنظیمی اور جماعتی سطح پر تمام کاوشیں بروئے کار لانا فرائضِ دین میں سے ہے۔

۵۔ دہشت گردی کی تاریخ میں خوارج کا عنصر ناقابلِ فراموش ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خوارج کون تھے، ان کا شرعی حکم کیا ہے اور کیا موجودہ دور کے دہشت گرد خوارج ہی کا تسلسل ہیں؟

﴿خوارج﴾ دینِ اسلام کے باغی اور سرکش تھے۔ ان کی ابتداء عہدِ رسالت مآب ﷺ میں ہی ہو گئی تھی۔ ان کی فکری تشکیل دورِ عثمانیؓ میں اور منظم و مسلح ظہور دورِ علویؓ میں ہوا۔ ان خوارج کے اعمال و عبادات اور ظاہراً پابندیِ شریعت ایسی تھی کہ وہ صحابہ کرامؓ سے بھی بعض اوقات زیادہ عابد و زاہد محسوس ہوتے لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کے واضح فرمان کے مطابق وہ اسلام سے کلیتاً خارج تھے۔ خوارج مسلمانوں کے قتل کو جائز سمجھتے، ان کی رائے اور نظریہ سے اتفاق نہ کرنے کے باعث صحابہ کرامؓ کی بھی تکفیر

کرتے، نعرہ اسلامی ”لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ“ بلند کرتے اور خلیفہ راشد سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے خلاف مسلح خروج، بغاوت اور قتال کو نہ صرف جائز سمجھتے بلکہ عملاً اس کے ضمن میں قتل و غارت گری کرتے رہے۔ یہی خوارج درحقیقت تاریخ اسلام میں سب سے پہلا دہشت گرد اور نظم ریاست کے خلاف باغی گروہ تھا۔ نصوص حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ظہور ہر دور میں ہوتا رہے گا۔ گویا خوارج سے مراد فقط وہی ایک طبقہ نہیں تھا جو خلافت راشدہ کے خلاف نکلا بلکہ ایسی ہی صفات، نظریات اور دہشت گردانہ طرز عمل کے حامل وہ تمام گروہ اور طبقات ہوں گے جو قیامت تک اسی انداز سے نکلتے رہیں گے اور مسلح دہشت گردانہ کارروائیاں جہاد کے نام پر کریں گے۔ یہ شرعی اعمال کی بدرجہ اتم ظاہری بجا آوری کے باوجود فکر و نظر کی اس خرابی کے سبب اسلام سے خارج تصور ہوں گے۔ فرامین رسول ﷺ کی روشنی میں ایسے لوگوں کو مذاکرات کے نام پر مہلت دینا یا ان کے مکمل خاتمے کے بغیر چھوڑ دینا اسلامی ریاست کے لیے روا نہیں، سوائے اس کے کہ وہ خود ہتھیار پھینک کر اپنے غلط عقائد و نظریات سے مکمل طور پر توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں۔

۶۔ ایک سوال یہ بھی ہوتا ہے کہ فتنہ انگیزی، دہشت گردی اور مسلح بغاوت کے خاتمے کے لیے حکومت اور مقتدر طبقات کو کیا اقدامات اٹھانے چاہئیں؟

حکومت اور مقتدر اداروں کو چاہیے کہ وہ ملکی اور عالمی سطح پر ایسے تمام محرکات اور اسباب کا تدارک کریں جن سے عوام الناس تشکیک کا شکار ہوتے ہیں اور دہشت گردی کے سرغننے کئی مضطرب اور جذباتی نوجوانوں کو آسانی سے اکسانے، ورغلانے اور گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں بلکہ انہیں دہشت گردی کے لئے تیار کرنے کا موقع میسر آتا ہے۔ دہشت گرد عناصر جن واقعات و حالات کو اپنے ناپاک ایجنڈے کے لئے بطور ایندھن استعمال کرتے ہیں ان پالیسیوں میں واضح اور مثبت تبدیلیوں کی ضرورت ہے تاکہ ان اسباب و محرکات کا بھی قلع قمع کیا جاسکے۔ اسی طرح اگر عالمی طاقتیں اور پاکستانی ایجنسیاں عوام کے حقیقی مسائل، مشکلات اور شکایات کی طرف توجہ نہیں دیں گی اور دہشت

گردی کے خاتمے کے لیے دورخی پالیسی نہیں چھوڑیں گی، اُس وقت تک اُمن کی حقیقی بحالی محض خواب ہی رہے گی۔

۷۔ اس ضمن میں ایک اور اہم سوال جو ایک مغالطے کی صورت میں خواص و عوام کے درمیان گردش کر رہا ہے وہ یہ ہے کہ کیا دہشت گردی پر مبنی مندرجہ بالا ظالمانہ کارروائیاں اعلاء کلمہ حق اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی جدوجہد کے ارادے سے سند جواز حاصل کر سکتی ہیں؟

آج بھی دہشت گرد خوارج کی طرح اسلام کا ہی نام لیتے اور اعلاء کلمہ حق کا نعرہ لگاتے ہیں لیکن ان کے جملہ اقدامات اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہیں۔ جب ان کے حامیوں کے پاس ان کے دفاع کے لئے کوئی شرعی دلیل نہیں رہتی تو وہ بات کا رخ حکمرانوں کے غیر شرعی کاموں اور عالمی طاقتوں کے ظلم و استبداد کی طرف موڑ دیتے ہیں۔ اس طرح یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ دہشت گرد اگرچہ اقدامات تو غلط کر رہے ہیں مگر اُن کی نیت درست ہے۔ یقیناً یہ ایک بہت بڑا مغالطہ ہے جس کا شکار آج کل پڑھے لکھے بھی ہیں اور اُن پڑھ بھی۔ برائی ہر صورت میں برائی ہے اور ظلم کی جو توجیہ بھی کریں وہ ظلم ہی رہے گا۔ لہذا کوئی بھی فعلِ حرام نیت کے اچھے ہونے سے حلال نہیں بن سکتا کیوں کہ شریعت اسلامی میں حکمِ عمل پر لگایا جاتا ہے۔ قتلِ انسانیت، جبر و بربریت، دہشت گردی، فساد فی الارض اور مسلح بغاوت کسی بھی نیک ارادہ و عزم کے باوجود قابلِ معافی نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کسی رخصت کی گنجائش ہے۔ لہذا دہشت گردوں اور اُن کے بھی خواہوں کا یہ استدلال بھی شرعاً باطل ہے۔ چنانچہ اپنے دلائل کا آغاز ہم اسی مغالطے کی وضاحت سے کر رہے ہیں کہ حسنِ نیت سے بدی کسی صورت بھی نیکی نہیں بن سکتی۔

حسنِ نیت سے بدی نیکی نہیں بن سکتی

اگر قتل و غارت اور تخریب کاری کے پیچھے کوئی نیک نیت اور اچھا مقصد کار فرما ہو، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس نیک نیتی کے باعث ظلم و بربریت کا عمل جائز قرار پاسکتا ہے؟ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خود کش دھماکے غلط سہی؛ بے گناہ لوگوں کا قتل عام بھی برا سہی؛ ملک میں فتنہ و فساد پھیلانا بھی حرام سہی؛ تعلیمی، تربیتی، صنعتی، تجارتی اور عوامی فلاح و بہبود کے مراکز کو تباہ و برباد کرنا بھی گناہ عظیم سہی؛ مگر کرنے والوں کی نیت نیک ہوتی ہے اور وہ یہ سب کچھ غیر ملکی ظلم و بربریت اور مسلمانوں پر کی جانے والی جارحیت کے ردِّ عمل کے طور پر جہاد سمجھ کر کرتے ہیں، لہذا ان کو موردِ الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔

اس مختصر بحث میں ہم اس سوچ کا جائزہ قرآن و سنت کی روشنی میں لیں گے کہ قربِ الہی کے حصول کی نیت سے کی جانے والی بت پرستی کو قرآن حکیم نے ردِّ کر دیا۔ اس حقیقت کو قرآن و سنت میں بڑی وضاحت و تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ تفہیم کے لئے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ۝ (۱)

”(لوگوں سے کہہ دیں:) سُن لو! طاعت و بندگی خالصتاً اللہ ہی کے لیے ہے، اور جن (کفار) نے اللہ کے سوا (بتوں کو) دوست بنا رکھا ہے، وہ (اپنی بت پرستی کے جھوٹے جواز کے لیے یہ کہتے ہیں کہ) ہم اُن کی پرستش صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں، بے شک اللہ اُن کے درمیان اس چیز کا فیصلہ فرما دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں، یقیناً اللہ اس شخص

کو ہدایت نہیں فرماتا جو جھوٹا ہے، بڑا ناشکر گزار ہے۔“

مشرکین مکہ سے جب ان کی بت پرستی کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم ان کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اس پوجا کے عوض اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کریں گے۔ قرب الہی کے حصول کی نیت اچھی ہے مگر بت پرستی کفر و شرک ہے۔ سوا یک اچھی خواہش اور نیک نیت کے باعث بت پرستی کے شرک نہ فعل کو جواز نہیں مل سکا۔ اسی طرح دہشت گردوں کا دعویٰ اصلاح بھی قبول نہیں ہوگا کیونکہ دہشت گرد اپنے عمل سے اصلاح نہیں بلکہ خونریزی اور فساد انگیزی کا ثبوت دیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهَدُ اللَّهُ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ ۖ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ ۖ وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ ۖ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۖ (۱)

”اور لوگوں میں کوئی شخص ایسا بھی (ہوتا) ہے کہ جس کی گفتگو دنیاوی زندگی میں تجھے اچھی لگتی ہے اور وہ اللہ کو اپنے دل کی بات پر گواہ بھی بناتا ہے، حالاں کہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہے ۖ اور جب وہ (آپ سے) پھر جاتا ہے تو زمین میں (ہر ممکن) بھاگ دوڑ کرتا ہے تاکہ اس میں فساد انگیزی کرے اور کھیتیاں اور جانیں تباہ کر دے، اور اللہ فساد کو پسند نہیں فرماتا ۖ اور جب اسے اس (ظلم و فساد پر) کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو اس کا غرور اسے مزید گناہ پر اکساتا ہے، پس اس کے لیے جہنم کافی ہے اور وہ یقیناً برا ٹھکانا ہے۔“

ان آیات مبارکہ میں بھی یہی بات سمجھائی گئی ہے کہ کئی لوگ ایسی گفتگو کریں

گے جو ظاہری دلائل کے تناظر میں اچھی لگے گی۔ وہ لوگ اپنی نیک نیتی پر قسمیں کھائیں گے اور اپنے اچھے مقاصد اور نیک اہداف پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بھی بنائیں گے، مگر ان کے ایسے قول و شہادت کے باوجود باری تعالیٰ نے انہیں فسادی اور شر پسند قرار دیا ہے اور ان کے لئے عذابِ جہنم کا اعلان فرمایا ہے۔ گویا ان شر پسندوں کی طرف سے اپنی نیتوں پر قسمیں کھانا اس لئے رد کر دیا گیا کہ ان کا عمل واضح طور پر دہشت گردی اور فساد انگیزی پر مشتمل ہے۔ لہذا ان کی مجرمانہ کارروائیوں کو ان کی نیتوں اور ارادوں کی صفائی میں کھائی گئی قسموں سے جواز اور معافی نہیں مل سکی۔ یہ قرآن مجید اور شریعتِ اسلامیہ کا بنیادی قاعدہ ہے۔ یہی نکتہ درج ذیل آیتِ کریمہ میں واضح کیا گیا ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ
 أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ^(۱)

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد پانہ کرو، تو کہتے ہیں: ہم ہی تو اصلاح کرنے والے ہیں (یعنی مصلحین ہیں) ○ آگاہ ہو جاؤ! یہی لوگ (حقیقت میں) فساد کرنے والے ہیں مگر انہیں (اس کا) احساس تک نہیں ○“

آپ نے دیکھا کہ یہاں بھی اسی مفسدانہ ذہنیت اور مجرمانہ نفسیات کا ذکر ہے کہ فتنہ و فساد پانہ کرنے والے کبھی اپنے عمل کو فساد نہیں سمجھتے بلکہ اسے اصلاح اور جہاد کا نام دیتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ بزمِ خویش معاشرے میں خیر و صلاح لانے کے نام پر ظلم و سفاکی کی ساری کارروائیاں کرتے ہیں۔ آج یہی المیہ ہے کہ دہشت گردی، قتل و غارت گری اور فساد انگیزی کے مرتکب لوگ، مجرمانہ، باغیانہ، ظالمانہ، سفاکانہ، اور کافرانہ کارروائیوں کو ملکی مفاد کے دفاع، اسلام کی حفاظت اور غیر ملکی جارحیت کے خلاف ردِ عمل کے عنوانات کا جامہ ہائے جواز پہنتے ہیں۔

یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جس طرح نیت کے اچھے ہونے سے فعلِ حرام جائز قرار

نہیں پاسکتا۔ ارادے کے نیک ہونے سے کفر یہ فعل درست قرار نہیں پاسکتا اور مقاصد کے پاک ہونے سے ناپاک فعل طاہر و مطہر نہیں ہو سکتا؛ اسی طرح جہاد کی نیت اور ارادہ کر لینے سے فساد کبھی جائز نہیں ہو سکتا۔ دین اسلام کی حفاظت، غیر ملکی جارحیت اور اُمتِ مسلمہ پر ہونے والی نا انصافیوں اور زیادتیوں کے انتقام کی نیت اور ارادہ کر لینے سے بے گناہ اور پُر امن شہریوں کا قتل عام، عوامی املاک، مساجد اور آبادیوں کی تباہی و بربادی اور بے دریغ ظلم و بربریت کبھی حلال نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح احکام اسلام اور نظامِ عدل کے نفاذ کی نیت سے دہشت گردی اور قتل و غارت گری کبھی جائز نہیں ہو سکتی اور نہ ہی ان مذموم کارروائیوں کے لئے کوئی استثنایا معافی و رخصت کی صورت نکل سکتی ہے۔ ایسے باغیانہ اور مفسدانہ گروہوں کے بارے میں قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے:

الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَّهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ
صُنْعًا (۱)

”یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جد و جہد دنیا کی زندگی میں ہی برباد ہو گئی اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بڑے اچھے کام انجام دے رہے ہیں“

قرآن و حدیث کے عمیق مطالعے سے یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ اسلام جائز مقاصد کو صرف جائز طریقوں سے پانے، نیک اہداف کو صرف حلال وسائل سے حاصل کرنے اور پاکیزہ منازل تک صرف درست وسائل سے پہنچنے کی شرط عائد کرتا ہے۔ پاک منزل کبھی پلید راستے سے نہیں ملتی۔ مسجد کی تعمیر بڑا نیک کام ہے لیکن بینک میں ڈاکہ ڈال کر اس کی تعمیر کو کسی صورت میں جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ رحم کے مقاصد کبھی ظالمانہ طریقوں سے حاصل نہیں ہوتے اور مومنانہ عزائم کبھی کافرانہ روش سے پورے نہیں ہوتے۔ مختصر یہ کہ خیر، خیر ہی کے طریق سے آتی ہے، شر کے طریق سے نہیں۔ یہ اس دین کی عظمت اور طہارت ہے کہ اس نے منزل اور راستہ دونوں کی اصلاح و تطہیر کی ہے، مقصد

اور طریقہ دونوں کو پاکیزہ اور مہذب بنایا ہے۔

جو لوگ اپنی ظالمانہ روش اور مذموم کردار کے جواز کے لیے إنما الأعمال بالنیات^(۱) (اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے) سے استدلال کرتے ہیں، ان کی تمام تاویلات فاسد اور باطل ہیں۔ وہ کبھی بھی غلط کام کو درست نہیں کر سکتیں اور اس حدیث نبوی ﷺ کا تعلق صرف ان اعمال سے ہے جو بظاہر جائز، مشروع اور صالح ہوں۔ ان کی قبولیت کا مدار صحت نیت پر رکھا گیا ہے یعنی اگر نیت میں اخلاص ہے تو عمل قبول ورنہ رد کر دیے جائیں گے۔ اگر نیت اچھی نہیں ہوگی یا مطلوبہ نیت مفقود ہوگی تو وہ اعمال ظاہراً اچھے ہو کر بھی عبادت نہیں بنتے۔ وہ مردود ہو سکتے ہیں یا بے اثر ہو سکتے ہیں۔ مگر جو اعمال اپنے وجود میں ہی ممنوع، ظلم، حرام یا کفر ہوں، انہیں اچھی سے اچھی نیت بلکہ کئی اچھی نیتیں مل کر بھی مقبول، جائز یا ماحور نہیں بنا سکتیں۔ یہ ایسا متفقہ شرعی کلیہ اور اسلامی قاعدہ ہے کہ صحابہ و تابعین سے لے کر فقہاء و محدثین اور علماء و محققین میں سے کسی نے بھی تا حال اس سے کبھی اختلاف نہیں کیا۔ نیز إنما الأعمال بالنیات کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ نیتوں کے مطابق ہی اعمال کا صدور ہوتا ہے، یعنی جیسی نیت اور ارادہ ہوگا ویسے ہی افعال سرزد ہوں گے۔ چنانچہ ایک دہشت گرد کی قتل و غارت اور لوٹ مار اس کے خبث نیت یعنی اُس کے مذموم عقائد و نظریات کی غماز ہے نہ کہ صالح نظریات کی۔ ظلم و ستم اُس کی سنگ دلی کی علامت ہے نہ کہ رحم دلی کی۔ لہذا باغی، مجرم، شریک، ظالم اور جابر لوگ اپنی غلط کارروائیوں کے جھوٹے جواز کے لئے جو چاہیں تاویلات وضع کرتے رہیں ان کا اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

خادم اُمت و انسانیت

محمد طاہر القادری

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب بدء الوحي، ۱: ۳، رقم: ۱

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: إنما الأعمال

بالنية، ۳: ۱۵۱۵، رقم: ۱۹۰۷

باب اوّل

إسلام کا معنی و مفہوم

۱۔ اسلام دینِ امن و سلامتی ہے

اسلام خود بھی امن و سلامتی کا دین ہے اور دوسروں کو بھی امن و عافیت کے ساتھ رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام کے دینِ امن و سلامتی ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بھیجے ہوئے دین کے لئے نام ہی ”اسلام“ پسند کیا ہے۔^(۱) لفظِ اسلام سَلَمَ یا سَلِمَ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی امن و سلامتی اور خیر و عافیت کے ہیں۔ اسلام اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے سراسر امن (peace) ہے۔ گویا امن و سلامتی کا معنی لفظِ اسلام کے اندر ہی موجود ہے۔ لہذا اپنے معنی کے اعتبار سے ہی اسلام ایک ایسا دین ہے جو خود بھی سراپا سلامتی ہے اور دوسروں کو بھی امن و سلامتی، محبت و رواداری،

(۱) ا۔ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ. (۱)

”بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔“

۲۔ وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا. (۲)

”اور تمہارے لیے اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظامِ حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا۔“

۳۔ هُوَ سَمُّكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا. (۳)

”(اس (اللہ) نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے، اس سے پہلے (کی کتابوں میں) بھی اور اس (قرآن) میں بھی۔“

(۳) الحج، ۲۲: ۷۸

(۱) آل عمران، ۳: ۱۹

(۲) المائدہ، ۵: ۳

اعتدال و توازن اور صبر و تحمل کی تعلیم دیتا ہے۔

قرآن و حدیث میں اگر مسلم اور مومن کی تعریف تلاش کی جائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک **مسلمان** صرف وہ شخص ہے جو تمام انسانیت کے لئے پیکرِ امن و سلامتی ہو اور **مومن** بھی وہی شخص ہے جو امن و آشتی، تحمل و برداشت، بقاء باہمی اور احترامِ آدمیت جیسے اوصاف سے متصف ہو۔ یعنی اجتماعی سطح سے لے کر انفرادی سطح تک ہر کوئی اس سے محفوظ و مامون ہو۔

۲۔ دینِ اسلام کے تین درجات

پیغمبرِ اسلام حضور نبی اکرم ﷺ نے دینِ اسلام کے درج ذیل تین درجات بیان فرمائے ہیں:

(۱) اسلام

(۲) ایمان

(۳) احسان

اعمال، عقائد اور احوال کے باب میں دینِ اسلام کے یہ تین مراتب ہیں۔ دینِ اسلام کی تمام تعلیمات انہی کے گرد گھومتی نظر آتی ہیں۔ جیسا کہ امام بخاری اور امام مسلم کی روایت کردہ حدیثِ صحیح میں ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک سائل کی صورت میں حاضر مجلس ہوئے اور حضور نبی اکرم ﷺ سے درج ذیل تین سوال عرض کیے:

مَا الْإِسْلَامُ؟

”اسلام کیا ہے؟“

اس پہلے سوال کے جواب میں حضور نبی اکرم ﷺ نے دین کے اساسی اعمال بیان فرمائے۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے دوسرا سوال یہ کیا:

مَا الْإِيْمَانُ؟

”ایمان کیا ہے؟“

اس کے جواب میں حضور نبی اکرم ﷺ نے دین کے اساسی عقائد بیان فرمائے۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے تیسرا سوال یہ کیا:

مَا الْإِحْسَانُ؟

”احسان کیا ہے؟“

اس سوال کے جواب میں حضور نبی اکرم ﷺ نے دین کی اعلیٰ قلبی کیفیات اور روحانی احوال بیان فرمائے جن سے بندہ مومن کی باطنی تطہیر اور روحانی ارتقاء و استحکام کے بعد اُس کی شخصیت کی تکمیل ہوتی ہے۔

سوالات کے جواب حاصل کرنے کے بعد جب جبریل علیہ السلام واپس چلے گئے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

إِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ. (۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الإیمان، باب سؤالِ جبریل النبی ﷺ

عن الإیمان والإسلام والإحسان وعلم الساعة، ۱: ۲۷، رقم: ۵۰

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإیمان، باب بیان الإیمان والإسلام

والإحسان، ۱: ۳۶، رقم: ۸، ۹

”یہ جبرائیل علیہ السلام تھے جو تمہیں (ان سوالات کے ذریعے) دین کی تعلیم دینے کے لیے آئے تھے۔“

اس مضمون پر مشتمل متعدد احادیث میں دینِ اسلام کے ان تین مراتب کی تفصیلات واضح کی گئی ہیں۔ اسی طرح قرآن حکیم میں بھی باری تعالیٰ نے مختلف مقامات پر دینِ اسلام کے یہ تین درجات بیان فرمائے ہیں۔

دینِ اسلام کے پہلے درجے ”اسلام“ کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ
الْإِسْلَامَ دِينًا. (۱)

”آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظامِ حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا۔“

دینِ اسلام کے دوسرے درجے ”ایمان“ کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الایمان، باب ما جاء فی وصف جبریل

للنبي ﷺ، الایمان والاسلام، ۵: ۶، رقم: ۲۶۰۱

۴۔ أبوداود، السنن، کتاب السنة، باب فی القدر، ۴: ۲۲۲، رقم:

۴۶۹۵

۵۔ نسائی، السنن، کتاب الایمان وشرائعه، باب نعت الاسلام، ۸:

۹۷، رقم: ۴۹۹۰

۶۔ ابن ماجہ، السنن، المقدمة، باب فی الایمان، ۱: ۲۴، رقم: ۶۳

(۱) المائدة، ۵: ۳

يَدْخُلُ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ^(۱)

”دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں، آپ فرما دیجیے: تم ایمان نہیں لائے، ہاں یہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔“

دینِ اسلام کے تیسرے درجے ”احسان“ کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ^(۲)

”اور دین اختیار کرنے کے اعتبار سے اُس شخص سے بہتر کون ہو سکتا ہے جس نے اپنا رُوئے نیاز اللہ کے لیے جھکا دیا اور وہ صاحبِ احسان بھی ہوا۔“

ایک مقام پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے دینِ اسلام کے تینوں درجات بالترتیب اکٹھے بیان فرمائے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ^(۳)

”ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اس (حرام) میں کوئی گناہ نہیں جو وہ (حکمِ حرمت اترنے سے پہلے) کھا پی چکے ہیں جب کہ وہ (بقیہ معاملات میں) بچتے رہے اور (دیگر احکامِ الہی پر) ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ پر عمل پیرا رہے، پھر (احکامِ حرمت کے آجانے کے بعد بھی ان سب حرام اشیاء سے) پرہیز کرتے رہے اور (اُن کی حرمت پر صدقِ دل سے)

(۱) الحجرات، ۴۹: ۱۴

(۲) النساء، ۴: ۱۲۵

(۳) المائدہ، ۵: ۹۳

ایمان لائے، پھر صاحبانِ تقویٰ ہوئے اور (بالآخر) صاحبانِ احسان (یعنی اللہ کے خاص محبوب و مقرب و نیکوکار بندے) بن گئے، اور اللہ احسان والوں سے محبت فرماتا ہے ۰“

سطور بالا میں کی گئی اس بنیادی بحث سے واضح ہوتا ہے، اور ائمہ دین کا بھی اسی امر پر اجماع ہے، کہ دینِ اسلام کلاً تین درجوں پر مشتمل ہے اور اس کی کل تعلیمات انہی تین درجوں میں تقسیم ہیں۔ اگر اسلام کے عام معنی مراد لیے جائیں تو اس سے مراد مکمل دین ہے اور اگر اس کے خاص معنی مراد لیے جائیں تو اس سے مراد دین کے اساسی اعمال ہوں گے جنہیں ارکانِ اسلام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہی ارکانِ اسلام ہیں جن سے مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی عملی سانچے میں ڈھلتی ہے۔ اسی طرح دینِ اسلام کی وہ تعلیمات جن کا تعلق اعمال اور احکام کے ساتھ ہے، ”اسلام“ کے ذیل میں آتی ہیں۔ ان سے مسلمانوں کی عملی و اخلاقی زندگی وجود میں آتی ہے۔ دینِ اسلام کی وہ تعلیمات جن کا تعلق عقائد و نظریات کے ساتھ ہے، وہ ”ایمان“ کے ذیل میں آتی ہیں اور ان سے انسانی زندگی کا فکری و نظریاتی پہلو تشکیل پاتا ہے جب کہ دینِ اسلام کی وہ تعلیمات جن سے اعلیٰ قلبی کیفیات اور روحانی احوال نصیب ہوتے ہیں، وہ ”احسان“ کے ذیل میں آتی ہیں۔ ان تعلیمات سے بندہ مؤمن کی اخلاقی و روحانی تطہیر ہوتی ہے اور اُس کے قلب و باطن کا روحانی ارتقاء ہوتا ہے جو فی الحقیقت اسلام اور ایمان کا مقصد و مدعا ہوتا ہے۔

اب ہم بالترتیب دینِ اسلام کے تینوں مراتب کا ذکر لغوی اور اصطلاحی حوالے سے کرتے ہیں تاکہ یہ خوش گوار حقیقت واضح ہو سکے کہ ان تین مراتب کا آمن، امان اور سلامتی کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

(۱) لفظ اسلام کا لغوی معنی اور تحقیق

لفظ اسلام مصدر ہے اور یہ سَلِمَ یَسْلَمُ سَلَامًا وَسَلَامَةً سے ماخوذ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

أَدْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً^(۱)

”اسلام (سلامتی) میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔“

یہاں السِّلْم کا معنی ابو عمرو نے اسلام کیا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ^(۲)

”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں۔“

لہذا کسی فرد کے اسلام لانے اور مسلمان ہو جانے کا مطلب سلامتی کے دروازے میں داخل ہو جانا ہے یہاں تک کہ لوگ اس کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔

امام لغت ابو منصور محمد الازہری (۲۸۲-۳۷۰ھ) تہذیب اللغة میں بیان کرتے ہیں کہ ابو اسحاق الزجاج نے اللہ تعالیٰ کے اس قول - ﴿فَقُلْ سَلِّمْ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾^(۳) (تو آپ (ان سے شفقتاً) فرمائیں کہ تم پر سلام ہو تمہارے رب نے اپنی ذات (کے ذمہ کرم) پر رحمت لازم کر لی ہے) - کی تفسیر میں فرمایا کہ انہوں نے محمد بن یزید کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ لغت عرب میں سلام کے چار معانی

(۱) البقرة، ۲: ۲۰۸

(۲) ترمذی، السنن، کتاب الایمان، باب ما جاء في أن المسلم من سلم

المسلمون من لسانه ويده، ۵: ۱۸، رقم: ۲۶۲۷

(۳) الأنعام، ۶: ۵۴

ہیں: ان میں سے ایک یہ کہ سَلام، سَلَمَت سے مصدر ہے؛ دوسرا یہ کہ سَلَامَۃ کی جمع ہے؛ تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ایک اسم مبارک ہے اور چوتھا یہ کہ یہ ایک ایسے درخت کا نام ہے جو سدابہار شجرِ سایہ دار ہے۔ زجاج نے کہا: وہ سَلام جو سَلَمَت کا مصدر ہے، اس کا معنی انسان کے لئے دعا ہے کہ وہ اپنے دین اور اپنی جان میں آفات سے سلامت رہے اور اس کی تاویل تمام آفات و یَلِیَّات سے نجات اور چھٹکارا پانا ہے۔^(۱)

جنت کو بھی دَارُ السَّلام اسی لئے کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی فنا اور موت نہ ہو گی۔ نہ کسی کی زندگی کو خطرہ ہوگا نہ کسی کی صحت کو، نہ کسی کی عزت کو پریشانی لاحق ہوگی نہ کسی کی حرمت کو۔ یہ خالصتاً امن و سکون، راحت و عافیت اور مسرت و سلامتی کا گھر ہوگا جس میں کوئی خوف و حزن اور رنج و ملال بھی نہ ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾^(۲) (انہی کے لیے ان کے رب کے حضور سلامتی کا گھر ہے)۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاللَّهُ يَدْعُوًا إِلَى دَارِ السَّلَامِ﴾^(۳) (اور اللہ سلامتی کے گھر (جنت) کی طرف بلاتا ہے)۔ اور دَارُ السَّلام سے مراد دَارُ السَّلامَۃ ہے یعنی سلامتی والا گھر، کیونکہ حقیقی سلامتی صرف اور صرف جنت میں ہے اور اس میں ایسی بقا ہے جس کے ساتھ فنا نہیں، ایسی غنا ہے جس کے ساتھ فقر نہیں، ایسی عزت ہے جس کے ساتھ ذلت نہیں اور ایسی صحت ہے جس کے ساتھ بیماری نہیں۔

امام راغب اصفہانی بیان کرتے ہیں: السَّلام اور السَّلامَۃ کا معنی ظاہری اور باطنی آفات سے پاک ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۱) أَزْهَرِي، تَهْذِيبُ اللُّغَةِ، ۴: ۲۹۲

(۲) الْأَنْعَام، ۶: ۱۲۷

(۳) يُونُس، ۱۰: ۲۵

إِلَّا مَنْ آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿۱﴾

”مگر وہی شخص (نفع مند ہوگا) جو اللہ کی بارگاہ میں سلامتی والے بے عیب دل کے ساتھ حاضر ہوا“

یعنی ایسا دل جو ظلم و فساد سے خالی ہو۔ پس یہ سلامتی باطن سے متعلق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی ﴿مُسْلِمَةً لَا شِيَةَ فِيهَا﴾ (۲) میں سلامتی کا تعلق ظاہر سے ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرامینِ مقدسہ ﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ﴾ (۳) ﴿أَدْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ﴾ (۴) ﴿أَهْبِطُ بِسَلَامٍ مِّنَّا﴾ (۵) ﴿يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ﴾ (۶) ﴿وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾ (۷) سب میں سلامتی اور امن و عافیت کا ہی معنی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرامینِ مبارکہ ﴿سَلَّمَ﴾ قَوْلًا مِّن رَّبِّ

(۱) الشعراء، ۲۶: ۸۹

(۲) ”بالکل تندرست ہو اس میں کوئی داغ و دھبہ بھی نہ ہو۔“ (۱)

(۳) ”لیکن اللہ نے (مسلمانوں کو بزدلی اور باہمی نزاع سے) بچالیا۔“ (۲)

(۴) ”(ان سے کہا جائے گا:) ان میں سلامتی کے ساتھ بے خوف ہو کر داخل ہو جاؤ“ (۳)

(۵) ”ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ (کشتی سے) اتر جاؤ۔“ (۴)

(۶) ”اللہ اس کے ذریعے ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیرو ہیں، سلامتی کی راہوں کی ہدایت فرماتا ہے۔“ (۵)

(۷) ”اور جب ان سے جاہل (اکھڑ) لوگ (ناپسندیدہ) بات کرتے ہیں تو وہ سلام کہتے (ہوئے الگ ہو جاتے) ہیں۔“ (۶)

(۳) ہود، ۱۱: ۴۸

(۱) البقرة، ۲: ۷۱

(۵) المائدة، ۵: ۱۶

(۲) الأنفال، ۸: ۴۳

(۶) الفرقان، ۲۵: ۶۳

(۳) الحجر، ۱۵: ۴۶

رَّحِيمٌ﴾^(۱) اور ﴿سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ﴾^(۲) میں بھی سلامتی اور عافیت ہی مذکور ہے۔ لہذا یہ وہ پہلا معنی ہے جو اسلام کے لفظ میں لغتاً اور دلائلاً پایا جاتا ہے۔ اس سے یہ چیز اظہر من الشمس ہوگئی کہ ہر اسم یا فعل جو لفظِ اسلام کی اصل اور مادہ سے مشتق ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر امن، امان، سلامتی اور عافیت کا معنی رکھتا ہو۔

باری تعالیٰ نے بھی اپنا ایک نام السّلام بیان فرمایا ہے، جس کا سبب بھی السّلامۃ من العیب والنقص والفناء یعنی اللہ تعالیٰ کا ہر عیب، نقص اور فنا سے پاک ہونا ہے۔ اس سے لفظ ”اسلام“ کے مذکورہ بالا معنی پر دلالت واقع ہوتی ہے کیونکہ اسمِ الہی ہونے کے باعث یہ لفظ اور اس کا مدلول اپنے اندر سلامتی، حسن، بھلائی اور خیر کے تمام معانی جمع کیے ہوئے ہے اور جملہ عوارضِ فساد کی مکمل نفی لیے ہوئے ہے۔ اس وجہ سے ہر مسلمان کا شعارِ ملاقات اور اس کی علامتِ اسلام ہی تسلیم کو بنا دیا گیا ہے کہ جب بھی دو مسلمان باہم ملیں تو ایک دوسرے کو السّلام علیکم کہہ کر امن و سلامتی کی دعا اور پیغام دیں اور ایک دوسرے کے لئے ہر قسم کے شر و فساد اور عدوان و طغیان سے محفوظ رہنے کی نیک خواہش کا اظہار کریں۔ یہی حکم مسلمانوں کو خروج عن الصلوٰۃ پر دیا گیا ہے کہ نماز کا اختتام بھی دائیں بائیں ہر ایک کے لیے سلامتی، امن و امان اور حفاظت و عافیت کے پیغام پر کریں۔

اسی طرح السّلام کا ایک اور معنی ”سرسبز درخت“ ہے۔ لسان العرب اور تہذیب اللغة میں امام لغت ابو حنیفہ کا قول مروی ہے: السّلام شجرٌ عظیمٌ وھو اَبَدًا

(۱) ”(تم پر) سلام ہو، (یہ) ربِّ رحیم کی طرف سے فرمایا جائے گا“ (۱)

(۲) ”(انہیں خوش آمدید کہتے اور مبارک باد دیتے ہوئے کہیں گے): تم پر سلامتی ہو

تمہارے صبر کرنے کے صلہ میں۔“ (۲)

أَخْضَرُ^(۱) (سلام ایسا شجر عظیم ہے جو ہمیشہ سرسبز و شاداب رہتا ہے)۔ اس کی وجہ بھی ائمہ لغت نے یہی لکھی ہے۔ یہ درخت آفات سے یعنی سوکھنے، جلنے اور جھڑنے سے محفوظ ہوتا ہے اس لئے اسے السَّلام کہتے ہیں۔ ابن بری نے کہا ہے کہ درخت کو السَّلْمُ کہتے ہیں اور اس کی جمع سلام ہے۔ سو اس کی وجہ تسمیہ بھی ہمیشہ سایہ دار اور سدا بہار رہنا ہے۔ گویا جو شے بھی سایہ دار ہو، نفع بخش ہو اور امن و سلامتی کی آئینہ دار ہو اس میں سَلَم، سَلْم اور سلام کا معنی تصور کیا جائے گا۔

مزید برآں عربی لغت میں سیڑھی کو السَّلْمُ کہتے ہیں۔ الزجاج نے بیان کیا ہے: السَّلْمُ سُمِّيَ سُلْمًا لِأَنَّهُ يُسَلِّمُكَ إِلَى حَيْثُ تَرِيدُ^(۲) (سیڑھی کو بھی سُلْم اس لئے کہتے ہیں کہ یہ انسان کو جہاں وہ چاہتا ہے سلامتی اور خیریت سے چڑھا دیتی ہے)۔ ورنہ بغیر سیڑھی کے چھت یا بلندی پر چڑھنے کے لیے چھلانگ سمیت جو طریقہ بھی استعمال کیا جائے گا، اس میں گرنے اور زخمی ہو جانے یا ہلاک ہو جانے کا خطرہ برقرار رہے گا۔ جب آپ سیڑھی کا ذریعہ اپنا لیتے ہیں تو خطرات سے محفوظ و مامون ہو جاتے ہیں۔ اس کے اسی سلامتی کے کردار کی وجہ سے لغت عرب میں اسے السَّلْمُ کا نام دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں بھی مذکور ہے:

أَوْ سُلْمًا فِي السَّمَاءِ.^(۳)

”یا آسمان میں (چڑھنے والی) کوئی سیڑھی تلاش کر لیں۔“

اب لفظ السَّلْمُ کے ایک اور معنی پر غور کیجئے اور وہ ہے ڈول۔ صاحب لسان العرب ابن منظور لکھتے ہیں: السَّلْمُ هُوَ الدُّلُو الْعَظِيمَةُ^(۴) (بڑے ڈول کو سَلْم کہتے

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ۱۲: ۲۹۷

(۲) ابن منظور، لسان العرب، ۱۲: ۲۹۹

(۳) الأنعام، ۵: ۳۵

(۴) ابن منظور، لسان العرب، ۱۲: ۲۰۱

ہیں)۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ ڈول وہ برتن ہے جس کے ذریعے کنویں سے پانی نکالتے ہیں۔ مشینی دور سے قبل ڈول کے ذریعے ہی پانی نکالا جاتا تھا۔ سوال یہ ہے کہ ڈول کو سَلَم کا نام کیوں دیا گیا۔ اس سے پانی نکال کر پیاسے اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ ضرورت مند پانی گھروں کو لے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ پہلے زمانہ میں غسل اور وضو بھی اسی طرح کیا جاتا تھا۔ سو ڈول کی اس حیات بخشی اور نفع رسانی کے باعث اسے سَلَم کا نام دیا گیا کہ اسی کے ذریعے لوگوں کی کنوؤں کے پانی تک رسائی ہوتی ہے اور پانی سے زندگی، سیرابی، ٹھنڈک، سکون، راحتِ جان اور سبزی و ہریالی سب کچھ وابستہ ہے۔ اس لیے اس کے حصول کے ذریعے کو سلامتی (سَلَم) کا لقب مل گیا۔

لفظِ اسلام پر لغوی بحث ہم نے بطور نمونہ کی ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اسلام اپنے لفظ، معنی اور عنوان کے لحاظ سے کلیتاً امن و سلامتی، خیر و عافیت اور حفظ و امان کا نام ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسلام فساد و ہلاکت سے نہ صرف محفوظ و مامون ہونے بلکہ ہر ایک کو محفوظ و مامون رکھنے کا نام ہے۔ اس میں اصلاً کسی فساد انگیزی، تباہی و بربادی اور تفرقہ و انتشار کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تعلیم کا ہر پہلو انتہا پسندی اور دہشت گردی کی نفی کرتا ہے اور اس کی جگہ بھلائی، آبادی، شادابی، سلامتی، ترقی، عافیت اور نفع بخشی کی ترغیب اور ضمانت دیتا ہے۔ سو جس شخص کا طرزِ عمل اسلام کے اساسی معنی اور اس کے فکری و عملی اطلاق سے متصادم ہوگا اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

اب مذکورہ بالا معانی کی تائید میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مِّنْ سَلَمِ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ. (۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الایمان، باب من سلم المسلمون من —

”مسلمان وہ ہے جس نے اپنی زبان اور اپنے ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کو محفوظ رکھا۔“

۲۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ. ^(۱)

”میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سا

..... لسانہ وید، ۱: ۱۳، رقم: ۱۰

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإیمان، باب بیان تفاضل الإسلام وأيِّ أموره أفضل، ۱: ۶۵، رقم: ۴۱

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الإیمان، باب ما جاء في أن المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، ۵: ۱۷، رقم: ۲۶۲۷

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۴۰، رقم: ۱۵۶۷۳

۵۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۴۰۶، رقم: ۱۸۰

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الإیمان، باب من سلم المسلمون من لسانه ويده، ۱: ۱۳، رقم: ۱۱

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإیمان، باب بیان تفاضل الإسلام وأيِّ أموره أفضل، ۱: ۶۶، رقم: ۴۲

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۷۲، رقم: ۱۵۰۳۷

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۱۴، رقم: ۱۷۰۶۸

۵۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۵۷۹، رقم: ۵۱۷۶

۶۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۵: ۳۲۰، رقم: ۲۶۴۹۷

۷۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۵۵، رقم: ۲۶

۸۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱: ۱۲۷، رقم: ۲۰۱۰۷

اسلام افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (بہترین اسلام اس شخص کا ہے) جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“

مذکورہ حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے اُیُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ کا جواب مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ دے کر لوگوں کے اس اعتراض کو رفع فرما دیا ہے کہ ”ہم کس کا اسلام مانیں اور کس کا نہ مانیں۔“ حضور نبی اکرم ﷺ نے اسلام کا واضح تصور (crystal clear vision) دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بہترین اسلام ان لوگوں کا ہے جن کے ہاتھ اور زبان سے تمام طبقاتِ انسانی محفوظ رہیں، جو بقائے باہمی، محبت و رواداری، تحمل و برداشت اور بین المذاہب رواداری کے علم بردار ہوں۔ اس کے برعکس اگر کوئی تبلیغ و تنفیذِ دین کے لئے انتہا پسندی، نفرت و تعصب، افتراق و انتشار اور جبر و تشدد کا راستہ اختیار کرے اور معصوم شہریوں کا خون بہائے تو ایسے لوگ، چاہے ظاہری طور پر اعمالِ شرعی کے پابند ہی کیوں نہ ہوں، ان کا دعویٰ اسلام ہرگز پسندیدہ اور مقبول نہیں ہو سکتا کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حقیقی اسلام کو پرکھنے کا معیار (criterion) بنیادی طور پر امن و سلامتی کو قرار دیا ہے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا:

أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟

”کون سا اسلام بہتر ہے؟“

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ. (۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الإیمان، باب إطعام الطعام مِنَ الْإِسْلَامِ،

” (بہترین اسلام یہ ہے کہ) تم (دوسروں کو) کھانا کھلاؤ اور (ہر ایک کو) سلام کرو، خواہ تم اسے جانتے ہو یا نہیں جانتے۔“

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ. ^(۱)

” (بہترین) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔“

۵۔ امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ؟ قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ. ^(۲)

۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب الإیمان، باب إفشاء السلام من الإسلام، ۱: ۱۹، رقم: ۲۸

۳۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإیمان، باب بیان تفضل الإسلام ونصف أموره أفضل، ۱: ۶۵، رقم: ۳۹

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب الإیمان وشرائعه، باب صفة المؤمن، ۸: ۱۰۴، رقم: ۴۹۹۵

۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۵۳۰، رقم: ۱۱۷۲۶

۳۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله، ۲: ۱۲۹۸، رقم: ۳۹۳۳

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۷۹، رقم: ۸۹۱۸

(۲) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۸۷، رقم: ۶۷۵۳

”ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سا اسلام افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (اُس شخص کا اسلام سب سے بہتر ہے) جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔“

۶۔ امام طبرانی حضرت عبد اللہ بن عمرو ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا:

أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ، يَا رَسُولَ اللَّهِ؟

”یا رسول اللہ! کون سا اسلام بہتر ہے؟“

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَلِمَ النَّاسَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ. ^(۱)

”(اُس شخص کا اسلام بہتر ہے) جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں۔“

۷۔ حضرت جابر ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ. ^(۲)

”سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“

۸۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۱) طبرانی، المعجم الأوسط، ۳: ۲۸۷، رقم: ۳۱۷۰

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۱: ۵۴، رقم: ۲۳

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۴۲۶، رقم: ۱۹۷

الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ
أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ
كُرْبَةً مِنْ كُرْبَاتٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ. (۱)

”ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے
بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ جو شخص اپنے کسی (مسلمان) بھائی کی حاجت روائی
کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرماتا ہے۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی
دنیوی مشکل حل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے کوئی
مشکل حل فرمائے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ
قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔“

۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَحْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ، التَّقْوَى
هَاهُنَا (وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ) بِحَسَبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ
أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب المظالم، باب لا يظلم المسلم المسلم

ولا سلمه، ۲: ۸۶۲، رقم: ۲۳۱۰

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم،

۴: ۱۹۹۶، رقم: ۲۵۸۰

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الحدود، باب ما جاء في الستر على

المسلم، ۴: ۳۳، رقم: ۱۴۲۶

۴۔ أبوداود، السنن، کتاب الأدب، باب المؤاخاة، ۴: ۲۷۳، رقم:

وَعَرَضُهُ (۱)

”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر نہ تو ظلم کرتا ہے اور نہ اسے ذلیل کرتا ہے اور نہ ہی اسے حقیر سمجھتا ہے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری یہاں ہے (اور آپ ﷺ نے تین مرتبہ اپنے سینہ اقدس کی طرف اشارہ کیا)۔ کسی مسلمان کے لئے اتنی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ایک مسلمان پر دوسرے کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت (و آبرو پامال کرنا) حرام ہے۔“

۱۰۔ ایک دوسری متفق علیہ حدیث میں یہی مضمون یوں بیان کیا گیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ. (۲)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم ظلم

المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله، ۴: ۱۹۸۶، رقم: ۲۵۶۴

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۷۷، رقم: ۷۷۱۳

۳۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۴۲۰، رقم: ۱۴۴۲

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶: ۹۲، رقم: ۱۱۷۷۶

۵۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۵: ۲۸۰، رقم: ۶۶۶۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن من أن

يجبط عمله وهو لا يشعر، ۱: ۲۷، رقم: ۴۸

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإیمان، باب بیان قول النبی ﷺ: سباب

المسلم فسوق وقتاله كفر، ۱: ۸۱، رقم: ۶۴

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، ۴: ۳۵۳، رقم: ۱۹۸۳

۴۔ نسائی، السنن، کتاب تحریم الدم، باب قتال المسلم، ۷: ۱۲۱،

رقم: ۴۱۰۵

۵۔ ابن ماجہ، السنن، المقدمة، باب فی الإیمان، ۱: ۲۷، رقم: ۶۹

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔“

مذکورہ حدیث کی رو سے جب کسی مسلمان کو محض برا بھلا کہنے اور ان سے فساد و قتال کرنے کو فسق و کفر کہا گیا ہے تو ان کے خلاف ہتھیار اٹھانا اور ان کے جان و مال کو تلف کرنا کتنا بڑا جرم ہوگا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا احادیث مبارکہ میں بعض مقامات پر مطلقاً لفظ ”النَّاس“ استعمال کر کے اس حقیقت کی طرف واضح اشارہ فرما دیا ہے کہ مسلمان اور مومن صرف وہی شخص ہوگا جس سے بلا تفریق دین و مذہب ہر شخص کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ ہو۔ لہذا جو شخص آدمیت و انسانیت کا احترام ملحوظ نہ رکھے اور قتل و غارت گری، فساد انگیزی اور جبر و تشدد کا راستہ اختیار کرے، وہ کتنی ہی عبادت و ریاضت کرتا پھرے، ہرگز مومن نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی شخص نے ڈاڑھی رکھی ہو، تسبیح و تحلیل بھی کرتا ہو، نماز پڑھا نہ ادا کرتا ہو، روزوں کا اہتمام کرتا ہو، تہجد گزار اور قائم اللیل ہو اور دعوت و تبلیغ کے علاوہ ہر سال حج و عمرہ بھی کرتا ہو، الغرض تمام عبادات کے باوجود اس سے لوگوں کی جان و مال محفوظ نہ ہوں تو یہ تمام عبادات اسے اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتیں، کیونکہ حقیقی فلاح کا انحصار محض ظاہری عبادت پر نہیں بلکہ قلب سلیم پر ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يَنْظُرُ إِلَى صَوْرَتِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ^(۱)

”اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اموال کو نہیں بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔“

(۱) ۱- مسلم، الصحيح، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم ظلم

المسلم، ۴: ۱۹۸۷، الرقم: ۲۵۶۳

۲- أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۵۸

یعنی اگر اندر کا انسان نہیں بدلا، وہ وحشی اور درندہ ہے تو باہر کے انسان کو جتنے بھی پارسائی کے لبادے اوڑھالیں، اس سے اللہ کو ہرگز دھوکہ نہیں دیا جاسکتا۔

(۲) لفظِ ایمان کا لغوی معنی اور تحقیق

لفظِ ایمان بقول لُحْنی اَمِنْ يَأْمُنُ اٰمَنًا وَاٰمَنًا وَاٰمَنَةً سے مصدر ہے۔ اس کے معنی میں بھی اسلام کی طرح ’امن و امان‘ کی ہی کامل دلالت ہے۔ امام لغت ابو منصور الازہری (۲۸۲-۳۷۰ھ) نے تہذیب اللغۃ میں ابو زیاد کا قول نقل کیا ہے: اَمِنْ فُلَانٌ الْعَدُوَّ اِيْمَانًا، فَاَمِنْ وَالْعَدُوَّ مُؤْمِنٌ^(۱) (فلاں شخص نے دشمن کو امان فراہم کی۔ یہ ’ایمان‘ ہے یعنی امان دینا ہے۔ پس وہ امن پا گیا)۔ سودثمن کو مُؤْمِنُ کہیں گے کیونکہ وہ مامون ہو گیا اور امان دینے والا مُؤْمِنُ کہلائے گا۔ اسی طرح قرآن مجید نے مکہ معظمہ کو شہرِ امن ہونے کی بنا پر ﴿وَهَذَا الْبَلَدِ الْاَمِينِ﴾^(۲) (اور اس امن والے شہر (مکہ) کی قسم) کہہ کر قسم سے یاد فرمایا ہے۔ یہاں امین، مامون کے معنی میں آیا ہے۔ ابو نصر الجوهری نے بھی انفس سے یہی سبب روایت کیا ہے۔

امن، خوف کی ضد ہے اور حضرت مجاہد سمیت کئی طرق سے اللہ تعالیٰ کا ایک نام بھی الامین مروی ہے۔ اسی طرح المؤمن کا اسم الہی ہونا تو خود قرآن مجید میں آیا ہے۔ دونوں کا معنی ایک ہے، یعنی ”اپنے اولیاء کو خوف سے امان دینے والا“۔ سورہ قریش میں بھی یہی مذکور ہے:

فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِي اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوعٍ وَّاَمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝^(۳)

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ۱۳: ۲۱

(۲) التین، ۹۵: ۳

(۳) قریش، ۱۰۶: ۳، ۴

”پس انہیں چاہیے کہ اس گھر (خانہ کعبہ) کے رب کی عبادت کریں (تاکہ اس کی شکر گزاری ہو) ۰ جس نے انہیں بھوک (یعنی فقر و فاقہ کے حالات) میں کھانا دیا (یعنی رِزق فراہم کیا) اور (دشمنوں کے) خوف سے امن بخشتا (یعنی محفوظ و مامون زندگی سے نوازا) ۰“

إِيْمَانٍ اور آمَنَ لغتِ عرب میں دو طرح آتے ہیں: متعدی اور غیر متعدی۔ اس طرح لفظِ مؤمن کے دو معنی ہوئے: خود امن پانے والا اور دوسروں کو امن فراہم کرنے والا۔ قرآن حکیم میں ’حرمِ مکہ‘ کا ذکر یوں آیا ہے:

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا مِّنَّا. ^(۱)

”اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم (کعبہ) کو جائے امان بنا دیا ہے۔“

پھر کعبۃ اللہ کی نسبت ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا. ^(۲)

”اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر (خانہ کعبہ) کو لوگوں کے لیے رجوع (اور اجتماع) کا مرکز اور جائے امان بنا دیا۔“

مزید برآں ابو اسحاق الزجاج نے ”صاحبِ امن“ کے لیے آمِن، اَمِنٌ اور اَمِينٌ سب الفاظ ایک ہی معنی میں بیان کئے ہیں۔ حدیثِ نبوی ﷺ میں ستاروں کو اَمْنَةٌ کہا گیا ہے: النجوم اَمْنَةُ السَّمَاءِ، فإذا ذهب النجوم أتى السماء ما توعد۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ستارے آسمانی کائنات کی امان ہیں۔ جب وہ باہم ٹکرا کر گر جائیں گے تو قیامت آجائے گی یعنی کائنات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اسی طرح حضور ﷺ نے خود کو اپنے

(۱) العنکبوت، ۲۹: ۶۷

(۲) البقرة، ۲: ۱۲۵

صحابہ کے لئے اَمْنَةٌ فرمایا: اَنَا اَمْنَةٌ لِّاَصْحَابِي، فَاِذَا ذَهَبْتَ اَتَى اَصْحَابِي مَا يُوْعَدُونَ (میں اپنے اصحاب کے لئے امان ہوں، جب میں دنیا سے ظاہراً رخصت ہو جاؤں گا تو ان پر مخالفتوں، بغاوتوں اور عداوتوں کے فتنے ٹوٹ پڑیں گے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے)۔ سو ایسے ہی ہوا جن کے نتیجے میں کئی خلفاء راشدین اور ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَصْحَابِي اَمْنَةٌ لِّاُمْتِي، فَاِذَا ذَهَبْتَ اَصْحَابِي، اَتَى اُمْتِي مَا يُوْعَدُ (میرے صحابہ، میری امت کے لئے امان ہیں، جب ان کا زمانہ گزر جائے گا تو امت میں وہ فتنے سراٹھائیں گے جن کا ذکر کر دیا گیا ہے)۔^(۱)

الغرض ہر جگہ اَمْنَةٌ، اَمْنٌ و امان کے معنی میں بیان ہوا ہے اور یہی لغت میں لفظ ایمان کی اصل ہے۔ سو معلوم ہوا کہ لفظ ایمان کے مادہ میں اور اس کے تمام مشتقات (derivatives) میں اَمْنٌ و امان ہی کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس شخص کا عمل یا اقدام اَمْنٌ و امان کے خلاف ہے بلکہ اس کی تباہی اور خاتمہ کا باعث ہے، اور وہ اپنی کارروائیوں سے خوف پھیلاتا ہے اور دہشت گردی، قتل و غارت گری اور تباہ کاری کا مرتکب ہوتا ہے، اس کا کوئی تعلق ایمان سے نہیں ہو سکتا۔

لفظِ اسلام اور ایمان کی لغوی تحقیق سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ دین کے دونوں درجے، اسلام اور ایمان ہر عمل میں کلیتاً اَمْنٌ و امان اور عافیت و سلامتی کا تقاضا کرتے ہیں۔ اَمْنٌ و امان کو تباہ کرنے کا کوئی بھی عمل ہو، خواہ اسے کوئی بھی نعرہ دیا جائے، اس کے لیے کسی بھی سبب کا سہارا لیا جائے اور اسے کوئی بھی لباس اوڑھایا جائے، وہ نہ اسلام کے دائرے میں ہوگا نہ ایمان کے دائرے میں۔ بلکہ صراحتاً ایمان کے بھی خلاف ہو گا اور اسلام سے بھی متصادم ہوگا۔ اس لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کو اَمْنٌ، امان اور امانت داری کے ساتھ مشروط فرمایا ہے۔

لفظِ ایمان کی اسی لغوی اور معنوی افادیت کے پیش نظر پیغمبرِ رحمت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے افرادِ ملت کو متعدد ہدایات ارشاد فرمائی ہیں تاکہ تمام مسلمان محبت و اُلفت، تحمل و برداشت، احترامِ آدمیت اور دُحْمَاءُ بَيْنَهُمْ^(۱) (آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں) کی چلتی پھرتی تصویریں بن جائیں اور نتیجتاً پورے کا پورا معاشرہ امن و آشتی اور خیر و عافیت کا گہوارہ بن جائے۔ ذیل میں ایمان کے مذکورہ بالا معانی کی تائید میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ امام نسائی اور احمد بن حنبل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مومن کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

الْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ۔^(۲)

”مومن وہ ہے کہ جس کے پاس لوگ اپنے خون (یعنی جان) اور مال محفوظ سمجھیں۔“

۲۔ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

الْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ۔^(۳)

(۱) الفتح، ۴۸: ۲۹

(۲) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب الإیمان وشرائعه، باب صفة المؤمن، ۸:

۱۰۴، رقم: ۴۹۹۵

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۷۹، رقم: ۸۹۱۸

(۳) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله، ۲:

۱۲۹۸، رقم: ۳۹۳۳

۲۔ أحمد بن حنبل في المسند، ۶: ۲۱، رقم: ۲۴۰۰۴

۳۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۱: ۵۴، رقم: ۲۴

۴۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۱: ۸۱، رقم: ۲۳۳۲

”مومن وہ ہے جس کے پاس لوگ اپنے جان و مال کو مامون سمجھیں (اور اسے ان پر امین بنائیں)۔“

۳۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ. ^(۱)

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ. ^(۲)

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۱: ۵۴، رقم: ۲۳،

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۴۲۶، رقم: ۱۹۷

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ، ۵: ۲۲۴۰، رقم: ۵۶۷۲

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب إِكْرَامِ الضَّيْفِ وَخِدْمَتِهِ إِيَّاهُ

بِنَفْسِهِ، ۵: ۲۲۷۳، رقم: ۵۷۸۵

۳۔ بخاری، الصحیح، کتاب الرِّقَاقِ، باب حِفْظِ اللِّسَانِ، ۵: ۲۳۷۶،

رقم: ۶۱۱۰

۴۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب الحث علی إِكْرَامِ الْجَارِ

وَالضَّيْفِ وَلِزُومِ الصَّمْتِ إِلَّا عَنِ الْخَيْرِ، ۱: ۶۹۶۸، رقم: ۴۷، ۴۸

۵۔ ترمذی، السنن، کتاب الصفة والرقائق والورع، باب: (۵۰)، ۴: —

”جو اللہ ﷻ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اپنے ہمسائے کو نہ ستائے، اور جو اللہ ﷻ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اپنے مہمان کی عزت کرے، اور جو اللہ ﷻ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔“

۵۔ حضرت ابو شریحؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهُ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهُ لَا يُؤْمِنُ. قِيلَ: مَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟
قَالَ: الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَاقِيهِ. ^(۱)

”خدا کی قسم! وہ ایمان والا نہیں، خدا کی قسم! وہ ایمان والا نہیں، خدا کی قسم! وہ ایمان والا نہیں۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کون (مومن نہیں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا پڑوسی اس کی ایذا رسانی سے محفوظ نہیں۔“
مزید یہ ارشاد گرامی بھی اسی تصور کی تائید کرتا ہے:

..... ۶۵۹، رقم: ۲۵۰۰

۶۔ أبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب فی حق الجوار، ۴: ۳۳۹،

رقم: ۵۱۵۴

۷۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الأدب، باب حق الجوار، ۲: ۱۲۱۱،

رقم: ۳۶۷۲

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأدب، باب إثم من لا يأمن جاره بوائقه،

۵: ۲۲۴۰، رقم: ۵۶۷۰

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإیمان، باب بیان تحریم ایذاء الجار، ۱:

۶۸، رقم: ۴۶

۳۔ حاکم، المستدرک علی الصحيحین، ۱: ۵۳، الرقم: ۷۹۹

۴۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۲۲: ۱۸۷، الرقم: ۴۸۷

لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ. (۱)

”جس شخص کی زندگی میں امانت نہیں ہے (یعنی وہ لوگوں کی جان و مال اور دیگر حقوق و فرائض پر امین نہیں ہے) وہ قطعاً صاحبِ ایمان نہیں ہے۔“

اسی لئے حضور ﷺ سے جب مومن کی تعریف پوچھی گئی کہ مومن کون ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنِ اتَّمَنَهُ النَّاسُ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ. (۲)

”مومن وہ ہے جس کو لوگ اپنے اموال اور جانوں کا محافظ سمجھیں۔“

یعنی اس کے ہاتھ سے نہ کسی کے مال کو نقصان پہنچے نہ کسی کی جان کو گزند۔

یہ تو لفظِ ایمان کے استعمال کا کم سے کمتر درجہ تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے تو ایمان کا اطلاق اس کردار سے مشروط فرما دیا ہے:

مَا آمَنَ بِي مَنْ بَاتَ شَبَعَانًا وَجَارَهُ جَائِعٌ. (۳)

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۴۲۲، لرقم: ۱۹۴

۲۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۴: ۵۱

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۹۷

۴۔ ابن أبی شیبہ، المصنف، ۶: ۱۵۹

۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۸: ۱۹۵

(۲) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله، ۲:

۱۲۹۸، رقم: ۳۹۳۴

۲۔ ابن منظور، لسان العرب، ۱۳: ۲۴

(۳) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۲۵۹، الرقم: ۷۵۱

۲۔ حاکم، المستدرک علی الصحيحین، ۲: ۱۵

”جس شخص کا پڑوسی بھوکا ہو اور وہ خود پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور سو جائے، سو وہ شخص مجھ پر ایمان ہی نہیں لایا۔“

۶۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا (وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ) (۱)

”ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایک (مضبوط) دیوار کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے، اور (اس بات کی وضاحت کے طور پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالیں۔“

۷۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى (۲)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب المَظَالِمِ، باب نصرِ الْمَظْلُومِ، ۲: ۸۶۳، رقم: ۲۳۱۴

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب البر والصلة والآداب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفهم وتعاضدهم، ۴: ۱۹۹۹، رقم: ۲۵۸۵

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی شفقة المسلم علی المسلم، ۴: ۳۲۵، رقم: ۱۹۲۸

۴۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاة، باب أجر الخازن إذا تصدق بإذن مولاه، ۵: ۷۹، رقم: ۲۵۶۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأدب، باب رَحْمَةِ النَّاسِ وَالْبَهَائِمِ، ۵: ۲۲۳۸، رقم: ۵۶۶۵

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب البر والصلة والآداب، باب تراحم —

”مؤمنین کی مثال ایک دوسرے پر رحم کرنے، دوستی رکھنے اور شفقت کا مظاہرہ کرنے میں ایک جسم کی طرح ہے۔ چنانچہ جب جسم کے کسی بھی حصہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم بے خوابی اور بخار میں اس کا شریک ہوتا ہے۔“

۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ. (۱)

”مومنوں میں سے کامل ترین ایمان اس کا ہے جو ان میں سے بہترین اخلاق کا مالک ہے۔ اور تم میں سے بہترین اشخاص وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے ہیں۔“

۹۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

..... المؤمنین وتعاطفهم وتعاضدهم، ۴: ۱۹۹۹، رقم: ۲۵۸۶

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۷۰

۴۔ بزار، المسند، ۸: ۲۳۸، رقم: ۳۲۹۹

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۳۵۳، رقم: ۶۲۲۳

۶۔ بیہقی، شعب الإيمان، ۶: ۴۸۱، رقم: ۸۹۸۵

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حق المرأة علی

زوجها، ۳: ۴۶۶، رقم: ۱۱۶۲

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۷۲، رقم: ۱۰۱۱۰

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۲۲۷، رقم: ۴۷۹

۴۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۴۳، رقم: ۲

۵۔ دارمی، السنن، ۲: ۴۱۵، رقم: ۲۷۹۲

۶۔ أبویعلیٰ، المسند، ۷: ۲۳۷، رقم: ۴۲۴۰

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيءِ.^(۱)

”کوئی بھی مومن بہت زیادہ طعنہ زنی کرنے والا، بہت زیادہ لعنت کرنے والا، بہت زیادہ بد اخلاق اور فحش گوئی کرنے والا نہیں ہوتا۔“

۱۰۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک مومن کی حرمت کو کعبے کی حرمت سے زیادہ محترم قرار دیا ہے۔ امام ابن ماجہ اور طبرانی سے مروی حدیث مبارکہ ملاحظہ کریں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، وَيَقُولُ: مَا أَطْيَبَ وَأَطْيَبَ رِيحِكِ، مَا أَعْظَمَ وَأَعْظَمَ حُرْمَتِكَ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لِحُرْمَةِ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ حُرْمَةً مِنْكَ مَالِهِ وَدَمِهِ، وَأَنْ نَظُنَّ بِهِ إِلَّا خَيْرًا.^(۲)

”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے سنا: (اے کعبہ!) تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے، تو کتنا عظیم المرتبت ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! مومن

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في اللعنة، ۴:

۳۵۰، رقم: ۱۹۷۷

۲۔ بخاری، الأدب المفرد: ۱۱۶، رقم: ۳۱۲، ۳۳۲

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۴۲۱، رقم: ۱۹۲

۴۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۵۷، رقم: ۲۹

(۲) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وما له، ۲:

۱۲۹۷، رقم: ۳۹۳۲

۲۔ طبرانی، مسند الشاميين، ۲: ۳۹۶، رقم: ۱۵۶۸

۳۔ منذری، الترغيب والترهيب، ۳: ۲۰۱، رقم: ۳۶۷۹

کے جان و مال کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے۔ ہمیں مومن کے بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہئے۔“

۱۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ مِنْ أَخْلَاقِ الْإِيمَانِ: مَنْ إِذَا غَضِبَ لَمْ يُدْخِلْهُ غَضَبُهُ فِي بَاطِلٍ، وَمَنْ إِذَا رَضِيَ لَمْ يُخْرِجْهُ رِضَاهُ مِنْ حَقٍّ، وَمَنْ إِذَا قَدَرَ لَمْ يَتَعَاطَ مَا لَيْسَ لَهُ. ^(۱)

”تین چیزیں اخلاقِ ایمان میں سے ہیں: جب کسی کو غصہ آئے تو وہ غصہ اسے (عمل) باطل میں نہ ڈال دے، اور جب کوئی خوش ہو تو وہ خوشی اسے حق سے نکال نہ دے، اور جب کوئی شخص قدرت رکھنے کے باوجود وہ چیز نہیں لیتا جو اس کی نہیں ہے۔“

(۳) لفظِ احسان کا لغوی معنی اور تحقیق

لفظِ احسان، حَسَنَ/حُسْنَ یَحْسُنُ حُسْنًا سے ثلاثی مزید فیہ کا مصدر ہے۔ اس کا معنی حسن و خوبصورتی، خیر و خوبی، نیکی، اچھائی اور بھلائی ہے۔ حُسْن کی ضد ”الْقُبْحُ وَالسُّوءُ“ یعنی قباحت، شر، گناہ، بدصورتی، بدی اور برائی ہے۔ جبکہ احسان کی ضد ”إِسَاءَةٌ“ ہے۔ اس کے معنی بھی قباحت اور برائی کے ہیں۔ امام ابو منصور الاذہری نے تہذیب اللغة میں حَسَنَ اور احسان کے بنیادی معنی کے لئے الملیث کا یہ قول روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱: ۱۱۴، رقم: ۱۶۴

۲۔ دیلمی، مسند الفردوس، ۲: ۸۷، رقم: ۲۴۶۶

۳۔ ابن رجب، جامع العلوم والحکم، ۱: ۱۴۸

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۵۹

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا. (۱)

”اور عام لوگوں سے (بھی نرمی اور خوش خلقی کے ساتھ) نیکی کی بات کہنا۔“

وہ کہتے ہیں کہ اس کا معنی ہے: قَوْلًا حَسَنًا یعنی لوگوں کے ساتھ اچھی، خوبصورت اور بھلائی کی بات کیا کرو۔ الزجاج نے اس کے معنی میں یہی کہا ہے کہ لوگوں کے ساتھ ایسے انداز سے بات کیا کرو جس میں حسن، اچھائی، خیر، خوبصورتی اور بھلائی ہو۔ اس لئے کہ حَسَن سے ہی حَسِین کا لفظ نکلا ہے جیسے عَظَم سے عَظِیم اور کَرَم سے کَرِیم کے لفظ نکلے ہیں۔

المنذری نے أبو الہیثم سے روایت کیا ہے: حُسْنًا اور حَسَنًا سے مراد شَیْءٌ حَسِینٌ ہے یعنی اس میں ہر کام کی خوبصورتی کی طرف اشارہ ہے خواہ وہ خوبصورتی قول میں ہو یا فعل میں، اخلاق میں ہو یا برتاؤ میں۔ گویا حکم یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ صرف قول ہی خوبصورت اور بھلائی کے انداز میں نہ ہو بلکہ ان کے ساتھ برتاؤ میں بھی بھلائی، نیکی، خیر خواہی، اچھائی اور خوبصورتی کا حقیقی مظاہرہ ہونا چاہیے۔ یہی ”إحسان“ ہے۔

اسی طرح والدین کے ساتھ احسان کے طرزِ عمل کا حکم بھی اسی لفظ کے ساتھ دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا. (۲)

”اور ہم نے انسان کو اس کے والدین سے نیک سلوک کا حکم فرمایا۔“

گویا والدین کے ساتھ کلام میں، عمل میں، برتاؤ میں الغرض ہر معاملے میں حسن، خوبصورتی، شفقت، بھلائی اور رحمت ملحوظِ خاطر رہنی چاہیے۔ اس پورے طرزِ عمل کو

(۱) البقرة، ۲: ۸۳

(۲) العنکبوت، ۲۹: ۸

حُسْنًا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے اس حکم کی مزید تصریح یوں فرمائی ہے:

وَيَذَرُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ. ^(۱)

”اور وہ نیکی کے ذریعہ برائی کو دور کرتے رہتے ہیں۔“

یعنی مومن اور محسن لوگ سَيِّئَةَ یعنی برائی کا ردِ حَسَنَةِ یعنی اچھائی سے کرتے ہیں، بری بات کا جواب اچھی بات سے دیتے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید نے ایک اور اُلوہی قاعدہ یوں بیان کیا ہے:

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ. ^(۲)

”بے شک نیکیاں گناہوں اور برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔“

گویا روحانی اعتبار سے نیکی، عملِ خیر اور بھلائی کی تاثیر اس قدر قوی ہے کہ یہ گناہ اور برائی کو بھی مٹا دیتی ہے۔ اس کا دوسرا معنی یہ بھی ہے کہ بھلائی اور احسان کا عمل اتنا مؤثر اور طاقت ور ہے کہ برائی اور زیادتی کو بھی شکست دے دیتا ہے اور اس کے برے اثرات کو کالعدم کر دیتا ہے۔ اس قاعدے کو قرآن مجید نے یوں بھی واضح فرمایا ہے:

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ. ^(۳)

”اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتی۔“

معلوم ہوا ہے کہ حَسَنَةِ اور سَيِّئَةَ یعنی اچھائی اور برائی کبھی برابر نہیں ہو سکتیں، اور دوسری بنیادی تعلیم یہ دی گئی ہے کہ: مسلمانو! برائی کا جواب برائی سے نہ دو، بلکہ برائی کا جواب بھی اچھائی سے دو، بری بات کے مقابلے میں بھی اچھی اور خوبصورت بات کہو۔

(۱) الرعد، ۱۳: ۲۲

(۲) ہود، ۱۱: ۱۱۴

(۳) حم السجدة، ۴۱: ۳۴

اس لئے کہ احسن قول اور احسن عمل، دونوں برائی کو رد کر کے اُلفت اور تعاون کا ماحول پیدا کرتے ہیں۔ برائی افتراق کی طرف لے جاتی ہے جبکہ اچھائی اتفاق کی طرف، برائی اور زیادتی نفرت پیدا کرتی ہے جب کہ اچھائی اور بھلائی، محبت و یگانگت۔ یہی حقیقت احسان ہے۔ اسی لئے باری تعالیٰ نے مسلمانوں کو دُنیا اور آخرت کے لئے ”حسنہ“ طلب کرنے کا حکم فرمایا ہے:

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ^(۱)

”اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بھلائی سے نواز اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ“

یہ امر واضح رہے کہ اس آیت میں ”حسنہ“ سے مراد محض اعمالِ صالحہ اور عبادات نہیں ہیں، کیونکہ آخرت میں تو فقط جزا ہوگی، اعمال نہیں ہوں گے۔ سو آخرت میں کون سے اعمالِ صالحہ اور عبادات کی دعا کی جا رہی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ دونوں جگہ پر ”حسنہ“ سے مراد ”احسان“ ہے۔ یعنی دُنیا میں ہر اچھائی، بھلائی اور احسان کے طرزِ عمل کی توفیق مانگی جا رہی ہے اور ایسی زندگی طلب کی جا رہی ہے جس میں سراسر خیر ہو اور وہ ہر فتنہ و شر اور ظلم و عدوان سے محفوظ و مامون ہو؛ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے احسان کی خیرات مانگی جا رہی ہے جو عدل سے بھی بلند تر درجہ ہے۔ الغرض دنیا کی ”حسنہ“ سے مراد ہر خیر اور بھلائی کا میسر آنا اور ہر شر اور تکلیف سے امن و حفاظت ہے۔ اسی طرح آخرت کی ”حسنہ“ سے مراد بھی عذابِ آخرت سے امن و حفاظت، روزِ محشر کی مشکلات میں آسانی، حساب و کتاب میں سہولت اور جہنم سے نجات ہے۔ اس معنی کی تصریح امام ابن ابی حاتم رازی سے مروی حضرت انس بن مالک ؓ کے قول سے بھی ہوتی ہے جسے حافظ ابن کثیر سمیت دیگر ائمہ تفسیر نے بیان کیا ہے۔ اسی طرح امام حسن بصری، ابو وائل، السدی، ابن زید، قتادہ، مقاتل، سفیان ثوری اور ابن قتیبہ نے بھی کہا ہے

کہ ”حسنة الدنيا“ سے مراد ”علم، نعمت، عبادت، رزق کی وسعت اور ہر فتنہ و شر سے امن و عافیت“ ہے جبکہ ”حسنة الآخرة“ سے بھی مراد ”جنت، عفو و معافات اور عذاب و مشکلات سے امن و عافیت“ ہے۔ گویا دونوں جگہ ”حسنة“ میں خیر، بھلائی، وسعت و سہولت اور امن و عافیت کا مفہوم پایا جاتا ہے اور دونوں ہی جگہ اس لفظ کے ذریعے تکلیف، اذیت، مصیبت، اور عذاب سے نجات طلب کی جا رہی ہے۔ سو یہاں بھی اچھائی، بھلائی، امن اور خیر و عافیت ہی کا تصور نمایاں ہے۔

قرآن مجید میں طرزِ عمل کے دو درجات بیان کئے گئے ہیں: عدل اور احسان۔ ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ. (۱)

”بے شک اللہ (ہر ایک کے ساتھ) عدل اور احسان کا حکم فرماتا ہے“

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ عدل یہ ہے کہ انسان پر جس قدر دینا واجب ہو اس قدر دے، اور جس قدر لینا اس کا حق ہو اس قدر لے۔ مگر احسان یہ ہے کہ جس قدر دینا واجب ہو اس سے زیادہ دے، اور جس قدر لینے کا حق ہو اس سے کم لے۔ گویا دینے میں بھی دوسروں پر بھلائی اور سخاوت سے کام لے اور دوسروں سے لینے میں بھی بھلائی اور سخاوت کا مظاہرہ کرے۔ اس لئے احسان کا درجہ عدل سے بلند رکھا گیا ہے۔ سو عدل کی جزا عدل ہے جبکہ احسان کی جزا احسان ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۝ (۲)

”نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے“

اس لئے حکم فرمایا گیا ہے کہ جس طرح انسان دُنیا میں ”احسان“ کی صورت

(۱) النحل، ۹۰:۱۴

(۲) الرحمان، ۶۰:۵۵

میں دوسروں کو ان کے حق سے زیادہ دیتا ہے، اسی طرح باری تعالیٰ بھی آخرت میں احسان شعار لوگوں کو ان کے حق سے زیادہ عطا فرمائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ. (۱)

”ایسے لوگوں کے لیے جو احسان شعار ہیں نیک جزا ہے بلکہ (اس پر) اضافہ بھی ہے۔“

جو لوگ محسنین یعنی احسان شعار ہوں گے ان کے لئے جنت کی جزا ہوگی اور پھر ان کے اس حق سے انہیں بہت ”زیادہ“ عطا کیا جائے گا۔ مفسرین نے تصریحاً بیان کیا ہے کہ ”زیادہ“ سے مراد ”النظر إلى الله ﷻ“ یعنی دیدارِ الہی ہے۔ کیا عجب بات ہے کہ جس طرح اسلام کے ذریعے ”سلامتی“ کے معنی کو بلند رتبہ عطا فرمانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے خود اپنا ایک نام ”السلام“ بیان فرمایا ہے اور ایمان کے ذریعے ”امن و امان“ کے معنی کو بلند رتبہ دینے کے لئے باری تعالیٰ نے خود اپنا ایک نام ”المؤمن“ بیان فرمایا ہے۔ اسی طرح احسان کے ذریعے حسن، خوبصورتی، خیر اور بھلائی کے معنی کو بلند رتبہ دینے کے لئے باری تعالیٰ نے اپنے تمام ناموں کو ہی حسن کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ. (۲)

”اور اللہ ہی کے لیے اچھے اچھے نام ہیں۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کے سارے نام ہی نہایت حسن والے ہیں۔ (۳)

(۱) یونس، ۱۰: ۲۶

(۲) الأعراف، ۷: ۱۸۰

(۳) یاد رہے کہ ”الْحُسْنَىٰ“ اَحْسَن کی تائید ہے اور یہ اسماء کے جمع ہونے کی وجہ سے آئی ہے۔ اگر یہ ایک اسم ہوتا تو اسے ”اَحْسَن“ فرمایا جاتا، جس طرح باری تعالیٰ —

قرآن مجید نے دوسروں کے ہر حق کی ادائیگی میں بھی حکم احسان دیا ہے۔
ارشاد ہوتا ہے:

اَدِّ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ (۱)

”اور اسے احسان کے طریق پر ادا کریں۔“

اس لئے باری تعالیٰ نے کبھی اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ (۲) (بے شک اللہ صاحبان احسان کو اپنی معیت سے نوازتا ہے) فرما کر احسان شعار لوگوں کو اپنی خصوصی سنگت و معیت کا مژدہ جانفزا سنایا ہے، کبھی اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (۳) (بے شک اللہ احسان والوں سے محبت فرماتا ہے) فرما کر احسان شعاروں کو اپنی محبت کے انعام لازوال کی خوش خبری سنائی ہے اور کبھی مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ (۴) (صاحبان احسان پر الزام کی کوئی راہ نہیں) فرما کر احسان شعاروں کو خصوصی حفاظت اور اُلُوہی امان کی ضمانت سے نوازا ہے۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ (۵)

(۱) البقرة، ۲: ۱۷۸

(۲) العنكبوت، ۲۹: ۲۹

(۳) البقرة، ۲: ۱۹۵

(۴) التوبة، ۹: ۹۱

(۵) النساء، ۴: ۱۲۵

..... نے سورۃ طہ کی آیت نمبر ۲۳ میں اپنی ”آیات“ کے لئے اکبرئی فرمایا ہے:

لِنُرِيكَ مِنْ اٰيَاتِنَا الْكُبْرٰى ۝

”یہ اس لیے (کر رہے ہیں) کہ ہم تمہیں اپنی (قدرت کی) بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں ۝“

یہاں پر اکبرئی، اکبر کی تائید ہے۔

”اور دین اختیار کرنے کے اعتبار سے اُس شخص سے بہتر کون ہو سکتا ہے جس نے اپنا رُوءِ نیاز اللہ کے لیے جھکا دیا اور وہ صاحب احسان بھی ہوا۔“

یعنی اُس شخص سے بہتر دین کس کا ہو سکتا ہے جس کا اسلام یعنی طاعت و انقیاد خالصتاً اللہ کے لئے ہے اور وہ درجہ احسان پر فائز ہو گیا ہے۔ قرآن مجید میں جب پیغمبر ﷺ کو کہا جاتا ہے: اِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ^(۱) (بے شک ہم آپ کو احسان شعار لوگوں میں سے پاتے ہیں)؛ تو یہاں احسان کا معنی بھی یہی بیان کیا گیا ہے کہ ”اِنَّهٗ كَانَ يَنْصُرُ الضَّعِيفَ، يَعِينُ الْمَظْلُومَ وَيَعُوذُ الْمَرِيضَ“ (وہ کمزوروں کی مدد کیا کرتے تھے، مظلوموں کی دادرسی کرتے تھے اور مریضوں کی دیکھ بھال کرتے تھے)۔ مزید برآں ابونصور الازہری نے علی بن حمزہ سے روایت کیا ہے اور ابن منظور نے بھی ”لسان العرب“ میں بیان کیا ہے کہ نہایت سربز و شاداب اور خوبصورت درخت کو بھی عربی میں ”الْحَسَنُ“ کہتے ہیں۔ کیونکہ اُس سے لوگوں کو سایہ اور ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے اور اس کی خوبصورتی دیکھنے والوں کو سکون اور راحت دیتی ہے۔ سو اس کی اس احسان نما صفت کی وجہ سے وہ بھی حسن کہلاتا ہے۔ اسی طرح ابونصر الفارابی ”المصباح“ میں لکھتے ہیں: چاند کو الحسن کہتے ہیں، کیونکہ اس کی روشنی رات کے مسافروں کو راستہ دکھاتی ہے اور چاندنی راتیں ہر شخص کو سکون اور راحت بخشتی ہیں۔ مزید یہ کہ چاند، روشنی سے استعارہ ہے اور روشنی، اندھیرے کی نقیض ہے۔ اس لئے احسان نور ہے، ہدایت ہے، لوگوں کے لئے نفع بخشی اور فیض رسانی ہے، رحمت اور راحت و سکون ہے، حسن اور خوبصورتی ہے اور سراسر خیر اور بھلائی ہے۔ اسی لئے دین اسلام کا تیسرا اور بلند ترین مرتبہ ”احسان“ ہی کو قرار دیا گیا ہے حتیٰ کہ درجہ اسلام کا حسن اور کمال ایمان میں رکھا گیا ہے۔ جب کہ درجہ ایمان کا حسن اور کمال احسان میں رکھا گیا ہے۔ حدیث جبریل ﷺ، جس کا ذکر شروع میں آچکا ہے، کے مطابق اسلام میں قولی و جسمانی طاعت اور فرمانبرداری ہے، ایمان میں اس کی قلبی تصدیق اور تمکّن ہے جبکہ احسان میں دونوں کے روحانی ثمرات اور باطنی احوال

کا میسر آ جاتا ہے۔ احسان، انسان کو اعلیٰ درجہ کا اخلاص دے کر اسے اس قدر ظاہری و باطنی سلامتی عطا کر دیتا ہے کہ وہ ہلاکت اور تباہی سے بچ جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے ہلاکت و تباہی سے بچنے کا طریق بھی ”احسان“ تجویز فرمایا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا
إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ (۱)

”اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہی ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو، اور احسان شعار بنو، بے شک اللہ صاحبانِ احسان سے محبت فرماتا ہے ۝“

یہی وجہ ہے کہ ہر شخص پر ہر عمل میں احسان کو واجب قرار دیا گیا ہے، حتیٰ کہ کسی انسان کو قتل کرنے اور جانور کو اذیت دے کر ذبح کرنے سے بھی منع کر دیا گیا۔

ذیل میں ہم نفسِ مضمون کے حوالے سے چند احادیث ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں حضرت شداد بن اوس ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ،
وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلْيُحَدِّثْ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، فَلْيُرِحْ
ذَبِيحَتَهُ. (۲)

(۱) البقرة، ۲: ۱۹۵

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان، باب الأمر بإحسان الذبح والقتل وتحديد الشفرة، ۳: ۱۵۴۸، رقم: ۱۹۵۵

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الدیات، باب ماجاء فی النهی عن المثلۃ، ۴: ۲۳، رقم: ۱۴۰۹

۳۔ أبو داود، السنن، کتاب الضحایا، باب فی النهی أن تصیر البهائم —

”اللہ تعالیٰ نے ہر کام میں احسان فرض کیا ہے۔ جب تم قتل کرو تو احسن طریقے سے قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو اچھی طرح سے ذبح کرو اور ذبح کرنے والے کو چاہیے کہ چھری کو اچھی طرح تیز کرے اور اپنے ذبح ہونے والے جانور کو آرام دے۔“

۲۔ حضرت ابو شریح خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُحْسِنْ إِلَى جَارِهِ. ^(۱)

”جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان سے پیش آئے۔“

۳۔ اسی طرح حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اتَّقِ اللَّهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتَّبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمُحُّهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ

..... والرفق بالذبيحة، ۳: ۱۰۰، رقم: ۲۸۱۵

۴۔ نسائی، السنن، کتاب الضحایا، باب الأمر بإحداذ الشفرة، ۷: ۲۲۷، رقم: ۴۴۰۵

۵۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الذبائح، باب إذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، ۲: ۱۰۵۸، رقم: ۳۱۷۰

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإیمان، باب الحث إلى إكرام الجار، ۱: ۶۹، رقم: ۴۸

۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الأدب، باب حق الجار، ۲: ۱۲۱۱، الرقم: ۳۶۷۲

۳۔ دارمی، السنن، ۲: ۱۳۳

۴۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۲۲: ۱۹۲

بَخْلُقِ حَسَنٍ. (۱)

”تم جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، گناہ کے بعد نیکی کیا کرو، وہ اسے مٹا دے گی اور لوگوں سے اخلاقِ حسنہ کے ساتھ پیش آیا کرو۔“

۴۔ امام ابن ماجہ اور ابن حبان حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَتَى أَكُونُ مُحْسِنًا؟ قَالَ: إِذَا قَالَ جِيرَانُكَ: أَنْتَ مُحْسِنٌ، فَأَنْتَ مُحْسِنٌ، وَإِذَا قَالُوا: إِنَّكَ مُسِيءٌ فَأَنْتَ مُسِيءٌ. (۲)

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی معاشرۃ الناس، ۴: ۳۵۵، رقم: ۱۹۸۷

۲۔ دارمی، السنن، ۲: ۴۱۵، رقم: ۲۷۹۱

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۵۳، رقم: ۲۱۳۹۲

۴۔ ابن أبی شیبۃ، المصنف، ۵: ۲۱۱، رقم: ۲۵۳۲۴

۵۔ بزار، المسند، ۹: ۴۱۶، رقم: ۴۰۲۲

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰: ۱۴۴، رقم: ۲۹۶ (عن معاذ رضی اللہ عنہ)

امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الزہد، باب الثناء الحسن، ۲: ۱۴۱۱، رقم: ۴۲۲۲، ۴۲۲۳

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۲۸۴، رقم: ۵۲۵

۳۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۵۳۴، رقم: ۱۳۹۹

۴۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۷: ۸۵، رقم: ۱۳۹۹

امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

”ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میں محسن کب بنوں گا؟ فرمایا: جب تیرا پڑوسی تجھے کہے کہ تو محسن ہے، تو تو محسن ہے، اور جب وہ تجھے کہیں کہ تو برا ہے، تو تو برا ہے۔“

۵۔ امام ابو نعیم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا جَمَعَ اللَّهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ يُنَادِي مُنَادٍ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ مِنْ بُطْنَانِ الْعَرْشِ. أَيْنَ الْمُحْسِنُونَ؟ قَالُوا: نَحْنُ الْمُحْسِنُونَ. قَالَ: صَدَقْتُمْ، قُلْتُ لِنَبِيِّ: ﴿مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ﴾^(۱) مَا عَلَيْكُمْ مِنْ سَبِيلٍ، اذْخُلُوا الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِي. ثُمَّ تَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: لَقَدْ نَجَّاهُمْ اللَّهُ مِنْ أَهْوَالِ بَوَائِقِ الْقِيَامَةِ.^(۲)

”اللہ تعالیٰ جب اولین و آخرین کے لوگوں کو جمع فرمائے گا تو ایک پکارنے والا عرش کے پایوں تلے ایک میدان سے صدا دے گا: کہاں ہیں صاحبانِ احسان؟ وہ عرض کریں گے: ہم صاحبانِ احسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے سچ کہا، میں نے اپنے نبی سے فرمایا تھا: ”صاحبانِ احسان پر الزام کی کوئی راہ نہیں۔“ لہذا تم پر بھی (طعنہ زنی کی) کوئی راہ نہیں۔ میری رحمت کے ساتھ سیدھے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے احوال اور سختیوں سے نجات دے دے گا۔“

(۱) التوبة، ۹: ۹۱

(۲) أبو نعیم، کتاب الأربعین: ۱۰۰، رقم: ۵۱

۲۔ مناوی، فیض القدیر، ۱: ۴۲۰، رقم: ۴

۶۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبَكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا. (۱)

”تم میں سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے نزدیک ترین بیٹھنے والے وہ لوگ ہیں جو تم میں سے اخلاق میں اچھے ہیں۔“

۷۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُذْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ. (۲)

”یقیناً مومن حسن اخلاق کے ذریعے دن کو روزہ رکھنے والے اور راتوں کو قیام کرنے والے کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔“

۸۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی معالی الأخلاق، ۴: ۳۷۰، رقم: ۲۰۱۸

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۸۵، ۲۱۷، رقم: ۶۷۳۵، ۷۰۳۵
(عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما)

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۲۳۵، رقم: ۴۸۵

۴۔ بیہقی، شعب الإيمان، ۶: ۲۳۴، رقم: ۷۹۹

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

(۲) أبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب فی حسن الخلق، ۴: ۲۵۲، رقم: ۴۷۹۸

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۹۰، رقم: ۲۴۶۳۹

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۲۲۸، رقم: ۴۸۰

۴۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۱۲۸، رقم: ۱۹۹

۵۔ بیہقی، شعب الإيمان، ۶: ۲۳۶، رقم: ۷۹۹۷

حُرِّمَ عَلَى النَّارِ كُلُّ هَيْنٍ سَهْلٍ قَرِيبٍ مِنَ النَّاسِ^(۱)۔

”بے شک وہ شخص آگ پر حرام کر دیا گیا ہے جو نرم خو، خوش اخلاق اور (نیک مجالس میں) لوگوں کے قریب ہے۔“

۹۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا:

يَا عَائِشَةُ! إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ^(۲)۔

”اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ نرمی سے سلوک کرنے والا ہے اور ہر ایک معاملہ میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔“

ایک روایت کے مطابق حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يَا عَائِشَةُ! إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ وَيُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ^(۳)۔

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۱۵، رقم: ۳۹۳۸

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۲۱۵، رقم: ۴۶۹

۳۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۱۰: ۲۳۱، رقم: ۱۰۵۶۲

۴۔ أبو يعلى، المسند، ۸: ۴۶۷، رقم: ۵۰۵۳

۵۔ بیہقی، شعب الإيمان، ۷: ۳۵۳، رقم: ۲۶۹۷

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،

باب إِذَا عَرَّضَ الذِّبِّيَّ وَغَيْرُهُ، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۲۸

۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الأدب، باب الرفق، ۲: ۱۲۱۶، رقم:

۳۶۸۸

(۳) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق،

۴: ۲۰۰۳، رقم: ۲۵۹۳

”اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر اتنا عطا فرماتا ہے کہ اتنا سختی پر عطا نہیں کرتا۔“

۱۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَانَ تَاجِرٌ يُدَايِنُ النَّاسَ، فَإِذَا رَأَى مُعْسِرًا، قَالَ لِفَتِيَانِهِ: تَجَاوَزُوا عَنْهُ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا فَيَتَجَاوَزَ اللَّهُ عَنْهُ. ^(۱)

”ایک تاجر لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ جب کسی کو تنگ دست دیکھتا تو اپنے خادموں سے کہتا: اس سے درگزر کرو، شاید اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر فرمائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُسے معاف کر دیا۔“

۱۱۔ سنن نسائی میں یہی حدیث کچھ تفصیل کے ساتھ یوں بیان ہوئی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: إِنَّ رَجُلًا لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ وَكَانَ يُدَايِنُ النَّاسَ. فَيَقُولُ لِرَسُولِهِ: خُذْ مَا تَيْسَّرُ وَاتْرُكْ مَا عَسَرَ، وَتَجَاوَزْ لَعَلَّ اللَّهَ تَعَالَى أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا. فَلَمَّا هَلَكَ، قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ: هَلْ عَمِلْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا أَنَّهُ كَانَ لِي غُلَامٌ، وَكُنْتُ أُدَايِنُ النَّاسَ، فَإِذَا بَعَثْتُهُ لِيَتَقَاضَى، قُلْتُ لَهُ: خُذْ مَا تَيْسَّرُ

..... ۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب فی الرفق، ۴: ۲۵۴، رقم:

۴۸۰۷

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۱۲، رقم: ۹۰۲

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب البیوع، باب من أنظر معسرًا، ۲: ۷۳۱،

رقم: ۱۹۷۲

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب المساقاة، باب فضل إنظار المعسر، ۳:

۱۱۹۶، الرقم: ۱۵۶۲

وَاتْرُكْ مَا عَسَرَ، وَتَجَاوَزْ لَعَلَّ اللَّهَ يَتَجَاوَزَ عَنَّا. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: قَدْ تَجَاوَزْتَ عَنكَ. (۱)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک شخص نے اس کے سوا بھلائی کوئی کام نہیں کیا تھا مگر یہ کہ وہ لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ (جب قرض واپس لینا مقصود ہوتا تو) وہ اپنے اپیلچی سے کہتا: جہاں سے آسانی سے موصول ہو وہاں سے وصول کرو لیکن جہاں مقرض مفلس اور تنگ دست ہو تو چھوڑ دو اور اُس سے درگزر کرو، شاید اللہ تعالیٰ ہماری خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا: کیا تو نے کوئی نیکی کی تھی؟ اس شخص نے عرض کیا: نہیں، مگر میرا ایک خادم تھا اور میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ جب میں اس خادم کو قرض کی وصولی کے لیے بھیجتا تو اُسے ہدایت کرتا کہ آسانی سے ملے تو لے لینا اور جہاں دشواری ہو چھوڑ دینا اور معاف کرنا، شاید اللہ تعالیٰ بھی ہمیں معاف فرما دے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کر دیا۔“

خلاصہ کلام

لفظ ایمان، اسلام اور احسان پر تفصیلی بیان کے بعد یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئی ہے کہ یہ تینوں الفاظ اپنے معنی اور مفہوم کے اعتبار سے سراسر امن و سلامتی، خیر و عافیت، نخل و برداشت، محبت و اُلفت، احسان شکاری اور احترامِ آدمیت کی

(۱) ۱- نسائی، السنن، کتاب البیوع، باب حسن المعاملة والرفق فی

المطالبة، ۷: ۳۸۱، الرقم: ۴۶۹۴

۲- احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۶۱، الرقم: ۸۷۱۵

۳- ابن حبان، الصحيح، ۱۱: ۲۲۲

۴- حاکم، المستدرک علی الصحيحین، ۲: ۳۳

تعلیم دیتے ہیں۔ دینِ اسلام ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جو خود بھی سراپا سلامتی ہے اور دوسروں کو بھی اُمن و سلامتی، رُافت و رحمت، اعتدال و توازن اور صبر و تحمل کی تعلیم دیتا ہے۔ گویا مسلمان صرف وہ شخص ہے جو تمام انسانیت کے لئے پیکرِ اُمن و سلامتی ہو اور مومن بھی وہی شخص ہے جو اُمن و آشتی، تحمل و برداشت، بقائے باہمی اور احترامِ آدمیت جیسے اوصاف سے متصف ہو اور محسن وہ ہے جس میں نہ صرف اسلام اور ایمان دونوں کے روحانی ثمرات اور باطنی احوال جمع ہو جائیں بلکہ وہ نفع بخشی اور فیض رسانی کا باعث ہو۔ مختصر یہ کہ اسلام اپنے وسیع معنی میں ایک ایسا دین ہے جس میں اجتماعی سطح سے لے کر انفرادی سطح تک ہر کوئی محفوظ و مامون ہو جاتا ہے۔

باب دوم

مسلمانوں کے قتل کی ممانعت

فصل اوّل

مسلمانوں کے جان و مال کا احترام

۱۔ مومن کی حرمت کعبہ کی حرمت سے بھی زیادہ ہے

سیاسی، فکری یا اعتقادی اختلافات کی بنا پر مسلمانوں کی اکثریت (large majority) کو کافر، مشرک اور بدعتی قرار دیتے ہوئے انہیں بے دریغ قتل کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے نزدیک مومن کے جسم و جان اور عزت و آبرو کی کیا اہمیت ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک مومن کی حرمت کو کعبے کی حرمت سے زیادہ محترم قرار دیا ہے۔ امام ابن ماجہ سے مروی حدیث مبارکہ ملاحظہ ہو:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، وَيَقُولُ: مَا أَطْيَبَ وَأَطْيَبَ رِيحِكِ، مَا أَعْظَمَكَ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكَ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لِحُرْمَةِ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ حُرْمَةً مِنْكَ مَالِهِ وَدَمِهِ، وَأَنْ نَظُنَّ بِهِ إِلَّا خَيْرًا. (۱)

”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے سنا: (اے کعبہ!) تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے، تو کتنا عظیم المرتبت ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! مومن کے جان و مال کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے۔ ہمیں

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله، ۲:

۱۲۹۷، رقم: ۳۹۳۲

۲۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۲: ۳۹۶، رقم: ۱۵۲۸

۳۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۳: ۲۰۱، رقم: ۳۶۷۹

مومن کے بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہئے۔“

۲۔ مسلمان کی طرف ہتھیار سے محض اشارہ کرنا بھی منع ہے

اسلحہ کی کھلی نمائش پر بھی پابندی

فولادی اور آتشیں اسلحہ سے لوگوں کو قتل کرنا تو بہت بڑا اقدام ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اہل اسلام کو اپنے مسلمان بھائی کی طرف اسلحہ سے محض اشارہ کرنے والے کو بھی ملعون و مردود قرار دیا ہے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يُشِيرُ أَحَدُكُمْ إِلَى أَخِيهِ بِالسَّلَاحِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَحَدُكُمْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدِهِ، فَيَقَعُ فِي حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ. ^(۱)

”تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ کو ڈگمگا دے اور وہ (قتلِ ناحق کے نتیجے میں) جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔“

یہاں استعارے کی زبان میں بات کی گئی ہے یعنی ممکن ہے کہ ہتھیار کا اشارہ کرتے ہی وہ شخص طیش میں آجائے اور غصہ میں بے قابو ہو کر اسے چلا دے۔ اس عمل کی مذمت اور قباحیت بیان کرنے کے لئے اسے شیطان کی طرف منسوب کیا گیا ہے تاکہ لوگ اسے شیطانی فعل سمجھیں اور اس سے باز رہیں۔

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب البر والصلة والآداب، باب النهي عن

إشارة بالسلاح، ۴: ۲۰۲۰، رقم: ۲۶۱۷

۲۔ حاکم، المستدرک علی الصحيحین، ۳: ۵۸۷، رقم: ۶۱۷۶

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۲۳، الرقم: ۲۶۱۷

۲۔ یہی مضمون ایک اور حدیث میں اس طرح بیان ہوا ہے:

مَنْ أَشَارَ إِلَى أَخِيهِ بِحَدِيدَةٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتَّى يَدَعَهُ، وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ. (۱)

”جو شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے فرشتے اس پر اس وقت تک لعنت کرتے ہیں جب تک وہ اس اشارہ کو ترک نہیں کرتا خواہ وہ اس کا حقیقی بھائی (ہی کیوں نہ) ہو۔“

۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی دوسرے پر اسلحہ تاننے سے ہی نہیں بلکہ عمومی حالات میں اسلحہ کی نمائش کو بھی ممنوع قرار دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُولا. (۲)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب البر والصلة والآداب، باب النهي عن إشارة بالسلاح، ۴: ۲۰۲۰، رقم: ۲۶۱۶

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الفتن، باب ما جاء في إشارة المسلم إلى أخيه بالسلاح، ۴: ۴۶۳، رقم: ۲۱۶۲

۳۔ حاکم، المستدرک علی الصحيحین، ۲: ۱۷۱، رقم: ۲۶۶۹

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۳: ۲۷۲، رقم: ۵۹۴۴

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۲۳، رقم: ۱۵۶۴۹

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الفتن، باب ما جاء في النهي عن تعاطي السيف مسلولا، ۴: ۴۶۴، رقم: ۲۱۶۳

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الجہاد، باب ما جاء في النهي أن يتعاطي السيف مسلولا، ۳: ۳۱، رقم: ۲۵۸۸

۳۔ حاکم، المستدرک علی الصحيحین، ۴: ۳۲۲، رقم: ۷۷۸۵

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۳: ۲۷۵، رقم: ۵۹۴۶

”رسول اکرم ﷺ نے ننگی تلوار لینے دینے سے منع فرمایا۔“

ننگی تلوار کے لینے دینے میں جہاں زخمی ہونے کا احتمال ہوتا ہے وہاں اسلحہ کی نمائش سے اشتعال انگیزی کا بھی خدشہ رہتا ہے۔ اسلام کے دین خیر و عافیت اور مذہب امن و سلامتی ہونے کا اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے کھلے بندوں اسلحہ کی نمائش پر پابندی لگا دی، تاکہ نہ تو اسلحہ کی دوڑ شروع ہو اور نہ ہی اس سے کسی کو threat کیا جاسکے۔ مذکورہ حدیث میں لفظ مَسْلُولِ اِس امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ریاست کے جن اداروں کے لیے اسلحہ ناگزیر ہو وہ بھی اس کو غلط استعمال سے بچانے کے لیے foolproof security کے انتظامات کریں۔

درج بالا بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب اسلحہ کی نمائش، دکھاوا اور دوسروں کی طرف اس سے اشارہ کرنا سخت منع ہے تو اس کے بل بوتے پر ایک مسلم ریاست کے نظم اور اتھارٹی کو چیلنج کرتے ہوئے آتشیں گولہ و بارود سے مخلوقِ خدا کے جان و مال کو تلف کرنا کتنا بڑا گناہ اور ظلم ہوگا!

۳۔ مسلمانوں کے قتل اور فساد انگیزی کی ممانعت

اسلام نہ صرف مسلمانوں بلکہ بلا تفریق رنگ و نسل تمام انسانوں کے قتل کی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔ اسلام میں کسی انسانی جان کی قدر و قیمت اور حرمت کا اندازہ یہاں سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے بغیر کسی وجہ کے ایک فرد کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا ہے۔ اللہ ﷻ نے مکرم انسانیت کے حوالے سے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا. (۱)

”جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد (پھیلانے کی سزا) کے (بغیر، ناحق) قتل کر دیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا۔“

اس آیت مبارکہ میں انسانی جان کی حرمت کا مطلقاً ذکر کیا گیا ہے جس میں عورت یا مرد، چھوٹے بڑے، امیر و غریب حتیٰ کہ مسلم اور غیر مسلم کسی کی تخصیص نہیں کی گئی۔ مدعا یہ ہے کہ قرآن نے کسی بھی انسان کو بلاوجہ قتل کرنے کی نہ صرف سخت ممانعت فرمائی ہے بلکہ اسے پوری انسانیت کا قتل ٹھہرایا ہے۔ جہاں تک قانونِ قصاص وغیرہ میں قتل کی سزا، سزائے موت (capital punishment) ہے، تو وہ انسانی خون ہی کی حرمت و حفاظت کے لئے مقرر کی گئی ہے۔

۴۔ دورانِ جنگ کسی شخص کے اظہارِ اسلام کے بعد اُس کے قتل کی ممانعت

ہم آئندہ صفحات میں تفصیل سے اس بات کا جائزہ لیں گے کہ اسلام دورانِ جنگ اسلامی لشکر کو کس قدر احتیاط کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ دنیا کی تمام اقوام کے ہاں یہ قول مشہور ہے کہ جنگ اور محبت میں ہر چیز جائز ہوتی ہے۔ مگر پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت و سنت سے ہمیں جنگ کے اضطراری اور حساس لحاظ میں بھی احتیاط اور عدل سے کام لینے کا سبق ملتا ہے۔ درج ذیل حدیث مبارکہ میں ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ قتل کے خوف سے ہی سہی، جب ایک شخص نے کلمہ پڑھ کر اظہارِ اسلام کر دیا تو اس کے قتل پر بھی حضور ﷺ نے سخت اظہارِ ناراضگی فرمایا، چہ جائے کہ کلمہ گو مسلمان اور اہل علم حضرات صرف اس لیے قتل کر دیے جائیں کہ وہ باغی گروہ کے انتہاء پسندانہ نظریات سے اختلاف رکھتے ہیں۔ حدیث ملاحظہ کریں:

عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ بْنِ حَارِثَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

إِلَى الْحَرْقَةِ مِنْ جُهَيْنَةَ، فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ، فَهَزَمْنَاهُمْ، وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِنْهُمْ، فَلَمَّا غَشِينَا قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. فَكَفَّ عَنْهُ الْأَنْصَارِيُّ، وَطَعَنَتْهُ بِرُمَحِي حَتَّى قَتَلَتْهُ. قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْنَا، بَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ لِي: يَا أَسَامَةُ، أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ؟ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ إِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا، قَالَ: فَقَالَ: أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ؟ قَالَ: فَمَا زَالَ يُكْرِّرُهَا عَلَيَّ حَتَّى تَمَنَيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذَلِكَ الْيَوْمِ. (۱)

”حضرت اُسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جہاد کے لیے مقام حرقة کی طرف روانہ کیا جو قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ ہے۔ ہم صبح وہاں پہنچ گئے اور (شدید لڑائی کے بعد) انہیں شکست دے دی۔ میں نے اور ایک انصاری صحابی نے مل کر اس قبیلہ کے ایک شخص کو گھیر لیا، جب ہم اس پر غالب آ گئے تو اس نے کہا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ انصاری تو (اس کی زبان سے) کلمہ سن کر الگ ہو گیا لیکن میں نے نیزہ مار کر اسے ہلاک کر ڈالا۔ جب ہم واپس آئے تو حضور نبی اکرم ﷺ کو بھی اس واقعہ کی خبر ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: اے اسامہ! تم نے اسے کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کیا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھا تھا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: تم نے اسے کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب المغازی، باب بعث النبی ﷺ اُسامہ

بن زید إلى الحرقات من جهينة، ۴: ۱۵۵۵، رقم: ۴۰۲۱

۲۔ بخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ: ومن أحياء، ۶:

۲۵۱۹، رقم: ۶۴۷۸

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۱: ۵۶، رقم: ۴۷۵۱

کیا؟ حضور ﷺ بار بار یہ کلمات دہرا رہے تھے اور میں افسوس کر رہا تھا کہ کاش آج سے پہلے میں اسلام نہ لایا ہوتا۔“

امام مسلمؒ نے یہ حدیث ان الفاظ سے روایت کی ہے:

فَدَعَاهُ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: لِمَ قَتَلْتَهُ؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَوْجَعَ فِي الْمُسْلِمِينَ، وَقَتَلَ فُلَانًا وَفُلَانًا، وَسَمَّى لَهُ نَفَرًا. وَإِنِّي حَمَلْتُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَى السَّيْفَ، قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَقَتَلْتَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اسْتَغْفِرُ لِي. قَالَ: وَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: فَجَعَلَ لَا يَزِيدُهُ عَلَى أَنْ يَقُولَ: كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟^(۱)

”حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت اُسامہؓ کو بلا کر دریافت فرمایا: تم نے اسے کیوں قتل کیا؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے مسلمانوں کو تکلیف دی۔ چند صحابہ کرامؓ کا نام لے کر بتایا کہ اس نے فلاں فلاں کو شہید کیا تھا۔ میں نے اس پر حملہ کیا جب اس نے تلوار دیکھی تو فوراً کہا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے اسے قتل کر دیا؟ عرض کیا: جی حضور! فرمایا: جب روزِ قیامت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے لئے استغفار کیجیے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: جب روزِ قیامت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟ حضور نبی اکرم ﷺ بار بار یہی کلمات دہراتے رہے کہ جب قیامت کے

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب الإیمان، باب تحریم قتل الکافر بعد أن قال:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، ۱: ۹۷، رقم: ۹۷-۹۷

دَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةً آتَىٰ غَاوٍ تَمَّ اس كَا كِيَا جَوَابِ دَوَّغِي؟“

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَقَاتَلَنِي
فَضْرَبَ إِحْدَى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ، فَقَطَعَهَا، ثُمَّ لَاحَظَنِي بِشَجَرَةٍ، فَقَالَ:
أَسْلَمْتُ لِلَّهِ، أَفَأَقْتُلُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ: لَا تَقْتُلْهُ، قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهُ قَدْ قَطَعَ يَدَيَّ، ثُمَّ
قَالَ ذَلِكَ بَعْدَ أَنْ قَطَعَهَا أَفَأَقْتُلُهُ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا تَقْتُلْهُ
فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ، وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ
يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ. ^(۱)

”یا رسول اللہ! یہ فرمائیے کہ اگر (میدان جنگ میں) کسی کافر سے میرا مقابلہ ہو
اور وہ میرا ہاتھ کاٹ ڈالے اور پھر جب وہ میرے حملہ کی زد میں آئے تو ایک
درخت کی پناہ میں آ کر کہہ دے: اَسْلَمْتُ لِلَّهِ (میں اللہ کے لیے مسلمان ہو
گیا)، تو کیا میں اس شخص کو اس کے کلمہ پڑھنے کے بعد قتل کر سکتا ہوں؟ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس کو قتل نہیں کر سکتے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ!
اس نے میرا ہاتھ کاٹنے کے بعد کلمہ پڑھا ہے تو کیا میں اس کو قتل نہیں کر سکتا؟
آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کو قتل نہیں کر سکتے، اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو وہ
اس درجہ پر ہوگا جس پر تم اس کو قتل کرنے سے پہلے تھے (یعنی حق پر) اور تم
اس درجہ پر ہو گے جس درجہ پر وہ کلمہ پڑھنے سے پہلے تھا (یعنی کفر پر)۔“

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب المغازی، باب شہود الملائکۃ بدرًا، ۴:

۱۴۷۴، الرقم: ۳۷۹۴

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإیمان، باب تحریم قتل الکافر بعد أن

قال لا إله إلا الله، ۱: ۹۵، الرقم: ۹۵

معصوم شہریوں اور بے گناہ مسلمانوں کا قتل عام کرنے والے ظالم اور سفاک دہشت گردوں کو اپنے جارحانہ رویوں اور ظالمانہ نظریات پر ان فرامینِ رسول ﷺ کی روشنی میں ضرور غور کرنا چاہیے کہ جب حالت جنگ میں موت کے ڈر سے کلمہ پڑھنے والے دشمن کو بھی امان حاصل ہے اور اس کا قتل بھی سخت منع ہے تو کلمہ گو مسلمانوں کو مسجدوں، دفاتروں، تعلیمی اداوں اور بازاروں میں قتل کرنا کتنا بڑا جرم ہوگا؟

۵۔ دہشت گردوں کی معاونت بھی جرم ہے

دہشت گردوں اور قاتلوں کو معاشرے میں سے افرادی، مالی اور اخلاقی قوت کے حصول سے محروم کرنے اور انہیں isolate کرنے کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کی ہر قسم کی مدد و اعانت سے کلیتاً منع فرمایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مومن کے قتل میں معاونت کرے گا وہ رحمت الہی سے محروم ہو جائے گا۔ فرمانِ رسول ﷺ ہے:

مَنْ أَعَانَ عَلَى قَتْلِ مُؤْمِنٍ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ، لَقِيَ اللَّهَ ﷻ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ. ^(۱)

”جس شخص نے چند کلمات کے ذریعہ بھی کسی مومن کے قتل میں کسی کی مدد کی تو وہ اللہ ﷻ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان پیشانی پر لکھا ہوگا: آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس شخص)۔“

اس حدیث کے مضمون میں یہ صراحت موجود ہے کہ نہ صرف ایسے ظالموں کی

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الدیات، باب التغلیظ فی قتل مسلم

ظلمًا، ۲: ۸۷۴، رقم: ۲۶۲۰

۲۔ ربیع، المسند، ۱: ۳۶۸، رقم: ۹۶۰

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۲۲، رقم: ۱۵۶۳۶

ہر طرح کی مالی و جانی معاونت منع ہے بلکہ بِشَطْرِ کَلِمَةٍ (چند کلمات) کے الفاظ یہ بھی واضح کر رہے ہیں کہ تقریر یا تحریر کے ذریعے ایسے امن دشمن عناصر کی مدد یا حوصلہ افزائی کرنا بھی سخت مذموم ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش سے محرومی کا سبب ہے۔ اس میں دہشت گردوں کے ماسٹر مائنڈ طبقات کے لئے سخت تنبیہ ہے جو کم فہم لوگوں کو آیات و احادیث کی غلط تاویل میں کر کے انہیں ”جنت کی بشارت“ دے کر بے گناہوں کے قتل پر آمادہ کرتے ہیں۔

۶۔ مساجد پر حملے کرنے والے سب سے بڑے ظالم ہیں

اسلام اپنے ماننے والوں کو نہ صرف امن و آشتی، تحمل و برداشت اور بقاء باہمی کی تعلیم دیتا ہے بلکہ ایک دوسرے کے عقائد و نظریات اور مکتب و مشرب کا احترام بھی سکھاتا ہے۔^(۱) اعتقادی، فکری یا سیاسی اختلافات کی بنیاد پر مخالفین کی جان و مال یا مقدس مقامات پر حملے کرنا نہ صرف غیر اسلامی بلکہ غیر انسانی فعل بھی ہے۔ خود کش حملوں اور بم دھماکوں کے ذریعے اللہ کے گھروں کا تقدس پامال کرنے والے اور وہاں معصوم اور بے گناہ لوگوں کی قیمتی جانیں تلف کرنے والے ہرگز نہ تو مومن ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ہدایت یافتہ۔ مسجدوں میں خوف و ہراس کے ذریعے اللہ کے ذکر سے روکنے اور انہیں اپنی دہشت گردانہ کارروائیوں کے ذریعے ویران کرنے والوں کو قرآن نے نہ صرف سب سے بڑا ظالم قرار دیا ہے، بلکہ انہیں دنیا و آخرت میں ذلت آمیز عذاب کی وعید بھی سنائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا ۚ أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ۖ لَهُمْ فِي

(۱) بین المذاہب رواداری (intrefaith tolerance) اور دوسرے مذاہب کے احترام کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا ذکر آئندہ ابواب میں کیا جائے گا۔

الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝^(۱)

”اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کا ذکر کیے جانے سے روک دے اور انہیں ویران کرنے کی کوشش کرے، انہیں ایسا کرنا مناسب نہ تھا کہ مسجدوں میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لیے دنیا میں (بھی) ذلت ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے۔“

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ اللہ کی مسجدیں صرف وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور وہی ہدایت یافتہ ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مساجد اور عبادت گاہوں کو آباد کرنے کی بجائے اُن پر حملہ کرنے والے نہ تو یومِ حساب پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ ہی وہ مومن ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ ۖ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝^(۲)

”اللہ کی مسجدیں صرف وہی آباد کر سکتا ہے جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا (کسی سے) نہ ڈرا۔ سو امید ہے کہ یہی لوگ ہدایت پانے والوں میں ہو جائیں گے۔“

مساجد و مزارات اور دیگر مقدس مقامات کی بے حرمتی کرنے والے دہشت گردوں کے احوال و ظروف اور مجالست و مصاحبت کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت

(۱) البقرة، ۲: ۱۱۴

(۲) التوبة، ۹: ۱۸

روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ان کا ذہنی و فکری ارتقاء نہایت ہی تنگ نظری کے ماحول میں ہوتا ہے۔ اس تنگ نظری سے انتہا پسندی (extremism) جنم لیتی ہے، انتہا پسندی انسان کو جارحیت (aggression) پر اُکساتی ہے اور پھر جارحیت کا منطقی نتیجہ دہشت گردی (terrorism) کی بھیانک صورت میں رُونما ہوتا ہے۔ نفرت و تعصب اور جبر و تشدد کے اس مقام پر انسان کے اندر سے اعتدال و توازن (moderation) اور تحمل و برداشت (toleration) کی صلاحیتیں سلب ہو جاتی ہے۔ جب انسان ثَمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ^(۱) کا مصداق بن کر سنگ دلی اور شقاوت و بدبختی کی اس انتہا کو پہنچتا ہے تو پھر اس سے بازاروں، مارکیٹوں، عوامی مقامات اور درس گاہوں میں موجود معصوم لوگوں کو قتل کرنے سے لے کر مساجد میں مشغول عبادتِ لوگوں کی جانیں لینے اور مساجد کو تاخت و تاراج کرنے تک کچھ بھی بعید نہیں ہوتا۔ ایسے اقدامات کرنے والوں کا اسلام سے کیا تعلق و واسطہ ہے۔ اگر ان میں خوفِ خدا اور فکرِ آخرت کا ایک ذرہ بھی ہوتا تو کم از کم ان کی وحشت و بربریت سے مساجد اور نمازی تو محفوظ رہتے۔ لہذا ان کا مساجد تک کو نشانہ بنانے کا اقدام اس امر کا بین ثبوت ہے کہ ان کا اسلام جیسے پُر امن اور سلامتی و عافیت والے دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۱) ”پھر اس کے بعد (بھی) تمہارے دل سخت ہو گئے چنانچہ وہ (سختی میں) پتھروں جیسے (ہو گئے)“ (۱)

فصل دوم

مسلمانوں کو اذیت دینے اور قتل کرنے کی سزا

۱۔ ایک مومن کا قتل پوری دنیا کی تباہی سے بڑا گناہ ہے

اپنے گھناؤنے اور ناپاک مقاصد کے حصول کے لیے معصوم شہریوں اور بے گناہ انسانوں کو بے دریغ قتل کرنے والے کیسے دین امن و سلامتی کے علم بردار بنتے ہیں؟ وہ اپنی دہشت گردانہ کارروائیوں کے ذریعے ہزاروں مسلمانوں کی قتل و غارت گری میں مصروف ہیں جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے تو ایک مومن کے قتل کو بھی پوری دنیا کے تباہ ہونے سے بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ اس حوالے سے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَزَوَالِ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ. ^(۱)

”حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان شخص کے قتل سے پوری دنیا کا نابید (اور تباہ) ہو جانا ہلکا (واقعہ) ہے۔“

۲۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: قَتْلُ

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الدیات، باب ما جاء في تشديد قتل

المؤمن، ۳: ۱۶، رقم: ۱۳۹۵

۲۔ نسائی، السنن، کتاب تحریم الدم، باب تعظیم الدم، ۷: ۸۲،

رقم: ۳۹۸۷

۳۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الدیات، باب التغلیظ في قتل مسلم

ظلمًا، ۲: ۸۷۴، رقم: ۲۶۱۹

الْمُؤْمِنِ أَكْثَمُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْيَا. (۱)

”حضرت عبد اللہ بن بریدہ ؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مومن کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنیا کے برباد ہونے سے بڑا ہے۔“

۳۔ ایک روایت میں کسی بھی شخص کے قتلِ ناحق کو دنیا کے مٹ جانے سے بڑا حادثہ قرار دیا گیا ہے۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَزَوَالِ الدُّنْيَا جَمِيعًا أَهْوَنُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ سَفْكِ دَمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ. (۲)

”حضرت براء بن عازب ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری کائنات کا ختم ہو جانا بھی کسی شخص کے قتلِ ناحق سے ہلکا ہے۔“

۲۔ انسانی جان کا قتلِ مثلِ کفر ہے

عقائد میں اہل سنت کے امام ابو منصور ماتریدی آیت مبارکہ - مَنْ قَتَلَ نَفْسًا

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب تحریم الدم، باب تعظیم الدم، ۷: ۸۲،

۸۳، رقم: ۳۹۸۸-۳۹۹۰

۲۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱: ۳۵۵، رقم: ۵۹۴

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۲۲، رقم: ۱۵۶۴

امام طبرانی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

(۲) ۱۔ ابن ابی الدنیا، الأحوال: ۱۹۰، رقم: ۱۸۳

۲۔ ابن ابی عاصم، الدیات: ۲، رقم: ۲

۳۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۴: ۳۴۵، رقم: ۵۳۴۴

بَغَيْرِ نَفْسٍ - کے ذیل میں انسانی قتل کو کفر قرار دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

من استحل قتل نفس حَرَّمَ اللهُ قتلها بغير حق، فكأنما استحل قتل
الناس جميعاً، لأنه يكفر باستحلاله قتل نفس محرم قتلها، فكان
كاستحلال قتل الناس جميعاً، لأن من كفر بآية من كتاب الله
يصير كافراً بالكل.

وتحتمل الآية وجهاً آخر، وهو ما قيل: إنه يجب عليه من القتل
مثل ما أنه لو قتل الناس جميعاً.

ووجه آخر: أنه يلزم الناس جميعاً دفع ذلك عن نفسه ومعرنته
له، فإذا قتلها أو سعى عليها بالفساد، فكأنما سعى بذلك على
الناس كافة. وهذا يدل أن الآية نزلت بالحكم في أهل الكفر
وأهل الإسلام جميعاً، إذا سعوا في الأرض بالفساد. ^(۱)

”جس نے کسی ایسی جان کا قتل حلال جانا جس کا ناحق قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے
حرام کر رکھا ہے، تو گویا اس نے تمام لوگوں کے قتل کو حلال جانا، کیونکہ ایسی
جان جس کا قتل حرام ہے، وہ شخص اس کے قتل کو حلال سمجھ کر کفر کا مرتکب ہوا
ہے، وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے تمام لوگوں کے قتل کو حلال جانا، کیونکہ جو شخص
کتاب اللہ کی ایک آیت کا انکار کرتا ہے وہ پوری کتاب کا انکار کرنے والا
ہے۔

”یہ آیت ایک اور توجیہ کی بھی حامل ہے اور وہ یہ کہا گیا ہے کہ معصوم جان کے
قتل کو حلال جاننے والے پر تمام لوگوں کے قتل کا گناہ لازم آئے گا (کیونکہ عالم
انسانیت کے ایک فرد کو قتل کر کے گویا اس نے پوری انسانیت پر حملہ کیا ہے)۔

”ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ تمام لوگوں پر لازم ہے کہ اجتماعی کوشش کے ساتھ اس جان کو قتل سے بچائیں اور اس کی مدد کریں۔ پس جب وہ اس کو قتل کر کے فساد پھا کرنے کی کوشش کرے گا تو گویا وہ پوری انسانیت پر فساد پھا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ یہ آیت اس حکم کے ساتھ تمام اہل کفر اور اہل اسلام کے لئے نازل ہوئی ہے جبکہ وہ فساد فی الارض کے لئے سرگرداں ہو۔“

علامہ ابو حفص الحنبلی اپنی تفسیر الباب فی علوم الکتاب میں اللہ تعالیٰ کے فرمان فَكَانَ قَتْلُ النَّاسِ جَمِيعًا کی تفسیر میں ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیتے ہوئے مختلف ائمہ کے اقوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔ قال مُجَاهِدٌ: مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُحَرَّمَةً يَصْلَى النَّارَ بِقَتْلِهَا، كَمَا يَصْلَاهَا لَوْ قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا،

۲۔ وقال قتادة: أَعْظَمَ اللَّهُ أَجْرَهَا وَعَظَمَ وَزَرَهَا، معناہ: مَنْ اسْتَحَلَّ قَتْلَ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقِّهِ، فَكَانَ قَتْلُ النَّاسِ جَمِيعًا،

۳۔ وقال الحسن: ﴿فَكَانَ قَتْلُ النَّاسِ جَمِيعًا﴾، یعنی: أَنَّهُ يَجِبُ عَلَيْهِ مِنَ الْقِصَاصِ بِقَتْلِهَا، مِثْلَ الَّذِي يَجِبُ عَلَيْهِ لَوْ قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا.

قوله تعالى: ﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَلِكَ لَهُمْ جزى فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْأُخْرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدَرُوا عَلَيْهِمْ ۚ

فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱﴾

وقوله: ﴿يُحَارِبُونَ اللَّهَ﴾، أي: يُحَارِبُونَ أَوْلِيَاءَهُ كَذَا قَدَرَهُ الجمهور.

وقال الزَّمَخْشَرِيُّ: ”يُحَارِبُونَ رَسُولَ اللَّهِ، ومحاربة المُسْلِمِينَ فِي حَكْمِ مُحَارَبَتِهِ.“

نزلت هذه الآية في قُطَاعِ الطَّرِيقِ مِنَ المُسْلِمِينَ (وهذا قول) أكثر الفقهاء. (۲)

أَنَّ قَوْلَهُ تَعَالَى: ﴿الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا﴾ يَتَنَاوَلُ كُلُّ مَنْ يُوصَفُ بِهَذِهِ سَوَاءً كَانَ مُسْلِمًا أَوْ كَافِرًا، وَلَا يُقَالُ: الْآيَةُ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ، لِأَنَّ الْعِبْرَةَ بِعُمُومِ اللَّفْظِ لَا خُصُوصِ السَّبَبِ، فَإِنْ قِيلَ: الْمُحَارِبُونَ هُمُ الَّذِينَ يَجْتَمِعُونَ وَلَهُمْ مَنَعَةٌ، وَيَقْصِدُونَ الْمُسْلِمِينَ فِي أَرْوَاحِهِمْ وَدِمَائِهِمْ، وَاتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ هَذِهِ الصِّفَةَ إِذَا حَصَلَتْ فِي الصَّحَرَاءِ كَانُوا قُطَاعِ الطَّرِيقِ، وَأَمَّا إِنْ حَصَلَتْ فِي الْأَمْصَارِ، فَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ وَمَالِكٌ وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَالشَّافِعِيُّ: هُمْ أَيْضًا قُطَاعِ الطَّرِيقِ، هَذَا الْحَدُّ عَلَيْهِمْ، قَالُوا: وَإِنَّهُمْ فِي الْمُدُنِ يَكُونُونَ أَعْظَمَ ذَنْبًا فَلَا أَقْلَ مِنَ الْمَسَاوَاةِ، وَاحْتَجُّوا بِالْآيَةِ وَعُمُومِهَا،

(۱) المائدة: ۵، ۳۳، ۳۴

(۲) ۱- بغوى، معالم التنزيل، ۳۳: ۲

۲- رازی، التفسير الكبير، ۱۱: ۱۶۹

وَلَاِنَّ هَذَا حَدٌّ فَلَا يَخْتَلِفُ كَسَائِرِ الْحُدُودِ. ^(۱)

”۱۔ حضرت مجاہد نے فرمایا: جس شخص نے ایک جان کو بھی ناحق قتل کیا تو وہ اس قتل کے سبب دوزخ میں جائے گا، جیسا کہ وہ تب دوزخ میں جاتا اگر وہ ساری انسانیت کو قتل کر دیتا (یعنی اس کا عذاب دوزخ ایسا ہوگا جیسے اس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا ہو)۔

۲۔ حضرت قتادہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا بڑھا دی ہے اور اس کا بوجھ عظیم کر دیا ہے یعنی جو شخص ناحق کسی مسلمان کے قتل کو حلال سمجھتا ہے گویا وہ تمام لوگوں کو قتل کرتا ہے۔

۳۔ حضرت حسن بصریؒ نے ﴿فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ (جس نے ناحق ایک جان کو قتل کیا) اس پر اس کے قتل کا قصاص واجب ہوگا، اس شخص کی مثل جس پر تمام انسانیت کو قتل کرنے کا قصاص واجب ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿بِئْسَ شُكٌّ لِّجُلُودِ النَّاسِ بِمَا فِيهِمْ﴾ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونی زہری اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا پھانسی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیے جائیں۔ یہ (تو) ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے ۵ مگر جن لوگوں نے، قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پا جاؤ، توبہ کر لی سو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۶ ﴿

”اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿يُحَارِبُونَ اللَّهَ﴾ سے مراد ہے: يحاربون أوليائه (وہ

اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے جنگ کرتے ہیں)۔ یہی معنی جمہور نے بیان کیا ہے۔ اور علامہ زنجشیری نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے جنگ کرتے ہیں؛ اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنا دراصل حضور نبی اکرم ﷺ ہی کے ساتھ جنگ کے حکم میں ہے۔

”یہ آیت - ﴿اِنَّمَا جَزَاُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ﴾ - مسلمان راہزنوں کے بارے میں اتری ہے، اور یہ اکثر فقہاء کا قول ہے۔

”اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہر وہ شخص شامل ہے جو ان صفات سے متصف ہو خواہ وہ مسلم ہو یا کافر۔ یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ آیت کفار کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ اعتبار لفظ کے عموم کا ہوگا نہ سبب کے خاص ہونے کا۔ اور اگر کہا جائے کہ محاربوں وہ ہیں جو مجتمع ہوتے ہیں اور ان کے پاس طاقت و قوت بھی ہوتی ہے اور وہ مسلمانوں کی جانوں کا قصد کرتے ہیں تو فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر یہ وصف صحراء میں پایا جائے تو ایسے لوگ راہزن کہلائیں گے، اور اگر دہشت گردی و قتل و غارت گری کا یہ عمل شہروں میں پایا جائے تو امام اوزاعی، مالک، لیث بن سعد اور شافعی کا قول ہے کہ وہ بھی (قاتل ہونے کے علاوہ) راہزن اور ڈاکو بھی ہیں، ان پر بھی یہی حد ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر وہ شہروں میں ہوں تو ان کا گناہ بہت ہی زیادہ ہو جائے گا۔“

کسی ایک مومن کو قصداً قتل کرنے والے کی ذلت آمیز سزا کا اندازہ یہاں سے لگالیں کہ اللہ ﷻ نے ایک ہی آیت میں نہ صرف ایسے قاتل کے لیے دوزخ کی سزا کا ذکر کیا ہے بلکہ خَالِدًا، غَضِبَ، لَعْنَةُ اور عَذَابًا عَظِيمًا فرما کر اس کی شدت و حدت میں کئی گنا اضافہ کر دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ یَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاُؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِیْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَلَعْنَةُ وَاَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِیْمًا ۝ (۱)

”اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے کہ مدتوں اس میں رہے گا اور اس پر اللہ غضب ناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور اس نے اس کے لیے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے“

۳۔ مسلمانوں کا قتل عام کفریہ فعل ہے

حضور نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کا خون بہانے، انہیں قتل کرنے اور فتنہ و فساد برپا کرنے کو نہ صرف کفر قرار دیا ہے بلکہ اسلام سے واپس کفر کی طرف پلٹ جانا قرار دیا ہے۔ اسے اصطلاح شرح میں ارتداد کہتے ہیں۔

امام بخاری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَرْتَدُّوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ^(۱)

”تم میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کرنے کے سبب کفر کی طرف نہ لوٹ جانا۔“

گویا کلمہ گو مسلمانوں کا آپس میں قتل عام صریح کفریہ عمل ہے جسے ارتداد سے لفظی مماثلت دی گئی ہے۔

۴۔ قتل، شرک کی طرح ظلم عظیم ہے

حافظ ابن کثیر (م ۷۴۷ھ) آیت وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا^(۲) کی تفسیر میں قتلِ عمد کو گناہِ عظیم اور معصیتِ کبریٰ قرار دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ کسی معصوم اور

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ لا ترجعوا

بعدي كفارا يضرب بعضهم رقاب بعض، ۶: ۲۵۹۴، رقم: ۶۶۶۸

۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۴: ۲۶۹، رقم: ۴۱۶۶

(۲) النساء، ۴: ۹۳

بے گناہ مسلمان کو قتل کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ ﷻ نے اسے شرک جیسے ظلمِ عظیم کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وهذا تهديد شديد ووعد أكيد لمن تعاطى هذا الذنب العظيم،
الذى هو مقرون بالشرك بالله في غير ما آية في كتاب الله،
حيث يقول سبحانه في سورة الفرقان: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ
إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا
يَزْنُونَ﴾^(۱) وقال تعالى: ﴿قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا
تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾ إلى أن قال: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ
إِلَّا بِالْحَقِّ ذَلِكَُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾^(۲)۔^(۳)

”اس (قتلِ عمد جیسے) گناہِ عظیم کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے یہ شدید دھمکی اور مؤکد وعید ہے کہ قتلِ عمد کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ شرک جیسے گناہ کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سورہ فرقان میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿اور یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی پوجا نہیں کرتے اور نہ ہی کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جسے بغیر حق مارنا اللہ نے حرام فرمایا ہے اور نہ ہی بدکاری کرتے ہیں﴾ اور ارشاد فرمایا: ﴿فرما دیجئے! آؤ میں وہ چیزیں پڑھ کر سنا دوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں (وہ) یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ..... اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے (قتل کرنا) اللہ نے حرام کیا ہے بجز حق (شرعی) کے۔ یہی وہ امور ہیں جن کا اس نے تمہیں تاکیدِ حکم دیا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔﴾“

(۱) الفرقان، ۲۵: ۲۸

(۲) الأنعام، ۶: ۱۵۱

(۳) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۳۵

حضور نبی اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر انسانی جان و مال کے تلف کرنے اور قتل و غارت گری کی خرابی و ممانعت سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، إِلَى يَوْمٍ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ. أَلَا، هَلْ بَلَغْتُ؟ قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، فَلْيَبْلُغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، قَرُبَّ مُبْلَغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ، فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ. ^(۱)

”بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس شہر میں (مقرر کی گئی) ہے اُس دن تک جب تم اپنے رب سے ملو گے۔ سنو! کیا میں نے تم تک (اپنے رب کا) پیغام پہنچا دیا؟ لوگ عرض گزار ہوئے: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! گواہ رہنا۔ اب چاہیے کہ (تم میں سے ہر) موجود شخص اسے غائب تک پہنچا دے کیونکہ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ جن تک بات پہنچائی جائے تو وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھتے ہیں (اور سنو!) میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ ہو جانا۔“

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الحج، باب الخطبة أيام منى، ۲: ۶۲۰، رقم: ۱۶۵۴

۲۔ بخاری، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ: رب مبلغ أوعى من سامع، ۱: ۳۷، رقم: ۶۷

۳۔ مسلم، الصحيح، کتاب القسامة والمحاريب والقصاص والديات، باب تغليظ تحريم الدماء والأعراض والأموال، ۳: ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، رقم: ۱۶۷۹

اس متفق علیہ حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے صراحتاً یہ فیصلہ صادر فرما دیا کہ جو لوگ آپس میں خون خرابہ کریں گے، فتنہ و فساد اور دہشت گردی کی وجہ سے ایک دوسرے پر اسلحہ اٹھائیں گے اور مسلمانوں کا خون بہائیں گے وہ مسلمان نہیں بلکہ کفر کے مرتکب ہیں۔ لہذا انتہا پسندوں اور دہشت گردوں کے جبر و تشدد کو حضور ﷺ نے فَلَاحاً تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا فرما کر کفر قرار دے دیا۔

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مومن کے قاتل کی سزا جہنم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَوْ أَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ وَأَهْلَ الْأَرْضِ اشْتَرَكُوا فِي دَمِ مُؤْمِنٍ لَا كَبَّهُمُ اللَّهُ فِي النَّارِ. (۱)

”اگر تمام آسمانوں و زمین والے کسی ایک مومن کے قتل میں شریک ہو جائیں تب بھی یقیناً اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں جھونک دے گا۔“

۵۔ خون خرابہ تمام جرائم سے بڑا جرم ہے

قتل و غارت گری، خون خرابہ، فتنہ و فساد اور ناحق خون بہانا اتنا بڑا جرم ہے کہ قیامت کے دن اللہ ﷻ ایسے مجرموں کو سب سے پہلے بے نقاب کر کے کیفرِ کردار تک پہنچائے گا۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خونریزی کی شدت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الدیات، باب الحکم فی الدماء، ۴: ۱۷۷

۲۔ ربیع، المسند، ۱: ۲۹۲، رقم: ۷۵۷

۳۔ دیلمی، مسند الفردوس، ۳: ۳۶۱، رقم: ۵۰۸۹

أَوَّلُ مَا يُقْضَىٰ بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ. ^(۱)

”قیامت کے دن سب سے پہلے خون ریزی کا فیصلہ سنایا جائے گا۔“

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم نے باہمی خون خرابہ اور لڑائی جھگڑے کے تباہ کن نتائج سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا کہ قتل و غارت گری اتنا بڑا جرم ہے کہ اگر کوئی فرد یا طبقہ اس میں ایک مرتبہ ملوث ہو جائے تو پھر اسے اس سے نکلنے کا راستہ نہیں ملے گا۔ امام بخاری کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

إِنَّ مِنْ وَرَطَاتِ الْأُمُورِ الَّتِي لَا مَخْرَجَ لِمَنْ أَوْقَعَ نَفْسَهُ فِيهَا سَفْكَ الدِّمِ الْحَرَامِ بِغَيْرِ حِلِّهِ. ^(۲)

”ہلاک کرنے والے وہ امور ہیں جن میں پھنسنے کے بعد نکلنے کی کوئی سبیل نہ ہو، اور ان میں ایک بغیر کسی جواز کے حرمت والا خون بہانا بھی ہے۔“

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فتنہ و فساد

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الدیات، باب ومن یقتل مؤمنا متعمدا، ۶: ۲۵۱۷، رقم: ۶۴۷۱

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب القسامة والمحاربین والقصاص والدیات، باب المجازاة بالدماء فی الآخرة وأنها أول ما یقضى فیہ بین الناس یوم القیامة، ۳: ۱۳۰۴، رقم: ۱۶۷۸

۳۔ نسائی، السنن، کتاب تحریم الدم، باب تعظیم الدم، ۷: ۸۳، رقم: ۳۹۹۴

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۴۲

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الدیات، باب ومن قتل مؤمنا متعمداً فجزاؤه جہنم، ۶: ۲۵۱۷، رقم: ۶۴۷۰

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۲۱، رقم: ۱۵۶۳۷

کے ظہور، خون خرابہ اور کثرت سے قتل و غارت گری سے لوگوں کو خبردار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيَنْقُصُ الْعِلْمُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَتَظْهَرُ الْفِتْنُ وَيَكْثُرُ
الْهَرْجُ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيَّمَا هُوَ؟ قَالَ: الْقَتْلُ، الْقَتْلُ. ^(۱)

”زمانہ قریب ہوتا جائے گا، عمل گھٹتا جائے گا، بخل پیدا ہو جائے گا، فتنے ظاہر ہوں گے اور ہرج کی کثرت ہو جائے گی۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! ہرج کیا ہے؟ فرمایا کہ قتل، قتل (یعنی ہرج سے مراد ہے: کثرت سے قتل عام)۔“

جب ایک مرتبہ پُر امن اور بے گناہ شہریوں کو ظلم و ستم، جبر و تشدد اور وحشت و بربریت کا نشانہ بنایا جائے اور معاشرے کی دیگر مذہبی و سیاسی شخصیات کی محض فکری و نظریاتی اختلاف کی بنا پر target killing کی جائے تو اس دہشت گردی کا منطقی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ سماج افراتفری، نفسا نفسی، بد امنی اور لڑائی جھگڑے کی آماج گاہ بن جاتا ہے۔ انہی گھمبیر اور خطرناک حالات کی طرف امام ابو داؤد سے مروی درج ذیل حدیث مبارکہ اشارہ کرتی ہے:

۴۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا فُجُودًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرَ الْفِتْنَ، فَأَكْثَرَ فِي ذِكْرِهَا حَتَّى ذَكَرَ فِتْنَةَ الْأَحْلَاسِ. فَقَالَ قَائِلٌ:
يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا فِتْنَةُ الْأَحْلَاسِ؟ قَالَ: هِيَ هَرَبٌ وَحَرْبٌ. ^(۲)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الفتن، باب ظہور الفتن، ۶: ۲۵۹۰، الرقم: ۶۶۵۲

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الفتن وأُشْرَاطُ السَّاعَةِ، باب إذا تواجه المسلمان بسيفيهما، ۴: ۲۲۱۵، الرقم: ۱۵۷

(۲) أبو داود، السنن، کتاب الفتن والملاحم، باب ذكر الفتن، ۴: ۹۴، الرقم: ۴۲۴۲

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فتنوں کا ذکر فرمایا۔ پس کثرت سے ان کا ذکر کرتے ہوئے فتنہ احلاس کا ذکر فرمایا۔ کسی نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! فتنہ احلاس کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ افرا تقری، فساد انگیزی اور قتل و غارتگری ہے۔“

۶۔ مسلمانوں کو (بم دھماکوں یا دیگر طریقوں سے) جلانے والے جہنمی ہیں

سورة البروج کی آیت نمبر دس (۱۰) - اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝ (بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دی پھر توبہ (بھی) نہ کی تو ان کے لیے عذاب جہنم ہے اور ان کے لیے (بالخصوص) آگ میں جلنے کا عذاب ہے ۝) - کی تفسیر میں بعض مفسرین نے فتنے میں مبتلا کرنے سے آگ میں جلانا بھی مراد لیا ہے۔ اس معنی کی رو سے خود کش حملوں، بم دھماکوں اور بارود سے معصوم شہریوں کو خاکستر کر دینے والے فتنہ پرور لوگ عذاب جہنم کے مستحق ہیں۔ مفسرین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ وقال ابن عباس ومقاتل: ﴿فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ﴾ حرقوهم بالنار۔^(۱)

”حضرت ابن عباس اور مقاتل نے فرمایا: فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ کا مطلب ہے: (ان فتنہ پروروں نے) انہیں (یعنی مومنین کو) آگ سے جلا ڈالا۔“

۲۔ وأخرج عبد بن حميد وابن المنذر عن قتادة ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ قال: حرقوا۔^(۲)

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۳۱: ۱۱۱

(۲) سیوطی، الدر المنثور، ۸: ۴۶۶

”عبد بن حمید اور ابن منذر حضرت قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ ﴿إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ کا معنی آگ سے جلا کر ہلاک کر دینا ہے۔“

۳۔ اسی معنی کو امام قرطبی اور ابو حفص الحنبلی نے بھی روایت کیا ہے۔^(۱)

مسلمان کے قتل کو جائز سمجھنے اور انہیں جلانے والے نص قرآنی کے تحت نہ صرف دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں بلکہ عذاب حریق کے مستحق بھی ٹھہرتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن بسر سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مومنوں کو اذیت دینے والوں کو اپنی اُمت سے خارج کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ مِنِّي ذُو حَسَدٍ وَلَا نَمِيمَةٌ وَلَا كَهَانَةٌ وَلَا أَنَا مِنْهُ. ثُمَّ تَلَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَذِهِ الْآيَةَ: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغَيْرِ مَا كُتِبُوا فَقَدْ أَحْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾^(۲)۔^(۳)

”حسد کرنے والا، چغلی کھانے والا اور کہانت والا مجھ سے نہیں (یعنی میری امت سے نہیں) اور نہ ہی میں اس سے ہوں۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیتے ہیں بغیر اس کے کہ انہوں نے کچھ (خطا) کی ہو تو بے شک انہوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ (اپنے سر) لے لیا﴾۔“

امام فخر الدین رازی رقم طراز ہیں:

(۱) ۱۔ قرطبی، الجامع لأحكام القرآن، ۱۹: ۲۹۵

۲۔ أبو حفص الحنبلی، اللباب فی علوم الكتاب، ۲۰: ۲۵۳

(۲) الأحزاب، ۳۳: ۵۸

(۳) ۱۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۳: ۳۲۲، رقم: ۲۲۷۵

۲۔ ابن عساکر، تاریخ دمشق الكبير، ۲۱: ۳۳۴

أَنَّ كَلَّا الْعَذَابِينَ يَحْصِلَانِ فِي الْآخِرَةِ، إِلَّا أَنْ عَذَابَ جَهَنَّمَ وَهُوَ الْعَذَابُ الْحَاصِلُ بِسَبَبِ كُفْرِهِمْ، وَعَذَابُ الْحَرِيقِ هُوَ الْعَذَابُ الزَّائِدُ عَلَى عَذَابِ الْكُفْرِ بِسَبَبِ أَنَّهُمْ أَحْرَقُوا الْمُؤْمِنِينَ.^(۱)

”بے شک دونوں عذاب (عذابِ جہنم اور عذابِ حریق) آخرت میں واقع ہوں گے، مگر فرق یہ ہے کہ عذابِ جہنم ان کے کفر کے سبب ہوگا، اور عذابِ حریق عذابِ کفر پر وہ زائد عذاب ہے جو انہیں مسلمانوں کو جلانے کے سبب ملے گا۔“

اسی مفہوم کو صاحبِ جلالین نے بھی رقم کیا ہے۔ وہ تحریر کرتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ بِالْإِحْرَاقِ ﴿ثُمَّ لَمْ يُتُوبُوا﴾ فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ﴿بِكُفْرِهِمْ﴾ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ﴿أَيُّ عَذَابٍ إِحْرَاقُهُمُ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْآخِرَةِ.﴾^(۲)

”یعنی وہ لوگ جنہوں نے مومن مرد و زن کو آگ میں جلا کر اذیت میں مبتلا کیا، پھر توبہ بھی نہ کی تو ان کے لئے ان کے کفر کی وجہ سے مومنین کو جلانے کی پاداش میں عذابِ حریق (جلائے جانے کا عذاب) ہوگا۔“

۷۔ مسلمان کو قتل کرنے والے کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی

مسلمانوں کو قتل کرنے والے کی نفلی اور فرض عبادت بھی قبول نہیں ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۳۱: ۱۱۱

(۲) تفسیر الجلالین، ۱: ۸۰۱

مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا فَاغْتَبَطَ بِقَتْلِهِ لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا. (۱)

”جس شخص نے کسی مومن کو ظلم سے (بے گناہ) قتل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نفلی اور فرض عبادت قبول نہیں فرمائے گا۔“

عبادت و ریاضت اور قتل و غارت گری کو ساتھ ساتھ چلانے والے اور انسانی حرمت و تقدس کو پامال کر کے اپنے اعمال و عبادات کو ذریعہ نجات سمجھنے والے ایسے انتہا پسندوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ نہ صرف ان کی عبادت ردّ کر دی جائے گی بلکہ ان کے لئے فَلَهُمْ عَذَابٌ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ (۲) (تو ان کے لیے عذابِ جہنم ہے اور ان کے لیے (بالخصوص) آگ میں جلنے کا عذاب ہے) کی دردناک وعید بھی ہے۔

۸۔ مسلمانوں کو تکلیف دینے والے کے لیے عذابِ جہنم

مسلمانوں کو اذیت میں مبتلا کرنا اور انہیں جبر و تشدد اور وحشت و بربریت کا شکار کرنا سخت منع ہے۔ اللہ ﷻ نے ایسے لوگوں کو جہنم اور آگ کی دردناک سزا دینے کا اعلان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابٌ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ○ (۳)

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب الفتن والملاحم، باب تعظیم قتل

المؤمن، ۴: ۱۰۳، رقم: ۴۲۷۰

۲۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۲: ۲۶۶، رقم: ۱۳۱۱

۳۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۳: ۲۰۳، رقم: ۳۶۹۱

۴۔ عسقلانی، الدراية، ۲: ۲۵۹

۵۔ شوکانی، نیل الأوطار، ۷: ۱۹۷

(۲) البروج، ۸۵: ۱۰

(۳) البروج، ۸۵: ۱۰

”بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دی پھر توبہ (بھی) نہ کی تو ان کے لیے عذابِ جہنم ہے اور ان کے لیے (بالخصوص) آگ میں جلنے کا عذاب ہے“

حضرت ہشام بن حکیم بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ایسے لوگوں کو دردناک عذاب دے گا جو اس کی مخلوق کو اذیت دیتے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا. ^(۱)

”اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو اذیت و تکلیف دیتے ہیں۔“

جملہ ائمہ تفسیر نے اس آیت کے تحت یہی موقف اختیار کیا ہے کہ مسلمانوں کو ظلم و جبر اور فتنہ و فساد کا نشانہ بنانے والوں کی سزا جہنم اور آگ ہے۔ امام فخر الدین رازی مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

كل من فعل ذلك وهذا أولى لأن اللفظ عام والحكم عام،
فالتخصيص ترك للظاهر من غير دليل. ^(۲)

”جو بھی مسلمانوں کو اذیت ناک تکلیف میں مبتلا کرے (خواہ ایسا کرنے والا خود اصلاً مسلمان ہو یا غیر مسلم، اس کے لیے عذابِ جہنم ہے) یہ معنی زیادہ مناسب ہے کیونکہ لفظ عام ہے اور اس کا حکم بھی عام ہے اور اگر خاص کیا جائے تو یہ بغیر دلیل کے عام حکم کو خاص کرنا ہوگا۔“

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب البر والصلة والآداب، باب الوعيد الشديد

لمن عذب الناس بغير حق، ۴: ۲۰۱۸، رقم: ۲۶۱۳

(۲) رازی، التفسیر الکبیر، ۳۱: ۱۱۱

اس لحاظ سے حکمِ الٰہیت کا اطلاق زمانہ قدیم کے اصحابُ الاُخذود^(۱) وغیرہ کی طرح کلمہ گودہشت گردوں پر بھی یکساں ہوگا۔

(۱) البروج، ۸۵: ۴-۱۰

اصحابُ الاُخذود سے مراد زمانہ قدیم کا ایک بادشاہ اور اس کے کارندے ہیں جنہوں نے اہل ایمان کو صرف اس لیے خندقوں میں ڈال کر جلا دیا تھا کہ وہ ایک رب پر ایمان لے آئے تھے۔ (مسلم، الصحيح، کتاب الزہد، باب قصۃ اصحاب الاُخذود، ۴: ۲۲۹۹، رقم: ۳۰۰۵)

فصل سوم

خودکشی فعلِ حرام ہے

۱۔ خودکشی کی ممانعت و حرمت

انسان کا اپنا جسم اور زندگی اس کی ذاتی ملکیت اور کسی نہیں بلکہ اللہ ﷻ کی عطا کردہ ہے اور اُسی کی امانت ہے۔ زندگی اللہ تعالیٰ کی ایسی عظیم نعمت ہے جو بقیہ تمام نعمتوں کے لئے اساس کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی لئے اسلام نے جسم و جان کے تحفظ کا حکم دیتے ہوئے تمام افرادِ معاشرہ کو اس امر کا پابند کیا ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں خودکشی (suicide) کے مرتکب نہ ہوں۔ جب اسلام کسی انسان کو خود اپنی جان تلف کرنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ فَإِنَّ لِّجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِّعَيْنِكَ عَلَيْكَ^(۱) (تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے) فرما کر اپنے جسم و جان اور تمام اعضاء کی حفاظت اور ان کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کرتا ہے، تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ خودکش حملوں (suicide attacks) اور بم دھماکوں (bomb blasts) کے ذریعے اپنی جان کے ساتھ دوسرے پر امن اور معصوم شہریوں کی قیمتی جانیں تلف کرنے کی اجازت دے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے خودکشی جیسے بھیانک اور حرام فعل کے مرتکب کو فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيهِ خَالِدًا مُّحَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا^(۲) (وہ دوزخ میں جائے گا، ہمیشہ اس میں گرتا رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ وہیں رہے گا) فرما کر دردناک عذاب کا مستحق قرار دیا ہے۔ خودکشی کی ممانعت پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱) بخاری، الصحيح، کتاب الصوم، باب حق الجسم فی الصوم، ۲:

۶۹۷، رقم: ۱۸۷۴

(۲) بخاری، الصحيح، کتاب الطب، باب شرب السم والدواء به وبما

يخاف منه والخبيث، ۵: ۲۱۷۹، رقم: ۵۴۴۲

۱۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، يَتَرَدَّى فِيهِ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا. وَمَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا. وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ، فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَجَأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا. (۱)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے خود کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کیا تو وہ دوزخ میں جائے گا، ہمیشہ اس میں گرتا رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ وہیں رہے گا۔ اور جس شخص نے زہر کھا کر اپنے آپ کو ختم کیا تو وہ زہر دوزخ میں بھی اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ دوزخ میں کھاتا ہوگا اور ہمیشہ ہمیشہ وہیں رہے گا۔ اور جس شخص نے اپنے آپ کو لوہے کے ہتھیار سے قتل کیا تو وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ اپنے پیٹ میں مارتا رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ وہیں رہے گا۔“

۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم الَّذِي يَطْعُنُ نَفْسَهُ إِنَّمَا يَطْعُنُهَا

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الطب، باب شرب السم والدواء به وبما

يخاف منه والخبيث، ۵: ۲۱۷۹، رقم: ۵۴۴۲

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإیمان، باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه وإن من قتل نفسه بشيء عذب به في النار، ۱: ۱۰۳، رقم:

۱۰۹

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الطب، باب ما جاء فيمن قتل نفسه بسم

أو غيره، ۴: ۳۸۶، رقم: ۲۰۴۴

۴۔ أبو داود، السنن، کتاب الطب، باب الأدوية المكروهة، ۴: ۷،

رقم: ۳۸۷۲

فِي النَّارِ، وَالَّذِي يَتَّقْهُمْ فِيهَا يَتَّقْهُمْ فِي النَّارِ، وَالَّذِي يَخْنُقْ نَفْسَهُ يَخْنُقْهَا فِي النَّارِ. (۱)

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنی جان کو کوئی چیز چبا کر ختم کر لیتا ہے تو وہ دوزخ میں بھی (ہمیشہ) اسی طرح خود کو ختم کرتا رہے گا، اس طرح جو شخص اپنی جان کو گڑھے وغیرہ میں پھینک کر ختم کرتا ہے تو وہ دوزخ میں بھی ایسے ہی کرتا رہے گا، اور جو شخص اپنی جان کو پھانسی کے ذریعے ختم کرتا ہے تو وہ دوزخ میں بھی ایسے ہی کرتا رہے گا۔“

۳۔ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِبَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ. (۲)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الجنائز، باب ما جاء في قاتل النفس، ۴۵۹: ۱، رقم: ۱۲۹۹

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۳۵، رقم: ۹۶۱۶

۳۔ طبرانی، مسند الشاميين، ۴: ۲۸۵، رقم: ۳۳۱۱

۴۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۴: ۳۵۰، رقم: ۵۳۶۲

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأدب، باب من أكفر أخاه بغير تأويل فهو كما قال، ۵: ۲۲۶۲، رقم: ۵۷۵۴

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإیمان، باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه، ۱: ۱۰۴، رقم: ۱۱۰

۳۔ أبو داود، السنن، کتاب الأیمان والنذور، باب ما جاء في الحلف بالبراءة وبملة غير الإسلام، ۳: ۲۲۲، رقم: ۳۲۵۷

۴۔ نسائی، السنن، کتاب الأیمان والنذور، باب الحلف بملة سوى الإسلام، ۷: ۵، ۶، رقم: ۳۷۷۰، ۳۷۷۱

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۳، ۳۴، رقم: ۱۶۴۳۲-۱۶۴۳۸

”حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی بھی چیز کے ساتھ خودکشی کی تو وہ جہنم کی آگ میں (ہمیشہ) اسی چیز کے ساتھ عذاب دیا جاتا رہے گا۔“

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک فوجی دستہ روانہ کیا اور اُس کا امیر انصار کے ایک آدمی کو مقرر فرمایا تھا۔ پس وہ امیر اُن پر کسی چیز سے ناراض ہو گیا اور اس نے کہا: کیا نبی اکرم ﷺ نے آپ لوگوں کو میری اطاعت کرنے کا حکم نہیں فرمایا؟ انہوں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں، امیر نے کہا کہ میرا یہ ارادہ ہے کہ جب تم ایندھن اکٹھا کر لو، پھر تم خوب آگ بھڑکا لو تو اُس کے اندر داخل ہو جانا۔ چنانچہ انہوں نے ایندھن اکٹھا کیا، پھر اُس میں آگ لگا دی، پھر جب اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو کھڑے ہو کر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ اُن میں سے بعض نے کہا کہ آگ سے بچنے کے لئے تو ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ کی اتباع کی ہے، پھر کیوں اس میں داخل ہوں؟ ابھی وہ اس کشمکش میں تھے کہ ادھر آگ بجھ گئی اور ادھر امیر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا أَبَدًا، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ. ^(۱)

”اگر وہ اس کے اندر داخل ہو جاتے تو کبھی اُس سے باہر نہ نکلتے کیونکہ اطاعت تو صرف نیک باتوں میں ہے۔“

۲۔ خودکشی کرنے والے پر جنت حرام ہے

کم سن نوجوانوں کی ذہن سازی (brain washing) کر کے اور انہیں

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأحکام، باب السمع والطاعة للإمام ما

لم تکن معصية، ۶: ۲۶۴۹، رقم: ۶۸۳۰

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء، ۳:

۱۴۶۹، رقم: ۱۸۴۰

شہادت اور جنت کے سبز باغ دکھا کر خود کش حملوں کے لیے تیار کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے خود کشی کرنے والے کے لیے جہنم کی دائمی سزا مقرر کی ہے۔ اللہ ﷻ نے ایسا کرنے والوں کے لیے حَرَمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ فرما کر ہمیشہ کے لیے جنت حرام فرما دی ہے۔ حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهِ جُرْحٌ، فَجَزَعَ فَأَخَذَ سِكِّينًا، فَحَزَّ بِهَا يَدَهُ فَمَا رَقًا لَدَّمُ حَتَّى مَاتَ. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: بَادَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ حَرَمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ. (۱)

”حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی زخمی ہو گیا۔ اس نے بے قرار ہو کر چھری لی اور اپنا زخمی ہاتھ کاٹ ڈالا۔ جس سے اس کا اتنا خون بہا کہ وہ مر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے خود فیصلہ کر کے میرے حکم پر سبقت کی ہے، لہذا میں نے اس پر جنت حرام کر دی۔“

اسی طرح صحیح بخاری (۲) کی ایک حدیث میں ذکر ہے کہ کسی غزوہ میں مسلمانوں

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، ۳: ۱۲۷۲، رقم: ۳۲۷۶

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإیمان، باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه وإن من قتل نفسه بشيء عذب به في النار، ۱: ۱۰۷، رقم: ۱۱۳

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۳: ۳۲۹، رقم: ۵۹۸۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب المغازی، باب غزوة خيبر، ۴: ۱۵۴۱، رقم: ۳۹۷۰

میں سے ایک شخص نے خوب بہادری سے جنگ کی، صحابہ کرام نے حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس کی شجاعت اور ہمت کا تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ نے علم نبوت سے انہیں آگاہ فرما دیا کہ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ (وہ شخص دوزخی ہے)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سن کر بہت حیران ہوئے۔ بالآخر جب اس شخص نے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے خودکشی کر لی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ خودکشی کرنے والا چاہے کتنا ہی بڑا جری اور بہادر اور مجاہد فی سبیل اللہ کیوں نہ ہو وہ ہرگز جنتی نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ کلام

مختصر یہ کہ اسلام اپنی تعلیمات اور افکار و نظریات (teachings and ideology) کے لحاظ سے کلیتاً امن و سلامتی، خیر و عافیت اور حفظ و امان کا دین ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک مسلمان اور مومن صرف وہی شخص ہے جو نہ صرف تمام انسانیت کے لئے پیکر امن و سلامتی اور باعث خیر و عافیت ہو بلکہ وہ امن و آشتی، تحمل و برداشت، بقاء باہمی اور احترام آدمیت جیسے اوصاف سے متصف بھی ہو۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جو خود بھی سراپا سلامتی ہے اور دوسروں کو بھی امن و سلامتی، محبت و رواداری، اعتدال و توازن اور صبر و تحمل کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کے برعکس اقامت و تمغیز دین اور اعلیٰ کلمۃ اللہ کے نام پر انتہا پسندی، نفرت و تعصب، افتراق و انتشار، جبر و تشدد اور ظلم و عدوان کا راستہ اختیار کرنے والے اور معصوم شہریوں کا خون بہانے والے لوگ چاہے ظاہراً اسلام کے کتنے ہی علم بردار کیوں نہ بنتے پھریں، ان کا دعویٰ اسلام ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتا۔

اسلام میں کسی انسانی جان کی قدر و قیمت اور حرمت کا اندازہ یہاں سے لگایا جا

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم قتل الإنسان

نفسہ، ۱۰۶: ۱، رقم: ۱۱۲

۳۔ ابن مندہ، الایمان، ۲: ۶۶۳، رقم: ۶۴۴

۴۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۱۶۹، رقم: ۴۵۹

سکتا ہے کہ اس نے بغیر کسی وجہ کے ایک فرد کے قتل کو بھی پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا ہے۔ قتلِ عمد کی سزا موت ہے۔ معصوم اور بے گناہ مسلمانوں کو قتل کرنے والوں کے لیے شدید اور دردناک عذاب کی وعید ہے۔ جب اسلام کسی ایک فرد کے قتل اور کسی ایک انسان کی جان کو تلف کرنے کی اجازت نہیں دیتا، تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ خودکش حملوں (suicide attacks)، بم دھماکوں (bomb blasts) اور target killings کے ذریعے ہزاروں شہریوں کے جان و مال کو تلف کرنے کی اجازت دے۔ لہذا جو لوگ نوجوانوں کو خون ریزی اور قتلِ عام (massacre) پر اکساتے ہیں اور جوان کے کہنے پر خودکش حملوں میں حصہ لیتے ہیں، دونوں نہ صرف اسلامی تعلیمات سے انحراف کے مرتکب ہوتے ہیں بلکہ دنیا و آخرت میں شدید عذابِ الہی کے حقدار ہیں اور اسلام جیسے پُر امن اور معتدل و متوازن دین کی بدنامی کا باعث بھی بن رہے ہیں۔

باب سوم

غیر مسلموں کے قتلِ عام اور
ایذا رسانی کی ممانعت

گزشتہ صفحات میں ہم نے آیات و احادیث کی روشنی میں یہ جان لیا ہے کہ اسلام دینِ اَمَن ہے اور یہ معاشرے میں رہنے والے تمام افراد کو، خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب اور رنگ و نسل سے ہو، جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی ضمانت عطا کرتا ہے۔ اس باب میں ہم یہ متحقق کریں گے کہ ایک اسلامی ریاست میں آباد غیر مسلم اقلیتوں کی عزت اور جان و مال کی حفاظت کرنا مسلمانوں پر بالعموم اور اسلامی ریاست پر بالخصوص فرض ہے۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہیں جو مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ اُن حقوق میں سے پہلا حق جو اسلامی حکومت اور اسلامی معاشرہ کی طرف سے انہیں حاصل ہے وہ حقِ حفاظت ہے، جو انہیں ہر قسم کے خارجی اور داخلی ظلم و زیادتی کے خلاف میسر ہوگا تاکہ وہ مکمل طور پر امن و سکون کی زندگی بسر کر سکیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر پوری نسلِ انسانی کو عزت، جان اور مال کا تحفظ فراہم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، إِلَى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ. (۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الحج، باب الخطبة أيام منی، ۲: ۶۲۰، رقم: ۱۶۵۴

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب القسامة والمحاربین والقصاص والديات، باب تغليظ تحريم الدماء والأعراض والأموال، ۳: ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، رقم: ۱۶۷۹

”بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس شہر میں (مقرر کی گئی) ہے۔ یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملو گے۔“

لہذا کسی بھی انسان کو ناحق قتل کرنا، اس کا مال لوٹنا اور اس کی عزت پر حملہ کرنا یا اس کی تذلیل کرنا دوسروں پر حرام ہے۔

۱۔ غیر مسلم شہریوں کے قتل کی ممانعت

اسلامی ریاست میں آباد غیر مسلم شہری کو قتل کرنا حرام ہے۔ کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی غیر مسلم شہری کو ناحق قتل کرے۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا. (۱)

”جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد (پھیلانے کی سزا) کے (بغیر، ناحق) قتل کر دیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا۔“

اس آیت کریمہ میں نَفْسًا کا لفظ عام ہے، لہذا اس کا اطلاق بھی عموم پر ہوگا۔ یعنی کسی ایک انسانی جان کا قتل ناحق - خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو، کوئی بھی زبان بولتا ہو اور دنیا کے کسی بھی ملک یا علاقے کا رہنے والا ہو - قطعاً حرام ہے اور اس کا گناہ اتنا ہی ہے جیسے پوری انسانیت کو قتل کرنے کا ہے۔ لہذا مسلم ریاست میں آباد غیر مسلم شہریوں کا قتل بھی اسی زمرے میں آئے گا۔ اس کی تصریح آگے آنے والی احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

غیر مسلم شہری کے قاتل پر جنت حرام ہے

۱۔ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا فِي غَيْرِ كُنْهِهِ، حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ. ^(۱)

”جو مسلمان کسی غیر مسلم شہری (معاہد) ^(۲) کو ناحق قتل کرے گا اللہ تعالیٰ اُس پر جنت حرام فرما دے گا۔“

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب القسامة، باب تعظیم قتل المعاهد، ۸:

۲۴، رقم: ۴۷۷۷

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الجہاد، باب في الوفاء للمعاهد وحرمة

ذمته، ۳: ۸۳، رقم: ۲۷۶۰

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۶، ۳۸، رقم: ۲۰۳۹۳، ۲۰۴۱۹

۴۔ دارمی، السنن، ۲: ۳۰۸، رقم: ۲۵۰۴

۵۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۲: ۱۵۴، رقم: ۲۶۳۱

امام حاکم نے فرمایا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(۲) حدیث میں معاہد کا لفظ استعمال کیا گیا جس سے مراد ایسے غیر مسلم شہری ہیں جو

معاہدے کے تحت اسلامی ریاست کے باسی ہوں، یا ایسے گروہ اور قوم کے افراد ہیں

جنہوں نے اسلامی ریاست کے ساتھ معاہدہ امن کیا ہو۔ اسی طرح جدید دور میں کسی

بھی مسلم ریاست کے شہری۔ جو اُس ریاست کے قانون کی پابندی کرتے ہوں اور

آئین کو مانتے ہوں۔ معاہد کے زمرے میں آئیں گے۔ جیسے پاکستان کی غیر مسلم

اقلیتیں جو آئین پاکستان کے تحت باقاعدہ شہری اور رجسٹرڈ ووٹر ہیں، پاکستان کے

آئین و قانون کو پاکستان کی مسلم اکثریت کی طرح تسلیم کرتے ہیں یہ سب معاہد

ہیں۔ پاکستان میں موجود دیگر غیر مسلم اقلیتیں تو مسلمان شہریوں کی طرح تقسیم ہند اور

قیام پاکستان کے وقت سے ہی اس مملکت کے شہری تھے اور ہیں۔ اس لیے جدید

تناظر میں معاہد کا ترجمہ ہم نے غیر مسلم شہری کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فیض القدیر

للمناوی، ۶: ۱۵۳)

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تَوْجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا. (۱)

”جس نے کسی غیر مسلم شہری (معاہد) کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک محسوس ہوتی ہے۔“

گویا کسی غیر مسلم کا ناحق قتل کرنے والا جنت کے قریب بھی نہیں جاسکے گا بلکہ اسے جنت سے چالیس برس کی مسافت سے بھی دور رکھا جائے گا۔

علامہ انور شاہ کشمیری فیض الباری میں اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ ﷺ: ”مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ“ وَمَنْحُ الْحَدِيثِ: إِنَّكَ أَيُّهَا الْمُخَاطَبُ قَدْ عَلِمْتَ مَا فِي قَتْلِ الْمُسْلِمِ مِنَ الْإِثْمِ، فَإِنَّ شَنَاعَتَهُ بَلَغَتْ مَبْلَغَ الْكُفْرِ، حَيْثُ أَوْجَبَ التَّخْلِيدَ. أَمَّا قَتْلُ مُعَاهِدٍ، فَأَيْضًا لَيْسَ بِهِيْنِ، فَإِنَّ قَاتِلَهُ أَيْضًا لَا يَجِدُ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ. (۲)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الجزية، باب إثم من قتل معاہداً بغير

جرم، ۳: ۱۱۵۵، رقم: ۲۹۹۵

۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الديات، باب من قتل معاہداً، ۲: ۸۹۶،

رقم: ۲۶۸۶

۳۔ بزار، المسند، ۶: ۳۶۸، رقم: ۲۳۸۳

(۲) انور شاہ کشمیری، فیض الباری علی صحیح البخاری، ۴: ۲۸۸

”آپ ﷺ کا فرمان ہے: ”جس نے کسی غیر مسلم شہری کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا۔“ اے مخاطب! حدیث کا لب لباب تجھے قتل مسلم کے گناہ کی سنگینی بتا رہا ہے کہ اس کی قباحت کفر تک پہنچا دیتی ہے جو جہنم میں خلود کا باعث بنتا ہے، جبکہ غیر مسلم شہری کو قتل کرنا بھی کوئی معمولی گناہ نہیں ہے۔ اسی طرح اس کا قاتل بھی جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا (جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنم میں ڈالا جائے گا)۔“

۲۔ غیر مسلم سفارت کاروں کے قتل کی ممانعت

اسلام قومی اور بین الاقوامی معاملات میں امن و رواداری کا درس دیتا ہے۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مطابق بدترین دشمن قوم کا سفارت کار بھی اگر سفارت کاری کے لیے آئے تو اس کا قتل حرام ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس کئی مواقع پر غیر مسلموں کے نمائندے آئے، لیکن آپ ﷺ نے ان سے ہمیشہ خود بھی حسن سلوک فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی یہی تعلیم دی۔ حتیٰ کہ نبوت کے جھوٹے دعوے دار میلہ کذاب کے نمائندے آئے جنہوں نے صریحاً اعتراف ارتداد کیا تھا لیکن آپ ﷺ ان کے سفارت کار ہونے کے باعث ان سے حسن سلوک سے پیش آئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنِّي كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ جَالِسًا إِذْ دَخَلَ هَذَا (عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَوَاحَةَ) وَرَجُلٌ وَافِدَيْنِ مِنْ عِنْدِ مُسَيْلَمَةَ. فَقَالَ لَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَتَشْهَدَانِ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ؟ فَقَالَا لَهُ: نَشْهَدُ أَنَّ مُسَيْلَمَةَ رَسُولُ اللَّهِ، فَقَالَ: آمَنْتُ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ، لَوْ كُنْتُ قَاتِلًا وَافِدًا لَقَتَلْتُكُمَا. (۱)

”میں حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب یہ شخص (عبد اللہ بن نواحہ) اور ایک اور آدمی مسیلہ (کذاب) کی طرف سے سفارت کار بن کر آئے تو انہیں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ انہوں نے (اپنے کفر و ارتداد پر اصرار کرتے ہوئے) کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ مسیلہ (معاذ اللہ) اللہ کا رسول ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے (کمال برداشت اور تحمل کی مثال قائم فرماتے ہوئے ارشاد) فرمایا: میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں۔ اگر میں سفارت کاروں کو قتل کرنے والا ہوتا تو تم دونوں کو قتل کر دیتا (مگر حضور ﷺ نے ایسا نہ کیا اور انہیں جان کی سلامتی دی)۔“

غور کیجئے کہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں مسیلہ کذاب کے پیروکاروں کے اعلانیہ کفر و ارتداد کے باوجود تحمل سے کام لیا گیا، کسی قسم کی سزا نہیں دی گئی، نہ ہی انہیں قید کیا گیا اور نہ ہی انہیں قتل کرنے کا حکم فرمایا گیا۔ صرف اس لیے کہ وہ سفارت کار (diplomats) تھے۔ مصنف عبد الرزاق اور مسند بزار میں رَسُولاً اور رُسُلًا کے الفاظ ہیں یعنی اکیلا سفارت کار ہو یا سفارتی عملہ ہو، ہر دو صورتوں میں ان کا قتل جائز نہیں ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے مندرجہ بالا ارشاد اور آپ کے عمل مبارک سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ غیر ملکی نمائندوں اور سفارت کاروں کی جان کی حفاظت کرنا سنت نبوی ﷺ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فَجَرَتْ سُنَّةٌ أَنْ لَا يُقْتَلَ الرَّسُولُ. (۱)

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۰۴، رقم: ۳۸۳۷

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۲۰۵، رقم: ۸۶۷۵

۴۔ أبو یعلیٰ، المسند، ۹: ۳۱، رقم: ۵۰۹۷

۵۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۵۴، رقم: ۴۳۷۸

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۹۰، رقم: ۳۷۰۸

”(اس عمل سے) سنت جاری ہوگئی کہ سفارت کار کو قتل نہ کیا جائے۔“

گویا حضور نبی اکرم ﷺ کے اس جملے نے سفارت کاروں کے احترام کا بین الاقوامی قانون وضع فرما دیا۔ اس حکم سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ وہ تمام عملہ جو کسی embassy میں سفارت کاری پر تعینات ہو اسی حسن سلوک کا حق دار ہے۔ اور اس کا قتل بھی از روئے حدیث حرام ہے۔ گزشتہ کئی سالوں سے پاکستان کے شورش زدہ علاقوں میں غیر ملکی سفارت کاروں اور انجینئرز کے اغوا اور قتل کے متعدد واقعات رونا ہوا ہو چکے ہیں جن کی ذمہ داری دہشت گرد قبول کرتے رہے ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ اسلام کے نام پر دہشت گردی کرنے والے حضور نبی اکرم ﷺ کی ان تعلیمات سے صریحاً انحراف برتنے کے باوجود خود کو ”مجاہدین اسلام“ سمجھتے ہیں۔

۳۔ غیر مسلم مذہبی رہنماؤں کے قتل کی ممانعت

جس طرح غیر مسلم سفارت کاروں کے قتل کو حرام قرار دیا گیا ہے اسی طرح غیر مسلموں کے مذہبی رہنماؤں کے قتل کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ جَيْوشَهُ قَالَ: لَا تَغْدِرُوا وَلَا تَغْلُوا وَلَا تُمَثِّلُوا وَلَا تَقْتُلُوا الْوِلْدَانَ وَلَا أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ.^(۱)

”حضور نبی اکرم ﷺ جب اپنے لشکروں کو روانہ کرتے تو حکم فرماتے: غداری نہ کرنا، دھوکا نہ دینا، نعشوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور بچوں اور پادریوں کو قتل نہ کرنا۔“

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۳۰، رقم: ۲۷۲۸

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۴۸۴، رقم: ۳۳۱۳۲

۳۔ أبو یعلیٰ، المسند، ۴: ۴۲۲، رقم: ۲۵۴۹

۴۔ ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ۱: ۲۸۱

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی قوم کے مذہبی رہنماؤں کا قتل عام حالات کے علاوہ دورانِ جنگ بھی جائز نہیں ہے۔

۴۔ مسلم اور غیر مسلم کا قصاص اور دیت برابر ہے

اسلام نے کسی بھی شخص (مسلم یا غیر مسلم) کو ناحق قتل کرنے والے قاتل پر قصاص لازم کیا ہے۔ جبکہ قتل خطاء یعنی غلطی سے قتل ہو جانے کی صورت میں دیت (monetary compensation) کی ادائیگی کو واجب قرار دیا ہے۔

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ^(۱)

”اور تمہارے لیے قصاص (یعنی خون کا بدلہ لینے) میں ہی زندگی (کی ضمانت) ہے اے عقلمند لوگو! تاکہ تم (خونریزی اور بربادی سے) بچو۔“

۲۔ قتل خطاء کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا^(۲)

”جس نے کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کر دیا تو (اس پر) ایک مسلمان غلام یا باندی کا آزاد کرنا اور خون بہا (کا ادا کرنا) جو مقتول کے گھر والوں کے سپرد کیا جائے (لازم ہے) مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں۔“

پہلی آیت مبارکہ میں حکم قصاص یعنی قاتل کو جرم قتل کی سزا میں قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس پر پوری امت کا اجماع ہے کہ قاتل (ناحق قتل کرنے والے) کو قصاص

(۱) البقرة، ۲: ۱۷۹

(۲) النساء، ۴: ۹۲

میں قتل کیا جائے سوائے اس کے کہ مقتول کے ورثا قاتل کو معاف کر دیں۔

دوسری آیت میں دیت کا ذکر ہے۔ اگر قتل خطا ہو جائے یعنی غیر ارادی طور پر غلطی سے کوئی شخص کسی کو قتل کر دے تو قاتل پر دیت (خون بہا؛ monetary compensation) لازم ہوگی۔

۱۔ حضرت عبدالرحمن بن بیلمانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَرَفَعَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَنَا أَحَقُّ مَنْ وَفَى بِذِمَّتِهِ، ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَقُتِلَ. (۱)

”ایک مسلمان نے اہل کتاب میں سے ایک آدمی کو قتل کر دیا، وہ مقدمہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق ادا کرنے کا سب سے زیادہ ذمہ دار ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے (بطور قصاص مسلمان قاتل کو قتل کیے جانے کا) حکم دیا اور اُسے قتل کر دیا گیا۔“

۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے قصاص اور دیت کی یوں وضاحت فرمائی:

مَنْ أُصِيبَ بِقَتْلِ أَوْ خَبْلِ، فَإِنَّهُ يَخْتَارُ إِحْدَى ثَلَاثٍ: إِمَّا أَنْ يَقْتَصَّ، وَإِمَّا أَنْ يَعْفُو، وَإِمَّا أَنْ يَأْخُذَ الدِّيَّةَ. فَإِنْ أَرَادَ الرَّابِعَةَ فَخُذُوا عَلَى

(۱) ۱۔ شافعی، المسند: ۳۴۳

۲۔ أبو نعیم، مسند أبي حنيفة: ۱۰۴

۳۔ شیبانی، المبسوط، ۴: ۲۸۸

۴۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۸: ۳۰، رقم: ۱۵۶۹۶

يَدِيْهِ ﴿فَمِنْ اَعْتَدَىْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾. (۱)

”جس کا کوئی عزیز قتل کر دیا جائے یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیا جائے تو اسے تین میں سے ایک چیز کا اختیار ہے: چاہے قصاص لے، چاہے معاف کر دے اور چاہے تو دیت وصول کر لے۔ اگر وہ کسی چوتھی چیز کا ارادہ کرے تو اس کے ہاتھ پکڑ لو ﴿اور جو اس کے بعد بھی زیادتی کرے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے﴾۔“

ان احادیث مبارکہ کے عمومی بیان سے معلوم ہوا کہ اسلام نے مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں کو بھی قصاص اور دیت میں مسلمانوں کے برابر حیثیت دی ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت علیؑ نے فرمایا:

اِذَا قَتَلَ الْمُسْلِمُ النَّصْرَانِيَّ قُتِلَ بِهِ. (۲)

”اگر کسی مسلمان نے عیسائی کو قتل کیا تو وہ مسلمان قصاصاً قتل کیا جائے گا۔“

حضور نبی اکرم ﷺ نے غیر مسلموں کو دیت (monetary compensation) میں مساوی حقوق دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

دِيَّةُ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ وَكُلِّ ذِمِّيِّ مِثْلُ دِيَّةِ الْمُسْلِمِ. (۳)

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب الدیۃ، باب الإمام یأمر بالعفو فی الدم، ۴:

۱۶۹، رقم: ۴۴۹۶

۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۸۶، رقم: ۱۸۴۵۳

(۲) ۱۔ شیبانی، الحجۃ، ۴: ۳۴۹

۲۔ شافعی، الأم، ۷: ۳۲۰

(۳) ۱۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۹۷-۹۸

۲۔ ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ۲: ۳۱۰

”یہودی، عیسائی اور ہر غیر مسلم شہری کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔“

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے:

دِيَّةُ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ وَالْمَجُوسِيِّ مِثْلُ دِيَّةِ الْحَرِّ الْمُسْلِمِ. ^(۱)

”(پُر امن) یہودی، عیسائی اور مجوسی کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔“

امام ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں:

إِنَّ دِيَّةَ الْمُعَاهِدِ فِي عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رضی اللہ عنہم مِثْلُ دِيَّةِ الْحَرِّ الْمُسْلِمِ. ^(۲)

”بے شک سیدنا ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ادوار میں غیر مسلم شہری کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے برابر تھی۔“

احناف کا موقف یہ ہے کہ مسلمان کو غیر مسلم شہری کے قتل کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور یہ کتاب و سنت کی اُن نصوص کے عموم کی وجہ سے ہے جو قصاص کو واجب کرتی ہیں اور دونوں (مسلمان اور غیر مسلم شہری) کے خون کی دائمی عصمت میں برابر ہونے کی وجہ سے اور اس موقف پر امام نخعی، ابن ابی لیلیٰ، شععی اور عثمان البتی نے بھی احناف کی موافقت اختیار کی ہے۔

یہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمان اقدس سے ایک اشکال وارد ہو سکتا ہے:

(۱) ۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۴۰۷، رقم: ۲۷۴۲۸

۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۹۵، ۹۷، ۹۹

(۲) ۱۔ شیبانی، الحجۃ، ۴: ۳۵۱

۲۔ شافعی، الأم، ۷: ۳۲۱

وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِنَافِرٍ. ^(۱)

”اور غیر مسلم کے بدلے مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔“

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا مطلب کیا ہوا؟ ائمہ کرام نے اس کی وضاحت یوں کی ہے کہ یہاں غیر مسلم سے مراد پُر امن شہری نہیں بلکہ صرف حربی (جنگجو) غیر مسلم مراد ہے جو میدانِ جنگ میں لڑتے ہوئے مارا جاتا ہے، اس پر کوئی قصاص نہیں ہوگا۔ یہ قانون دنیا کے تمام ممالک کے قوانینِ جنگ میں یکساں ہے، اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔

امام جصاص بیان کرتے ہیں: اس حدیث مبارکہ میں غیر مسلم سے مراد صرف حربی غیر مسلم ہے، اسلامی ریاست کی شہریت رکھنے والا غیر مسلم یا غیر اسلامی ریاست کا پُر امن غیر مسلم مراد نہیں ہے۔ یہ تطبیق متفقہ ہے۔ ^(۲)

۵۔ ایک غیر مسلم کے ظلم کا بدلہ دوسروں سے لینے کی ممانعت

قرآن و حدیث کے مطابق ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ جس نے ظلم کیا حسبِ دستور بدلہ اور سزا کا وہی مستحق ہے، اس کے بدلے میں کوئی دوسرا نہیں۔ اس کے جرم کی سزا اس کے اہل و عیال، دوستوں یا اس کی قوم کے دیگر افراد کو نہیں دی جا سکتی۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ ^(۳)

(۱) بخاری، الصحيح، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، ۱: ۵۳، رقم: ۱۱۱

(۲) جصاص، أحكام القرآن، باب قتل المسلم الکافر: ۱۴۰-۱۴۴

(۳) الأنعام، ۶: ۱۶۴

”اور ہر شخص جو بھی (گناہ) کرتا ہے (اس کا وبال) اسی پر ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر تمہیں اپنے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے پھر وہ تمہیں ان (باتوں کی حقیقت) سے آگاہ فرما دے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے“

اسلام اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ پر امن شہریوں کو دوسرے ظالم افراد کے ظلم کے عوض سزا دے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لَا يُؤْخَذُ مِنْهُمْ رَجُلٌ بِظُلْمٍ آخَرَ. (۱)

”کسی امن پسند غیر مسلم شہری کو دوسرے غیر مسلم افراد کے ظلم کے عوض کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔“

لہذا ایسے دہشت گرد افراد جو انتقاماً دوسری مخالف قوم کے بے گناہ افراد کو قتل کریں، ان کا مال لوٹیں اور ان کی املاک تباہ کریں، وہ صریحاً قرآنی آیات اور ارشادات نبوی ﷺ کی مخالفت کرنے والے ہیں۔

۶۔ غیر مسلم شہریوں کا مال لوٹنے کی ممانعت

اسلام نے دوسروں کا مال لوٹنا بھی حرام قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَامِ لِنَتَّكِلُوا
فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (۲)

”اور تم ایک دوسرے کے مال آپس میں ناحق نہ کھایا کرو اور نہ مال کو (بطور

(۱) ۱۔ أبو یوسف، الخراج: ۷۸

۲۔ بلاذری، فتوح البلدان: ۹۰

(۲) البقرہ، ۲: ۱۸۸

رشوت) حاکموں تک پہنچایا کرو کہ یوں لوگوں کے مال کا کچھ حصہ تم (بھی) ناجائز طریقے سے کھا سکو حالاں کہ تمہارے علم میں ہو (کہ یہ گناہ ہے) ○“

حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی دوسروں کے مال کو لوٹنا حرام قرار دیا ہے۔

إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ. (۱)

”بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں۔“

غیر مسلم شہریوں کی جانوں کی طرح ان کے اموال کی حفاظت بھی اسلامی ریاست پر لازم ہے۔ ہر دور میں جمیع مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا ہے۔

امام ابو عبید قاسم بن سلام، ابن زنجویہ، ابن سعد اور امام ابو یوسف نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کے معاہدے کی یہ شق نقل کی ہے:

ولنجران وحاشيتها جوار الله وذمة محمد رسول الله ﷺ، على أموالهم وأنفسهم وأرضهم وملتهم، وغائبهم وشاهدهم، وعشيرتهم وبيعهم، وكل ما تحت أيديهم من قليل أو كثير. (۲)

”اللہ اور اللہ کے رسول محمد ﷺ اہل نجران اور ان کے حلیفوں کے لیے ان کے مالوں، ان کی جانوں، ان کی زمینوں، ان کے دین، ان کے غیر موجود و موجود

(۱) بخاری، الصحيح، کتاب الحج، باب الخطبة أيام منى، ۲: ۶۲۰، رقم: ۱۶۵۴

(۲) ۱۔ ابو یوسف، کتاب الخراج: ۷۸

۲۔ ابو عبید قاسم، کتاب الأموال: ۲۴۴، ۲۴۵، رقم: ۵۰۳

۳۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۱: ۲۸۸، ۳۵۸

۴۔ ابن زنجویہ، کتاب الأموال: ۴۴۹، ۴۵۰، رقم: ۷۳۲

۵۔ بلاذری، فتوح البلدان: ۹۰

افراد، ان کے خاندان کے افراد، ان کی عبادت گاہوں اور جو کچھ بھی ان کے ہاتھوں میں ہے، تھوڑا یا زیادہ، ہر شے کی حفاظت کے ضامن اور ذمہ دار ہیں۔“

حضرت عمرؓ نے شام کے گورنر حضرت ابوعبیدہؓ کو جو فرمان لکھا تھا اس میں منجملہ دیگر احکام کے یہ بھی درج تھا:

وَأَمْنَعِ الْمُسْلِمِينَ مِنْ ظُلْمِهِمْ وَالْإِضْرَارِ بِهِمْ وَأَكْلِ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا بِحِلَّيْهَا. (۱)

”(تم بحیثیت گورنر شام) مسلمانوں کو ان غیر مسلم شہریوں پر ظلم کرنے، انہیں ضرر پہنچانے اور ناجائز طریقہ سے ان کا مال کھانے سے سختی کے ساتھ منع کرو۔“
حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا بَذَلُوا الْجَزِيَّةَ لَتَكُونَ دِمَاؤُهُمْ كَدِمَائِنَا وَأَمْوَالُهُمْ كَأَمْوَالِنَا. (۲)

”غیر مسلم شہری ٹیکس اس لئے ادا کرتے ہیں کہ ان کے خون ہمارے خون کی طرح اور ان کے مال ہمارے اموال کے برابر محفوظ ہو جائیں۔“

اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے جان و مال کی حفاظت کا اس قدر اہتمام کیا گیا ہے کہ ان کے اموال کی حفاظت اتنی ہی ضروری ہے جتنی مسلمانوں کے اموال کی حتیٰ کہ اگر کوئی مسلمان ان کی شراب یا خنزیر کو تلف کر دے تو اس پر بھی جرمانہ لازم آئے گا۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ”الدر المختار“ میں ہے:

(۱) أبو یوسف، کتاب الخراج: ۱۵۲

(۲) ۱- ابن قدامہ، المغنی، ۹: ۱۸۱

۲- زیلعی، نصب الراية، ۳: ۳۸۱

وَيُضْمَنُ الْمُسْلِمُ قِيَمَةَ خَمْرِهِ وَخِنْزِيرِهِ إِذَا أَتْلَفَهُ. (۱)

”غیر مسلم شہری کی شراب اور اس کے خنزیر کو تلف کرنے کی صورت میں مسلمان اس کی قیمت بطور تاوان ادا کرے گا۔“

غیر مسلم شہری کا مال چرانے والے پر بھی اسلامی حد کا نفاذ ہوگا

اسلام نے مال کی چوری کو حرام قرار دیا ہے اور اس پر نہایت سخت سزا مقرر کی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں قریش کی ایک مخزومی عورت نے چوری کی تو آپ ﷺ نے اس پر حد جاری کرنے کا حکم فرمایا۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے اس کی سفارش کرنا چاہی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اُس پر بھی حد جاری کی جاتی۔ (۲)

۱۔ امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں:

فإن مال الذمی والمعاهد والمرتد فی هذا کمال المسلم. (۳)

”یقیناً غیر مسلم شہری، معاهد اور مرتد کا مال بھی اس اعتبار سے مسلمان کے مال ہی کی طرح ہے۔“

۲۔ امام ابن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ غیر مسلم شہری کا مال چوری کرنے والے پر

(۱) ۱۔ حصکفی، الدرالمختار، ۲: ۲۲۳

۲۔ شامی، رد المحتار، ۳: ۲۷۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الانبیاء، باب حدیث الغار، ۳: ۱۲۸۲،

رقم: ۳۲۸۸

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الحدود، باب قطع السارق الشریف

وغیره والنهی عن الشفاعة فی الحدود، ۳: ۱۳۱۵، رقم: ۱۶۸۸

(۳) نووی، شرح صحیح مسلم، ۴: ۱۲

- اُسی طرح حد عائد ہوگی جس طرح مسلمان کا مال چوری کرنے والے پر ہوتی ہے۔^(۱)
- ۳۔ علامہ ابن حزم بیان کرتے ہیں کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ غیر مسلم شہری کا مال چوری کرنے پر بھی مسلمان پر حد جاری کی جائے گی۔^(۲)
- ۴۔ علامہ ابن رشد کہتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم شہری کا مال چرائے تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔^(۳)

مال کے حکم حفاظت میں بھی مسلم اور غیر مسلم شہری برابر ہیں۔ اگر کسی مسلمان نے غیر مسلم شہری کا مال چوری کیا تو اس پر حد نافذ ہوگی اور اگر کسی نے غیر مسلم شہری کا مال غصب کیا تو اس پر تعزیر نافذ ہوگی۔ اسلام میں غیر مسلم شہریوں کے اموال کی حفاظت کا اس قدر لحاظ رکھا گیا ہے کہ غیر مسلم شہریوں کی ہر اس چیز کی حفاظت کی جائے گی جسے وہ مال میں شمار کرتے ہوں اگرچہ مسلمانوں کے نزدیک وہ مال کے زمرے میں نہ آتی ہو۔ جیسا کہ شراب اور خنزیر مسلمانوں کے لیے قابلِ حیثیت مال نہیں۔ لہذا اگر کوئی شخص مسلمان کی شراب ضائع کر دے تو اس پر کوئی سزا اور تعزیر نہیں ہے۔ اس کے برعکس اگر کسی مسلمان نے غیر مسلم کی شراب اور خنزیر کو نقصان پہنچایا تو اس سے ان کی قیمت تاوان کے طور پر لی جائے گی کیونکہ یہ دونوں چیزیں اس غیر مسلم کے نزدیک مال متصور ہوتی ہیں۔

۷۔ غیر مسلم شہریوں کی تذلیل کی ممانعت

اسلام میں جیسے مسلمان کی عزت و آبرو کی تذلیل حرام ہے ویسے ہی غیر مسلم شہری کی عزت کو پامال کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ کسی مسلمان کو اجازت نہیں کہ وہ کسی غیر مسلم شہری کو گالی گلوچ کرے، اس پر تہمت لگائے، اس کی طرف جھوٹی بات منسوب کرے

(۱) ابن قدامہ، المغنی، ۹: ۱۱۲

(۲) ابن حزم، المحلی، ۱۰: ۳۵۱

(۳) ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ۲: ۲۹۹

یا اس کی غیبت کرے۔ اسلام کسی مسلمان کو اس امر کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی غیر مسلم شہری کے ایسے عیب کا تذکرہ کرے جس کا تعلق اس کی ذات، اس کے حسب و نسب یا اس کے جسمانی و اخلاقی عیب سے ہو۔

ایک دفعہ گورنر مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کے بیٹے نے ایک غیر مسلم کو ناحق سزا دی۔ خلیفہ وقت امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کے پاس جب اس کی شکایت کی گئی تو انہوں نے سرعام گورنر مصر کے بیٹے کو اس غیر مسلم مصری سے سزا دلوائی اور ساتھ ہی وہ تاریخی جملہ ادا فرمایا جو بعض محققین کے نزدیک انقلابِ فرانس کی جد و جہد میں روح رواں بنا۔ آپ نے گورنر مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کے بیٹے سے فرمایا:

مَتَى اسْتَعْبَدْتُمُ النَّاسَ وَقَدْ وَلَدْتَهُمْ أُمَمَاتُهُمْ أَحْرَارًا؟^(۱)

”تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام سمجھ لیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جناتھا؟“

غیر مسلم شہری کو زبان یا ہاتھ پاؤں سے تکلیف پہنچانا، اس کو گالی دینا، مارنا پیٹنا یا اس کی غیبت کرنا اسی طرح ناجائز اور حرام ہے جس طرح مسلمان کے حق میں ناجائز اور حرام ہے۔ ”الدر المختار“ میں یہ اصول بیان ہوا ہے کہ:

وَيَجِبُ كَفُّ الْأَذَى عَنْهُ وَتَحْرُمُ غَيْبَتُهُ كَالْمُسْلِمِ.^(۲)

”غیر مسلم کو اذیت سے محفوظ رکھنا واجب ہے اور اس کی غیبت کرنا بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح مسلمان کی غیبت کرنا۔“

غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے بارے میں مالکی فقیہ امام شہاب الدین القرانی

(۱) ہندی، کنز العمال، ۲: ۴۵۵

(۲) ۱- حصکفی، الدر المختار، ۲: ۲۲۳

۲- ابن عابدین شامی، رد المحتار، ۳: ۲۷۳، ۲۷۴

اپنی کتاب ”الفروق“ میں کہتے ہیں:

إِنْ عَقَدَ الذِّمَّةُ يُوْجِبُ لَهُمْ حَقُّوْقًا عَلَيْنَا، لِأَنَّهُمْ فِي جَوَارِنَا وَفِي خَفَارَتِنَا (حمایتنا) وَذِمَّتِنَا وَذِمَّةُ اللَّهِ تَعَالَى، وَذِمَّةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَدِينِ الْإِسْلَامِ، فَمَنْ اعْتَدَى عَلَيْهِمْ وَلَوْ بِكَلِمَةٍ سَوْءٍ أَوْ غِيْبَةٍ، فَقَدْ ضَيَّعَ ذِمَّةَ اللَّهِ، وَذِمَّةَ رَسُولِهِ ﷺ، وَذِمَّةَ دِينِ الْإِسْلَامِ. (۱)

”غیر مسلم شہری کا معاہدہ ہم پر ان کے حقوق ثابت کرتا ہے کیونکہ وہ ہمارے پڑوس میں، ہماری حفاظت میں، ہمارے ذمہ میں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور دین اسلام کی امان میں رہتے ہیں۔ پس جس نے ان پر زیادتی کی، چاہے بری بات سے ہو یا غیبت کے ذریعے ہی کی ہو، تو اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور دین اسلام کی ضمانت کو ضائع کیا (یعنی حق اور فرض ادا نہ کیا اور گناہ کا مرتکب ہوا)۔“

علامہ ابن عابدین شامی غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے بارے میں لکھتے ہیں:

لأنه بعقد الذمة وجب له ما لنا، فإذا حرمت غيبة المسلم حرمت غيبته، بل قالوا: إن ظلم الذمي أشد. (۲)

”عقدِ ذمہ کی وجہ سے غیر مسلم کے وہی حقوق لازم ہیں جو ہمارے ہیں۔ جب مسلمان کی غیبت حرام ہے تو اس کی غیبت بھی حرام ہے بلکہ علماء نے کہا کہ غیر مسلم اقلیت پر ظلم کرنا مسلمان کے مقابلے میں بڑا سخت گناہ ہے۔“

امام کاسانی نے اپنی کتاب ”بدائع الصنائع“ میں مسلموں اور غیر مسلموں کے حقوق کو مساوی قرار دیا ہے:

(۱) قرافی، الفروق، ۳: ۱۴

(۲) ابن عابدین شامی، رد المحتار، ۳: ۲۷۳، ۲۷۴

لہم ما لنا وعليہم ما علينا۔^(۱)

”غیر مسلم شہریوں کو وہی حقوق حاصل ہیں جو ہمیں (مسلمانوں) کو حاصل ہیں اور ان کی وہی ذمہ داریاں ہیں جو ہماری ہیں۔“

درج بالا آثار و اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلم شہریوں کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔

حضور ﷺ کی طرف سے مظلوم غیر مسلم شہری کی وکالت کا اعلان

حضور سرور کائنات ﷺ نے غیر مسلم شہریوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ غیر مسلم شہریوں کو ظلم و زیادتی سے تحفظ کی ضمانت دے۔ اگر اسلامی ریاست میں کسی غیر مسلم شہری پر ظلم ہو اور ریاست اسے انصاف نہ دلا سکے تو آپ ﷺ نے قیامت کے روز ایسے مظلوم لوگوں کا وکیل بن کر انہیں ان کا حق دلوانے کا اعلان فرمایا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا، أَوْ انْتَقَصَهُ، أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِبِّ نَفْسٍ، فَأَنَا حَاجِبُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔^(۲)

(۱) کاسانی، بدائع الصنائع، ۷: ۱۱۱

(۲) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب الخراج والفي والإمارة، باب في تعشير

أهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارات، ۳: ۱۷۰، رقم: ۳۰۵۲

۲۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۹: ۲۰۵، رقم: ۱۸۵۱۱

۳۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۷: ۷، رقم: ۳۵۵۸

۴۔ عجلونی نے ”کشف الخفاء (۲: ۳۴۲)“ میں کہا ہے کہ اس

حدیث کی سند حسن ہے۔

”خبردار! جس نے کسی غیر مسلم شہری پر ظلم کیا یا اُس کا حق مارا یا اس پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالا یا اُس کی دلی رضامندی کے بغیر کوئی چیز اُس سے چھین لی تو قیامت کے دن میں اُس کی طرف سے جھگڑا کروں گا۔“

فرمان رسالت مآب ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان معاشرہ غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے تحفظ کا ضامن بن جائے اور اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں ہرگز تساہل نہ کرے۔

۷۔ غیر مسلم شہریوں کا اندرونی و بیرونی جارحیت سے تحفظ

اسلامی قوانین کے مطابق ریاست کے فرائض میں سے ہے کہ وہ تمام غیر مسلم شہریوں کو ہر قسم کا تحفظ فراہم کرے۔ کوئی بھی فرد خواہ کسی قوم، مذہب یا ریاست سے تعلق رکھتا ہو اگر وہ کسی غیر مسلم شہری پر جارحیت کرے اور اس پر ظلم و تعدی کا مرتکب ہو تو ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ بلا امتیازِ مذہب اپنے شہری کو تحفظ فراہم کرے، چاہے اس سلسلے میں اسے جارحیت کرنے والے سے جنگ کرنی پڑے۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَآخِذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَیْسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝^(۱)

”اور ہم نے (بقیہ سب) لوگوں کو جو (عملاً یا سکوتاً) ظلم کرتے تھے نہایت برے عذاب میں پکڑ لیا اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کر رہے تھے ۝“

قرآن مجید دوسروں پر ظلم کرنے پر سخت عذاب کی وعید سناتا ہے جبکہ حرام کا ارتکاب کرنے پر سخت ترین عذاب کی وعید سناتا ہے۔ پس دوسروں پر ظلم حرام ہے اگرچہ وہ اہل ذمہ یا ان کے علاوہ دوسرے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔

(۱) غیر مسلم شہریوں کی اندرونی ظلم و تعدی سے حفاظت

غیر مسلم شہریوں کی اندرونی ظلم و زیادتی سے حفاظت کو بھی اسلام بڑی تاکید کے ساتھ لازم اور واجب قرار دیتا ہے۔ اسلام کسی مسلمان کے ہاتھوں غیر مسلم شہریوں کے ساتھ کسی قسم کی ظلم و زیادتی کو ہرگز برداشت نہیں کرتا خواہ اس ظلم و اذیت کا تعلق ہاتھ سے ہو یا زبان سے۔

ظلم کی قباحت و حرمت پر اور دنیا و آخرت میں اس کے دردناک انجام پر کثرت کے ساتھ آیات اور احادیث موجود ہیں، خاص طور پر غیر مسلم شہریوں کے ساتھ ظلم و زیادتی کی ممانعت پر تو خصوصی ارشادات گرامی وارد ہوئے ہیں۔

سنن ابی داؤد میں مروی ایک حدیث مبارکہ پہلے بیان کی جا چکی ہے، جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے روزِ قیامت مظلوم کی طرف سے وکیل ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ اسی مضمون کی ایک اور حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ آذَى ذِمِّيًّا فَأَنَا خَصْمُهُ، وَمَنْ كُنْتُ خَصْمُهُ خَصْمْتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۱)

”جس نے کسی غیر مسلم شہری کو تکلیف پہنچائی تو میں اس کا وکیل ہوں گا اور جس کا میں فریق ہوں گا تو قیامت کے دن اس پر غالب آ جاؤں گا۔“

(۲) غیر مسلم شہریوں کی بیرونی جارحیت سے حفاظت

غیر مسلم شہریوں کو بیرونی جارحیت سے بچانے کے حوالے سے حکومتِ وقت پر

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی نے اسے ”تاریخ بغداد (۸: ۳۷۰)“ میں اسناد

حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۲۔ عینی، عمدة القاری، ۱۵: ۸۹

وہ سب کچھ واجب ہے جو مسلمانوں کے لئے اس پر لازم ہے۔ چونکہ حکومت کے پاس قانونی و سیاسی طور پر غلبہ و اقتدار بھی ہوتا ہے اور عسکری و فوجی قوت بھی، اس لئے اس پر لازم ہے کہ وہ ان کی مکمل حفاظت کا اہتمام کرے۔

۱۔ امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰؑ فرماتے ہیں:

”إِنَّمَا بِذَلُولِ الْجَزِيَّةِ لَتَكُونَ دِمَاؤُهُمْ كَدِمَائِنَا وَأَمْوَالُهُمْ كَأَمْوَالِنَا.“^(۱)
 ”بے شک یہ غیر مسلم شہری اس لئے ٹیکس دیتے ہیں کہ ان کے مال ہمارے مال کی طرح اور ان کے خون ہمارے خون کی طرح محفوظ ہو جائیں۔“

۲۔ حنابلہ کی کتب میں سے ایک کتاب ”مطالب أولى النهی“ میں ہے:
 ”حکومت کا فرض ہے کہ وہ غیر مسلم شہریوں کو مسلم ریاست میں رہنے کی وجہ سے ہر قسم کی اذیت و تکلیف سے مکمل تحفظ فراہم کرے۔“^(۲)

۳۔ اگر اسلامی ریاست میں موجود غیر مسلم شہریوں پر کوئی باہر سے حملہ آور ہو اور انہیں پکڑنے، مارنے یا اذیت دینے کی کوشش کرے تو اس صورت میں اسلامی ریاست پر لازم ہے کہ ان کا تحفظ کرے۔ امام قرافی المالکی اپنی کتاب ”الفروق“ میں علامہ ابن حزم کا قول نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اپنی کتاب ”مراتب الاجماع“ میں بیان کیا ہے کہ

وَجِبَ عَلَيْنَا أَنْ نَخْرُجَ لِقَتَالِهِمْ بِالْكَرَاعِ وَالسَّلَاحِ، وَنَمُوتَ دُونَ ذَلِكَ.^(۳)

”ہماری اسلامی ریاست پر لازم ہے کہ وہ اسلحہ اور لشکر کے ساتھ غیر مسلم

(۱) ۱۔ ابن قدامہ، المغنی، ۹: ۱۸۱

۲۔ زیلعی، نصب الرایۃ، ۳: ۳۸۱

(۲) مصطفیٰ بن سعد، مطالب أولى النهی، ۲: ۶۰۲، ۶۰۳

(۳) قرافی، الفرق، ۳: ۱۴، ۱۵

شہریوں کی حفاظت کے لیے جنگ کرے خواہ حملہ آوروں کے ساتھ لڑتے لڑتے اس کے کئی سپاہی جان ہی کیوں نہ دے بیٹھیں۔“

علامہ ابن تیمیہ کا موقف بھی یہی ہے۔ جب تاتاریوں نے ملک شام پر قبضہ کر لیا تو علامہ ابن تیمیہ قیدیوں کی رہائی کے لئے ”قطلو شاہ“ کے پاس گئے۔ تاتاری قیادت نے مسلمان قیدیوں کو رہا کرنے پر تو آمادگی ظاہر کی مگر غیر مسلم شہریوں کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ نے کہا: ہم اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ یہود و نصاریٰ میں سے بھی تمام قیدی آزاد نہ کیے جائیں۔ وہ ہمارے ہی غیر مسلم شہری ہیں اور ہم کسی بھی قیدی کو قید کی حالت میں نہیں چھوڑیں گے خواہ وہ غیر مسلم آبادی سے تعلق رکھتا ہو یا مسلم آبادی سے۔ جب اس نے اپنے موقف پر ان کا اصرار اور شدت دیکھی تو ان کی خاطر تمام مسلم و غیر مسلم قیدیوں کو آزاد کر دیا۔

آیات قرآنی، احادیثِ مقدسہ اور فقہائے اُمت کے اقوال کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کو یہ حق حاصل نہیں کہ کسی غیر مسلم شہری کو محض اس کے غیر مسلم ہونے کی بنا پر قتل کر دے یا اس کا مال لوٹے یا اس کی عزت پامال کرے۔ اسلام غیر مسلم شہریوں کو نہ صرف ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے بلکہ ان کی عبادت گاہوں کو بھی تحفظ فراہم کرتا ہے۔

باب چہارم

دورانِ جنگ غیر مسلموں کے
قتلِ عام اور دہشت گردی کی ممانعت

اسلام کے جنگی قوانین کے مطابق غیر جانب دار افراد یا ممالک کے ساتھ جنگ نہیں کی جائے گی، خواہ ان کے ساتھ نظریاتی اختلاف کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ اسلام نے ایسے غیر جانب دار لوگوں کے ساتھ پُر امن رہنے کا حکم دیا ہے کیونکہ اسلام خواہ مخواہ جنگ یا تصادم کو پسند نہیں کرتا۔ وہ ہر انسانی جان کا احترام کرتا ہے اور انسانی خون کی حرمت کی پاسداری کا ہر سطح پر پورا پورا اہتمام کرتا ہے۔

۱۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوْمِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۖ إِعْدِلُوا ۖ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ (۱)

”اے ایمان والو! اللہ کے لیے مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے انصاف پر مبنی گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی سخت دشمنی (بھی) تمہیں اس بات پر برا بیچتہ نہ کرے کہ تم (اس سے) عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو (کہ) وہ پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے، اور اللہ سے ڈرا کرو! بے شک اللہ تمہارے کاموں سے خوب آگاہ ہے۔“

اس آیت میں کسی قوم کی دشمنی (hostility) کے باوجود اس کے ساتھ طرزِ عمل میں ظلم کرنے یا حد سے تجاوز کرنے کی ممانعت ہے جیسا کہ امام قرطبی نے ابو عبیدہ اور فراء کے حوالے سے اس کا معنی بیان کیا ہے:

معنی ﴿لَا يَجْرِمَنَّكُمْ﴾ اے لا یکسبنکم بغض قوم ان تعتدوا الحق
إلى الباطل، والعدل إلى الظلم۔^(۱)

”لَا يَجْرِمَنَّكُمْ کا معنی یہ ہے کہ کسی قوم کا بغض و عداوت تم سے یہ کام نہ کروا
سکے کہ تم حق سے باطل اور عدل سے ظلم کی طرف تجاوز کرو۔“

۲۔ اسی طرح بلا امتیاز قتل عام کی ممانعت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِّنْ
دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿۲﴾
”اللہ تمہیں اس بات سے منع نہیں فرماتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین (کے
بارے) میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے (یعنی وطن سے)
نکالا ہے کہ تم ان سے بھلائی کا سلوک کرو اور اُن سے عدل و انصاف کا برتاؤ
کرو، بے شک اللہ عدل و انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے“

دہشت گرد بلا امتیاز مذہب و جنس - خودکش حملوں، بم دھماکوں اور دیگر ذرائع
سے - انسانیت کے قتل عام کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی دلیل - جس
بناء پر وہ ایسا کرنا جائز سمجھتے ہیں - مسلمان ممالک پر غیر مسلم فوجوں اور طاقتوں کا قبضہ اور
وہاں کے مسلمانوں پر زبردستی جنگ مسلط کیا جانا ہے۔

اس پس منظر میں اس بات کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ دہشت گرد جس طرح بلا
امتیاز مرد و زن، بازاروں، شہروں، عبادت گاہوں اور دیگر عوامی مقامات پر بم دھماکوں اور
خودکش حملوں کے ذریعے انسانیت کے قتل عام کے مرتکب ہو رہے ہیں کیا حالتِ جنگ
میں بھی ایسے اقدامات کی اسلام اجازت دیتا ہے؟

(۱) قرطبی، الجامع لأحكام القرآن، ۴۵: ۶

(۲) الممتحنة، ۸: ۶۰

ارشادِ باری تعالیٰ ﴿لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا﴾ میں صراحتاً یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ کسی قوم، گروہ یا ملک کی دشمنی میں بھی مسلمانوں کو عدل ترک کرنے اور ظلم اختیار کرنے کی اجازت نہیں۔ امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ نصِ قرآنی سے یہ ثابت ہے کہ اسلام ہر حال میں اعتدال اور میانہ روی کے راستہ کو اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یہاں تک کہ دورانِ جنگ بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق قتلِ عام کی قطعاً اجازت نہیں۔

دہشت گردی کی مذمت اور اس کی حقیقت پر دلائل بڑے واضح اور صریح ہیں۔ اگر ہم بعض انتہا پسندوں کے اس موقف کو ایک لمحے کے لئے مان لیتے ہیں کہ وہ اسلام دشمن قوتوں کے خلاف جہاد کر رہے ہیں تو اس صورت میں بھی ان کی کارروائیاں اسلامی جہاد کے زمرے میں نہیں آئیں گی کیونکہ موجودہ دور میں جاری ان کی سرگرمیاں کسی صورت بھی اسلامی قوانینِ جنگ کے دائرے میں نہیں آتیں۔ عہدِ نبوی اور عہدِ خلفاء راشدین میں جاری کئے گئے احکامات و ہدایات ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ غیر مسلم عورتوں کے قتل کی ممانعت

موجودہ دہشت گردی پر مبنی کارروائیوں میں مسلمان ریاستوں سمیت غیر مسلم ممالک میں بھی بے گناہ لوگوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ اس پر یہ لوگ غیر مسلم حکومتوں کی طرف سے جاری رکھے جانے والے معاندانہ سلوک کو دلیل بناتے ہیں کہ چونکہ غیر مسلم حکومتیں بے گناہ مسلمانوں کو قتل کرنے پر آمادہ ہیں اور اس کا ارتکاب کر رہی ہیں، اس لیے ہمیں بھی جوابی کارروائی کے طور پر ان کے شہروں میں قتال کرنا چاہیے۔ حالانکہ ان کی یہ دلیل بنیادی اسلامی تعلیمات اور اسلام کے عمومی مزاج کے سراسر خلاف ہے۔ اسلام اس طرح غیر مسلموں کا قتل عام تو گنجا دورانِ جنگ بھی بے قصور غیر مسلموں کے قتل کی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔ اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جس نے دورانِ جنگ اسلامی فوجوں کے

لئے بھی باقاعدہ اصول و ضوابط کا تعین کیا۔ چنانچہ تعلیمات اسلام کے مطابق دوران جنگ بھی عورتوں کا قتل جائز نہیں ہے جس کے ثبوت میں درج ذیل احادیث ملاحظہ ہوں:

۱۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: وَجَدْتُ امْرَأَةً مَقْتُولَةً فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ. ^(۱)

”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے کسی غزوہ میں ایک عورت کو دیکھا جسے قتل کر دیا گیا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے سختی سے (عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت فرمادی۔“

ابنِ بطلال نے ”شرح صحیح البخاری (۵: ۱۸۶)“ میں اور امام نووی نے ”شرح صحیح مسلم (۱۲: ۳۷)“ میں اسی موقف کی تائید کی ہے کہ دوران جنگ عورتوں کا قتل اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

۲۔ اسی طرح دوران جنگ خواتین کے قتل کی ممانعت ایک اور حدیث سے واضح ہوتی ہے جس کو امام عبد الرزاق نے اپنی مصنف، امام شافعی نے اپنی مسند، امام طحاوی

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الجہاد والسير، باب قتل النساء في

الحرب، ۳: ۱۰۹۸، رقم: ۲۸۵۲

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الجہاد والسير، باب تحريم قتل النساء

والصبيان في الحرب، ۳: ۱۳۶۴، رقم: ۱۷۴۴

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب السير، باب ما جاء في النهي عن قتل

النساء والصبيان، ۴: ۱۳۶، رقم: ۱۵۶۹

۴۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الجہاد، باب الغارة والبيات وقتل

النساء والصبيان، ۲: ۹۴۷، رقم: ۲۸۴۱

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۲، رقم: ۴۷۳۹

نے شرح معانی الآثار اور امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں درج کیا ہے۔

عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم حِينَ بَعَثَ إِلَى ابْنِ أَبِي حَقِيقٍ، نَهَى حِينَئِذٍ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصَّبِيَّانِ. ^(۱)

”حضرت ابن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابن ابی حقیق کی طرف لشکر روانہ کیا تو لشکر اسلام کو عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے صریحاً منع کیا۔“

۳۔ حضرت ابو ثعلبہ حشنی روایت کرتے ہیں:

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قتل النساء والولدان. ^(۲)

”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔“

۲۔ غیر مسلموں کے بچوں کے قتل کی ممانعت

دورانِ جنگ غیر مسلم خواتین کے علاوہ غیر مسلموں کے بچوں کے قتل کی ممانعت بھی اسلام کے سنہری اور انسان دوست ضابطوں میں سے ایک ہے۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصولِ جنگ بھی دیکھیں اور جہاد کے نام پر کلمہ گو دہشت گردوں کی چیرہ دستیائیں بھی۔ کاش ان لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرامین کا تھوڑا سا بھی حیا ہو تا!

۱۔ امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک خط کا ذکر کرتے

(۱) ۱۔ عبد الرزاق، المصنف، ۵: ۲۰۲، رقم: ۹۳۸۵

۲۔ شافعی، المسند: ۲۳۸

۳۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۳: ۲۲۱

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۷۷، رقم: ۱۷۸۶۵

(۲) طبرانی، المعجم الأوسط، ۷: ۱۱۳، رقم: ۷۰۱۱

ہوئے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے تحریر فرمایا:

وَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَقْتُلُ الصَّبِيَّانَ، فَلَا تَقْتُلِ الصَّبِيَّانَ. (۱)

”بے شک حضور نبی اکرم ﷺ دشمنوں کے بچوں کو قتل نہیں کرتے تھے، سو تم بھی بچوں کو قتل نہ کرنا۔“

۲۔ اس سلسلے میں دوسری روایت ملاحظہ کریں جس میں رسول اللہ ﷺ نے بڑے سخت کلمات کے ذریعے صحابہ رضی اللہ عنہم کو غیر مسلموں کے بچے قتل سے منع فرمایا اور ان کلمات کو بار بار تاکیداً دہرایا۔ حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا فِي غَزَاةٍ فَأَصَبْنَا ظَفَرًا وَقَتَلْنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، حَتَّى بَلَغَ بِهِمُ الْقَتْلُ إِلَى أَنْ قَتَلُوا الذَّرِيَّةَ، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ بَلَغَ بِهِمُ الْقَتْلُ إِلَى أَنْ قَتَلُوا الذَّرِيَّةَ؟ أَلَا لَا تَقْتُلَنَّ ذُرِّيَّةً. أَلَا لَا تَقْتُلَنَّ ذُرِّيَّةً. قِيلَ: لِمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَيْسَ هُمْ أَوْلَادُ الْمُشْرِكِينَ؟ قَالَ: أَوَلَيْسَ خِيَارُكُمْ أَوْلَادُ الْمُشْرِكِينَ؟ (۲)

”ہم ایک غزوہ میں شریک تھے (ہم لڑتے رہے یہاں تک) کہ ہمیں غلبہ

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب الجہاد والسير، باب النساء الغزایات یرضخ لهن ولا یسہم والنہی عن قتل صبیان اهل الحرب، ۳: ۱۴۴۴، رقم: ۱۸۱۲

(۲) ۱۔ نسائی، السنن الکبریٰ، کتاب السیر، باب النہی عن قتل ذراری المشرکین، ۵: ۱۸۴، رقم: ۸۶۱۶

۲۔ دارمی، السنن، کتاب السیر، باب النہی عن قتل النساء والصبیان، ۲: ۲۹۴، رقم: ۲۴۶۳

۳۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۱۳۳، ۱۳۴، رقم: ۲۵۶۷، ۲۵۶۸

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۲۸۴، رقم: ۸۲۹

حاصل ہو گیا اور ہم نے مشرکوں سے قتال کیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ لوگوں نے بعض بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ یہ بات حضور نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جن کے قتل کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ انہوں نے بچوں تک کو قتل کر ڈالا؟ خبردار! بچوں کو ہرگز قتل نہ کرو، خبردار! بچوں کو ہرگز قتل نہ کرو۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیوں، کیا وہ مشرکوں کے بچے نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے بہترین لوگ بھی مشرکوں کے بچے نہیں تھے؟“

ایک روایت میں ہے کہ کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ مشرکین کے بچے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

خِيَارُكُمْ أَبْنَاءُ الْمُشْرِكِينَ. أَلَا لَا تُقْتَلُ الدَّرِيَّةُ. ^(۱)

”تم میں سے بہترین لوگ بھی تو مشرکین ہی کے بچے تھے (یعنی اُن کے والدین بھی مشرک تھے)۔ خبردار! بچوں کو جنگ کے دوران قتل نہ کیا جائے۔“

۳۔ رسول اللہ ﷺ کے جاں نثار صحابہ ؓ سے بڑھ کر کون جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت اور ضرورت سے آگاہ ہوگا! لیکن قربان جانیں ان پیکرانِ اطاعت و محبت پر، انہوں نے کس حد تک حضور نبی اکرم ﷺ کے اس حکم کی تعمیل کی اور جنگ کے دوران کس قدر احتیاط سے کام لیا۔ اس کی ایک خوبصورت مثال ملاحظہ ہو۔

حضرت عطیہ قرظی ؓ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ فِيمَنْ حَكَمَ فِيهِمْ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ، فَشَكُّوا فِي أَمْنِ الدَّرِيَّةِ أَنَا أَمَّ مِنَ الْمُقَاتِلَةِ؟ فَظَرُّوا إِلَيَّ عَائَتِي فَلَمْ يَجِدُوهَا نَبَتٌ، فَأَلْقَيْتُ فِي

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۳۵، رقم: ۱۵۶۲۶، ۱۵۶۲۷

۲۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۹: ۷۷، رقم: ۱۷۸۶۸

الدُّرِّيَّةَ، وَلَمْ أُقْتَلْ^(۱).

”میں بذاتِ خود ان لوگوں میں شامل تھا جن کے بارے میں دورانِ جنگ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا تھا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ تو انہوں نے میرے بارے میں شک کیا کہ آیا میں بچوں میں شامل ہوں یا لڑائی کرنے والوں میں؟ لہذا انہوں نے میرے جسم پر بلوغت کے بال تلاش کئے جو ابھی اُگے بھی نہ تھے۔ تو مجھے بچوں میں شمار کر لیا گیا اور میں قتل ہونے سے بچ گیا۔“

دورانِ جنگ غیر مسلم عورتوں، بچوں اور ضعیفوں کو قتل کرنے کی ممانعت سے متعلق مندرجہ احکامات کی روشنی میں جلیل القدر فقیہ احناف امام سرحدیؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب ”المبسوط“ میں اپنا نقطہ نظریوں بیان کرتے ہیں:

قال ﷺ: وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا وَالْوَلِيدُ الْمَوْلُودُ فِي اللِّغَةِ وَكُلْ أَدْمَى مَوْلُودٍ، وَلَكِنْ هَذَا اللَّفْظُ إِنَّمَا يَسْتَعْمَلُ فِي الصَّغَارِ عَادَةً. ففیه دلیل علی أنه لا یحل قتل الصغار منهم، إذا كانوا لا یقاتلون. وقد جاء فی الحدیث أن النبی ﷺ نهی عن قتل النساء والولدان. وقال: اقتلوا شیوخ المشرکین، واستحبوا شروخهم. والمراد بالشیوخ البالغین وبالشروخ الأتباع من الصغار والنساء

(۱) ۱- ابن حبان، الصحيح، کتاب السیر، باب الخروج وکيفية الجهاد،

۱۰۹: ۱، رقم: ۴۷۸۸

۲- عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۷۹، رقم: ۱۸۷۴۲

۳- طبرانی، المعجم الكبير، ۱۷: ۱۶۴، رقم: ۴۳۴

۴- بیہقی، السنن الكبرى، ۶: ۱۶۶، رقم: ۱۱۰۹۸

وَالْإِسْتِحْيَاءُ الْإِسْتِرْقَاقُ. قَالَ اللَّهُ: ﴿وَأَسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ﴾. (۱) وفي

وصية أبي بكر رضي الله عنه ليزيد بن أبي سفيان: لا تقتل شيخا ضرعا ولا

صبيا ضعيفا، يعني شيخا فانيا و صغیرا لا یقاتل. (۲)

”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچوں کو قتل نہ کرو، ولید لغت میں مولود کے معنی میں ہے۔ یوں تو ہر انسان مولود ہے مگر عادتاً اس لفظ کا استعمال چھوٹے بچوں کے لئے ہوتا ہے۔ یہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی دلیل ہے کہ بچوں کا قتل جائز نہیں (خاص طور پر) جبکہ وہ قتال میں شریک ہی نہ ہوں۔ حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کیا اور فرمایا: (حرابی) مشرکین میں سے جو بالغ ہیں (صرف حالتِ جنگ میں) انہیں قتل کرو لیکن عورتوں اور بچوں کو (پھر بھی) زندہ رہنے دو۔ شیوخ سے مراد (جنگ میں شریک) بالغ افراد ہیں، شروع سے مراد بچے اور عورتیں ہیں، استحياء کا مطلب ہے: نرمی کا برتاؤ کیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَأَسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ﴾۔ اس آیت میں بھی استحياء نرمی کے برتاؤ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفيان کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ کسی شیخ فانی (عمر رسیدہ یا قریب المرگ بوڑھے) اور ناتواں بچے کو ہرگز قتل نہ کرے۔“

۳۔ غیر مسلم بوڑھوں کے قتل کی ممانعت

اسلام کے قوانینِ جہاد کے تحت دورانِ جنگ ضعیف العمر بوڑھوں کو بھی قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس اصول کی صراحت درج ذیل احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے

(۱) مؤمن، ۴۰: ۲۵

(۲) سرخسی، کتاب المبسوط، ۱۰: ۵، ۶

ہوتی ہے۔

۱۔ امام ابو داؤد حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوا شَيْخًا فَانِيًّا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِيرًا وَلَا أَمْرًا^(۱)۔
 ”نہ کسی بوڑھے کو قتل کرو، نہ شیر خوار بچے کو، نہ نابالغ کو اور نہ عورت کو۔“

۲۔ امام ابن ابی شیبہ حضرت ضحاک سے روایت کرتے ہیں:
 كَانَ ﷺ يَنْهَى عَنْ قَتْلِ الْمَرْأَةِ وَالشَّيْخِ الْكَبِيرِ^(۲)۔
 ”حضور نبی اکرم ﷺ عورتوں اور عمر رسیدہ افراد کو قتل کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔“

۳۔ امام ابن ابی شیبہ حضرت راشد بن سعد سے روایت کرتے ہیں:
 نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالذَّرِيَّةِ وَالشَّيْخِ الْكَبِيرِ
 الَّذِي لَا حِرَاكَ بِهِ^(۳)۔
 ”حضور نبی اکرم ﷺ نے عورتوں، بچوں اور عمر رسیدہ افراد - جن میں کوئی
 سکت نہ ہو - کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔“

(۱) ۱۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الجہاد، باب دعاء المشرکین، ۳: ۳۷،

رقم: ۲۶۱۴

۲۔ ابن أبي شيبه، المصنف، ۶: ۴۸۳، رقم: ۳۳۱۱۸

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۹۰، رقم: ۱۷۹۳۲

(۲) ابن أبي شيبه، المصنف، ۶: ۴۹۴، رقم: ۳۳۱۳۳

(۳) ابن أبي شيبه، المصنف، ۶: ۴۸۴، رقم: ۳۳۱۳۵

۴۔ سیدنا علی بن ابی طالب ؓ سے مروی حدیث نبوی کو امام بیہقی نے بیان کیا ہے جس میں مندرجہ بالا طبقات کا اکٹھا اور قدرے تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ جب اسلامی لشکر کو مشرکین کی طرف روانہ فرماتے تو یوں ہدایات دیتے:

ولا تقتلوا ولیداً طفلاً، ولا امرأة، ولا شیخاً کبیراً، ولا تغورن
عیناً، ولا تعقرن شجرة إلا شجرة یمنعکم قتلاً، ولا تمثلوا بآدمی
ولا بهیمة، ولا تغدروا ولا تغلوا۔^(۱)

”کسی بچے کو قتل نہ کرنا، کسی عورت کو قتل نہ کرنا، کسی بوڑھے کو قتل نہ کرنا،
چشموں کو خشک و ویران نہ کرنا، جنگ میں حائل درختوں کے سوا کسی دوسرے
درخت کو نہ کاٹنا، کسی انسان کا مثلہ نہ کرنا، کسی جانور کا مثلہ نہ کرنا، بدعہدی نہ
کرنا اور چوری و خیانت نہ کرنا۔“

۵۔ حضرت جبیر بن نفیل روایت کرتے ہیں:

مر رجل بثوبان، فقال: أين تريد؟ قال: أريد الغزو فی سبیل اللہ.
قال: ولا تغلل إن غنمت، ولا تقتلن شیخاً کبیراً، ولا صبیا
صغیراً. فقال له الرجل: ممن سمعت هذا؟ قال: من رسول اللہ
ﷺ۔^(۲)

”ایک شخص دو کپڑوں کے ساتھ گزر رہا تھا۔ پس انہوں نے پوچھا: کہاں کا
ارادہ ہے؟ اس نے جواب دیا: جہاد پر روانہ ہو رہا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: اگر
تجھے مال غنیمت حاصل ہو تو اس میں خیانت نہ کرنا، کسی بوڑھے شخص کو قتل نہ کرنا
اور نہ کسی بچے کو قتل کرنا۔ اس شخص نے کہا: آپ نے یہ کہاں سے سنا؟ تو انہوں

(۱) بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۹۰، رقم: ۱۷۹۳۴

(۲) ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ۲۷: ۲۰۴

نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے۔“

۴۔ غیر مسلم مذہبی رہنماؤں کے قتل کی ممانعت

اسلام میں دورانِ جنگ اور فتوحات کے بعد غیر مسلم مذاہب کے رہنماؤں کے قتل کی بھی ممانعت ہے۔

۱۔ امام احمد بن حنبلؒ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب اسلامی لشکروں کو جہاد پر روانہ کرتے تو انہیں واضح طور پر یہ ہدایات فرمایا کرتے تھے:

أَخْرُجُوا بِسْمِ اللَّهِ، تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ لَا تَغْدُرُوا وَلَا تَغْلُوا وَلَا تُمَثِّلُوا وَلَا تَقْتُلُوا الْوِلْدَانَ وَلَا أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ. (۱)

”اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ، تم اللہ کی راہ میں اس کے ساتھ کفر کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنے جا رہے ہو، اس دوران بدعہدی نہ کرنا، چوری و خیانت نہ کرنا، مثلہ نہ کرنا، بچوں کو قتل نہ کرنا اور راہبوں کو قتل نہ کرنا۔“

۲۔ ابن ابی شیبہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ جب اپنے لشکروں کو روانہ کرتے تو فرماتے:

لَا تَقْتُلُوا أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ. (۲)

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۳۵۸:۵، رقم: ۲۷۲۸

(۲) ۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۴۸۴:۶، رقم: ۳۳۱۳۲

۲۔ أبو یعلیٰ، المسند، ۵۹:۵، رقم: ۲۶۵۰

۳۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۲۲۵:۳

۴۔ دیلمی، مسند الفردوس، ۴۵:۵، رقم: ۷۴۱۰

”کلیساؤں کے متولیوں (یعنی پادریوں) کو قتل نہ کرنا۔“

۳۔ امام ابن ابی شیبہ حضرت ثابت بن حجاج کلابی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ لوگوں میں کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور پھر فرمایا:

أَلَا لَا يُقْتَلُ الرَّاهِبُ فِي الصَّوْمَةِ^(۱)

”خبردار! عبادت گاہوں میں موجود (غیر متخارب) پادری کو قتل نہ کیا جائے۔“

۴۔ امام بیہقی حضرت سعید بن المسیب ؓ سے روایت کرتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے جب اسلامی لشکروں کو جہاد کی مہم پر روانہ کرتے تو انہیں بطور وصیت فرماتے:

ولا تغرقن نخلا، ولا تحرقنھا، ولا تعقروا بهيمة، ولا شجرة
تثمر، ولا تهدموا بيعة، ولا تقتلوا الولدان، ولا الشيوخ، ولا
النساء، وستجدون أقواما حبسوا أنفسهم في الصوامع فدعوهم،
وما حبسوا أنفسهم له^(۲)

”کھجور کے باغات کو تباہ و برباد کرنا نہ انہیں جلانا، نہ کسی چوپائے کو ذبح کرنا،
نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا، نہ کوئی گرجا گرانہ، نہ بچوں کو قتل کرنا نہ بوڑھوں کو،
نہ عورتوں کو۔ عنقریب تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے اپنے آپ کو عبادت
گاہوں میں پابند کر رکھا ہوگا، پس تم انہیں اور جس چیز کے لئے انہوں نے
اپنے آپ کو پابند کر رکھا ہے، چھوڑ دینا۔“

۵۔ اسی طرح کی دوسری روایت حضرت صالح بن کیسان سے مروی ہے جسے امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے شام کی طرف لشکر روانہ کرتے

(۱) ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۴۸۳، رقم: ۳۳۱۲۷

(۲) بیہقی، السنن الكبرى، ۹: ۸۵، رقم: ۱۷۹۰۴

ہوئے فرمایا:

إنکم ستجدون أقواما قد حبسوا أنفسهم فی هذه الصوامع،
فاتركوهم وما حبسوا له أنفسهم، ولا تقتلوا کبیرا هرما، ولا
امراة، ولا ولیدا، ولا تخربوا عمراناً، ولا تقطعوا شجرة إلا لنفع،
ولا تعقرن بهیمة إلا لنفع، ولا تحرقن نخلا ولا تغرقنه، ولا تغدر،
ولا تمثل، ولا تجبن، ولا تغلل. ^(۱)

”بے شک تم عنقریب ایسے لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے ان عبادت گاہوں میں
اپنے آپ کو روک رکھا ہوگا، پس تم انہیں اور جس چیز کے لئے انہوں نے اپنے
آپ کو روک رکھا ہے، کو چھوڑ دینا۔ اور شیخ فانی (ضعیف عمر رسیدہ یا قریب
المرگ شخص)، عورت اور بچے کو قتل نہ کرنا اور آبادی کو ویران نہ کرنا۔ بلا
ضرورت درخت نہ کاٹنا اور نہ چوپائے کو ذبح کرنا اور کھجوروں کے باغات نہ
جلانا اور نہ انہیں تباہ و برباد کرنا اور نہ غداری کرنا، نہ مُٹھ کرنا، نہ بزدلی کرنا اور
نہ مالِ غنیمت کی تقسیم میں دھوکہ بازی کرنا۔“

ان واضح احکامات میں جہاں غیر مسلموں کے مذہبی رہنماؤں کو قتل کرنے کی
ممانعت ہیں، وہاں اُن لوگوں کے خود ساختہ مذہبی تصورات اور نام نہاد جہاد کی کیا تعریف
کی جائے گی جو مسلمان علماء و مشائخ کا قتل، مخالف مسلک کی مساجد کو تباہ کرنے اور
مزارات و خانقاہوں کو گرانا نہ صرف جائز سمجھتے ہیں بلکہ اس کا علی الاعلان ارتکاب بھی
کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود خود کو سنت کے پیروکار اور دوسروں کو بدعتی قرار
دیتے ہیں۔

۵۔ غیر مسلم تاجروں اور کاشت کاروں کے قتل کی ممانعت

اسلام دورانِ جنگ اور فتوحات کے بعد غیر مسلم معاشرے کے تاجروں (businessmen & traders) اور کاشت کاروں (farmers) کے قتل کا بھی صریح مخالف ہے کیونکہ ان کے ساتھ انسانی آبادیوں کی معیشت وابستہ ہے۔ اس کی وضاحت درج ذیل احادیث سے ہوتی ہے۔

۱۔ امام ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

كَانُوا لَا يَقْتُلُونَ تُجَّارَ الْمُشْرِكِينَ. ^(۱)

”مسلمان کبھی بھی مشرک تاجروں کو قتل نہیں کرتے تھے۔“

۲۔ امام ابن ابی شیبہ حضرت زید بن وہب سے بیان کرتے ہیں کہ اُن کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط آیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

لَا تَغْلُوا وَلَا تَغْدِرُوا، وَلَا تَقْتُلُوا وَلَيْدًا، وَاتَّقُوا اللَّهَ فِي الْفَلَاحِينَ. ^(۲)

”مالِ غنیمت کی تقسیم میں دھوکہ نہ کرو، نہ غداری کرو، نہ بچوں کو قتل کرو۔ اور کسانوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔“

امام بیہقی کی بیان کردہ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

(۱) ۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۴۸۴، رقم: ۳۳۱۲۹

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۹۱، رقم: ۱۷۹۳۹

۳۔ ابن آدم القرشی، الخراج، ۱: ۵۲، رقم: ۱۳۳

(۲) ۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۴۸۳، رقم: ۳۳۱۲۰

۲۔ ابن آدم القرشی، کتاب الخراج، ۱: ۵۲، رقم: ۱۳۲

اتَّقُوا اللَّهَ فِي الْفَلَّاحِينَ، فَلَا تَقْتُلُوهُمْ^(۱).

”کسانوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، سوائے قتل نہ کرو۔“

۳۔ علامہ ابن القیم نے آپ ﷺ کے حوالے سے یہ قول بھی نقل کیا ہے:

فَإِنَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ لَمْ يَقْتُلُوهُمْ حِينَ فَتَحُوا الْبِلَادَ، وَلَا نَهَمَ لَا يَقَاتِلُونَ، فَاشْبَهُوا الشُّيُوخَ وَالرَّهْبَانَ^(۲).

”صحابہ کرام ﷺ کا یہ معمول تھا کہ وہ کسی علاقے کو فتح کر لینے کے بعد ان لوگوں (زراعت پیشہ افراد) کو قتل نہ کرتے کیونکہ وہ براہ راست جنگ میں شریک نہ ہوتے تھے، پس وہ بوڑھوں اور مذہبی پیشواؤں کے حکم میں ہوتے تھے۔“

۴۔ امام اوزاعی نے بھی یہی فرمایا ہے:

لَا يَقْتُلُ الْحَرَاثُ إِذَا عُلِمَ أَنَّهُ لَيْسَ مِنَ الْمُقَاتِلَةِ^(۳).

”دوران جنگ زراعت پیشہ افراد کو قتل نہیں کیا جائے گا، اگر یہ معلوم ہو کہ وہ جنگ میں عملاً شریک نہیں۔“

۵۔ ابن قدامہ المقدسی نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے:

فَأَمَّا الْفَلَّاحُ الَّذِي لَا يَقَاتِلُ فَيَنْبَغِي أَلَّا يُقْتَلَ، لِمَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ: اتَّقُوا اللَّهَ فِي الْفَلَّاحِينَ، الَّذِينَ لَا يَنْصَبُونَ لَكُمْ فِي الْحَرْبِ^(۴).

(۱) بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۹۱، رقم: ۱۷۹۳۸

(۲) ابن القیم، أحکام أهل الذمة، ۱: ۱۶۵

(۳) ابن القیم، أحکام أهل الذمة، ۱: ۱۶۵

(۴) ابن قدامة، المغنی، ۹: ۲۵۱

”ان کسانوں اور مزارعوں کو قتل کرنا جائز نہیں جو جنگ میں عملاً شریک نہ ہوں، کیونکہ حضرت عمر بن خطاب ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کسانوں اور مزارعوں کی نسبت اللہ سے ڈرو جو دورانِ جنگ تمہارے خلاف لڑتے نہیں۔“

۶۔ غیر مسلم خدمت پیشہ افراد کے قتل کی ممانعت

اسلام کے دیے گئے قوانین جہاد میں دورانِ جنگ خدمت پر مامور افراد کے قتل کو بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

امام احمد بن حنبل، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے حضرت رباح بن ربیع ؓ سے مروی حدیث بیان کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ، فَرَأَى النَّاسَ مُجْتَمِعِينَ عَلَى شَيْءٍ، فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ: انْظُرْ عَلَى مَا اجْتَمَعَ هَؤُلَاءِ؟ فَجَاءَ، فَقَالَ: عَلَى امْرَأَةٍ قَيْلٍ. فَقَالَ: مَا كَانَتْ هَذِهِ لِيُقَاتَلَ. قَالَ: وَعَلَى الْمُقَدَّمَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ. فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ: قُلْ لِحَالِدٍ: لَا يَقْتُلَنَّ امْرَأَةً وَلَا عَسِيفًا. (۱) وَفِي رَوَايَةٍ: لَا تَقْتُلَنَّ ذُرِّيَّةً وَلَا عَسِيفًا.

(۱) ۱۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الجہاد، باب فی قتل النساء، ۵۳:۳، رقم:

۲۶۶۹

۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الجہاد، باب الغارة والبیات وقتل النساء

والصبيان، ۹۳۸:۲، رقم: ۲۸۴۲

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴۸۸:۳، رقم: ۱۶۰۳۵

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۱۸۶:۵-۱۸۷، رقم: ۸۶۲۵، ۸۶۲۷

۵۔ حاکم، المستدرک، ۱۳۳:۲، رقم: ۲۵۶۵

”ایک غزوہ میں ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ﷺ نے دیکھا کہ بہت سے لوگ کسی چیز کے پاس جمع ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو یہ دیکھنے کے لئے بھیجا کہ لوگ کس چیز کے پاس جمع ہوئے ہیں۔ اُس نے آ کر بتایا: ایک مقتول عورت کے پاس۔ فرمایا: یہ ایسی عورت تو نہ تھی کہ اس سے جنگ کی جاتی۔ حضرت رباح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگلے دستے کے کمانڈر حضرت خالد بن ولید تھے۔ لہذا آپ ﷺ نے ایک آدمی کو بھیجا اور فرمایا: خالد سے کہنا: (مشرکین کی) عورتوں اور لوگوں کی خدمت کرنے والوں کو ہرگز قتل مت کرنا۔“ ایک روایت میں ہے: ”بچوں اور خدمت گاروں کو ہرگز قتل مت کرنا۔“

یہاں تک کہ مفتوحہ علاقے کے غیر مسلم افراد کے گھروں میں کام کاج کرنے والے غیر مسلم ملازمین کو بھی نہ قتل کیا جاسکتا ہے، نہ ہی ان پر کسی قسم کا ٹیکس عائد کیا جاسکتا ہے۔ ان لوگوں کے معاملہ میں یہی شرعی حکم ہے، اسی بات کو علامہ ابن القیم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے:

إِنَّ الْعَبْدَ مُحَقَّقُونَ الدَّمِ فَأَشْبَهَ النِّسَاءَ وَالصَّبِيَّانَ.^(۱)

”گھروں میں کام کاج کرنے والے خدمت گار بھی عورتوں اور بچوں کی طرح محفوظ الدم ہیں۔“

اور اسی طرح ابن المنذر نے تمام اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے کہ غیر مسلموں کے بوڑھوں، بیماروں، محتاجوں، عورتوں، بچوں اور بے روزگار افراد کی طرح ان کے زبردست ملازموں پر بھی کوئی ٹیکس عائد نہیں ہوگا۔^(۲)

(۱) ابن القیم، احکام اهل الذمة، ۱: ۱۷۲

(۲) ابن القیم، احکام اهل الذمة، ۱: ۱۷۲

۷۔ غیر محارب غیر مسلموں کے قتل کی ممانعت

اسلام انسانی خون کو کعبۃ اللہ کی حرمت سے زیادہ فضیلت کا سزاوار سمجھتا ہے، دورانِ جنگ بھی خونِ ناحق کی مذمت کی گئی ہے۔ دورانِ جنگ صرف انہی دشمنوں کو قتل کرنے کی اجازت ہے جو عملاً جنگ میں شریک ہوں جبکہ آبادی کا غیر محارب حصہ۔ جس میں بیمار، معذور، گوشہ نشین افراد، بچے، بوڑھے اور عورتیں شامل ہیں۔ قتال کی اجازت سے مستثنیٰ ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ نے جو ہدایات جاری فرمائیں ان میں مذکور ہے کہ جو مقابلہ نہ کرے، جان بچا کر بھاگ جائے، اپنا دروازہ بند کر لے یا زخمی ہو اس پر حملہ نہ کیا جائے۔

۱۔ امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ،
وَمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ۔^(۱)

”جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اُسے امان ہے، جو شخص ہتھیار پھینک دے اُسے امان ہے اور جو شخص اپنے گھر کے دروازے بند کر لے اُسے بھی امان ہے۔“

ان تمام اقدامات سے امن کا عزم اور پیغام ظاہر ہوتا ہے۔

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الجہاد والسير، باب فتح مکہ، ۳:

۱۴۰۷، رقم: ۱۷۸۰

۲۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الخراج والإمارة والفيء، باب ما جاء في

خبر مکہ، ۳: ۱۶۲، رقم: ۳۰۲۱

۳۔ بزار، المسند، ۴: ۱۲۲، رقم: ۱۲۹۲

۲۔ مصنف عبد الرزاق میں روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب ؓ فرمایا کرتے تھے:

لَا يُذَفَّفُ عَلَى جَرِيْحَص، وَلَا يُقْتَلُ أَسِيرٌ، وَلَا يُتَّبَعُ مُدْبِرٌ. ^(۱)

”زخمی کو فوراً قتل نہ کیا جائے، نہ قیدی کو قتل کیا جائے اور نہ بھاگنے والے کا تعاقب کیا جائے۔“

۳۔ مصنف عبد الرزاق کی ایک اور روایت میں حضرت جوہر بیان کرتے ہیں کہ انہیں بنو اسد کی ایک عورت نے بتایا کہ اُس نے حضرت عمار کو حضرت علی ؓ کے جنگ جمل سے فارغ ہونے کے بعد یہ اعلان کرتے ہوئے سنا:

وَلَا تَذْفُوا عَلَى جَرِيْح، وَلَا تَدْخُلُوا دَارًا مِنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ. ^(۲)

”زخمی کو فوراً قتل نہ کرنا، اور کسی ایسے شخص کے گھر میں داخل نہ ہونا جس نے اپنا اسلحہ پھینک دیا کیونکہ اُسے امان ہے اور جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا وہ بھی مامون ہے۔“

۸۔ غیر مسلموں کے خلاف شب خون مارنے کی ممانعت

اسلامی قوانین جنگ میں ایک ضابطہ اخلاق یہ بھی ہے کہ رات کے وقت دشمن پر حملہ نہیں کیا جائے گا بلکہ صبح ہونے کا انتظار کیا جائے گا تاکہ غیر حربی (non combatant) لوگ - عورتیں، بوڑھے، مریض اور بچے - اچانک پریشان نہ ہوں اور ان کی نیند خراب نہ ہو جائے۔

(۱) عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۲۳، رقم: ۱۸۵۹۰

(۲) عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۲۳، رقم: ۱۸۵۹۱

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى خَيْبَرَ لَيْلًا، وَكَانَ إِذَا أَتَى قَوْمًا بَلِيلٍ لَمْ يُعْرِ بِهْمُ حَتَّى يُصْبِحَ. (۱)

”رسول اللہ ﷺ رات کے وقت خیبر کے مقام پر پہنچے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب کسی جگہ رات کو پہنچتے تو صبح ہونے تک ان لوگوں پر حملہ نہیں کیا کرتے تھے۔“

اس نبوی ضابطہ جنگ کو سامنے رکھ کر دہشت گردوں کی ان کارروائیوں کا تصور کریں جو اچانک ہنستی بستی آبادیوں کو کھنڈرات میں بدل دیتے ہیں اور بیٹھے بٹھائے سیکڑوں لوگ موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔

۹۔ غیر مسلموں کو آگ میں جلانے کی ممانعت

عہد جاہلیت میں لڑائی کے دوران اس قدر وحشیانہ افعال سرزد ہوتے تھے کہ شدتِ انتقام میں دشمن کو زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جنگی قوانین میں بے شمار اصلاحات کے ساتھ ساتھ آگ میں جلانے جیسی وحشیانہ حرکت سے بھی منع فرمادیا۔

حضرت عبدالرحمن بن عبد اللہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ایک سفر میں

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب المغازی، باب غزوة خیبر، ۴: ۱۵۳۸،

رقم: ۳۹۶۱

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الجہاد والسير، باب غزوة خیبر، ۳: ۱۴۲۷،

رقم: ۱۳۶۵

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب السير، باب البیات والغارات، ۴: ۱۲۱،

رقم: ۱۵۵۰

وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ قضاے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے ایک چڑیا دیکھی جس کے ساتھ دو بچے تھے۔ انہوں نے اس کے بچے پکڑ لیے تو چڑیا اضطراب اور پریشانی میں پر بچھانے لگی۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ واپس تشریف لائے تو فرمایا:

مَنْ فَجَعَ هَذِهِ بَوْلِدَهَا؟ رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا. ^(۱)

”اسے اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے تڑپایا ہے؟ اس کے بچے اسے لوٹا دو۔“

پھر آپ ﷺ نے چیونٹیوں کا ایک بل دیکھا جسے جلایا گیا تھا۔ تو آپ ﷺ نے اس کی ممانعت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذَّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ. ^(۲)

”آگ کے ساتھ عذاب دینا آگ کے رب کے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔“

اسلام نے جہاں چیونٹی جیسی مخلوق کو آگ میں جلانے سے منع کیا ہے تو وہاں انسانوں کو جلانے کی اجازت کس طرح دی جاسکتی ہے؟ اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ نے جہادی مہمات پر روانہ کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تاکید فرمائی کہ دشمن کو آگ میں جلا کر ہلاک نہ کرنا۔ ^(۳) مگر حالیہ بم دھماکوں اور خودکش حملوں میں عوامی مقامات، مساجد اور دفاتر

(۱) أبو داود، السنن، کتاب الجہاد، باب کراہیۃ حرق العدو بالنار، ۳:

۵۵، رقم: ۲۶۷۵

(۲) أبو داود، السنن، کتاب الجہاد، باب کراہیۃ حرق العدو بالنار، ۳:

۵۵، رقم: ۲۶۷۵

(۳) ۱- بخاری، الصحيح، کتاب الجہاد و السیر، باب لا یعذب بعذاب

اللہ، ۳: ۱۰۹۸، رقم: ۲۸۵۳

میں معصوم لوگ آگ میں جل کر راکھ ہوتے ہیں، بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کے جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہوا میں منتشر ہو جاتے ہیں لیکن تعجب تو یہ ہے کہ اس قدر بہیمانہ قتل کے بعد کوئی نام نہاد مسلمانوں کا گروہ اس کی ذمہ داری قبول کر لیتا ہے۔ جس سے دنیا میں یہ پیغام جاتا ہے کہ مسلمانوں کا تصورِ جہاد (نعوذ باللہ) اس قدر ظالمانہ اور بہیمانہ ہے جبکہ حقیقت اس سے قطعاً مختلف ہے۔

۱۰۔ دشمنوں کے گھروں میں گھسنے اور لوٹ مار کرنے کی ممانعت

مسلم فوج کو بلا اجازت دشمنوں کے گھروں میں داخل ہونے کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔ حالتِ جنگ میں بھی اسلام نے چادر اور چار دیواری کے تحفظ پر زور دیا، عورتوں اور بچوں کو مارنے پیٹنے کی بھی اجازت نہیں اور بلا قیمت کوئی چیز لے کر کھانا بھی ممنوع ہے۔

۱۔ سنن ابی داؤد میں مروی ہے کہ حضرت عرباض بن ساریہ سلمیؓ فرماتے ہیں: ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خیبر کے مقام پر اترے اور کتنے ہی صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ خیبر کا سردار ایک مغرور اور سرکش آدمی تھا۔ اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہا: کیا آپ کے لیے مناسب ہے کہ آپ ہمارے گدھوں کو ذبح کریں، ہمارے پھلوں کو کھائیں اور ہماری عورتوں کو پیٹیں؟ حضور نبی اکرم ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا: اے ابنِ عوف! اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر یہ منادی کر دو کہ جنت حلال نہیں ہے مگر ایمان والے کے لیے اور نماز کے لیے جمع ہو جاؤ۔ راوی کا بیان ہے کہ لوگ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی۔ پھر آپ ﷺ کھڑے

..... ۲۔ ترمذی، السنن، کتاب السیر، باب: (۲۰)، ۴: ۱۳۷، رقم:

۱۵۷۱

۳۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الجہاد، باب کراہیۃ حرق العدو بالنار،

۳: ۵۴، رقم: ۲۶۷۴

ہوئے اور فرمایا:

أَيَحْسَبُ أَحَدُكُمْ مُتَكِنًا عَلَى أَرِيكَتِهِ قَدْ يَظُنُّ أَنَّ اللَّهَ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا إِلَّا مَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ؟ أَلَا وَإِنِّي وَاللَّهِ قَدْ وَعَظْتُ وَأَمَرْتُ وَنَهَيْتُ عَنْ أَشْيَاءَ إِنَّهَا لَمِثْلُ الْقُرْآنِ أَوْ أَكْثَرُ. وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُحِلَّ لَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا بِإِذْنٍ، وَلَا ضَرْبَ نِسَائِهِمْ، وَلَا أَكْلَ ثَمَارِهِمْ. (۱)

”کیا تم میں سے کوئی اپنی مسند پر ٹیک لگا کر یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز حرام قرار نہیں دی مگر وہی جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ آگاہ ہو جاؤ، خدا کی قسم، میں نے نصیحت کرتے ہوئے، حکم دیتے ہوئے اور بعض چیزوں سے منع کرتے ہوئے جو کچھ بھی کہا ہے وہ قرآن کی طرح ہے بلکہ ان کی تعداد قرآنی امور سے زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ جائز نہیں رکھا ہے کہ اہل کتاب کی اجازت کے بغیر ان کے گھروں میں داخل ہو، نیز ان کی عورتوں کو پیٹنا اور ان کے پھلوں کو کھانا بھی حلال نہیں ہے۔“

۲۔ اسلام سے قبل دور کفر و جاہلیت میں محض مال و دولت کے حصول کے لئے بھی عرب جنگجو لڑائی چھیڑ دیا کرتے تھے۔ تجارتی قافلوں کو لوٹنا بعض قبائل کا معمول بن چکا تھا لیکن اسلام نے اس زیادتی کو سختی سے ختم کر دیا۔ ایک غزوہ میں چند لوگوں نے مسافروں کو لوٹنا چاہا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں سختی سے منع کر دیا۔

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب الخراج والإمارة والفيء، باب في تعشير

أهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارات، ۳: ۱۷۰، رقم: ۳۰۵۰

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۲۰۴، رقم: ۱۸۵۰۸

۳۔ ابن عبد البر، التمهيد، ۱: ۱۴۹

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک غزوہ میں حضور رحمتِ عالم ﷺ کے ہمراہ شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ بعض لوگوں نے دوسروں کے راستے کو تنگ کیا اور راہ چلتے مسافروں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ آقاے دو جہاں ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے ایک صحابی کو بھیج کر اعلان کروایا:

أَنَّ مَنْ ضَيَّقَ مَنَزِلًا أَوْ قَطَعَ طَرِيقًا فَلَا جِهَادَ لَهُ. ^(۱)

”جو شخص دوسروں کو گھروں میں گھس کر تنگ کرے یا راستوں میں لوٹ مار کرے اس کا یہ (دہشت گردانہ) عمل جہاد نہیں کہلائے گا۔“

گویا اللہ کی راہ میں لڑنے والے اگر لوٹ مار کرنے اور گھروں میں گھس کر لوگوں کو ہراساں کرنے لگیں، عوام الناس کے لئے ان کا عمل باعثِ آزار بننے لگے تو راہِ حق میں جانیں قربان کرنے کا عظیم جذبہ بھی بارگاہِ خداوندی میں مسترد کر دیا جائے گا اور یہ عمل جہاد نہیں بلکہ فعلِ حرام قرار پائے گا۔

۱۱۔ دشمن کے مویشیوں، فصلوں اور املاک کو نقصان پہنچانے

کی ممانعت

اسلام نہ خونِ ناحق کی اجازت دیتا ہے اور نہ دشمن کی سرزمین پر کھلی تباہی و بربادی کا خواہاں ہے۔ اسلام امن اور اصلاح کا داعی ہے اس لئے حالتِ جنگ میں بھی اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ نہ کھیتیاں برباد ہوں، نہ پھل دار درخت کاٹے جائیں اور نہ املاک کو نذرِ آتش کیا جائے۔

۱۔ اس حوالے سے امام ترمذی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

(۱) أبو داود، السنن، کتاب الجہاد، بابُ مَا يُؤْمَرُ مِنَ انْضِمَامِ الْعُسْكَرِ

وَنَهَى أَبُو بَكْرٍ الصَّدِيقُ أَنْ يَقْطَعَ شَجَرًا مُثْمَرًا أَوْ يُخَرِّبَ عَامِرًا،
وَعَمَلٌ بِذَلِكَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَهُ. ^(۱)

”حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے (دورانِ جنگ) پھل دار درخت کاٹنے یا عمارت کو تباہ کرنے سے منع فرمایا اور آپ کے بعد بھی مسلمان اسی پر عمل پیرا رہے۔“

۲۔ اسی مضمون کی احادیث موطا امام مالک، مصنف عبد الرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن بیہقی میں آئی ہیں جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صراحتاً درخت کاٹنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت یحٰیٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ انہیں بتایا گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ شام کی طرف کچھ لشکر روانہ کرتے ہوئے یزید بن ابی سفیان کی طرف آئے اور اُسے فرمایا:

إِنِّي أَوْصِيكَ بِعَشْرِ: لَا تَقْتُلَنَّ صَبِيًّا وَلَا امْرَأَةً، وَلَا كَبِيرًا هَرِمًا،
وَلَا تَقْطَعَنَّ شَجَرًا مُثْمَرًا، وَلَا تَخْرِبَنَّ عَامِرًا، وَلَا تَعْقِرَنَّ شَاةً، وَلَا
بَعِيرًا إِلَّا لِمَا كَلَلَهُ، وَلَا تُغْرِقَنَّ نَحْلًا، وَلَا تَحْرِقَنَّهُ، وَلَا تَغْلُلْ وَلَا
تَجْبُنْ. ^(۲)

(۱) ترمذی، السنن، کتاب السیر، بَابُ فِي التَّخْرِيقِ وَالتَّخْرِيبِ، ۴:
۱۲۲، رقم: ۱۵۵۲

(۲) ۱۔ مالک، الموطأ، کتاب الجہاد، باب النهي عن قتل النساء
والولدان في الغزو، ۲: ۴۴۷، رقم: ۹۶۵

۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۵: ۱۹۹، رقم: ۹۳۷۵

۳۔ ابن أبي شيبه، المصنف، ۶: ۴۸۳، رقم: ۳۳۱۲۱

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۸۹، ۹۰، رقم: ۱۷۹۲۷، ۱۷۹۲۹

۵۔ مروزی، مسند أبی بکر: ۶۹-۷۲، رقم: ۲۱

”میں تمہیں دس چیزوں کی وصیت کرتا ہوں: کسی بچے، عورت، بوڑھے اور بیمار کو ہرگز قتل نہ کرنا، اور نہ ہی کوئی پھل دار درخت کاٹنا، اور نہ ہی کسی آباد گھر کو ویران کرنا، اور نہ ہی کسی بھیڑ اور اونٹ کی کونچیں کاٹنا مگر کھانے کے لئے (جتنی ضرورت ہو شرعی طریقے کے مطابق ذبح کر لینا)، اور کھجوروں کے پودوں کو مت کاٹنا نہ انہیں جلانا، اور مالِ غنیمت کو تقسیم کرنے میں دھوکہ نہ کرنا اور نہ ہی بزدل ہونا۔“

۳۔ امام ابن شیبہ حضرت مجاہد سے مروی روایت بیان کرتے ہیں:

لَا يُقْتَلُ فِي الْحَرْبِ الصَّبِيُّ، وَلَا امْرَأَةٌ وَلَا الشَّيْخُ الْفَانِي، وَلَا يُحْرَقُ الطَّعَامُ، وَلَا النَّخْلُ وَلَا تُخْرَبُ الْبُيُوتُ وَلَا يُقَطَّعُ الشَّجَرُ الْمُمْسِرُ. (۱)

”جنگ میں کسی بچے، عورت یا شیخِ فانی کو قتل نہ کیا جائے اور نہ ہی کھانے اور کھجور کے درختوں کو جلایا جائے، اور نہ ہی گھروں کو ویران کیا جائے اور نہ ہی پھل دار درختوں کو کاٹا جائے۔“

۴۔ اسی طرح کی ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکر کو شام کی طرف روانہ کیا تو اس کے ساتھ تقریباً دو میل چلے اور اہل لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا:

أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ، لَا تَعْصُوا وَلَا تَغْلُوا، وَلَا تَجْبِنُوا، وَلَا تَغْرُقُوا
نَخْلًا، وَلَا تَحْرِقُوا زُرْعًا، وَلَا تَحْبِسُوا بِهِمَةَ، وَلَا تَقْطَعُوا شَجَرَةً
مُثْمَرَةً، وَلَا تَقْتُلُوا شَيْخًا كَبِيرًا، وَلَا صَبِيًا صَغِيرًا. (۲)

(۱) ابن أبي شيبه، المصنف، ۶: ۴۸۳، رقم: ۳۳۱۲۲

(۲) مروزی، مسند أبي بكر: ۶۹-۷۲، رقم: ۲۱

”میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، (اور یہ کہ) نافرمانی نہ کرنا، بزدلی نہ کرنا، کھجور کے پودوں کو تباہ نہ کرنا، کھیتیاں نہ جلانا، چوپایوں کو قید کر کے نہ رکھنا، کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا اور کسی شیخ فانی کو قتل کرنا نہ کسی چھوٹے بچے کو۔“

۵۔ عاصم بن کلب نے اپنے والد ماجد سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری نے بیان کیا: ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے تو لوگوں کو کھانے پینے کی بڑی ضرورت پیش آئی اور دقت کا سامنا کرنا پڑا۔ پس انہیں بکریاں ملیں تو انہیں لوٹ کر ذبح کر لیا۔ کھانے کی ہانڈیوں میں ابال آ رہا تھا کہ کمان سے ٹیک لگائے ہوئے رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور اپنی کمان سے ہماری ہانڈیوں کو الٹنا شروع کر دیا اور گوشت کو مٹی میں ملانا شروع کر دیا۔ پھر فرمایا:

إِنَّ النُّهْبَةَ لَيْسَتْ بِأَحَلَّ مِنَ الْمَيْتَةِ. ^(۱)

”لوٹ مار (کا کھانا) مردار جانوروں کے گوشت سے زیادہ حلال نہیں ہے۔“

کس قدر احتیاط، اصول پسندی اور اعلیٰ سیرت و کردار کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ محاذ جنگ تھا یا طویل سفر کے دوران بھوک کی شدت کی حالت، دنیا کا کوئی بھی عسکری قائد، مذہبی رہنما یا روحانی مربی اتنے صاف ستھرے، مضبوط اور پاکیزہ کردار کا یہ نمونہ پیش نہیں کر سکتا۔ اسی تربیت کا اثر تھا کہ بھوک سے نڈھال صحابہ ؓ کے سامنے گوشت سے اُبلتی ہوئی ہانڈیاں مٹی پر الٹا دی گئیں اور پیکرانِ صبر و رضا نے خاموشی کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کئے رکھا۔

اس موقع پر آپ ﷺ نے جو کلمات ارشاد فرمائے وہ انسانیت کے لئے ایک

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب الجہاد، باب فی النہی عن النہی إذا

كَانَ فِي الطَّعَامِ قَلَّةٌ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ، ۳: ۶۶، رقم: ۲۷۰۵

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۶۱، رقم: ۱۷۷۸۹

انمول تحفہ تھے۔ لوٹ مار کے رزق کو مردارِ جانور سے زیادہ ناپاک قرار دینا ان لوگوں کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے جو آئے روز لوٹ مار اور بنک ڈکیتیاں کر کے دہشت گردی کی کارروائیوں کے لئے رقم جمع کرتے ہیں۔

خلاصہ بحث

درج بالا تصریحات سے یہ بات خوب واضح ہوتی ہے کہ جب اسلام پر جنگ مسلط کر دی جائے یا مسلمانوں کو جارحیت کا نشانہ بنایا جائے اور جواب میں اسلامی ریاست کی فوج باقاعدہ جہاد میں مصروف ہو تو ایسے حالات میں بھی عورتوں، بچوں اور خدمت گزاروں کو قتل نہیں کیا جاسکتا۔ یہی نہیں بلکہ دورانِ جنگ فصلوں کو تباہ کرنے، عمارتوں کو مسمار کرنے، عبادت گاہوں کو نقصان پہنچانے اور لوٹ مار سے بھی منع کیا گیا ہے۔ جو اسلام دورانِ جہاد بھی ان امور کی اجازت نہیں دیتا اس کے نزدیک ایسے مسلمانوں یا غیر مسلموں کو جو براہِ راست جارحیت میں ملوث نہ ہوں، پُر امن طریقے سے اپنے گھروں اور شہروں میں مقیم ہوں، کاروبار میں مصروف ہوں، سفر کر رہے ہوں یا مساجد میں مصروفِ عبادت ہوں۔ دہشت گردی کے ذریعے قتل کرنے کی کیسے اجازت دی جاسکتی ہے؟ لہذا یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایسی کارروائیاں اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی اور قرآن و حدیث سے صریحاً انحراف ہیں۔

باب پنجم

غیر مسلموں کے جان و مال اور
عبادت گاہوں کا تحفظ

فصل اوّل

عہد رسالت مآب ﷺ اور عہدِ خلفائے
راشدین میں غیر مسلم شہریوں کا تحفظ

ذیل میں ہم جائزہ لیں گے کہ حضور نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے ادوار میں غیر مسلم شہریوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا انتظام کیسا تھا۔

۱۔ عہد رسالت مآب ﷺ میں غیر مسلم شہریوں کا تحفظ

غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ جس انداز میں عہد رسالت مآب ﷺ میں کیا گیا اس کی نظیر پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ حضور ﷺ نے اپنے مواثیق، معاہدات اور فرامین کے ذریعے اس تحفظ کو آئینی اور قانونی حیثیت عطا فرمادی تھی۔ عہد نبوی میں اہل نجران سے ہونے والا معاہدہ مذہبی تحفظ اور آزادی کے ساتھ ساتھ جملہ حقوق کی حفاظت کے تصور کی عملی وضاحت کرتا ہے۔ اسے امام ابو عبیدہ قاسم بن سلام، امام حمید بن زنجویہ، ابن سعد اور بلاذری سب نے روایت کیا ہے۔ اس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ تحریری فرمان جاری فرمایا تھا:

وَلَنَجْرَانَ وَحَاشِيَتِهَا ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ رَسُولِ اللَّهِ، عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَأَرْضِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَرَهْبَانِيَّتِهِمْ وَأَسَاقِفَتِهِمْ وَعَابِيَّتِهِمْ وَشَاهِدِهِمْ وَغَيْرِهِمْ وَبَعْنَتِهِمْ وَأَمْثَلَتِهِمْ، لَا يُغَيِّرُ مَا كَانُوا عَلَيْهِ، وَلَا يُغَيِّرُ حَقٌّ مِنْ حُقُوقِهِمْ وَأَمْثَلَتِهِمْ، لَا يُفْتَنُ أُسْقُفٌ مِنْ أُسْقُفِيَّتِهِ، وَلَا رَاهِبٌ مِنْ رَهْبَانِيَّتِهِ، وَلَا واقِفٌ مِنْ واقِفَتِهِ، عَلَى مَا تَحْتَ أَيْدِيهِمْ مِنْ قَلِيلٍ أَوْ كَثِيرٍ، وَلَيْسَ عَلَيْهِمْ رَهَقٌ. ^(۱)

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۱: ۲۸۸، ۳۵۸

”اللہ اور اُس کے رسول محمد ﷺ، اہلِ نجران اور ان کے حلیفوں کے لیے اُن کے خون، ان کی جانوں، ان کے مذہب، ان کی زمینوں، ان کے اموال، ان کے راہبوں اور پادریوں، ان کے موجود اور غیر موجود افراد، ان کے مویشیوں اور قافلوں اور اُن کے استھان (مذہبی ٹھکانے) وغیرہ کے ضامن اور ذمہ دار ہیں۔ جس دین پر وہ ہیں اس سے ان کو نہ پھیرا جائے گا۔ ان کے حقوق اور اُن کی عبادت گاہوں کے حقوق میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے گی۔ نہ کسی پادری کو، نہ کسی راہب کو، نہ کسی سردار کو اور نہ کسی عبادت گاہ کے خادم کو۔ خواہ اس کا عہد معمولی ہو یا بڑا۔ اس سے نہیں ہٹایا جائے گا، اور ان کو کوئی خوف و خطر نہ ہوگا۔“

امام حمید بن زنجویہ نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ کے وصال مبارک کے بعد بھی عہد صدیقی میں یہی معاہدہ نافذ العمل رہا، پھر عہد فاروقی اور عہد عثمانی میں حالات کی تبدیلی کے پیش نظر کچھ ترامیم کی گئیں مگر غیر مسلموں کے مذکورہ بالا حقوق کی حفاظت و ذمہ داری کا وہی عمل کامل روح کے ساتھ برقرار رہا۔

اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ نے فتح خیبر کے موقع پر بھی یہود کے اموال و املاک کے بارے میں اعلان فرمایا، جسے امام احمد، امام ابو داؤد، امام طبرانی اور دیگر ائمہ حدیث و سیر نے روایت کیا ہے:

عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ غَزْوَةَ خَيْبَرَ، فَاسْرَعَ النَّاسُ فِي حِطَائِرِ يَهُودَ، فَأَمَرَنِي أَنْ أَتَدِيَ الصَّلَاةَ.

۲۔ أبو یوسف، کتاب الخراج: ۷۸

۳۔ أبو عیبد قاسم، کتاب الاموال: ۲۴۴، ۲۴۵، رقم: ۵۰۳

۴۔ زنجویہ، کتاب الاموال: ۴۴۹، ۴۵۰، رقم: ۴۳۲

۵۔ بلاذری، فتوح البلدان: ۹۰

..... ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ قَدْ أَسْرَعْتُمْ فِي حَظَائِرِ يَهُودَ. أَلَا لَا تَحِلُّ أَمْوَالُ الْمُعَاهِدِينَ إِلَّا بِحَقِّهَا. (۱)

”حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خیبر میں موجود تھے۔ لوگ (مجاہدین) جلدی میں یہود کے بندھے ہوئے جانور بھی لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نماز کے لیے اذان دینے کا حکم فرمایا۔..... نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تم جلدی میں یہود کے بندھے ہوئے جانور بھی لے گئے ہو۔ خبردار! سوائے حق کے غیر مسلم شہریوں کے اموال سے لینا حلال نہیں ہے۔“

یہی روایت ان الفاظ کے ساتھ بھی آئی ہے:

أَلَا وَإِنِّي أُحَرِّمُ عَلَيْكُمْ أَمْوَالَ الْمُعَاهِدِينَ بِغَيْرِ حَقِّهَا. (۲)

”خبردار! میں تم پر غیر مسلم اقلیتوں کے اموال پر ناحق قبضہ کرنا حرام کرتا ہوں۔“

امام دارقطنی نے ان الفاظ سے اس روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ خَيْبَرَ أَمْوَالَ الْمُعَاهِدِينَ. (۳)

(۱) ۱- أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۸۹، رقم: ۱۶۸۶۲

۲- أبو داود، السنن، کتاب الأطعمة، باب النهی عن أكل السباع،

۳: ۳۵۶، رقم: ۳۸۰۶

۳- ابن زنجويه، کتاب الاموال، ۳: ۳۷۹، رقم: ۶۱۸

(۲) ۱- طبرانی، المعجم الكبير، ۴: ۱۱۱، رقم: ۳۸۲۸

۲- ابن زنجويه، کتاب الاموال، ۳: ۳۸۰، رقم: ۶۱۹

(۳) دارقطنی، السنن، ۴: ۲۸۷، رقم: ۶۳

”حضور نبی اکرم ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر غیر مسلم شہریوں کے اموال پر قبضہ کرنا حرام قرار دے دیا۔“

دورِ نبوی ﷺ میں ان معاہدات، دستاویزات اور اعلانات سے اقلیتوں کے حقوق کا درج ذیل خاکہ سامنے آتا ہے:

۱۔ اسلامی حکومت کے تحت رہنے والی غیر مسلم رعایا کو مساوی قانونی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔

۲۔ ان کے مذہب سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جاسکتا۔

۳۔ ان کے اموال، جان اور عزت و آبرو کی حفاظت مسلمانوں ہی کی طرح اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

۴۔ اسلامی حکومت انہیں انتظامی امور کے عہدے - جس قدر وہ اہلیت و استحقاق رکھیں - تفویض کر سکتی ہے۔

۵۔ اپنے مذہبی نمائندے اور عہدے دار وہ خود متعین کرنے کے مجاز ہوتے ہیں، ان کی عبادت گاہیں قابلِ احترام ہیں اور انہیں مکمل تحفظ حاصل ہے۔

۲۔ عہدِ صدیقی میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت

غیر مسلم شہریوں کے جان و مال کی حفاظت کا یہ اہتمام صرف پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات ظاہری کے بعد خلفائے راشدین کے دور میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

۱۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں غیر مسلم شہریوں کو مسلمانوں ہی کی طرح حقوق اور تحفظ حاصل تھا۔ آپ کے دور میں جب اسلامی لشکر روانہ ہوتا تو آپ سپہ سالار کو حسب ذیل احکام اور ہدایات ارشاد فرماتے:

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَلَا تَعْصُوا مَا تُؤْمَرُونَ وَلَا تَغْرِقُوا
نَحْلًا وَلَا تُحَرِّقْنَهَا، وَلَا تَعْفَرُوا بِهَيْمَةٍ وَلَا شَجَرَةً تُشْمَرُ، وَلَا
تَهْدِمُوا بَيْعَةً، وَلَا تَقْتُلُوا الْوِلْدَانَ وَلَا الشُّيُوخَ وَلَا النِّسَاءَ.
وَسَتَجِدُونَ أَقْوَامًا حَبَسُوا أَنْفُسَهُمْ فِي الصَّوَامِعِ، فَدَعَوْهُمْ، وَمَا
حَبَسُوا أَنْفُسَهُمْ لَهُ. (۱)

”خبردار! زمین میں فساد نہ مچانا اور احکامات کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ کھجور
کے درخت نہ کاٹنا اور نہ انہیں جلانا، چوپایوں کو ہلاک نہ کرنا اور نہ پھلدار
درختوں کو کاٹنا، کسی عبادت گاہ کو مت گرانا اور نہ ہی بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو
قتل کرنا۔ تمہیں بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جنہوں نے گرجا گھروں میں
اپنے آپ کو مجبوس کر رکھا ہے اور دنیا سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے، انہیں ان
کے حال پر چھوڑ دینا۔“

۲۔ علامہ حسام الدین ہندی نے ”کنز العمال“ میں مذکورہ روایت کو نقل کرتے
ہوئے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے:

وَلَا مَرِيضًا وَلَا رَاهِبًا. (۲)

”اور نہ کسی مریض کو اور نہ ہی کسی پادری کو قتل کرنا۔“

۳۔ سیدنا صدیق اکبر ؓ نے یزید بن ابی سفیان ؓ کو شام بھیجتے ہوئے جو

(۱) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۸۵

۲۔ مالک، الموطا، ۲: ۴۴۸، رقم: ۹۶۶

۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۵: ۱۹۹

۴۔ ہندی، کنز العمال، ۱: ۲۹۶

۵۔ ابن قدامہ، المغنی، ۸: ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۷۷

(۲) ہندی، کنز العمال، ۴: ۴۷۷، رقم: ۱۱۴۰۹

احکامات صادر فرمائے، ان میں آپ نے یہ بھی حکم فرمایا تھا:

وَلَا تَهْدِمُوا بَيْعَةً وَلَا تَقْتُلُوا شَيْخًا كَبِيرًا، وَلَا صَبِيًّا وَلَا صَغِيرًا
وَلَا امْرَأَةً. (۱)

”اور عیسائیوں کی عبادت گاہوں کو منہدم نہ کرنا اور نہ بوڑھوں کو قتل کرنا، نہ بچوں کو، نہ چھوٹوں کو اور نہ ہی عورتوں کو (قتل کرنا)۔“

۴۔ حضرت ثابت بن الحجاج الکلابی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أَلَا لَا يُقْتَلُ الرَّاهِبُ فِي الصُّومَةِ. (۲)

”خبردار! کسی گر جاگھر کے پادری کو قتل نہ کیا جائے۔“

۵۔ حضرت خالد بن ولید ﷺ جب خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق ﷺ کے حکم پر دمشق اور شام کی سرحدوں سے عراق اور ایران کی طرف لوٹے تو راستے میں باشندگانِ عانات کے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ:

(۱) ان کے گرجے اور خانقاہیں منہدم نہیں کی جائیں گی۔

(۲) وہ ہماری نماز پجنگانہ کے سوا ہر وقت اپنا ناقوس بجا سکتے ہیں، ان پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔

(۳) وہ اپنی عید پر صلیب نکال سکتے ہیں۔ (۳)

(۱) ہندی، کنز العمال، ۴: ۴۷۵، رقم: ۱۱۴۱۱

(۲) ۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۴۸۳، رقم: ۳۳۱۲۷

۲۔ ہندی، کنز العمال، ۴: ۴۷۲

(۳) ابو یوسف، کتاب الخراج: ۱۵۸

۳۔ عہدِ فاروقی میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت

عہدِ فاروقی میں بھی غیر مسلم شہریوں کے تحفظ اور حقوق کے ساتھ ساتھ نفس انسانی کے احترام اور وقار میں اس قدر اضافہ ہوا کہ مفتوحہ علاقوں کے غیر مسلم شہری اسلامی ریاست میں اپنے آپ کو زیادہ محفوظ اور آزاد سمجھتے تھے۔ اس کا اعتراف مشہور مستشرق (orientalist) منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) نے بھی کیا ہے:

The Christians were probably better off as *dhimmi*s under Muslim Arab rulers than they had been under the Byzantine Grees.⁽¹⁾

”عیسائی، عرب مسلم حکمرانوں کے دورِ اقتدار میں بطور غیر مسلم شہری اپنے آپ کو یونانی بازنطینی حکمرانوں کی رعیت میں رہنے سے زیادہ محفوظ اور بہتر سمجھتے تھے۔“

حضرت عمر فاروق ؓ کے دورِ حکومت میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے تحفظ کا اندازہ ہمیں آپ ؓ کے حسبِ ذیل ارشادات اور معمولات سے ہوتا ہے:

۱۔ حضرت عمر ؓ نے شام کے گورنر حضرت ابو عبیدہ ؓ کو جو فرمان لکھا اس میں منجملہ دیگر احکام کے ایک یہ بھی درج تھا:

وَأَمْنَعِ الْمُسْلِمِينَ مِنْ ظُلْمِهِمْ وَالْإِضْرَارِ بِهِمْ وَأَكْلِ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا بِحِلِّهَا. (۲)

”(تم بحیثیت گورنر) مسلمانوں کو غیر مسلم شہریوں پر ظلم کرنے اور انہیں ضرر پہنچانے اور ناجائز طریقہ سے ان کے مال کھانے سے سختی کے ساتھ منع کرو۔“

(1) Watt, *Islamic Political Thought*, p. 51.

(۲) أبو یوسف، کتاب الخراج: ۱۵۲

۲۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی ان کے پاس اسلامی ریاستوں سے کوئی وفد آتا تو آپ اس وفد سے غیر مسلم شہریوں کے احوال دریافت فرماتے کہ کہیں کسی مسلمان نے انہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف تو نہیں پہنچائی؟ اس پر وہ کہتے: ہم اور کچھ نہیں جانتے مگر یہ کہ ہر مسلمان نے اس عہد و پیمان کو پورا کیا ہے جو ہمارے اور مسلمانوں کے درمیان موجود ہے۔^(۱)

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی زندگی کے آخری لمحے تک اقلیتوں کا خیال تھا حالانکہ ایک اقلیتی فرقہ ہی کے فرد نے آپ کو شہید کیا۔ اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

أَوْصَى الْخَلِيفَةُ مِنْ بَعْدِي بِذِمَّةِ اللَّهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ ﷺ: أَنْ يُؤْفَى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ، وَأَنْ لَا يُكَلَّفُوا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ.^(۲)

”میں اپنے بعد والے خلیفہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذمہ میں آنے والے غیر مسلم شہریوں کے بارے میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ ان سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا جائے، ان کی حفاظت کے لیے بوقت ضرورت لڑا بھی جائے اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔“

(۱) طبری، تاریخ الأمم والملوک، ۲: ۵۰۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی قبر النبی ﷺ،

۱: ۴۶۹، رقم: ۱۳۲۸

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۴۳۶، رقم: ۳۷۰۵۹

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۱۵۰

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۳۳۹

(۱) غیر مسلم شہریوں سے ٹیکس کی وصولی میں نرمی

سیدنا عمر فاروق ؓ نے اپنے ماتحت حکام کو غیر مسلم شہریوں سے حسن سلوک کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ ان پر ٹیکس عائد کرنے اور اس کی وصولی میں رعایت کے احکامات جاری فرمائے۔

۱۔ حضرت عمر ؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت اسلم بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ كَتَبَ إِلَى أُمَرَاءِ الْأَجْنَادِ: أَنْ لَا يَضْرِبُوا الْجَزِيَّةَ عَلَى النِّسَاءِ، وَلَا عَلَى الصَّبِيَّانِ. ^(۱)

”حضرت عمر فاروق ؓ نے سپہ سالاروں کو خط لکھا کہ وہ غیر مسلم عورتوں اور بچوں پر ٹیکس نافذ نہ کریں۔“

امام ابن قدامہ بیان کرتے ہیں:

فَإِنْ عَمَّرَ ؓ أَتَى بِمَالٍ كَثِيرٍ، قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: وَأَحْسَبُهُ مِنَ الْجَزِيَّةِ. فَقَالَ: إِنِّي لَا أَظُنُّكُمْ قَدْ أَهْلَكْتُمُ النَّاسَ، قَالُوا: لَا، وَاللَّهِ، مَا أَخَذْنَا إِلَّا عَفْوَ صَفْوًا. قَالَ: بَلَا سَوْطَ وَلَا بَوَطَ. قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَجْعَلْ ذَلِكَ عَلَى يَدَيَّ وَلَا فِي سُلْطَانِي. ^(۲)

”حضرت عمر ؓ کے پاس کثیر مال لایا گیا۔ ابو عبید نے کہا: میرا خیال ہے کہ وہ ٹیکس (سے حاصل کردہ مال) تھا۔ تو آپ ؓ نے فرمایا: میں خیال کرتا ہوں

(۱) ۱۔ عبد الرزاق، المصنف، ۶: ۸۵، رقم: ۱۰۰۰۹

۲۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۹: ۱۹۵، رقم: ۱۸۴۶۳

(۲) ابن قدامة، المغنی، ۹: ۲۹۰

کہ تم نے لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، اللہ کی قسم! ہم نے یہ ٹیکس معافی اور نرمی کے ساتھ ہی وصول کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بغیر کسی سختی کے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے دعا کی: تمام تعریفیں اس اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے میرے ہاتھ سے اور میری حکمرانی میں غیر مسلموں پر یہ زیادتی نہیں ہونے دی۔“

۲۔ شام کے سفر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے عامل ٹیکس وصول کرنے کے لیے غیر مسلم شہریوں کو دھوپ میں کھڑا کر کے سزا دے رہے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

فَدَعَوْهُمْ، لَا تَكْلِفُوهُمْ مَا لَا يَطِيقُونَ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: لَا تُعَذِّبُوا النَّاسَ، فَإِنَّ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۱)

”ان کو چھوڑ دو، ان کو ہرگز تکلیف نہ دو جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے، میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں کو عذاب نہ دو، بے شک جو لوگوں کو دنیا میں عذاب دیتے ہیں اللہ انہیں قیامت کے دن عذاب دے گا۔“

آپ ﷺ کے حکم پر عامل نے انہیں چھوڑ دیا۔

۳۔ ہشام بن حکم نے حمص کے ایک سرکاری افسر عیاض بن غنم کو دیکھا کہ اُس نے ایک غیر مسلم قبطی کو ٹیکس وصول کرنے کے لیے دھوپ میں کھڑا کر رکھا ہے۔ اس پر انہوں نے اسے ملامت کی اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا. (۱)

”بے شک اللہ ﷻ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔“

(۲) معذور، بوڑھے اور غریب غیر مسلم شہریوں کے لیے وظائف

سیدنا عمر فاروق ؓ کے دور حکومت میں غیر مسلم شہریوں سے حسن سلوک کا یہ عالم تھا کہ کمزور، معذور اور بوڑھے غیر مسلم شہریوں کا نہ صرف ٹیکس معاف کر دیا جاتا تھا بلکہ بیت المال سے ان کی اور ان کے اہل و عیال کی کفالت بھی کی جاتی تھی۔

۱۔ امام ابو عبیدہ القاسم بن سلام ”کتاب الأموال“ میں بیان کرتے ہیں:

إن أمير المؤمنين عمر ؓ مرّ بشيخ من أهل الذمة، يسأل على أبواب الناس. فقال: ما أنصفناك أن كنا أخذنا منك الجزية في شببتك، ثم ضيعناك في كبرك. قال: ثم أجرى عليه من بيت المال ما يصلحه. (۲)

”امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق ؓ غیر مسلم شہریوں میں سے ایک بوڑھے شخص کے پاس سے گزرے جو لوگوں کے دروازوں پر بھیک مانگتا تھا۔ آپ نے

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب البر، باب الوعيد الشديد، ۴: ۲۰۱۸، رقم: ۲۶۱۳

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الخراج، باب فی التشديد، ۳: ۱۰۶، رقم: ۳۰۴۵

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۶۸

۴۔ نسائی، السنن الكبرى، ۵: ۲۳۶، رقم: ۸۷۷۱

(۲) أبو عبیدہ، کتاب الأموال: ۵۷، رقم: ۱۱۹

فرمایا: ”ہم نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ ہم نے تمہاری جوانی میں تم سے ٹیکس وصول کیا، پھر تمہارے بڑھاپے میں تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔“
راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے اس کی ضروریات کے لیے بیت المال سے وظیفہ کی ادائیگی کا حکم جاری فرمایا۔“

۲۔ امام ابو یوسف نے اسی روایت کو ”كتاب الخراج“ میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

مرّ عمر بن الخطاب ﷺ بباب قوم وعليه سائل يسأل، شيخ كبير ضير البصر، فضرب عضده من خلفه، وقال: من أي أهل الكتاب أنت؟ فقال: يهودي. قال: فما أَلْجَاكُ إلی ما أرى؟ قال أسأل الجزية والحاجة والسن. قال: فأخذ عمر بيده وذهب إلى منزله فرضخ له بشيء من المنزل. ثم أرسل إلى خازن بيت المال، فقال: انظر هذا وضرباءه، فوالله ما أنصفناه إن أكلنا شبيبته، ثم نخذله عند الهرم ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ﴾ والفقراء هم المسلمون، وهذا من المساكين من أهل الكتاب. ووضع عنه الجزية وعن ضربائه. (۱)

”حضرت عمر فاروق ﷺ ایک قوم کے دروازے کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ وہاں ایک سائل بھیک مانگ رہا تھا جو نہایت ضعیف اور نابینا تھا۔ حضرت عمر ﷺ نے اس کے بازو پر پیچھے سے ہاتھ رکھا اور کہا کہ تم اہل کتاب کے کس گروہ سے ہو؟ اس نے کہا کہ یہودی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے اس امر پر کس نے مجبور کیا جو میں دیکھ رہا ہوں؟ اس نے کہا کہ میں ٹیکس کی ادائیگی اور

اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے بڑھاپے (میں کما نہ سکنے) کی وجہ سے بھیک مانگتا ہوں۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے گھر لے گئے اور اسے اپنے گھر سے کچھ مال دیا۔ پھر اسے بیت المال کے خازن کی طرف بھیجا اور کہا کہ اسے اور اس قبیل کے دوسرے لوگوں کو دیکھو۔ خدا کی قسم! ہم نے اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ اس کی جوانی سے تو ہم نے فائدہ اٹھایا اور بڑھاپے میں اسے رسوا کر دیا۔ (پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:) ﴿بے شک صدقات فقراء اور مساکین کے لئے ہیں﴾۔ (اور فرمایا:) فقراء سے مراد مسلمان ہیں اور یہ اہل کتاب (غیر مسلم شہری) مساکین میں سے ہے۔ اور حضرت عمر ؓ نے اس سے اور اس جیسے دیگر کمزور لوگوں سے ٹیکس ختم کر دیا۔“

۳۔ حضرت عبداللہ بن حدر اسلمی بیان کرتے ہیں:

لما قدمنا مع عمر بن الخطاب الجابية، إذا هو بشيخ من أهل الذمة يستطعم فسأل عنه، فقلنا: يا أمير المؤمنين! هذا رجل من أهل الذمة كبر وضعف. فوضع عنه عمر الجزية التي في رقبته. وقال: كلفتموه الجزية حتى إذا ضعف تركتموه يستطعم. فأجرى عليه من بيت المال عشرة دراهم، وكان له عيال. (۱)

”جب ہم حضرت عمر بن الخطاب ؓ کے ساتھ جابیه آئے تو غیر مسلم شہریوں میں سے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو کھانا مانگ رہا تھا۔ آپ ؓ نے اس شخص کے بارے میں پوچھا تو ہم نے عرض کیا: اے امیر المومنین! یہ شخص غیر مسلم شہری ہے جو بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہے۔ آپ ؓ نے اس کے ذمے ٹیکس کو ختم کر دیا اور فرمایا: تم نے (ساری زندگی) اس سے ٹیکس وصول کیا، اب جبکہ وہ

کمزور ہو گیا ہے اسے کھانا مانگنے کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ پھر آپ نے بیت المال سے اس کے لئے دس درہم (ماہانہ وظیفہ) مقرر کر دیا کیونکہ اس کے اہل و عیال بھی تھے۔“

۴۔ عہدِ عثمانی میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت

۱۔ خلافتِ راشدہ کا تیسرا دور شروع ہی المناک حادثہ سے ہوا کہ ایک غیر مسلم نے خلیفہ وقت حضرت عمر فاروق ؓ پر قاتلانہ حملہ کیا اور آپ شہید ہو گئے۔ حضرت عمر ؓ کے صاحبزادے حضرت عبید اللہ بن عمر نے غصہ میں آ کر قتل کی سازش میں ملوث تین آدمیوں کو قتل کر دیا، جن میں سے ایک مسلمان اور دو غیر مسلم عیسائی تھے۔ حضرت عبید اللہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ خلیفہ ثالث نے مسند خلافت پر بیٹھے ہی سب سے پہلے اس معاملہ کے بارے میں صحابہ کرام ؓ سے رائے لی، تمام صحابہ کی رائے یہ تھی کہ عبید اللہ بن عمر کو قتل کر دیا جائے۔ لہذا یہ امر یقینی ہو گیا تھا کہ قصاص میں حضرت عمر ؓ کے صاحبزادے عبید اللہ بن عمر کو سزائے موت دے دی جاتی لیکن مقتولین کے ورثاء کی اپنی رضامندی سے خون بہا پر مصالحت ہو گئی اور خون بہا (دیت) کی رقم تینوں مقتولین کے لیے برابر تقسیم کر دی گئی۔ (۱)

۲۔ امام ابو عبید، امام حمید بن زنجویہ اور بلاذری نے غیر مسلموں سے متعلق سیدنا عثمان غنی ؓ کے سرکاری فرمان نامہ کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

إِنِّي أَوْصِيكَ بِهِمْ خَيْرًا فَإِنَّهُمْ قَوْمٌ لَهُمُ الدِّمَّةُ. (۲)

(۱) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۵: ۱۷۷

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۱: ۳۶۰

۲۔ أبو يوسف، کتاب الخراج: ۸۰

۳۔ أبو عبید قاسم، کتاب الأموال: ۲۴۶، رقم: ۵۰۵

”میں تمہیں ان غیر مسلم شہریوں کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت کرتا ہوں۔ یہ وہ قوم ہے جنہیں جان و مال، عزت و آبرو اور مذہبی تحفظ کی مکمل امان دی جا چکی ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی ریاست میں مسلمانوں اور غیر مسلم اقلیتوں کے خون کی حرمت برابر ہے۔

۵۔ عہدِ علوی میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت

سیدنا علیؑ کے عہدِ خلافت میں بھی غیر مسلم شہریوں کے حقوق اسی طرح محفوظ و محترم رہے اور انہیں جان و مال اور عزت و آبرو کا مکمل تحفظ حاصل رہا۔

۱۔ حضرت علیؑ کے پاس ایک مسلمان کو پکڑ کر لایا گیا جس نے ایک غیر مسلم کو قتل کیا تھا۔ ثبوت فراہم ہو جانے کے بعد حضرت علیؑ نے قصاص میں غیر مسلم کے بدلے اس مسلمان کو قتل کئے جانے کا حکم دیا۔ قاتل کے ورثاء نے مقتول کے بھائی کو خون بہا دے کر معاف کرنے پر راضی کر لیا۔ حضرت علیؑ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے مقتول کے وارث کو فرمایا:

لَعَلَّہُمْ فَرَعُوکَ اَوْ هَدَدُوکَ۔

”شاید ان لوگوں نے تجھے ڈرا دھمکا کر یہ کہلوا یا ہے؟“

اس نے کہا نہیں بات دراصل یہ ہے کہ قاتل کے قتل کئے جانے سے میرا بھائی تو واپس آنے سے رہا اور اب یہ مجھے اس کی دیت دے رہے ہیں جو پسماندگان کے لئے کسی حد تک کفایت کرے گی۔ اس لئے میں خود اپنی مرضی سے بغیر کسی دباؤ کے معافی

دے رہا ہوں۔ اس پر حضرت علیؑ نے فرمایا: اچھا تمہاری مرضی۔ تم زیادہ بہتر سمجھتے ہو۔ لیکن بہر حال ہماری شریعت کا اُصول یہی ہے کہ:

مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّتُنَا، فَذِمَّتُهُ كَذِمِّنَا، وَذِمَّتُهُ كَذِمَّتِنَا. (۱)

”جو ہماری غیر مسلم رعایا میں سے ہے اس کا خون اور ہمارا خون برابر ہیں اور اس کی دیت بھی ہماری دیت کی طرح ہے۔“

۲۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت علیؑ نے فرمایا:

إِذَا قُتِلَ الْمُسْلِمُ النَّصْرَانِي قُتِلَ بِهِ. (۲)

”اگر کسی مسلمان نے عیسائی کو قتل کیا تو وہ مسلمان (اُس کے قصاص میں) قتل کیا جائے گا۔“

۶۔ عہدِ عمر بن عبد العزیزؒ میں غیر مسلموں کے تحفظ کی

قانونی حیثیت

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے اُسوۂ مبارکہ کے مطابق حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اپنے ماتحت افسران کو حکم دیتے تھے:

أَنْ لَا تَهْدُمُوا كَنِيْسَةً وَلَا بَيْعَةً وَلَا بَيْتَ نَارٍ. (۳)

(۱) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۳۴

۲۔ شافعی، المسند، ۱: ۳۴۴

۳۔ شیبانی، الحجۃ، ۴: ۳۵۵

(۲) ۱۔ شیبانی، الحجۃ، ۴: ۳۴۹

۲۔ شافعی، الأم، ۷: ۳۲۰

(۳) ابن القیم، أحکام أهل الذمة، ۳: ۱۲۰۰

”کسی چرچ، گرجا اور آتش کدہ کو مسمار نہ کرو۔“

۲۔ تاریخ اسلام کا مشہور واقعہ ہے کہ ولید بن عبد الملک اموی نے دمشق کے کنیسہ یوحنا کو زبردستی عیسائیوں سے چھین کر مسجد میں شامل کر لیا تھا۔ جب حضرت عمر بن عبد العزیز ؓ کو خبر پہنچی تو آپ نے مسجد کا وہ حصہ منہدم کروا کے عیسائیوں کو واپس کروا دیا۔ روایت میں ہے:

فَلَمَّا اسْتَخْلَفَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ ؓ، شَكَى النَّصَارَى إِلَيْهِ مَا فَعَلَ الْوَلِيدُ بِهِمْ فِي كَنِيسَتِهِمْ، فَكُتِبَ إِلَيْهِ عَامِلُهُ بِأَمْرِهِ بِرَدِّ مَا زَادَهُ فِي الْمَسْجِدِ. ^(۱)

”جب حضرت عمر بن عبد العزیز تخت خلافت پر متمکن ہوئے اور عیسائیوں نے ان سے ولید کے کنیسہ پر کئے گئے ظالمانہ قبضہ کی شکایت کی تو انہوں نے اپنے عامل کو حکم دیا کہ مسجد کا جتنا حصہ گرجا کی زمین پر تعمیر کیا گیا ہے اسے منہدم کر کے واپس عیسائیوں کے حوالہ کر دو۔ سوایا کر دیا گیا۔“

۳۔ بلکہ ایک موقع پر عمر بن عبد العزیز ؓ نے فرمایا:

إِنْ كَانَتْ مِنَ الْخُمْسِ عَشْرَةَ كَنِيسَةً الَّتِي فِي عَهْدِهِمْ فَلَا سَبِيلَ لَكَ إِلَيْهَا. ^(۲)

”اگر کوئی اور گرجا بھی ان پندرہ گرجوں میں سے ہو جو ان کے زمانہ میں موجود تھے تو تب بھی تم ان میں سے ایک بھی منہدم نہیں کر سکتے۔“

حضرت عمر بن عبد العزیز ؓ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک گورنر کو اس

(۱) بلاذری، فتوح البلدان: ۱۵۰

(۲) ۱۔ أبو عبید قاسم، کتاب الأموال: ۲۰۱، رقم: ۳۲۶

۲۔ ابن زنجویہ، کتاب الأموال: ۳۸۷، رقم: ۶۳۵

مسلمان کے بارے میں لکھا جس نے کسی معاہدہ کو قتل کیا تھا۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ اس مسلمان کو مقتول کے ولی کے حوالے کر دیا جائے۔ اگر ولی چاہے تو اسے قتل کر دے اور چاہے تو معاف کر دے۔ اس گورنر نے قاتل کو مقتول کے ولی کے حوالے کر دیا اور اُسے capital punishment دی گئی۔^(۱)

عہد رسالت مآب ﷺ ہو یا دورِ صحابہ یا ان کے بعد کے ادوار؛ اسلامی تاریخ غیر مسلم شہریوں سے مثالی حسن سلوک کے ہزاروں واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ دیگر مذاہب اور اقوام سے تعلق رکھنے والے افراد اسلامی ریاست میں پرسکون زندگی گزارتے تھے، حتیٰ کہ وہ اسلامی دورِ حکومت کو اپنے سابقہ حکمرانوں کے ادوار سے بہتر قرار دیتے تھے۔ ان کی عبادت گاہیں محفوظ تھیں، انہیں اپنے مذہب پر قائم رہنے اور عمل کرنے کی مکمل آزادی تھی، بیت المال سے ان کی تمام معاشی ضروریات پوری کی جاتی تھیں۔ مسلمانوں کا مثالی حسن سلوک اور اعلیٰ اخلاقی کردار دیکھ کر لاکھوں افراد نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کر لیا تھا۔

تجربہ ہے موجودہ دور کے دہشت گرد اور انتہا پسند مسلمانوں پر جن کی قتل و غارت گری اور فساد فی الارض سے مسلم ریاست کے غیر مسلم تو کجا مسلمان بھی محفوظ نہیں رہے۔ معاشرے کا امن تباہ ہو چکا ہے۔ املاک تباہ ہو رہی ہیں۔ ان دہشت گردوں کا موجودہ چہرہ اسلام کے چودہ سو سالہ روشن چہرے کو بھی داغ دار بنا رہا ہے۔ یہ دہشت گردی اسلام کی خدمت نہیں بلکہ دنیا بھر میں اسلام کی بدنامی کا باعث ہے۔

فصل دوم

غیر مسلموں پر اپنا عقیدہ مسلط کرنے اور
اُن کی عبادت گاہیں منہدم کرنے کی ممانعت

اسلام غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی دیتا ہے اور اسلامی مملکت ان کے عقائد و عبادات سے تعرض نہیں کرتی۔ اسلام غیر مسلم شہریوں کے جان و مال کی طرح ان کی عبادت گاہوں اور مقدس مقامات کو بھی مکمل تحفظ فراہم کرتا ہے۔ الغرض اسلام تحمل و برداشت اور رواداری کا وہ نمونہ فراہم کرتا ہے جو دنیا کا کوئی معاشرہ فراہم نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو یہاں تک حکم دیا ہے کہ غیر مسلموں کے جھوٹے معبودوں (بتوں) کو بھی گالیاں نہ دو۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ^(۱)

”اور (اے مسلمانو!) تم ان (جھوٹے معبودوں) کو گالی مت دو جنہیں یہ (مشرک لوگ) اللہ کے سوا پوجتے ہیں پھر وہ لوگ (بھی جواباً) جہالت کے باعث ظلم کرتے ہوئے اللہ کی شان میں دشنام طرازی کرنے لگیں گے۔“

بین المذاہب رواداری کا اس سے بہتر نمونہ پیش نہیں کیا جاسکتا۔

۱۔ اپنے مذہب پر قائم رہنے اور اس پر عمل کرنے کی مکمل آزادی

دین اسلام میں کسی کو مسلمان کرنے کے لیے جبر کی اجازت نہیں ہے۔ اسلامی ریاست میں کسی بھی شہری کو جبراً مذہب بدلنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

(۱) الأنعام، ۶: ۱۰۸

۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ. (۱)

”دین میں کوئی زبردستی نہیں، بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے۔“

حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

لَا تَكْرَهُوا أَحَدًا عَلَى الدِّخُولِ فِي دِينِ الْإِسْلَامِ، فَإِنَّهُ بَيِّنٌ وَاضِحٌ جَلِيٌّ دَلَالُهُ وَبَرَاهِينُهُ، لَا يَحْتَاجُ إِلَى أَنْ يَكْرَهُ أَحَدٌ عَلَى الدِّخُولِ فِيهِ. (۲)

”تم کسی کو دین اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہ کرو کیونکہ یہ دین واضح اور نمایاں دلائل اور براہین والا ہے اور یہ محتاج نہیں اس چیز کا کہ کسی کو مجبوراً اس میں داخل کیا جائے۔“

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (۳)

”تو کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں؟“

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو زبردستی دائرہ اسلام میں داخل کرنے سے منع کر دیا ہے۔ اس لئے غیر مسلم شہریوں کو اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہیں کیا جائے گا کیونکہ مسلمانوں کے ہاں ایمان محض ایک کلمہ نہیں جو زبان سے ادا کیا جاتا ہے یا محض ایسے افعال کا نام نہیں

(۱) البقرة، ۲: ۲۵۶

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۳۱۰

(۳) یونس، ۱۰: ۹۹

جو بدن سے ادا ہوتے ہیں بلکہ اس کی بنیاد دل کی تصدیق پر ہے، اس لیے اس باب میں جبر و اکراہ کی اجازت نہیں دی گئی۔

سیدنا عمر فاروق ؓ نے اہل قدس کو جو امان دی تھی اس کے الفاظ اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کو میسر مذہبی آزادی کا دستور ہیں:

هذا ما أعطى عبد الله عمر أمير المؤمنين أهل إيلياء من الأمان، أعطاهم أماناً لأنفسهم وأموالهم ولكنائسهم وصلبانهم، وسقيمها وبريئها وسائر ملتها، أنه لا تسكن كنائسهم ولا تهدم ولا ينتقص منها، ولا من حيزها ولا من صليبهم، ولا من شيء من أموالهم، ولا يكرهون على دينهم، ولا يضار أحد منهم، ولا يسكن بإيلياء معهم أحد من اليهود. ^(۱)

”یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے عمر بن الخطاب امیر المؤمنین نے ایلیا کو دی۔ ان کی جانوں، ان کے اموال، ان کے کلیساؤں، ان کی صلیبوں اور ان کی ساری ملت کو امان دی گئی ہے۔ ان کے چرچوں کو بند کیا جائے نہ گرایا جائے اور نہ ہی ان میں کمی کی جائے اور نہ ان کی خیرات اور صلیبوں میں کمی کی جائے اور نہ ہی ان کے اموال میں کمی کی جائے اور کسی کو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے، اور نہ کسی کو تکلیف پہنچائی جائے اور نہ ان کے ساتھ (جبراً) یہودیوں میں سے کسی کو ٹھہرایا جائے (کیونکہ اس زمانہ میں مسیحی لوگوں اور یہود میں بڑی عداوت تھی)۔“

پروفیسر فلپ کے۔ ہٹی (Philip K. Hitti) لکھتے ہیں:

They (non-Muslims) were allowed the jurisdiction of their

own canon laws as administered by the respective heads of their religious communities. This state of partial autonomy, recognized later by the Sultans of Turkey, has been retained by the Arab successor states.⁽¹⁾

”غیر مسلموں کو اجازت تھی کہ وہ اپنی کمیونٹی کے سربراہوں کے نظام کے تحت اپنے مذہبی قوانین کے مطابق اپنے معاملات چلائیں۔ یہ جزوی خود مختاری - جسے عرب جانشین ریاستوں نے برقرار رکھا تھا - بعد ازاں ترک سلاطین نے بھی تسلیم کی تھی۔“

پروفیسر Hitti مزید chapter xx میں لکھتے ہیں:

All non-Moslems being allowed autonomy under thier own religious heads.⁽²⁾

”تمام غیر مسلموں کو اُن کے اپنے اپنے مذہبی رہنماؤں کی سربراہی میں خود مختار حیثیت دی گئی تھی۔“

وہ اسی باب میں صفحہ 231 پر لکھتے ہیں:

Syria as a whole remained largely Christian until the third Moslem century.... In fact the Lebanon remained Christian in faith and Syriac in speech for centuries after the conquest.

”تیرھویں صدی ہجری تک شام کا بڑا حصہ زیادہ تر عیسائی رہا۔ درحقیقت لبنان بھی فتح ہونے کے صدیوں بعد تک عقیدے کے لحاظ سے عیسائی رہا جبکہ وہاں زبان شامی (یعنی عربی) بولی جاتی تھی۔“

غیر مسلم مستشرقین کے مذکورہ بالا حوالہ جات سے اس امر کی تصدیق ہو جاتی ہے

(1) Hitti, *History of the Arabs*, p. 170.

(2) Hitti, *History of the Arabs*, p. 225.

کہ اسلامی حکومتیں تعلیماتِ نبوی ﷺ اور احکامِ اسلامی کے تحت مفتوحہ ممالک اور شہروں میں اپنی حکومتوں کے قیام کے باوجود غیر مسلم شہریوں کے مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے کے لیے دباؤ یا جبر جائز نہیں سمجھتی تھیں، اور انہیں مکمل مذہبی آزادی اور تحفظ فراہم کرتی تھیں۔ اسی وجہ سے وہ فتوحات کے بعد بھی صدیوں تک اپنے مسیحی مذہب پر برقرار رہے اور اسلامی حکومتوں کو اس پر کوئی اختلاف و انکار نہ ہوتا تھا۔ اسلام کی یہی عظمت ہے جس کا اعتراف آج بھی غیر مسلم مؤرخین اور محققین کھلے الفاظ میں کرتے ہیں۔

۲۔ مذہبی اختلاف کی بنا پر کسی غیر مسلم کی جان و مال کو

تلف کرنا حرام ہے

دین و مذہب کا اختلاف قطعی طور پر کسی کو قتل کرنے اور مال لوٹنے کا سبب نہیں بن سکتا۔ کسی انسان پر ظلم و زیادتی کرنا خواہ اس کا تعلق کسی مذہب سے ہو اور وہ ظلم و زیادتی خواہ قتل کی شکل میں ہو، ایذا رسانی یا اس کے اوپر جھوٹے الزام اور تہمت کی شکل میں، سب حرام ہے۔ ایسی ہر قسم کی زیادتی کا قصاص یعنی بدلہ واجب ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ. (۱)

”اے ایمان والو! تم پر ان کے خون کا بدلہ (قصاص) فرض کیا گیا ہے جو ناحق قتل کیے جائیں۔“

یہاں قَتْلُ کا لفظ عام ہے جو مسلمان اور غیر مسلم دونوں کو شامل ہے اور قصاص میں بھی یہی حکم ہے جیسے جان کا بدلہ جان؛ یہ مسلم اور غیر مسلم ہر کسی کی جان ہو سکتی ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ

بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنِ بِالْأُذُنِ وَالسِّنِّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحِ قِصَاصٌ. (۱)

”اور ہم نے اس (تورات) میں ان پر فرض کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے عوض آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے عوض کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں (بھی) بدلہ ہے۔“

اسی طرح اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم شہری کا مال چرائے تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔ علامہ ابن رشد کہتے ہیں کہ اس معاملے میں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم شہری کا مال چرائے تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔ (۲)

لہذا یہ امر متحقق ہو جاتا ہے کہ مذاہب کا اختلاف جان و مال کو دوسروں کے لیے حلال نہیں کرتا۔

۳۔ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا تحفظ سنت محمدی ﷺ ہے

حضور نبی اکرم ﷺ نے غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو برقرار رکھا۔ علامہ ابن قیم ”أحكام أهل الذمة“ میں فتح خیبر کے موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ کا معمول مبارک نقل کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فتح خیبر کے بعد وہاں کے غیر مسلموں کو ان کی عبادت گاہوں پر برقرار رکھا اور ان کی عبادت گاہوں کو مسمار نہیں فرمایا۔ بعد ازاں جب دیگر علاقے سلطنت اسلامی میں شامل ہوئے تو خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اتباع نبوی ﷺ کرتے ہوئے ان ملکوں میں موجود غیر مسلموں کی کسی عبادت گاہ کو مسمار نہیں کیا۔ (۳)

(۱) المائدة، ۵: ۴۵

(۲) ابن رشد، بداية المجتهد، ۲: ۲۹۹

(۳) ابن قیم، أحكام أهل الذمة، ۳: ۱۱۹۹

۴۔ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا تحفظ لازم ہے

قرآن و حدیث کی رو سے اسلامی ریاست پر لازم ہے کہ وہ تمام مذاہب کے مذہبی مقامات اور عبادت گاہوں کی حرمت کا خیال رکھے اور انہیں تحفظ فراہم کرے۔ قرآن مجید میں سورۃ الحج میں ارشاد گرامی ہے:

وَلَوْ لَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهْدَمَتْ صَوَامِعُ وَبِيعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا. (۱)

”اور اگر اللہ انسانی طبقات میں سے بعض کو بعض کے ذریعے ہٹاتا نہ رہتا تو خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں (یعنی تمام ادیان کے مذہبی مراکز اور عبادت گاہیں) مسمار اور ویران کر دی جاتیں جن میں کثرت سے اللہ کے نام کا ذکر کیا جاتا ہے۔“

امام ابو بکر الجصاص ”أحكام القرآن“ میں درج بالا آیت کی تفسیر میں امام حسن بصری کا قول نقل کرتے ہیں:

يَدْفَعُ عَنْ هَدْمِ مُصَلَّاتِ أَهْلِ الدِّمَةِ بِالْمُؤْمِنِينَ. (۲)

”اللہ تعالیٰ مومنین کے ذریعے غیر مسلم شہریوں کے کلیساؤں کا انہدام روکتا ہے (یعنی مسلمانوں کے ذریعے ان کی حفاظت فرماتا ہے)۔“

اسی آیت کی تشریح میں امام ابو بکر الجصاص مزید فرماتے ہیں:

فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ هَذِهِ الْمَوَاضِعَ الْمَذْكُورَةَ لَا يَجُوزُ أَنْ تُهْدَمَ

(۱) الحج، ۲۲: ۴۰

(۲) ۱۔ جصاص، أحكام القرآن، ۵: ۸۳

۲۔ ابن قیم، أحكام أهل الذمة، ۳: ۱۱۶۹

عَلَى مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّةٌ أَوْ عَهْدٌ مِنَ الْكُفَّارِ. (۱)

”اور آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ مذکورہ جگہوں (یعنی عبادت گاہوں) کا گرانا جائز نہیں اگرچہ وہ غیر مسلم شہریوں کی ہی ہوں۔“

اسی آیت کریمہ کی تشریح میں اخفش بیان کرتے ہیں کہ غیر مسلم شہریوں کی عبادت گاہیں ہرگز گرائی نہیں جائیں گی یعنی اسلامی ریاست کا فریضہ ہے کہ انہیں کامل تحفظ فراہم کرے۔ ہر قوم اپنی اقدار کا تحفظ کرتی ہے، اپنی روایات اور ثقافت کو فروغ دینا اس کا جمہوری حق ہے۔ چنانچہ مذہبی اختلافات کے باوجود مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا تحفظ کریں۔

علامہ ابن قیم ”أحكام أهل الذمة“ میں لکھتے ہیں:

يُدْفَعُ عَنْ مَوَاضِعِ مُتَعَبَّدَاتِهِمُ بِالْمُسْلِمِينَ. كَمَا يُحِبُّ الدَّفْعَ
عَنْ أَرْبَابِهَا وَإِنْ كَانَ يُبْغِضُهُمْ، وَهَذَا الْقَوْلُ هُوَ الرَّاجِحُ، وَهُوَ
مَذْهَبُ ابْنِ عَبَّاسٍ. (۲)

”اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ذریعے ان کی عبادت گاہوں کا دفاع فرماتا ہے۔
..... جیسا کہ وہ ان کے معبودوں کا دفاع کرتا ہے مخالف اور ناپسندیدہ عقیدہ
ہونے کے باوجود۔ یہی قول رائج ہے اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا
موقف بھی ہے۔“

(۱) جصاص، أحكام القرآن، ۵: ۸۳

(۲) ابن قیم، أحكام أهل الذمة، ۳: ۱۱۶۹

۵۔ مسلم اکثریتی علاقوں میں بھی واقع غیر مسلم عبادت گاہیں مسمار کرنے کی ممانعت

مسلم اکثریتی علاقوں میں بھی واقع غیر مسلم شہریوں کی عبادت گاہوں کو مسمار کرنے کی سختی سے ممانعت ہے بلکہ ان کا تحفظ اسلامی ریاست کا آئینی فرض ہے۔ امام جصاص نے ”أحكام القرآن“ میں محمد بن الحسن کا یہ قول نقل کیا ہے:

فِي أَرْضِ الصُّلْحِ إِذَا صَارَتْ مِصْرًا لِلْمُسْلِمِينَ، لَمْ يُهْدَمْ مَا كَانَ فِيهَا مِنْ بَيْعَةٍ أَوْ كَنْيسَةٍ أَوْ بَيْتِ نَارٍ. (۱)

”صلح کی سرزمین پر جب مسلمانوں کا کوئی شہر بن جائے تو اس میں بھی پائے جانے والے گرجے، کلیسے یا آتش کدے ہرگز گرائے نہیں جائیں گے۔“

اس حصہ بحث سے ثابت ہو گیا کہ جب اسلام ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم اپنے وطن میں موجود غیر مسلموں کی عبادت گاہوں تک کا ہر لحاظ سے تحفظ کریں اور انہیں ان کی عبادت گاہوں میں آزادانہ عبادت کا موقع فراہم کریں، تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص مسلمان بھی کہلائے اور مساجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی میں مصروف لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دے اور مساجد کو بموں کے ذریعے مسمار کر دے۔

فصل سوم

اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے
بنیادی حقوق سے متعلق قواعد
(Legal Maxims)

مسلم ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق سے متعلق قرآن و حدیث کے واضح احکامات، عہد رسالت مآب ﷺ اور دو صحابہ میں غیر مسلم شہریوں سے حسن سلوک کے نظائر کے ذریعے اس امر کی وضاحت ہو چکی ہے کہ اسلام غیر مسلموں کو نہ صرف مسلمانوں جیسے تمام حقوق عطا کرتا ہے بلکہ انہیں ہر قسم کا تحفظ بھی دیتا ہے۔ کئی صدیوں پر مشتمل اسلامی تاریخ میں اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ گزشتہ صفحات میں کی گئی بحث سے استنباط کرتے ہوئے اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے بنیادی حقوق سے متعلق درج ذیل قواعد اور شرعی اصول (legal maxims) اخذ کیے جاسکتے ہیں:

قاعدہ نمبر ۱:

غیر مسلم شہریوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ مسلم ریاست کی ذمہ داری ہے۔

قاعدہ نمبر ۲:

اسلامی ریاست میں مسلم اور غیر مسلم کا قصاص اور دیت برابر ہے۔

قاعدہ نمبر ۳:

اسلامی ریاست میں مسلم اور غیر مسلم کے خون کی حرمت یکساں ہے۔

قاعدہ نمبر ۴:

اسلامی ریاست میں مسلم اور غیر مسلم شہری کے حقوق و فرائض یکساں ہیں۔

قاعدہ نمبر ۵:

غیر مسلموں کو اندرونی و بیرونی جارحیت سے تحفظ دینا مسلم ریاست کی ذمہ داری ہے۔

قاعدہ نمبر ۶:

اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کی مکمل آزادی ہے۔

قاعدہ نمبر ۷:

غیر مسلموں کو اسلامی ریاست میں عبادات اور مذہبی رسومات کی مکمل آزادی ہے۔

قاعدہ نمبر ۸:

سفارت کاروں کو تحفظ فراہم کرنا مسلم ریاست کی ذمہ داری ہے۔

قاعدہ نمبر ۹:

غیر مسلم عبادت گاہوں اور مذہبی رہنماؤں کو تحفظ فراہم کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۰:

اسلامی ریاست معذوری، بڑھاپے اور غربتی میں غیر مسلموں کا خیال رکھے گی۔

قاعدہ نمبر ۱۱:

تمام مذاہب کی حرمت کا تحفظ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

باب ششم

مسلم ریاست اور نظم اجتماعی کے
خلاف مسلح بغاوت کی ممانعت

فصل اوّل

بغاوت کیا ہے اور باغی کون ہوتا ہے؟
(اصطلاحات، تعریفات اور علامات)

قبل ازیں مسلم ریاست میں مسلمانوں کو ایذا رسانی، غیر مسلم شہریوں کے قتل کی ممانعت اور حالتِ جنگ میں بھی دشمن قوم کے غیر محارب افراد حتیٰ کہ ان کی املاک اور زراعت کو نقصان پہنچانے سے گریز پر مبنی اسلامی تعلیمات اور احکامات کو بیان کیا گیا ہے۔ زیرِ نظر عنوان کے تحت اس بات کا جائزہ لیا جا رہا ہے کہ مسلمان ریاست میں دہشت گردی اور بغاوت کتنا بڑا اور سنگین جرم ہے۔ چونکہ یہ باب بغاوت سے متعلق ہے اس لیے مناسب ہے کہ سب سے پہلے ہم لفظ بغاوت اور دہشت گردی کا مفہوم اور باغیوں کی علامات کا ذکر کریں۔

۱۔ بغاوت کی لغوی تعریف

بغاوت البغی سے مشتق ہے اور البغی لغوی طور پر کبھی طلب کے لئے آتا ہے اور کبھی تعدی (ظلم و زیادتی) کے لئے۔ اصطلاح فقہاء میں بغاوت سے مراد ایسی حکومت کے احکام کو نہ ماننا اور اس کے خلاف مسلح خروج کرنا ہے جس کا حق حکمرانی قانون کے مطابق قائم ہوا ہو۔

۱۔ ابن فارس کے مطابق:

بغی: الباء والغین والياء، أصلان: أحدهما طلب الشيء، والثاني:

جنس من الفساد..... والأصل الثاني: قولهم بغى الجرح، إذا

ترافى إلى فساد، ثم يشتق من هذا ما بعده، فالبغى الفاجرة.

والبغی: الظلم۔^(۱)

”بغی“ کا مادہ باء، غین اور یاء ہے اور اس کی اصل دو چیزیں ہیں۔ پہلا معنی کسی چیز کا طلب کرنا ہے جبکہ دوسرے معنی کے مطابق یہ فساد کی ایک قسم ہے۔ دوسرے معنی کی مثال اہل زبان کا یہ کہنا ہے: بغی الجرح، زخم فساد کی حد تک بڑھ گیا یعنی بہت زیادہ خراب ہو گیا۔ اس سے اس نوعیت کے دیگر الفاظ مشتق ہوتے ہیں مثلاً بَغِيٌّ بُری عورت کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ شرم و حیا کی حدیں پھلانگ کر بدکاری کی مرتکب ہوتی ہے اور بَغِيٌّ ظلم کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔“

۲۔ علامہ ابن نجیم حنفی (م ۹۷۰ھ) بغاوت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

البغاة جمع باغ، من بغى على الناس ظلم واعتدى، وبغى سعى بالفساد، ومنه الفرقة الباغية لأنها عدلت عن القصد. وفئة باغية خارجة عن طاعة الإمام العادل.^(۲)

”البغاة باغی کی جمع ہے۔ بغی علی الناس کا معنی ہے: اس نے لوگوں پر ظلم اور زیادتی کی ہے۔ بغی کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے فساد پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ اور اسی سے فرقہ باغیہ ہے اس لئے کہ وہ راہِ راست سے ہٹ گئے ہیں۔ اور فئۃ باغیۃ کا معنی مسلم ریاست^(۳) کی اتھارٹی تسلیم نہ کرنے والا گروہ ہے۔“

(۱) ۱۔ ابن فارس، معجم مقاییس اللغة (مادة ”بغی“): ۱۴۴

۲۔ ابن منظور، لسان العرب (مادة ”بغی“): ۱۴: ۷۵-۷۸

(۲) ابن نجیم، البحر الرائق، ۵: ۱۵۰

(۳) قدیم عربی و اسلامی ادب مثلاً حدیث، تفسیر، فقہ اور عقائد وغیرہ کی اُہمات الکتب میں۔

۳۔ علامہ ہکشی (م ۱۰۸۸ھ) در المختار میں بغاوت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

البغی لغة الطلب، ومنه: ﴿ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْعُ﴾^(۱) وعرفا: طلب

(۱) الکہف، ۱۸: ۶۴

..... مسلم ریاست و حکومت اور ہیئت اجتماعی کے لیے ”جماعت“ اور ”امارت“ کے الفاظ استعمال ہوتے تھے؛ جب کہ حکمران کے لیے ”خلیفہ“، ”امیر“ اور ”امام“ کے الفاظ مستعمل رہے ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ میں ہے:

فالزم جماعة المسلمين وإمامهم.^(۱)

”مسلمانوں کی جماعت یعنی ہیئت اجتماعی اور ان کے امام یعنی حکمران کے ساتھ وابستہ رہو۔“

اسی طرح علامہ ابن خلدون امامت کی شرح میں لکھتے ہیں:

إنه نيابة عن صاحب الشريعة في حفظ الدين وسياسة الدنيا به تسمى خلافة وإمامة.^(۲)

”حفاظتِ دین اور امورِ سلطنت میں حضور نبی اکرم ﷺ کی نیابت کو خلافت اور امامت کہا جاتا ہے۔“

دورِ جدید میں تمام علوم و فنون کی نئی اصطلاحات وضع ہو چکی ہیں۔ اسی لیے عہدِ حاضر میں مستعمل جدید آئینی و قانونی اصطلاحات کی روشنی میں امام کا ترجمہ حکومت / مسلم حکومت / مسلم ریاست اور طاعت / اطاعت کا ترجمہ ریاست کا نظم اور اتھارٹی کیا گیا ہے۔

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الفتن، باب كيف الأمر إذا لم تكن

جماعة، ۶: ۲۵۹۵، رقم: ۶۶۷۳

۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الفتن، باب العزلة، ۲: ۱۳۱۷، رقم:

۳۹۷۹

(۲) مقدمة ابن خلدون: ۱۳۳

ما لا يحل من جورٍ وظلمٍ^(۱).

”لغت کی رو سے بغی کا معنی ہے: ”طلب کرنا“ مثلاً ﴿ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ﴾
میں یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے اور عرف میں اس سے مراد ناجائز ظلم و
ستم کرنا ہے۔“

یہی معنوی تفصیلات تہذیب اللغة، الصحاح اور لسان العرب میں بھی مذکور ہیں۔
ان لغوی تعریفات سے یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ بغاوت کے لفظ میں ہی زیادتی
اور ظلم کا معنی پایا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ اس میں شرعی قیود اور قانونی و آئینی حدود کو توڑ کر
معاشرے میں بد امنی، زیادتی اور ظلم کا مرتکب ہوا جاتا ہے۔

۲۔ بغاوت کی اصطلاحی تعریف

اہل لغت نے بغاوت کی کئی تعریفات بیان کی ہیں اور وہ سب ایک ہی معنوی
اصل کی طرف لوٹی ہیں۔ اسی طرح مختلف فقہی مذاہب میں بھی بغاوت کی کئی تعریفات کی
گئی ہیں۔ ان سب میں بھی معنوی اصل ایک ہی ہے، ان میں سے چند ایک درج ذیل
ہیں:

(۱) فقہائے احناف کے ہاں بغاوت کی تعریف

۱۔ فقہائے احناف میں سے ایک نمایاں نام علامہ ابن ہمام (م ۸۶۱ھ) کا ہے۔
انہوں نے فتح القدیر میں بغاوت کی سب سے جامع تعریف کی ہے اور باغیوں کی مختلف
اقسام بیان کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

والباغی في عرف الفقهاء الخارج عن طاعة إمام الحق.
والخارجون عن طاعته أربعة أصناف:

(۱) حصکفی، الدر المختار، ۴: ۲۶۱

أحدها: الخارجون بلا تأويل بمنعة وبلا منعة، يأخذون أموال الناس ويقتلونهم ويخيفون الطريق، وهم قطاع الطريق.

والثاني: قوم كذلك إلا أنهم لا منعة لهم لكن لهم تأويل. فحكمهم حكم قطاع الطريق. إن قتلوا قتلوا وصلبوا. وإن أخذوا مال المسلمين قطعت أيديهم وأرجلهم على ما عرف.

والثالث: قوم لهم منعة وحماية خرجوا عليه بتأويل يرون أنه على باطل كفر أو معصية. يوجب قتاله بتأويلهم. وهؤلاء يسمون بالخوارج يستحلون دماء المسلمين وأموالهم ويسبون نساءهم ويكفرون أصحاب رسول الله ﷺ. وحكمهم عند جمهور الفقهاء وجمهور أهل الحديث حكم البغاة.

والرابع: قوم مسلمون خرجوا على إمام ولم يستبيحوا ما استباحه الخوارج، من دماء المسلمين وسبي ذراريهم وهم البغاة. (۱)

”فقہاء کے ہاں عرف عام میں آئین و قانون کے مطابق قائم ہونے والی حکومت کے نظم اور اتھارٹی کے خلاف مسلح جدوجہد کرنے والے کو باغی، (دہشت گرد) کہا جاتا ہے۔ حکومت وقت کے نظم کے خلاف بغاوت کرنے والوں کی چار قسمیں ہیں:

”پہلی قسم ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو طاقت کے بل بوتے یا طاقت کے بغیر بلاتواہل حکومت کی اتھارٹی اور نظم سے خروج کرنے والے ہیں اور لوگوں کا مال

لوٹتے ہیں، انہیں قتل کرتے ہیں اور مسافروں کو ڈراتے دھمکاتے ہیں، یہ لوگ راہزن ہیں۔

”دوسری قسم ایسے لوگوں کی ہے جن کے پاس غلبہ پانے والی طاقت و قوت تو نہ ہو لیکن مسلح بغاوت کی غلط تاویل ہو، پس ان کا حکم بھی راہزنوں کی طرح ہے۔ اگر یہ قتل کریں تو بدلہ میں انہیں قتل کیا جائے اور پھانسی چڑھایا جائے اور اگر مسلمانوں کا مال لوٹیں تو ان پر شرعی حد جاری کی جائے۔

”تیسری قسم کے باغی وہ لوگ ہیں جن کے پاس طاقت و قوت اور جمعیت بھی ہو اور وہ کسی من مانی تاویل کی بناء پر حکومت کی اتھارٹی اور نظم کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں اور ان کا یہ خیال ہو کہ حکومت باطل ہے اور کفر و معصیت کی مرتکب ہو رہی ہے۔ ان کی اس تاویل کے باوجود حکومت کا ان کے ساتھ جنگ کرنا واجب ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں پر خوارج کا اطلاق ہوتا ہے جو مسلمانوں کے قتل کو جائز اور ان کے اموال کو حلال قرار دیتے تھے اور مسلمانوں کی عورتوں کو قیدی بناتے اور اصحاب رسول ﷺ کی تکفیر کرتے تھے۔ جمہور فقہاء اور ائمہ حدیث کے ہاں ان کا حکم بھی خوارج اور باغیوں کی طرح ہی ہے۔.....

”چوتھی قسم ان لوگوں کی ہے جنہوں نے حکومت و قوت کے خلاف مسلح بغاوت تو کی لیکن ان چیزوں کو مباح نہ جانا جنہیں خوارج نے مباح قرار دیا تھا جیسے مسلمان کو قتل کرنا اور ان کی اولادوں کو قیدی بنانا وغیرہ۔ یہی لوگ باغی ہیں۔“

۲۔ علامہ زین الدین بن نجیم حنفی (م ۹۷۰ھ) باغی دہشت گردوں کی تعریف یوں کرتے ہیں:

وأما البغاة فقوم مسلمون خرجوا على الإمام العدل، ولم

یستبیحوا ما استباحه الخوارج من دماء المسلمین وسیبی
ذرائعہم۔^(۱)

”جہاں تک باغیوں کا تعلق ہے تو یہ مسلمانوں میں سے وہ لوگ ہیں جو قانونی طریقے سے قائم ہونے والی حکومت کے خلاف مسلح ہو کر مقابلے میں نکل آتے ہیں، بے شک جس چیز کو خوارج نے حلال قرار دیا ہے یہ اس کو حلال قرار نہ دیتے ہوں مثلاً مسلمان کا خون بہانا اور ان کی اولادوں کو قید کرنا۔ (سو یہی لوگ باغی کہلاتے ہیں۔)“

۳۔ علامہ ابن عابدینؒ (م ۱۲۵۲ھ) نے رد المحتار میں بغاوت کی تعریف اس طرح کی ہے:

أهل البغي: كل فئة لهم منعة. يتغلبون ويجتمعون ويقاثلون أهل العدل بتأويل. يقولون: ”الحق معنا“ ويدعون الولاية۔^(۲)

”باغیوں سے مراد ہر وہ گروہ جس کے پاس مضبوط ٹھکانے اور طاقت ہو اور وہ غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لوگوں کو منظم کر کے مسلم ریاستوں کے خلاف (خود ساختہ) تاویل کی بناء پر جنگ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ہی حق پر ہیں اور حکومت کا دعویٰ کرتے ہیں۔“

علامہ حصکفی در المختار میں باغی دہشت گردوں کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) ابن نجیم، البحر الرائق فی شرح الكنز الدقائق، ۵: ۱۵۱

(۲) ۱۔ ابن عابدین، رد المحتار، ۴: ۲۶۲

۲۔ دسوقی، الحاشیہ، ۴: ۲۶۱

۳۔ عینی، بنایۃ شرح الہدایۃ، ۵: ۸۸۸

ثم الخارجون عن طاعة الإمام ثلاثة: قطاع طريق وبغاة
 وخوارج وهم قوم لهم منعة خرجوا عليه بتأويل يرون أنه على
 باطل كفر أو معصية، توجب قتاله بتأويلهم. ويستحلون دماءنا
 وأموالنا، ويسبون نساءنا ويكفرون أصحاب نبينا ﷺ.
 وحكمهم حكم البغاة بإجماع الفقهاء كما حققه في الفتح.^(۱)
 ”نظم ریاست اور اس کی اتھارٹی کا انکار کرنے والے لوگ تین قسم کے ہیں:

(۱) راہزن (۲) باغی (۳) خوارج

”اور یہ خوارج ایسے لوگ ہیں جن کے پاس (فتنہ پھیلانے کی) طاقت ہے، جو
 حکومت کے خلاف مقابلے میں کسی تاویل کے بل بوتے پر نکل آئیں۔ ان کی
 رائے میں حکمران باطل پر ہیں، چاہے کفر یا گناہ کی حد تک ہوں۔ یہی معصیت
 ان کی تاویل کے مطابق حکومت سے ان کی جنگ کو واجب کر دیتی ہے۔ پھر یہ
 لوگ ہم مسلمانوں کا خون اور مال حلال سمجھتے ہیں۔ ہماری عورتوں کو قیدی بناتے
 ہیں اور ہمارے نبی مکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دیتے ہیں۔ ان کا
 حکم باغیوں جیسا ہے اور اس پر فقہاء کا اجماع ہے جیسا کہ اس کی تحقیق فتح
 القدیر میں ہے۔“

(۲) فقہائے مالکیہ کے ہاں بغاوت کی تعریف

مالکی فقہاء میں سے امام محمد بن احمد بن جزی المالکی الغرناطی (م ۷۴۱ھ) نے
 ”القوانين الفقهية“ میں لکھا ہے:

البغاة هم الذي يقاتلون على التأويل، والذين يخرجون على

الإمام، أو يمتنعون من الدخول في طاعته، أو يمتنعون حقاً وجب عليهم كالزكاة وشبهها. ^(۱)

”باغی وہ لوگ ہیں جو مسلم ریاست کے خلاف خود ساختہ تاویلات کی بناء پر مسلح بغاوت کرتے ہیں یا اس کی اتھارٹی کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں اور وہ حق ادا نہیں کرتے جس کی ادائیگی (بطور پُر امن شہری) ان کے ذمہ لازم تھا جیسا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی یا اس طرح کے دیگر واجبات۔“

امام دسوقی المالکی نے ”حاشیۃ علی الشرح الکبیر“ کے باب ذکر فیہ البغی وما یتعلق بہ میں لکھا ہے:

وَهُوَ لُغَةً التَّعَدَّى وَبَغَى فُلَانٌ عَلَى فُلَانٍ: اسْتَطَالَ عَلَيْهِ. وَشَرْعًا قَالَ ابْنُ عَرَفَةَ: هُوَ الْإِمْتِنَاعُ مِنْ طَاعَةِ مَنْ ثَبَّتْ إِمَامَتَهُ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةٍ بِمُغَالَبَةٍ وَلَوْ تَأَوُّلاً.

”لغت کی رو سے بغاوت کا معنی ”سرکشی“ ہے اور ”بغی فلان علی فلان“ کا مطلب ہے: فلاں نے فلاں پر سرکشی کی۔ اور ابن عرفہ نے فرمایا: شرعی طور پر کسی قانونی حکومت پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے اس کی اتھارٹی سے ان کاموں میں انکار کرنا بغاوت کہلاتا ہے جو معصیت نہ ہوں، اگرچہ وہ بغاوت کسی تاویل کی بناء پر ہی کیوں نہ ہو۔“

(۳) فقہائے شافعیہ کے ہاں بغاوت کی تعریف

۱۔ فقہائے شافعیہ میں سے امام نووی (م ۶۷۶ھ) نے اپنی کتاب ”روضۃ الطالبین“ میں ایک مستقل باب ”قتال البغاة“ کے عنوان سے قائم کیا ہے جس میں دیگر

تفصیلات کا تذکرہ کرنے سے قبل باغی کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

الباغی فی اصطلاح العلماء هو المخالف لإمام العدل، الخارج عن طاعته بامتناعه من أداء واجب عليه أو غيره بشرط. (۱)

”علماء کی اصطلاح میں باغی مسلم حکومت کے اس مخالف کو کہتے ہیں جو اس کی اتھارٹی تسلیم نہ کرے اس طرح کہ جو اس پر یا دوسروں پر واجب ہے وہ مشروط طور پر روک لے۔“

۲۔ علامہ زکریا انصاری الشافعی (م ۹۲۶ھ) دہشت گرد باغیوں کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

البغاة: هم مخالفو إمام بتأويل باطل ظنا وشوكة لهم. ويجب قتالهم. وأما الخوارج: وهم قوم يكفرون مرتكب كبيرة ويتركون الجماعات. فلا يقاتلون ما لم يقاتلوا. (۲)

”باغی وہ لوگ ہیں جو تاویل باطل کا سہارا لیتے ہوئے اپنی قوت و طاقت کی بناء پر حکومت کی مخالفت کریں۔ (ان کی بغاوت کو ختم کرنے کے لئے) ان کے خلاف جنگ کرنا واجب ہے۔ خوارج تو ایسی قوم ہے جو گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر کہتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ اکٹھا ہونے کو ترک کر دیتے ہیں۔ مگر ان سے اس وقت تک جنگ نہیں کی جائے گی جب تک کہ وہ خود جنگ میں پہل نہ کریں۔“

۳۔ امام شریفی (م ۹۷۷ھ) الإقناع میں لکھتے ہیں:

(۱) نووی، روضة الطالبین، ۱۰: ۵۰

(۲) زکریا الأنصاری، منہج الطلاب، ۱: ۱۲۳

البغاة: جمع باغ. **والبغی:** الظلم ومجاوزة الحد. سموا بذلك لظلمهم وعدولهم عن الحق. والأصل فيه آية: ﴿وَأَن طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا﴾^(۱) وليس فيها ذكر الخروج على الإمام صريحاً لكنها تشمله بعمومها أو تقتضيه، لأنه إذا طلب القتال لبغی طائفة على طائفة للبغی على الإمام أولى. وهم مسلمون مخالفو إمام ولو جائراً، بأن خرجوا عن طاعته بعدم انقيادهم له أو منع حق توجه عليهم كزكاة بالشروط الآتية. ويقاتل أهل البغی وجوباً كما استفيد من الآية المتقدمة.^(۲)

”البغاة: باغ کی جمع ہے۔ ”البغی“ کا معنی ظلم ہے اور حد سے تجاوز کرنا بھی۔ باغیوں کو باغی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ ظلم بھی کرتے ہیں اور حق سے بھی ہٹ جاتے ہیں۔ اس میں اصل یہ آیه کریمہ ہے: ﴿اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کریں﴾۔ اس میں صراحۃً حکومت کے خلاف خروج کا ذکر تو نہیں لیکن یہ آیت مبارکہ اپنے عموم کی وجہ سے خروج کو شامل ہے یا اس خروج کا تقاضا کرتی ہے۔ اس لیے کہ جب ایک گروہ کا دوسرے کے خلاف بغاوت کے سبب جنگ کرنا واجب ہے تو حکومت کے خلاف بغاوت کرنے والے گروہ کے خلاف جنگ تو بدرجہ اولیٰ واجب ہوگی اور وہ حکومت مخالف مسلمان ہیں اگرچہ وہ حکومت ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ انہوں نے حکومت کی اتھارٹی کو تسلیم نہ کر کے اس کے نظم سے خروج کیا ہے یا ان حقوق کی ادائیگی سے انکار کر دیا جو ان پر لازم تھی جیسے زکوٰۃ۔ اہل بغاوت کے ساتھ وجوبی طور پر جنگ کی جائے گی جیسا کہ مذکورہ آیت مبارکہ سے پتہ چلتا ہے۔“

(۱) الحجرات، ۴۹: ۹

(۲) شربینی، الإقناع، ۲: ۵۳۷

امام شربینی نے یہی تفصیل ”مغنی المحتاج (۴: ۱۲۳)“ میں بھی بیان کی ہے۔

(۴) فقہائے حنابلہ کے ہاں بغاوت کی تعریف

فقہائے حنابلہ میں ابن ہبیرہ^۱ الحنبلی (م ۵۸۷ھ) نے باغیوں کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

۱۔ واتفقوا علی أنه إذا خرج علی إمام المسلمین طائفة ذات شوكة
بتأویل مشتبہ، فإنه یباح قتالهم حتی یفیئوا۔^(۱)

”تمام ائمہ کرام اس بات پر متفق ہیں کہ جب طاقت اور مضبوط ٹھکانوں والا کوئی گروہ کسی مشتبہ تاویل کی بناء پر مسلم حکومت کے نظم (writ) سے نکل جائے تو اس کے ساتھ جنگ کرنا مباح ہے یہاں تک کہ وہ واپس (حکومت کے نظم کی اطاعت) لوٹ آئے۔“

۲۔ امام ابن قدامہ^(۲) (م ۶۲۰ھ) نے بغاوت کی تعریف میں لکھا ہے:

قوم من أهل الحق خرجوا علی الإمام بتأویل سائغ، وراموا خلعه،
ولهم منعة وشوكة۔^(۲)

”مسلمانوں کا ایک گروہ جس نے حکومتِ وقت کے خلاف بہ ظاہر ہر کشش تاویل کی بناء پر بغاوت کی، اور حکومت کو ختم کرنے کا ارادہ کیا، اور ان کے پاس محفوظ ٹھکانے اور اسلحہ و طاقت تھی (اسے باغی کہا جاتا ہے)۔“

(۱) ابن ہبیرہ، الإفصاح: ۴۰۲

(۲) ۱۔ ابن قدامہ، الکافی، ۴: ۱۴۷

۲۔ شربینی، مغنی المحتاج، ۴: ۱۲۳، ۱۲۴

۳۔ قرافی، الذخیرہ، ۵: ۵۱۲

۳۔ محمد بن مفلح المقدسی الحسنبلی (م ۷۳۳ھ) ”الفروع“ میں لکھتے ہیں:

أهل البغی: وهم الخارجون على الإمام بتأويل سائغ. ولهم شوكة لا جمع يسير خلافا لأبي بكر. وإن فات شرط فقطاع طريق. وفي الترغيب لا تتم الشوكة إلا وفيهم واحد مطاع. وأنه يعتبر كونهم في طرف ولايته. ^(۱)

”باغی وہ لوگ ہیں جو بہ ظاہر پر کشش تاویل کی بناء پر حکومتِ وقت کے خلاف خروج کریں اور ان کے پاس قوت و طاقت یعنی اسلحہ اور افرادی قوت خوب ہو اور ان کی جماعت چھوٹی نہ ہو۔ اس میں امام ابو بکر (المروزی) کا اختلاف ہے۔ اور اگر کوئی ایک شرط مفقود ہو تو ان کو راہزن کہیں گے۔ اور الترغیب میں لکھا ہے کہ اس وقت تک طاقت و قوت کی شرط پوری نہیں ہوتی جب تک اس جماعت کے اندر ایک لیڈر نہ ہو۔ اور سلطنت کے کسی ایک کونے میں ان کی عمل داری اور قبضہ و تصرف کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔“

۴۔ امام ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ بن مفلح الحسنبلی (م ۸۸۴ھ) ”المبدع“ میں لکھتے ہیں:

البغی: مصدر بغی یبغی بغیا إذا اعتدى. والمراد هنا الظلمة الخارجون عن طاعة الإمام المعتدون عليه. ^(۲)

”البغی (بغاوت) بغی یبغی بغیا سے مصدر ہے جب کوئی زیادتی کرے تو اسے باغی کہا جاتا ہے۔ اور یہاں اس سے مراد وہ ظالم لوگ ہیں جو حکومتِ وقت کے خلاف سرکشی کرتے ہوئے اس کی اطاعت سے نکل جاتے ہیں۔“

(۱) ابن مفلح، الفروع، ۶: ۱۴۷

(۲) ابن مفلح، المبدع، ۹: ۱۵۹، ۱۶۰

۵۔ علامہ مرعی بن یوسف الحنبلی (م ۱۰۳۳ھ) نے غایۃ المنتہی میں لکھا ہے:

ہم الخارجون علی امام ولو غیر عدل، بتأویل سائغ ولہم شوکۃ،
ولو لم یکن فیہم مطاع ویحرم الخروج علی الإمام ولو غیر
عدل۔^(۱)

”باغی وہ لوگ ہیں جو اپنی خود ساختہ تاویل کی بنا پر حکومت کے خلاف مسلح
بغاوت کرتے ہیں خواہ وہ حکومت غیر عادل ہی ہو۔ اور ان کے پاس طاقت،
تہتیار اور محفوظ ٹھکانے ہوں اگرچہ ان میں کوئی مطاع (leader) نہ ہو۔ یاد
رکھنا چاہیے کہ مسلمان حکومت کے خلاف مسلح بغاوت حرام ہے اگرچہ وہ حکومت
غیر عادل ہی کیوں نہ ہو۔“

۶۔ علامہ بہوتی الحنبلی (م ۱۰۵۱ھ) نے ”کشاف القناع عن متن الإقناع“
کے باب قتال اهل البغی میں فرمایا ہے:

وَهُوَ مَصْدَرٌ بَغَى يَبْغِي إِذَا عَتَدَى، وَالْمُرَادُ هُنَا الظَّلْمَةُ الْخَارِجُونَ
عَنْ طَاعَةِ الْإِمَامِ الْمُعْتَدُونَ عَلَيْهِ۔^(۲)

”یہ بغی بے مصدر ہے کہ جب کوئی سرکشی کرے اور یہاں اس سے مراد
وہ ظالم لوگ ہیں جو حکومت کے نظم سے سرکشی کے ساتھ خروج کرتے ہیں۔“

(۵) فقہائے جمعفریہ کے ہاں بغاوت کی تعریف

فقہ جعفریہ کے فقیہ ابو جعفر محمد بن حسین طوسی (م ۴۶۰ھ) نے اپنی تصنیف
”الإقتصاد الہادی إلی طریق الرشاد“ میں الگ فصل قائم کر کے باغیوں کے احکام

(۱) مرعی بن یوسف، غایۃ المنتہی، ۳: ۳۴۸

(۲) بہوتی، کشاف القناع عن متن الإقناع، ۶: ۱۵۸

بیان کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

الباغی: هو كل من خرج على امام عادل وشق عصاه، فان على الامام أن يقاتلهم. ويجب على كل من يستنهضه الامام أن ينهض معه و يعاونه على قتالهم، ولا يجوز لغير الامام قتالهم بغير اذنه. فاذا قوتلوا لا يرجع عنهم الا أن يفيئوا الى الحق أو يقتلوا، ولا يقبل منهم عوض ولا جزية.

والبغاة على ضربين: أحدهما: من له رئيس يرجعون اليه. فهؤلاء يجوز أن يجتاز على جراحاتهم ويتبع مدبرهم ويقتل أسيرهم. والآخر: لا يكون لهم فيه رئيس، فهؤلاء لا يجاز على جريحهم ولا يقتل أسيرهم.^(۱)

”باغی سے مراد ہر وہ شخص ہے جو مسلم ریاست کے خلاف مسلح بغاوت کرے اور اسے غیر مستحکم کرنے کی کوشش کرے۔ پس حکومت وقت پر لازم ہے کہ ان کے خلاف جنگ کرے۔ اور ہر اس شخص پر لازم ہے جسے حکومت ان کے خلاف اٹھنے کا حکم دے کہ وہ حکومت کے ساتھ مل کر ان کا مقابلہ کرے۔ اور حکومت وقت کے علاوہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کے لئے ان دہشت گرد باغیوں کے ساتھ جنگ کرنا جائز نہیں۔ جب ان کے ساتھ جنگ شروع کر دی جائے تو اُس وقت تک حکومت اس سے پیچھے نہ ہٹے جب تک وہ حق کی طرف لوٹ نہ آئیں یا قتل نہ کر دیئے جائیں۔ اور ان سے کسی قسم کا معاوضہ اور جزیہ بھی قبول نہ کیا جائے۔“

”باغیوں کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم یہ ہے کہ ان کا کوئی سربراہ و سرغنہ ہو جس

سے وہ ہدایات لیتے ہوں۔ ان سب کا حکم یہ ہے کہ ان کے زنجیوں کو ان کی حالت پر رہنے دیا جائے گا، ان کے بھاگنے والوں کا تعاقب کیا جائے گا اور ان کے قیدیوں کو قتل کیا جائے گا۔ دوسری قسم وہ ہے کہ جس میں ان کا کوئی سربراہ اور سرغنہ نہ ہو۔ پس اس صورت میں ان کے زنجیوں کی مرہم پٹی کی جائے گی اور ان کے قیدیوں کو قتل نہیں کیا جائے گا۔“

فقہ جعفریہ کے ایک اور مفسر و فقیہ فضل بن حسن الطبرسی (م ۵۴۸ھ) نے اپنی کتاب ”المؤتلف من المختلف“ میں باغی کی تعریف اس طرح کی ہے:

الباغي: هو الذي يخرج على إمام عادل وبقائته، ويمنع من تسليم الحق اليه. (۱)

”باغی سے مراد وہ شخص ہے جو مسلم ریاست کے خلاف مسلح خروج اور جنگ کرتا ہے اور اس کی اتھارٹی کو ماننے سے انکار کرتا ہے۔“

درج بالا تحقیق سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عالم اسلام کی ان نامور علمی شخصیات نے فقہی مسلک، علاقے اور زمانے کے اختلاف کے باوجود ”بغاوت“ کا اصطلاحی مفہوم الفاظ کے تھوڑے بہت تغیر کے ساتھ ایک ہی بیان کیا ہے۔ تعریفات کے ذیل میں ہر فقہی مکتب فکر کے ان نمائندہ علماء کی آراء اور نتائج فکر جاننے کی ضرورت اس لیے پڑی تاکہ نفس مسئلہ کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔ سب حضرات نے باغیوں سے مراد ایسا دہشت گرد گروہ لیا ہے جس کے افعال انتہاء پسندی کا مظہر ہوتے ہیں، جو خود ساختہ تاویل کی بناء پر حکومت کی اتھارٹی کو نہیں مانتا اور اس کے خلاف مسلح جدوجہد کا مرتکب ہوتا ہے۔ آج بھی ہمیں جس دہشت گردی کا سامنا ہے اس کی نوعیت بھی یہی ہے اور ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جانا چاہیے جو اس سے پہلے کیا جاتا رہا۔ لہذا اس پر وہی شرعی احکامات نافذ ہوں گے جن کا ائمہ نے باغیوں پر اطلاق کیا ہے۔

(۱) طبرسی، المؤتلف من المختلف، کتاب قتال أهل البغی، ۲: ۳۷۷

(۶) معاصر علماء کے ہاں بغاوت اور دہشت گردی کی تعریف

رابطہ عالم اسلامی کا سولہویں سیشن مکہ مکرمہ میں خادم الحرمین الشریفین ملک فہد بن عبدالعزیز آل سعود کی نگرانی میں (۲۱ تا ۲۶ شوال ۱۴۲۲ھ بمطابق ۵ تا ۱۰ جنوری ۲۰۰۲ء) اسلامی فقہی اکیڈمی میں منعقد ہوا۔ اس سیشن کے بعد دہشت گردی کے حوالے سے بیان مکہ (Makka Decralation) کے نام سے جو اعلامیہ صادر ہوا اس میں دہشت گردی کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

الإرهاب: هو العدوان الذي يمارسه أفراد أو جماعات أو دول بغياً على الإنسان: دينه، ودمه، وعقله، ماله، وعرضه. ويشمل صنوف التخويف والأذى والتهديد والقتل بغير حق وما يتصل بصور الحراة وإخافة السبيل وقطع الطريق، وكل فعل من أفعال العنف أو التهديد، يقع تنفيذاً لمشروع إجرامي فردي أو جماعي، ويهدف إلى إلقاء الرعب بين الناس، أو ترويعهم بإيذائهم، أو تعريض حياتهم أو حريتهم أو أمنهم أو أحوالهم للخطر، ومن صنوفه إلحاق الضرر بالبيئة أو بأحد المرافق والأماكن العامة أو الخاصة، أو تعريض أحد الموارد الوطنية، أو الطبيعية للخطر، فكل هذا من صور الفساد في الأرض التي نهى الله سبحانه وتعالى المسلمين عنها: ﴿وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾ (۱).

وقد شرع الله الجزاء الرادع للإرهاب والعدوان والفساد، وعده

مُحَارَبَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ﷺ: ﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝﴾ (۱)

ولا توجد في أى قانون بشرى عقوبة بهذه الشدة نظراً لخطورة هذا الاعتداء ، الذى يعد في الشريعة الإسلامية حرباً ضد حدود الله، وضد خلقه. ويؤكد المجمع أن من أنواع الإرهاب: إرهاب الدولة، ومن أوضح صورته وأشدّها شناعة الإرهاب الذى يمارسه اليهود فى فلسطين، وما مارسه الصرب فى كل من البوسنة والهرسك وكوسوفا، ورأى المجمع أن هذا النوع من الإرهاب من أشد أنواعه خطراً على الأمن والسلام فى العالم، وعد مواجهته من قبيل الدفاع عن النفس، والجهاد فى سبيل الله. (۲)

”دہشت گردی سے مراد وہ سرکشی ہے جس کا ارتکاب مخصوص افراد، جماعتیں یا ملک دوسرے انسانوں کے دین، خون، عقل، مال اور عزت کی پامالی کے ذریعے کرتے ہیں۔ اس ظلم اور حقوق کی پامالی میں ایذا رسانی، خوف و ہراس پیدا کرنا اور ناحق قتل کرنا شامل ہے۔ اسی طرح گروہوں کی شکل میں لوٹ مار، خون خرابہ اور شاہراہوں پر قبضہ کر کے لوگوں کو ہراساں کرنا بھی اسی نوعیت کے جرائم ہیں۔ دشمنی یا زیادتی خواہ کسی فرد کی طرف سے ہو یا جماعت کی طرف سے اس کا مقصد لوگوں کے دلوں میں رعب ڈالنا ہو یا انہیں ایذا رسانی کے ذریعے

(۱) المائدة: ۵: ۳۳

(۲) بیان مکہ: ۴ (۲۰۰۲ء)

ڈرانا دھمکانا یا ان کی زندگی، آزادی، امن یا احوال کو خطرات میں جھونکنا ہو۔ دہشت گردی کی جملہ اقسام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ معاشرہ یا فرد کو نقصان پہنچایا جائے، املاک اور ضرورت کی اشیاء تلف کی جائیں یا ملکی وسائل میں سے کسی چیز کو خطرات میں جھونکا جائے۔ یہ ساری فساد فی الارض کی صورتیں ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے اس ارشادِ گرامی ﴿اور ملک میں فساد انگیزی (کی راہیں) تلاش نہ کرو، بے شک اللہ فساد بپا کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا﴾ کے ذریعے منع فرمایا ہے۔

”اللہ تعالیٰ نے دہشت گردی، عداوت اور فساد کے لئے سخت سزا مقرر فرمائی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے ساتھ دشمنی گردانا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریز راہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا پھانسی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیے جائیں۔ یہ (تو) ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے۔﴾

”اس سرکشی پر۔ جس کو بہت بڑا خطرہ ہونے کے پیشِ نظر شریعتِ اسلامیہ میں اللہ تعالیٰ کی حدود اور اس کی مخلوق کے خلاف جنگ شمار کیا جاتا ہے۔ جو سخت سزا رکھی گئی ہے، اس طرح کی سخت سزا کسی انسانی قانون میں نہیں پائی جاتی۔ ہمارے ادارے نے اس بات پر بھی زور دیا کہ بلاشبہ دہشت گردی کی اقسام میں سے بڑی قسم ملکی دہشت گردی ہے لیکن سب سے واضح ترین اور بدترین دہشت گردی وہ ہے جو یہودی فلسطین میں مسلسل جاری رکھے ہوئے ہیں اور وہ

جو سرب باشندے بوسنیا اور کوسووا میں کر رہے ہیں۔ اس سربراہی کانفرنس کی رائے میں اس قسم کی دہشت گردی دنیا کے امن اور سلامتی کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے، اور اس کا سامنا کرنے کو ہمارے ادارے نے جان کے دفاع اور جہاد فی سبیل اللہ کے قبیل سے شمار کیا ہے۔“

۳۔ حرابہ اور محاربین کی اصطلاحی تعریف

بعض علماء نے باغی کو محارب کے معنی میں بھی لیا ہے اور بعض نے باغی اور محارب میں فرق کرتے ہوئے ان کے ساتھ برتاؤ کی صورتیں بھی مختلف لکھی ہیں۔ مثلاً:

۱۔ امام ابن ہمام (م ۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

بأنهم: الخارجون بلا تأويل بمنعة وبلا منعة، يأخذون أموال الناس، ويقتلونهم ويخيفون الطريق.^(۱)

”محاربین سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی تاویل کے بغیر طاقت کی بنیاد پر یا اس کے بغیر بغاوت کرنے والے ہیں، جو لوگوں کے مال چھین لیتے ہیں، انہیں قتل کرتے ہیں اور راستوں میں خوف و ہراس پیدا کرتے ہیں۔“

۲۔ امام ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) نے ڈاکو، فساد، خون خرابہ کرنے والے اور دوسروں کی عزت پر ہاتھ ڈالنے والوں کو بھی ”محارب“ ہی قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

كل من قطع السبل وأخافها، وسعى في الأرض فسادًا بأخذ المال، واستباحة الدماء، وهتك ما حرم الله هتكه من المحارم

(۱) ۱۔ ابن ہمام، فتح القدیر، ۶: ۹۹

۲۔ ماوردی، الإقناع: ۱۷۳

۳۔ ابو القاسم عمر بن حسین، مختصر الخرقی: ۱۲۶

فہو محارب۔^(۱)

”ہر وہ شخص جس نے رکاوٹیں ڈال کر راستوں کو کاٹ دیا اور ان میں خوف و ہراس پیدا کیا، مال لوٹنے اور خون کو مباح کرنے کے ذریعے زمین میں فساد پھیلایا، وہ محارب ہے۔“

۴۔ باغیوں کی علامات

باغیوں اور دہشت گردوں کی مخصوص علامات کا تفصیلی ذکر تو خوارج کے ضمن میں آگے آئے گا۔ تاہم یہاں اختصار کے ساتھ کچھ ائمہ کرام کی عبارات موضوع زیر بحث کی وضاحت کے لیے پیش کی جا رہی ہیں۔

۱۔ فقہائے احناف میں سے امام کاسانی فرماتے ہیں:

فالبغاة: هم الخوارج. وهم قوم من رأيهم أن كل ذنب كفر كبيرة كانت أو صغيرة يخرجون على إمام أهل العدل. ويستحلون القتال والدماء والأموال بهذا التأويل ولهم منعة وقوة.^(۲)

”پس باغی دہشت گرد گروہ، خوارج ہی ہوتے ہیں (جن کی یہ تین علامتیں عام ہیں):

۱۔ جن کا نظریہ یہ ہے کہ ہر گناہ کفر ہے خواہ وہ گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ (اس لئے وہ فاسق حکمرانوں کو کافر سمجھتے ہیں)۔

۲۔ یہ انتہاء پسند لوگ مسلمان حکومت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں اور

(۱) ۱۔ ابن عبد البر، الکافی فی فقہ أهل المدينة، ۲: ۱۰۸۷

۲۔ دردیر، الشرح الصغیر، ۴: ۴۹۲، ۴۹۳

(۲) کاسانی، بدائع الصنائع، ۷: ۱۴۰

مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے اور ان کو قتل کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ اور ان کے اموال کو اپنی خود ساختہ تاویل کی وجہ سے حلال قرار دیتے ہیں جو انہوں نے (لوگوں کو مشتعل کرنے کے لیے) گھڑی ہوتی ہے۔

۳۔ ان کے پاس طاقت اور قوت ہوتی ہے (جسے وہ اپنے مذموم مقاصد کے لئے کہیں سے بھی اور کسی سے بھی حاصل کرنے میں حرج نہیں سمجھتے)۔“

۲۔ فقہ شافعی کی معروف کتاب حاشیۃ البجیرمی میں علامہ سلیمان بن عمر بن محمد الشافعی (م ۱۲۲۱ھ) نے دہشت گرد خوارج کی تعریف میں لکھا ہے:

وأما الخوارج: وهم صنف من المبتدعة. قائلون: بأن من أتى كبيرة كفر وحبط عمله وخلد في النار. وأن دار الإسلام بظهور الكبائر بها تصير دار كفر.^(۱)

”دہشت گرد خوارج، بدعتیوں کی ایک قسم ہے۔ جن کا کہنا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے اور اس کے سارے اعمال ضائع ہیں اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اور (اُن کا یہ بھی عقیدہ ہوتا ہے کہ) کبیرہ گناہ ظاہر ہونے کے بعد دار الاسلام دار الکفر میں بدل جاتا ہے (اس لیے وہ مسلمانوں کا قتل عام جائز سمجھتے ہیں۔)“

امام ابن قدامہ المقدسی نے ”المغنی“ میں ”قتال اهل البغی“ کے عنوان سے باب باندھا ہے جس میں باغیوں سے متعلق بنیادی احاث بیان کی ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے سورة الحجرات کی آیت نمبر ۹ اور ۱۰ سے باغیوں کا حکم بیان کیا ہے۔ اس کے بعد احادیث رسول ﷺ کے ذریعے دہشت گردوں اور خوارج کی مذمت کرتے ہوئے خوارج کی اقسام کو یوں بیان کیا ہے:

والخارجون عن قبضة الإمام أصناف أربعة:

أحدها: قوم امتنعوا من طاعته وخرجوا عن قبضته بغير تأويل،
فهؤلاء قطاع طريق ساعون في الأرض بالفساد.

الثاني: قوم لهم تأويل إلا أنهم نفر يسير لا منعة لهم كالواحد
والاثني والعشرة ونحوهم. فهؤلاء قطاع طريق في قول أكثر
أصحابنا، وهو مذهب الشافعي لأن ابن ملجم لما جرح علياً عليه السلام
قال للحسن: إن برئت رأيت رأيي، وإن مت فلا تمثلوا به.

الثالث: الخوارج الذين يكفرون بالذنب ويكفرون عثمان وعلياً
وطلحة والزبير وكثيراً من الصحابة ويستحلون دماء المسلمين
وأموالهم إلا من خرج معهم.

الرابع: قوم من أهل الحق يخرجون عن قبضة الإمام ويرومون
خلعه لتأويل سائغ، وفيهم منعة يحتاج في كفهم إلى جمع
الجيش. فهؤلاء البغاة الذين نذكر في هذا الباب حكمهم
وواجب على الناس معونة إمامهم في قتال البغاة لأنهم لو
تركوا معونته لقهره أهل البغي وظهر الفساد في الأرض. ^(۱)

”حکومت کے دائرہ اختیار اور اس کے نظم سے خروج کرنے والوں کی چار
قسمیں ہیں:

۱۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو بغیر کسی تاویل کے حکومتِ وقت کی اطاعت
سے روک لیا اور اس کے دائرہ اختیار اور اس کے نظم سے بغاوت و خروج کیا تو

یہ راہزن ڈاکو ہیں جو زمین میں فساد برپا کرنے والے ہیں۔

۲۔ وہ لوگ جن کے پاس تاویل تو ہے مگر وہ چند لوگ ہیں جن کے پاس کوئی محفوظ ٹھکانہ نہیں یعنی ایک، دو، دس یا قدرے زیادہ۔ ہمارے اکثر اصحاب (حنابلہ) کے نزدیک یہ ڈاکو ہیں اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے کیونکہ ابن ملجم نے جب سیدنا علی المرتضیٰ کو زخمی کیا تو آپ ﷺ نے اپنے بیٹے حضرت حسن ﷺ سے فرمایا: اگر میں ٹھیک ہو گیا تو اس کے بارے میں خود فیصلہ کروں گا اور اگر شہید ہو گیا تو اس کا مثلہ نہ کرنا۔

۳۔ وہ خوارج جو گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں اور حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، زبیر اور دیگر بہت سے صحابہ کرام ﷺ کو کافر گردانتے ہیں۔ مسلمانوں کے خون اور مال کو حلال سمجھتے ہیں سوائے اُس شخص کے جو ان کے ساتھ مل کر خروج کرے۔

۴۔ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ جو حکومتِ وقت کے دائرہ اختیار اور اس کے نظم سے خروج کرتے ہیں اور اطاعت کا طوق بہ ظاہر پُکشش تاویل کی بناء پر اتار پھینکنے کا قصد کرتے ہیں شرط یہ ہے کہ ان میں اتنی قوت موجود ہو جس کا مقابلہ کرنے کے لئے حکومتِ وقت کو لشکر تیار کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو یہ ہیں وہ باغی لوگ جن کا حکم ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں۔ لوگوں پر واجب ہے کہ وہ ان دہشت گروں کے خلاف حکومتِ وقت کی مدد کریں۔ پس اگر وہ حکومتِ وقت کی مدد و اعانت کو ترک کر دیں گے تو باغی دہشت گرد ان پر غالب آجائیں گے اور زمین میں فساد پھیل جائے گا۔“

جس طرح باغی کی تعریف پر ائمہ و فقہاء کا اتفاق ہے اسی طرح ان کی علامات پر بھی اجماع ہے۔ سب سے پہلی علامت یہ ہے کہ وہ لوگ دوسرے مسلمانوں کو اسلام سے خارج سمجھیں گے، وہ اپنی انتہا پسندی کا جواز غلط تاویل کے ذریعے پیش کریں گے یعنی

گنہگار مسلمانوں پر یا فاسق حکمرانوں پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہوئے ان کے قتل کا جواز بنائیں گے۔ ان کی علامات اور اقدامات خوارج سے مشابہت رکھتے ہیں اس لئے ان کے بارے میں حکم بھی وہی ہے جو خوارج کے بارے میں خلیفہ چہارم سیدنا علی المرتضیٰ ؓ نے جاری فرمایا تھا جس کی تفصیلات آئندہ صفحات میں آ رہی ہیں۔

فصل دوم

جرمِ بغاوت کی سنگینی اور اُس کی سزا

۱۔ مسلح بغاوت سنگین جرم کیوں؟

گزشتہ سطور میں بیان کی گئی تعریفات اور علامات کی روشنی میں یہ واضح ہو گیا کہ مسلم حکومت اور مسلمانوں کی ہیئتِ اجتماعی کے خلاف مسلح بغاوت اور دہشت گردی کرنے والے لوگ کسی رعایت کے مستحق نہیں کیونکہ کسی بھی ملک و قوم کی قوت و طاقت اور استحکام و دوام کا انحصارِ اجتماعی اور مرکزیت پر ہوتا ہے۔

مسلم ریاست اور اجتماعی نظم کے خلاف مسلح بغاوت کس قدر شدید جرم ہے؟ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝^(۱)

”بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریز راہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا پھانسی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیے جائیں۔ یہ (تو) ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں

(بھی) بڑا عذاب ہے ۵

اس آیت مبارکہ سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ پُر امن معاشرے کو مسلح دہشت گردی کے ذریعے خوف زدہ کرنے والوں کا خاتمہ ریاست کیلئے ضروری ہے خواہ ایسے لوگوں کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

من شہر السلاح في فنة الإسلام وأخاف السبيل، ثم ظفر به وقدر عليه، فإمام المسلمين فيه بالخيار إن شاء قتله وإن شاء صلبه وإن شاء قطع يده ورجله. ^(۱)

”جس نے مسلمانوں کی آبادی پر ہتھیار اٹھائے اور راستے کو اپنی دہشت گردی کے ذریعے غیر محفوظ بنایا اور اس پر کنٹرول حاصل کر کے لوگوں کا پُر امن طریقے سے گزرنا دشوار کر دیا، تو مسلمانوں کے حاکم کو اختیار ہے کہ چاہے اسے قتل کرے، پھانسی دے یا چاہے تو اس کے ہاتھ، پاؤں کاٹ دے (اور یوں ان کی قوت کو کلیتاً ختم کر دے)۔“

امام طبری اور حافظ ابن کثیر نے مزید لکھا ہے کہ سعید بن مسیب، مجاہد، عطاء، حسن بصری، ابراہیم النخعی اور ضحاک نے بھی اسی معنی کو روایت کیا ہے۔

اسی کو امام سیوطی نے بھی ”الدر المنثور (۳: ۶۸)“ میں روایت کیا ہے۔

امام قرطبی نے ”الجامع لأحكام القرآن (۶: ۱۲۸)“ میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک ایسے گروہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مدینہ منورہ کے باہر دہشت گردی کا ارتکاب کیا، قتل ناحق اور املاک لوٹنے کے اقدامات کیے جس پر انہیں سخت عبرت ناک سزا دی گئی۔

(۱) ۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۵۱: ۲

۲۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۶: ۲۱۴

اس آیت سے یہ مفہوم بھی اخذ ہوتا ہے کہ راہزنی کرنے والوں کو سزائے موت دینا جائز ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلَى أَنْ الْمَرَادُ بِالْمُحَارِبِينَ الْمُفْسِدِينَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ قِطَاعَ الطَّرِيقِ سِوَاءَ كَانُوا مُسْلِمِينَ أَوْ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ. وَاتَّفَقُوا عَلَى أَنْ مِنْ بَرَزَ وَشَهَرَ السَّلَاحَ مُخِيفًا مَغِيرًا خَارِجَ الْمَصْرِ بَحِثَ لَا يَدْرِكُهُ الْغَوْتُ، فَهُوَ مُحَارِبٌ قَاطِعٌ لِلطَّرِيقِ جَارِيَةٌ عَلَيْهِ أَحْكَامُ هَذِهِ الْآيَةِ. وَقَالَ الْبَغَوِيُّ: الْمَكَابِرُونَ فِي الْأَمْصَارِ دَاخِلُونَ فِي حُكْمِ هَذِهِ الْآيَةِ. ^(۱)

”اس پر تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ اس آیت میں محاربین سے مراد فساد پنا کرنے والے راہزن ہیں؛ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، سب کے لئے حکم برابر ہے۔ اس پر بھی اتفاق ہے کہ جو کھل کر ہتھیار اٹھالیں، شہر سے باہر لوگوں کو خوفزدہ کریں اور غارت گری کریں جہاں کوئی مددگار بھی نہ پہنچ سکے، ایسا شخص دہشت گرد، جنگجو (terrorist & militant) اور راہزن ہے۔ اُس پر اس آیت کے احکام جاری ہوں گے۔ امام بغویؒ فرماتے ہیں: شہری آبادیوں میں دہشت گردی کرنے والے بھی اس آیت کے حکم میں شامل ہیں۔“

علامہ زنجیری نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

يُحَارِبُونَ رَسُولَ اللَّهِ، وَمُحَارَبَةُ الْمُسْلِمِينَ فِي حُكْمِ مُحَارَبَتِهِ. ^(۲)
 ”يُحَارِبُونَ رَسُولَ اللَّهِ (یعنی) مسلمانوں کے ساتھ جنگ پنا کرنا رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے حکم میں ہے۔“

(۱) قاضی ثناء اللہ، تفسیر المظہری، ۳: ۸۶

(۲) زمحشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ۱: ۲۶۱

علامہ ابو حفص حنبلی، علامہ زحشری کی مذکورہ بالا عبارت تحریر کرنے کے بعد مزید لکھتے ہیں:

أَنَّ الْمَقْصُودَ أَنَّهُمْ يُحَارِبُونَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَإِنَّمَا ذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ -
تَبَارَكَ وَتَعَالَى - تَعْظِيمًا وَتَفْخِيمًا لِمَنْ يُحَارِبُ، كَقَوْلِهِ تَعَالَى:
﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ﴾ (۱) . (۲)

”مقصد یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرتے ہیں اور (اس آیت میں) اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک جنگ کا نشانہ بننے والوں کی عظمت اور قدر و منزلت بڑھانے کے لئے مذکور ہوا ہے جیسا کہ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ﴾ میں بھی یہی انداز بیان اختیار کیا گیا ہے۔“

امام ابن ہمام نے آیت مذکورہ سے استنباط کرتے ہوئے دہشت گردی کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول مکرم ﷺ اور عام مسلمانوں کے خلاف جنگ کے مترادف قرار دیا ہے:

سمى قاطع الطريق محاربا لله لأن المسافر معتمد على الله تعالى.
فالذى يزيل أمنه محارب لمن اعتمد عليه في تحصيل الأمن.
وأما محاربتة لرسوله ﷺ فإما باعتبار عصيان أمره وإما باعتبار
أن الرسول هو الحافظ لطريق المسلمين والخلفاء والملوك
بعده نوابه. فإذا قطع الطريق التي تولى حفظها بنفسه ونائبه فقد
حاربه. أو هو على حذف مضاف أي يحاربون عباد الله. (۳)

”آیت مذکورہ بالا میں راہزن کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کرنے والا کہا گیا

(۱) الفتح، ۴۸: ۱۰

(۲) أبو حفص الحنبلی، اللباب فی علوم الكتاب، ۴: ۳۰۳

(۳) ابن ہمام، فتح القدیر، ۵: ۱۷۷

ہے کیونکہ مسافر اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کئے ہوئے ہوتا ہے۔ اور وہ شخص جو اس کا امن برباد کرتا ہے گویا وہ اس ذات کے ساتھ برسرِ پیکار ہوتا ہے جس پر وہ مسافر حصولِ امن کی خاطر اعتماد کئے ہوئے تھا اور رہا اس کا رسول معظم ﷺ کے ساتھ برسرِ پیکار ہونا تو وہ اس لئے ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی نافرمانی کی ہے۔ یا اس لئے کہ حضور نبی اکرم ﷺ مسلمانوں کے راستوں کے محافظ و نگہبان ہیں اور آپ ﷺ کے بعد آپ کے خلفاء اور مسلمان حکمران آپ ﷺ کے نائب ہیں۔ پس جب وہ راستہ روکا گیا جس کی حفاظت کا ذمہ خود آپ ﷺ نے اٹھایا ہے اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے نائبین یعنی مسلم حکومتوں نے تو گویا آپ ﷺ کے خلاف اعلانِ جنگ کیا گیا۔ یا یہاں عبارت حذفِ مضاف کے ساتھ ہے اور اصل عبارت میں ”یحاربون عباد اللہ“ ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول مکرم ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔“

مذکورہ بالا نصوص سے صراحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ دہشت گرد اللہ تعالیٰ، رسول اکرم ﷺ اور جملہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی بغاوت کا جرم ایک سنگین اور ناقابلِ تلافی جرم کہلاتا ہے۔

اہم نکتہ

آیتِ مبارکہ اور اس کے ذیل میں کی گئی تشریحات میں قاطع الطریق یعنی راہزن اور ڈاکو کو بھی باغی اور واجب القتل قرار دیا گیا ہے کیونکہ وہ راستوں پر قبضہ کر کے مخلوقِ خدا کو پریشان کرتا ہے۔ موجودہ حالات میں اس جرم کا اطلاق ان کارروائیوں پر بھی ہوتا ہے جن میں دہشت گرد کسی شارع، کسی علاقے، کسی مسجد، سکول یا عمارت پر قبضہ کر کے وہاں کے معصوم لوگوں کو ریغمال بنا لیتے ہیں۔

دہشت گردی، فساد انگیزی کی ایسی شکل ہے جس کی وجہ سے بے گناہ اور معصوم لوگ اذیت کی موت سے دو چار ہیں اور بہت سے خوف و ہراس اور نفسیاتی دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ ایسا فتنہ ہے جو پورے معاشرے کو خوف میں مبتلا کر دیتا ہے۔ دہشت گرد چونکہ غلط اور بے بنیاد تاویل کے سہارے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے ان کے یہ جملہ اقدامات فتنے کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان فتنہ گرد دہشت گردوں کو انسانیت کا قاتل بلکہ اس سے بھی بڑے گناہ کا مرتکب قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ بڑا واضح اور صریح ہے:

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ. ^(۱)

”اور فتنہ انگیزی تو قتل سے بھی زیادہ سخت (جرم) ہے۔“

۲۔ مسلم اجتماعیت کے خلاف مسلح گروہ بندی پر رسالت مآب ﷺ کی مذمت

حضور نبی اکرم ﷺ نے مرکز گریز قوتوں کی سخت حوصلہ شکنی کی ہے۔ آپ ﷺ نے ملک و ریاست کے خلاف خروج و بغاوت اور افرادِ معاشرہ کو بلا امتیاز قتل کرنے والوں کو مَاتِ مِیْتَةٍ جَاهِلِیَّةٍ کہہ کر گمراہ (misguided) اور فَلَیْسَ مِیْنِی فرما کر اُمت سے خارج کر دیا ہے۔ ایسے باغی دہشت گردوں اور فساد یوں کی سزا خود شارعِ علیہ السلام نے متعین فرمائی ہے اور ائمہ دین نے اپنے اپنے ادوار میں فتاویٰ بھی جاری کیے ہیں۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے باغی کے لئے بڑی سخت وعید سنائی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ، مَاتَ مِیْتَةً جَاهِلِیَّةً،

وَمَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عِمِّيَّةٍ يَغْضَبُ لِعَصْبَةٍ أَوْ يَدْعُو إِلَى عَصْبَةٍ أَوْ
يَنْصُرُ عَصْبَةً فَقُتِلَ فَقَتْلُهُ جَاهِلِيَّةٌ، وَمَنْ خَرَجَ عَلَى أُمَّتِي يَضْرِبُ
بَرَّهَا وَفَاجِرَهَا وَلَا يَتَحَاشَى مِنْ مُؤْمِنِهَا وَلَا يَفِي لِذِي عَهْدٍ عَهْدَهُ
فَلَيْسَ مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُ. ^(۱)

”جو شخص مسلم ریاست کے نظم اجتماعی سے نکل جائے (یعنی اس کی اتھارٹی کو
چیلنج کرے) اور اجتماعیت کو چھوڑ کر الگ گروہ بنالے۔ پھر مر جائے تو (سمجھ
لیجیے کہ) وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور جو شخص اندھی تقلید میں کسی کی زیر قیادت
جنگ کرے یا کسی عصبیت کی بناء پر غضب ناک ہو یا عصبیت کی طرف دعوت
دے یا عصبیت کی خاطر جنگ کرے اور مارا جائے تو وہ جاہلیت کی موت
مرے گا۔ اور جس شخص نے میری اُمت پر خروج کیا اور (ریاست سے بغاوت
کر کے الگ لشکر اور جتھے بنا کر بلا امتیاز) نیک اور برے سب لوگوں کو قتل کیا،
کسی مومن کا لحاظ کیا نہ کسی سے کیا ہوا عہد پورا کیا، اس کا مجھ سے کوئی تعلق
نہیں اور نہ ہی میرا اُس سے کوئی تعلق ہے (یعنی وہ میری اُمت سے نہیں اور نہ
ہی میں اس کے لیے رحیم و شفیع ہوں گا)۔“

اس حدیث میں حضور نبی اکرم ﷺ نے جنگ و جدال میں اندھی تقلید اور
عصبیت کو قومی وحدت کے لئے نہایت مہلک قرار دیا ہے۔ اس تعصب اور انتہا پسندی کی
بنیاد پر اگر کوئی اُمتِ مسلمہ کی اکثریت (large majority) سے جنگ کرے یا مسلمانوں

(۱) ۱- مسلم، الصحيح، کتاب الإمامة، باب وجوب ملازمة جماعة

المسلمین عند ظهور الفتن، ۳: ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، رقم: ۱۸۴۸

۲- نسائی، السنن، کتاب تحریم الدم، باب التغلیظ فیمن قاتل

تحت رایة عمیہ، ۷: ۱۲۳، رقم: ۴۱۱۴

۳- أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۹۶، ۲۸۸

پر اسلحہ اٹھائے تو اُسے نہ صرف جاہلیت کی موت مرنے والا قرار دیا بلکہ اُسے اپنی اُمت سے بھی خارج کر دیا ہے۔

۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةِ لَقِيَ اللَّهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً. (۱)

”جس شخص نے مسلمان حکومت کی اتھارٹی کو تسلیم نہ کیا (اور بلاعذر شرعی) باغی ہو گیا تو وہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس حال میں آئے گا کہ اس کے پاس (اس بغاوت پر) کوئی قابل قبول دلیل نہ ہوگی اور جو شخص اس حال میں فوت ہو گیا کہ وہ مسلم ریاست کا باغی تھا سو وہ جاہلیت کی موت مرا۔“

۳۔ بغاوت کس قدر ناپسندیدہ فعل ہے، اس حوالے سے امام بیہقی نے شعب الایمان میں درج ذیل منفرد نوعیت کی روایت بیان کی ہے جو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَوْ بَغَى جَبَلٌ عَلَى جَبَلٍ لَجَعَلَ اللَّهُ بَيْنَهُمَا دَكًّا. (۲)

”اگر ایک پہاڑ کسی پہاڑ پر بغاوت کرے تو اللہ رب العزت بغاوت کرنے والے پہاڑ کو بھی ریزہ ریزہ کر دے گا۔“

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإمامة، باب وجوب ملازمة جماعة

المسلمين عند ظهور الفتن، ۳: ۱۴۷۸، رقم: ۱۸۵۱

۲۔ بیہقی، السنن الکبری، ۸: ۱۵۶

(۲) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۲۹۱، رقم: ۶۶۹۳

۲۔ ذہبی، الکبائر، ۱: ۶۰۳

۳۔ سیوطی، الدر المنثور، ۴: ۳۵۳

امام کاسانیؒ نے ”بدائع الصنائع“ میں ایسے باغی گروہوں کی سزا کا تعین کرتے ہوئے بڑی صراحت کے ساتھ لکھا ہے:

إِنَّ عِلْمَ الْإِمَامِ أَنَّ الْخَوَارِجَ يَشْهَرُونَ السِّلَاحَ وَيَتَأَهَّبُونَ لِلْقِتَالِ،
فَيَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَأْخُذَهُمْ وَيَحْبِسَهُمْ حَتَّى يَقْلَعُوا عَنْ ذَلِكَ وَيُحْدِثُوا
تَوْبَةً. لِأَنَّهُ لَوْ تَرَكَهُمْ لَسَعَوْا فِي الْأَرْضِ بِالْفَسَادِ فَيَأْخُذَهُمْ عَلَى
أَيْدِيهِمْ. وَلَا يَبِيدُهُمُ الْإِمَامُ بِالْقِتَالِ حَتَّى يَبِيدُوهُ لِأَنِّ قِتَالَهُمْ لِدَفْعِ
شَرِّهِمْ لَا لَشَرِّ شَرِّكَهُمْ. لِأَنَّهُمْ مُسْلِمُونَ فَمَا لَمْ يَتَوَجَّهَ الشَّرْمَنُ مِنْهُمْ
لَا يَقَاتِلُهُمْ. وَإِنْ لَمْ يَعْلَمْ الْإِمَامُ بِذَلِكَ حَتَّى تَعْسَكَرُوا وَتَأْهَبُوا
لِلْقِتَالِ، فَيَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَدْعُوهُمْ إِلَى الْعَدْلِ وَالرَّجُوعِ إِلَى رَأْيِ
الْجَمَاعَةِ أَوْ لَا لِرَجَاءِ الْإِجَابَةِ وَقَبُولِ الدَّعْوَةِ كَمَا فِي حَقِّ أَهْلِ
الْحَرْبِ. وَكَذَا رَوَى أَنَّ سَيِّدَنَا عَلِيًّا ﷺ لَمَّا خَرَجَ عَلَيْهِ أَهْلُ
حَرُورَاءَ نَدَبَ إِلَيْهِمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لِيَدْعُوهُمْ إِلَى
الْعَدْلِ. فَدَعَاهُمْ وَنَازِلَهُمْ فَانْجَابُوا كَفَّ عَنْهُمْ وَإِنْ أَبَوْا قَاتَلَهُمْ
لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿فَإِنْ بَغَتْ أَحَدُهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي
حَتَّى تَفِيَّءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ﴾^(۱) وَكَذَا قَاتَلَ سَيِّدَنَا عَلِيٌّ ﷺ أَهْلَ
حَرُورَاءَ بِالنَّهْرَوَانِ بِحَضْرَةِ الصَّحَابَةِ ﷺ.^(۲)

”اگر حکومت کو یہ معلوم ہو جائے کہ شریکینوں نے مسلح جدوجہد شروع کر دی ہے اور وہ جنگ کے لیے تیاری کر رہے ہیں تو ہیئت مقتدرہ پر لازم ہے کہ ان کو گرفتار کرے اور قید کرے یہاں تک کہ وہ اس باغیانہ عمل سے باز آجائیں

(۱) الحجرات، ۴۹: ۹

(۲) کاسانی، بدائع الصنائع، ۷: ۱۴۰

اور توبہ کریں کہ وہ دوبارہ اس طرح کا عمل نہیں کریں گے۔ اگر حکومت نے انہیں ڈھیل دی تو وہ مزید دہشت گردی کے مرتکب ہوں گے۔ لہذا حکومت کو چاہیے کہ بروقت انہیں روکے۔ اور حکومت خود جنگ کا آغاز نہ کرے یہاں تک کہ وہ جنگ میں پہل کریں کیونکہ ان کے ساتھ جنگ ان کے شر کو ختم کرنے کے لئے ہوگی۔ ہاں اگر ان سے شر کا خطرہ نہ ہو تو ان کے ساتھ جنگ نہ کی جائے اور اگر حکومت کو ان کی ریشہ دوانیوں کا علم نہ ہو یہاں تک کہ وہ (تخریبی کارروائیوں کے لئے) اپنے ٹھکانے بنالیں، جنگ کی تیاری کر لیں اور افرادی قوت جمع کر لیں تو حکومت کو چاہیے کہ انہیں سب سے پہلے راہِ راست کی طرف بلائے اور اجتماعی رائے کی طرف انہیں لوٹنے کی دعوت دے، جیسا کہ اہل حرب کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جس طرح سیدنا علیؑ نے اہل حروراء (خوارج) کی بغاوت کے خلاف کارروائی کرنے سے پہلے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو مندوب بنا کر بھیجا تا کہ وہ انہیں عدل و انصاف کی دعوت دیں۔ پس حکومت اسی طرح انہیں دعوت دے اور ان کے ساتھ مذاکرات کرے۔ اگر وہ مثبت جواب دیں تو ان کے ساتھ جنگ کرنے سے رک جائے اور اگر وہ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کریں تو ان کے ساتھ کھلی جنگ کرے۔ اس کی جنگ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق درست ہوگی جس میں فرمایا گیا: ﴿اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کریں تو اُن کے درمیان صلح کرا دیا کرو، پھر اگر ان میں سے ایک (گروہ) دوسرے پر زیادتی اور سرکشی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کا مرتکب ہو رہا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔﴾ اسی طرح سیدنا علیؑ نے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں نہروان کے مقام پر اہل حروراء کے ساتھ جنگ کی۔“

جن لوگوں کو موجودہ حالات میں مسلح دہشت گردوں کی ملک دشمن کارروائیوں

کے پس پردہ ”جہاد“ کا شائبہ ہوتا ہے انہیں اطمینان قلب ہو جانا چاہئے کہ کلمہ گو اور معصوم لوگوں کی جانیں لینا کوئی جہاد نہیں بلکہ یہ جہاد جیسے اعلیٰ دینی تصور کو بدنام کرنے کی کوشش ہے۔ تاریخ اسلام میں جس طرح بغاوت کو قطعی جرم کے طور پر ممنوع سمجھا گیا آج بھی مسلح باغیوں کو ملک و قوم کا دشمن سمجھنا ہی دینداری ہے۔

۳۔ بغاوت پر اُکسانے والوں کے لئے عذابِ جہنم کی وعید

ایک مسلمان کو کسی بھی صورت میں مسلمانوں کی ہیئتِ اجتماعی کے خلاف بغاوت کی اجازت نہیں۔ جو لوگ مختلف گروہوں کی شکل میں مسلم ریاست اور ہیئتِ اجتماعی کے خلاف کسی بھی قسم کی پرتشدد، فساد انگیز اور مسلح کارروائیاں کرتے ہیں وہ باغی اور دہشت گرد ہیں۔ ان سے عام مسلمانوں کو حتی المقدور الگ رہنے کا حکم دیا گیا ہے، اس ضمن میں ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

۱۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں جلیل القدر صحابی رسول حضرت حذیفہ بن یمان ؓ سے مروی ہے:

كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ فَجَاءَنَا اللَّهُ بِهَذَا الْخَيْرِ، فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَفِيهِ دَخْنٌ. قُلْتُ: وَمَا دَخْنُهُ؟ قَالَ: قَوْمٌ يَسْتَتُونَ بِغَيْرِ سُنَّتِي وَيَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ. فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ، دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، صِفْهُمْ لَنَا. قَالَ: نَعَمْ قَوْمٌ مِنْ جِلْدَتَنَا

وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا. قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَمَا تَرَىٰ إِنَّ أَذْرَكَنِي
 ذَٰلِكَ؟ قَالَ: تَلْزُمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ. فَقُلْتُ: فَإِنْ لَمْ
 تَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ؟ قَالَ: فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرْقَ كُلَّهَا، وَلَوْ
 أَنْ تَعْصَ عَلَىٰ أَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّىٰ يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَىٰ
 ذَٰلِكَ. ^(۱)

”لوگ تو حضور نبی اکرم ﷺ سے خیر کے متعلق سوال کرتے تھے اور میں
 آپ ﷺ سے (حصول علم کے لئے) شر کے متعلق پوچھا کرتا تھا، اس خوف
 سے کہ کہیں میں اس شر میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ!
 ہم زمانہ جاہلیت میں میں مبتلاء تھے، پھر اللہ تعالیٰ (آپ کے توسط سے)
 ہمارے پاس اس خیر کو لے آیا، کیا اس خیر کے بعد پھر شر ہوگا؟ آپ ﷺ نے
 فرمایا: ہاں! میں نے عرض کیا: کیا اس شر کے بعد پھر خیر ہوگی؟ آپ ﷺ نے
 فرمایا: ہاں، لیکن اس خیر میں کچھ کدورت اور ملاوٹ ہوگی۔ میں نے عرض کیا:
 وہ کدورت کیسی ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اکثر لوگ میری سنت پر نہیں چلیں
 گے اور میری ہدایت کے خلاف عمل کریں گے۔ ان میں اچھی اور بری دونوں
 باتیں ہوں گی۔ میں نے عرض کیا: کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہوگا؟ آپ
 ﷺ نے فرمایا: ہاں کچھ لوگ خود جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہوں گے اور
 دوسرے لوگوں کو بھی اسی طرف بلائیں گے، جو ان کی دعوت پر لبیک کہے گا وہ
 اس کو جہنم میں ڈال دیں گے! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کی صفت

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی

الإسلام، ۳: ۱۳۱۹، رقم: ۳۴۱۱

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة

المسلمین عند ظهور الفتن، ۳: ۱۴۷۵، رقم: ۱۸۴۷

بیان کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کا رنگ ڈھنگ، جلد اور چہرہ وغیرہ ہماری طرح ہوگا اور وہ ہماری ہی زبان یعنی مسلمانوں والی زبان بولتے ہوں گے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں ان کا زمانہ پاؤں تو میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم مسلمانوں کی حکومت اور مسلمانوں کی ہیئت اجتماعی کے ساتھ وابستہ رہنا، میں نے عرض کیا: اگر اس وقت مسلمانوں کی جماعت اور حکمران صالح نہ ہوں (تو پھر کیا کروں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر بھی تم ان تمام (باغی) گروہوں سے الگ رہنا خواہ تمہیں تاحیات درخت کی جڑیں چبا کر ہی گزارا کرنا پڑے اور تمہیں اسی حال میں موت آجائے۔“

مذکورہ بالا حدیث سے چند اُمور بطور خاص مستنبط ہوتے ہیں جن کا تعلق براہ راست موضوع زیر بحث سے ہے:

- ۱۔ اُمتِ مسلمہ میں فتنہ شر کے آخری زمانوں میں ایسے داعی بھی ہوں گے جن کی دعوت حقیقت میں جنت کی بجائے جہنم کی طرف لے جانے کا باعث ہوگی۔
- ۲۔ ایسے لوگوں کی زبان، رنگ، وضع قطع اور چال ڈھال میں بظاہر سیرت النبی ﷺ کی اتباع دکھائی دے گی۔
- ۳۔ ان کی نشانی اور علامت یہ ہوگی کہ وہ مسلم اجتماعیت اور اکثریت کے خلاف ہوں گے۔
- ۴۔ وہ مسلم حکومتوں کے خلاف خروج کریں گے یا خروج کی دعوت دیں گے۔
- ۵۔ ان لوگوں کے شر سے کنارہ کشی اور ہیئت اجتماعی سے وابستگی حفاظت ایمانی کی ضمانت ہوگی۔
- ۶۔ مسلمان حکومت اور ہیئت اجتماعی کے خلاف بغاوت اور مسلح دہشت گردی کا

راستہ سب کچھ ہو سکتا ہے مگر دین اسلام نہیں ہو سکتا۔

۷۔ جو لوگ ان کی دعوت کی پیروی کریں گے جہنم میں جائیں گے۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ اور اس جیسی دیگر احادیث کے حوالے سے قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں:

وَأَحَادِيثُ مُسْلِمٍ التِّي أَدْخَلَ فِي الْبَابِ كُلِّهَا حُجَّةً فِي مَنَعِ الْخُرُوجِ عَلَى الْأُمَرَاءِ الْجَوْرَةَ وَلِزُومِ طَاعَتِهِمْ.^(۱)

”اس مسئلہ میں وارد ہونے والی صحیح مسلم کی تمام احادیث مسلمان حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کی ممانعت اور اُس کی اتھارٹی اور نظم کو تسلیم کرنے پر جت ہیں خواہ وہ حکومت خود غیر منصفانہ ہی کیوں نہ ہو۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کے ظلم و جبر اور ناانصافی کے خلاف تمام پرامن آئینی، جمہوری اور شرعی و قانونی طریقے بروئے کار لائے جانے چاہئیں مگر جو طریقہ ممنوع ہے وہ صرف بغاوت، مسلح جدوجہد اور دہشت گردی کا طریقہ ہے۔

یہ امر سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور مسلح جدوجہد کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے باقاعدہ ضابطے شریعت نے وضع کر دیئے ہیں۔ ابو البختری سے روایت ہے کہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے کہا گیا:

أَلَا نَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَنَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: إِنَّهُ لَحَسَنٌ وَلَكِنْ لَيْسَ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ تَرْفَعَ السَّلَاحَ عَلَى إِمَامِكَ.^(۲)

(۱) قاضی عیاض، إكمال المعلم بفوائد مسلم، ۶: ۲۵۶، ۲۵۷

(۲) ۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۵۰۸، رقم: ۳۷۱۳

۲۔ بیہقی، شعب الإيمان، ۶: ۶۲، ۶۳

”کیا ہم نیکی کا حکم نہ دیں اور برائی سے منع نہ کریں؟ انہوں نے فرمایا: میں اس کام سے کب روک رہا ہوں، یہ تو بہت اچھی بات ہے، مگر تیرا اپنی حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھانا تو سنت نہیں ہے (یعنی یہ دہشت گردی اور بغاوت ہے نہ کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر)۔“

گویا ”امر بالمعروف“ اور ”نہی عن المنکر“ کا سارا کام مکمل طور پر یہ امن ہے، اس میں کہیں بھی تشدد کی گنجائش نہیں ہے۔

۴۔ عصبیت پر مبنی نعرہ لگا کر قتل و غارت گری کرنے والوں

کے لئے حکم

فقہاء نے کسی مخصوص عصبیتی نعرہ کی بنیاد پر قتل و غارت گری کرنے والے شریکوں کے خلاف کارروائی کو حکومت کا فرض قرار دیا ہے۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں عالم بن علاء الاندریتی نے لکھا ہے:

إذا أظهرت جماعة من أهل القبلة رأياً ودعت إليه، وقاتلت عليه وصارت لهم منعة وشوكة وقوة. فإن كان ذلك لظلم السلطان في حقهم، فينبغي أن لا يظلمهم. فإن كان لا يمتنع من الظلم فقاتلت تلك الطائفة السلطان. فلا ينبغي للناس أن يعينوهم ولا أن يعينوا السلطان وإن لم يكن لأجل أنه ظلمهم ولكنهم قالوا: ”الحق معنا“ وادعوا الولاية: فللسلطان أن يقاتلهم وللناس أن يعينوه. (۱)

”اہل قبلہ یعنی مسلمانوں میں سے جب کوئی گروہ کوئی مخصوص نعرہ بلند کرے اور

دوسروں کو بھی اس کی دعوت دے اور اس کی خاطر جنگ کرے اور انہیں قوت و طاقت بھی حاصل ہو۔ اگر ان کا یہ عمل حکومت کی طرف سے ان پر کئے جانے والے ظلم و زیادتی کی وجہ سے ہو تو چاہئے کہ حکومت ان پر ظلم و زیادتی نہ کرے۔ پس اگر حکومت ان پر ظلم سے باز نہ آئے اور وہ حکومت کے ساتھ نبرد آزما ہوں تو عام لوگوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ باغی دہشت گردوں کی مدد کریں اور نہ ہی حکومت کی مدد کریں اور اگر باغیوں کا یہ عمل اس سبب سے نہ ہو کہ حکومت نے ان پر پہلے سے کوئی ظلم و زیادتی کی ہے بلکہ ان کا اقدام اس نظریہ کے تحت ہو کہ ”حق صرف ہمارے ساتھ ہے (یعنی ہم ہی حق اور دین پر ہیں)“ اور وہ طاقت سے حکومت یا غلبہ حاصل کرنا چاہیں تو حکومت کا یہ حق ہے کہ وہ اپنا نظم اور اتھارٹی بحال کرنے کے لئے ان سے جنگ کرے اور عوام کو بھی چاہئے کہ وہ اس صورت میں حکومت کا ساتھ دیں۔“

۵۔ مسلمانوں کو اعتقادی اختلاف کی بنا پر قتل کرنے کی مذمت

درج بالا فتاویٰ میں باغیوں کی غلط تاویلات میں ایک بڑا دعویٰ یہ بھی ہے کہ وہ صرف خود کو حق کا نمائندہ سمجھتے ہیں اور اپنے اقدامات کو شرعی رنگ دینے کے لئے الحق معنا کا نعرہ لگاتے ہیں۔ الحق معنا کا معنی یہ ہے کہ حق پر صرف ہم ہی ہیں، ہمارے علاوہ سب لوگ کافر، مشرک اور گمراہ ہیں۔ آج کل انتہاء پسندوں اور دہشت گردوں کا نظریہ بلکہ عقیدہ ہی یہ ہو چکا ہے کہ وہ اپنے موقف کو عین اسلام، عین قرآن و سنت، عین شریعت اور عین حق سمجھتے ہیں جبکہ بقیہ تمام مسلمانوں کو۔ جو ان کے نظریات سے متفق نہیں ہیں۔ اور سب مسلمان حکمرانوں اور حکومتوں کو۔ جو کمالاً قرآن و سنت کے مطابق نظام نہیں چلا رہے اور ان کے نظام ہائے حکومت خیر و شر کا مجموعہ ہیں۔ کافر و مشرک اور کم از کم گمراہ سمجھتے ہیں۔ ان کے نظامہائے حکومت کو، جمہوری اداروں کو، انتخابات اور جمہوری نظام کو الغرض ہر شے کو علی الاطلاق کفر سمجھتے ہیں اور ان کے خلاف مسلح جدوجہد اور بغاوت کو جہاد قرار دیتے ہیں۔

اس وجہ سے وہ حکومتی نمائندوں کا قتل عام جائز اور عوام کا خون مباح گردانتے ہیں۔ پھر اپنے مقاصد کے حصول کی جدوجہد کے اخراجات پورے کرنے کے لیے لوٹ مار، اغواء برائے تاوان اور ڈاکہ زنی کو بھی جائز سمجھتے ہیں کیونکہ ان کا خیال ہوتا ہے کہ وہ ”کفر اور کفار کے خلاف حالت جنگ“ میں ہیں۔ لہذا اس میں ہر عمل جائز ہے خواہ وہ خودکش حملہ ہو یا مساجد و مکانات کی تباہی، انسانی خون ہو یا املاک و اموال کا لوٹنا۔ حالاں کہ یہ سب کچھ صریح گمراہی و ضلالت اور دہشت گردی و بغاوت ہے۔ ان کے اس عمل اور رویے پر حضور ﷺ کا درج ذیل ارشاد گرامی بنیادی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا أَتَخَوُّفُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْآنَ حَتَّى إِذَا رَأَيْتَ عَلَيْهِ بَهْجَتَهُ عَلَيْهِ. وَكَانَ رَدَاءَ الْإِسْلَامِ غَيْرَهُ إِلَى مَا شَاءَ اللَّهُ، فَانْسَلَخَ مِنْهُ وَنَبَذَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ. وَسَعَى عَلَى جَارِهِ بِالسَّيْفِ وَرَمَاهُ بِالشَّرْكِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ! أَيُّهُمَا أَوْلَى بِالشَّرْكِ؟ الْمَرْمِيُّ أَمْ الرَّامِيُّ؟ قَالَ: بَلِ الرَّامِيُّ. (۱)

”بے شک مجھے جس چیز کا تم پر خدشہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک ایسا آدمی ہوگا جس نے قرآن پڑھا یہاں تک کہ اس پر قرآن کا جمال دیکھا گیا اور وہ اس وقت تک جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا اسلام کی پشت پناہی بھی کرتا تھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ اس کا خول اتر گیا اور اس نے قرآن کو بھی پس پشت ڈال دیا۔ پھر وہ اپنے پڑوسی یعنی دوسرے مسلمان پر تلوار لے کر چڑھ دوڑا اور اس پر شرک کا الزام لگانے لگا۔ (راوی بیان کرتے ہیں:) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان دونوں میں سے کون شرک سے زیادہ قریب ہے؛ شرک کا الزام لگانے والا یا

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۲۸۲: ۱، رقم: ۸۱

۲۔ بزار، المسند، ۴: ۲۲۰، رقم: ۲۷۹۳

جس پر شرک کا الزام لگایا گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ شرک کا الزام لگانے والا (خود شرک کے قریب ہوگا)۔“

عالم اسلام کو اس وقت جس تفرقہ پرستی کا سامنا ہے اور مسلمان کم و بیش دنیا کے ہر خطے میں جس مسئلے کی وجہ سے پریشان اور منقسم ہیں وہ بنیادی مسئلہ شرک کی الزام تراشی کا رجحان ہے۔ وطن عزیز سمیت یورپ، امریکہ اور مشرق وسطیٰ کے بیشتر مسلمانوں کو مخصوص انتہاء پسندوں کی طرف سے اسی شورش کا سامنا ہے کہ وہ اپنے علاوہ ہر دوسرے مسلمان کو مشرک اور کافر قرار دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک ۱۴۰۰ سالہ تاریخ میں دین کی مخلصانہ خدمات سرانجام دینے والے صوفیاء، اولیاء اور بزرگان دین سب کے سب اسلام کی خدمت نہیں بلکہ شرک سازی کرتے رہے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ صرف وہ ہدایت یافتہ ہیں اور پچھلی نسلوں کے بزرگ جاہل، مشرک اور بدعتی تھے۔ حالانکہ ان کا اپنا عمل یہ ہے کہ ان کی انتہاء پسندانہ کارروائیوں کی وجہ سے دوسری اقوام اسلام سے متنفر ہو رہی ہیں اور مسلمان آپس میں دست و گریبان ہو کر اُمت کی وحدت کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ یہ حدیث مبارکہ ان کی زعم باطل اور گمراہانہ رعونت کی بہت خوب تشریح کر رہی ہے۔

فصل سوم

فاسق حکومت کے خلاف قتال کی شرعی حیثیت

۱۔ کفرِ صریح کے بغیر حکومت کے خلاف بغاوت کی ممانعت

یہ بات شرعی اعتبار سے واضح ہے کہ مسلمان حکومت کے خلاف، خواہ وہ فاسق ہی ہو، قتال اور مسلح جدوجہد جائز نہیں ہے جب تک وہ صراحۃً کفر کا اعلان نہ کرے یا ان حکمرانوں کے کافر ہو جانے پر صریح اور قطعی طور پر اجماعِ اُمت نہ ہو جائے یا وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہ کریں۔ مزید یہ کہ وہ حکماً اقامتِ صلاۃ سے روکیں اور معصیت پر اکسائیں۔ اسے حدیث مبارکہ میں کفرِ بواح کہا گیا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی درج ذیل متفق علیہ حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے:

حضرت جُنادہ بن ابی اُمیہ سے روایت ہے:

دَخَلْنَا عَلَى عِبَادَةِ بْنِ الصَّامِتِ وَهُوَ مَرِيضٌ، قُلْنَا: أَصْلَحَكَ اللَّهُ،
حَدَّثَ بِحَدِيثٍ يَنْفَعُكَ اللَّهُ بِهِ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ. قَالَ: دَعَانَا
النَّبِيُّ ﷺ فَبَايَعَنَا. فَقَالَ: فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا أَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ
وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَآثَرَةٍ عَلَيْنَا، وَأَنْ لَا
نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ
بُرْهَانٌ. (۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ سترون

بعدي أمورا تنكرونها، ۶: ۲۵۸۸، رقم: ۶۶۳۷

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في

غير معصية وتحريمها في المعصية، ۳: ۱۴۷۰، رقم: ۱۷۰۹

”ہم حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ وہ بیمار تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے، ہم سے کوئی ایسی حدیث بیان فرمائیے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ آپ کو نفع دے اور وہ آپ نے خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ چنانچہ بیعت لیتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اقرار لیا کہ آپ کا حکم مانیں گے اور اطاعت کریں گے، خوشی اور غمی میں، تنگی و کشادگی میں، خواہ ہمارے اوپر کسی کو بھی ترجیح دی جائے، اور اس بات پر کہ جس کو حکمرانی کا حق دیا گیا اس کے حق حکومت یعنی اتھارٹی کے خلاف خروج نہیں کریں گے سوائے اس صورت کے کہ اس کا کفر صریح واضح ہو جائے اور (اس معاملہ) میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے (مقرر کردہ) واضح اور قطعی دلیل ہو۔“

کفر بواح کی تشریح میں محدثین نے لکھا ہے کہ وہ اتنا واضح اور صریح ہو کہ اس کی تاویل کی گنجائش بھی نہ رہے۔

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کفرًا بَوَاحًا کے بیان میں لکھا ہے:

ووقع عند الطبرانی من رواية أحمد بن صالح عن ابن وهب في هذا الحديث: ”كفرًا صراحًا.“^(۱)

”احمد بن صالح کے طریق سے ابن وهب کی روایت کردہ امام طبرانی کی ایک اور حدیث میں کفرًا صراحًا (یعنی صریح کفر) کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔“

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ہی ”عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ“ کی شرح یوں بیان کی ہے:

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۱۳

ومقتضاه أنه لا يجوز الخروج عليهم ما دام فعلهم يحتمل التأويل. (۱)

”اس فرمانِ رسول ﷺ کا تقاضا ہے کہ حکومتِ وقت کے خلاف اس وقت تک خروج جائز نہیں ہے جب تک کہ ان کے عمل میں تاویل کی گنجائش رہے۔“
یعنی خروج اس وقت جائز ہوگا جب حکومت کے کفر پر ایسا برہان قاطع موجود ہو کہ اس باب میں کسی تاویل کی بھی گنجائش نہ رہے۔
۳۔ حافظ ابن حجر نے مزید صراحت فرمائی ہے کہ:

قال ابن بطل: في الحديث حجة في ترك الخروج على السلطان ولو جار. (۲)

”ابن بطل نے کہا: اس حدیث میں حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کی ممانعت پر حجت پائی جاتی ہے خواہ وہ حکومت خود غیر منصفانہ ہی ہو۔“
گویا حکومت کے غیر منصفانہ عمل و کردار کے باوجود مسلح بغاوت کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ دیگر پُر امن آئینی، جمہوری اور قانونی طریقوں سے اس کے خلاف نہ صرف آواز بلند کرنا جائز ہے بلکہ ہر ممکن کوشش اور جدوجہد بھی جائز اور واجب ہے۔
۴۔ امام بدر الدین العینی ”برہان“ کی شرح میں لکھتے ہیں:

قوله: ”برہان“ أي: نص آية أو خبر صحيح لا يحتمل التأويل. (۳)

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۳: ۱۱

(۲) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۳: ۷

(۳) بدر الدین العینی، عمدة القاری، ۱۶: ۳۳

آپ ﷺ کے فرمان ”برہان (واضح دلیل)“ کا مطلب یہ ہے کہ نصِ آیت یا خبرِ صحیح کی بناء پر اس میں کسی تاویل کا احتمال نہ رہے۔“

۵۔ یہی موقف امام قسطلانیؒ نے ”ارشاد الساری“ میں اختیار کیا ہے۔^(۱)

۶۔ مسألة الخروج على أئمة الجور کے تحت علامہ شبیر احمد عثمانی بھی ”فتح الملہم“ میں یہی موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وبهذا الحديث استدلل جمهور العلماء على أنه لا يجوز الخروج على السلطان الجائر أو الفاسق إلا أن يظهر منه كفر صريح.^(۲)

”اس حدیث سے جمہور علماء نے استدلال کیا ہے کہ ظالم یا فاسق مسلمان حکومت کے خلاف بھی مسلح جدو جہد جائز نہیں تا آنکہ اس سے صریح کفر ظاہر ہو۔“

۲۔ مسلمانوں پر ہتھیار اٹھانا کفریہ عمل ہے

حضور نبی اکرم ﷺ نے یہاں تک ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمان پر ہتھیار اٹھانے والا امتِ مسلمہ میں سے ہی نہیں ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا.^(۳)

”جس شخص نے ہم مسلمانوں پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں (یعنی ہماری

(۱) قسطلانی، ارشاد الساری، ۹: ۱۵

(۲) عثمانی، فتح الملہم، ۳: ۱۸۴

(۳) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ: مَنْ حَمَلَ

علینا السلاح فلیس منا، ۶: ۲۵۹۱، رقم: ۶۶۵۹

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإیمان، باب قول النبی ﷺ: مَنْ حَمَلَ

علینا السلاح فلیس منا، ۱: ۹۸، رقم: ۹۸

اُمت سے خارج ہے۔“

درج بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلم ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد، بغاوت اور مسلمانوں پر ہتھیار اٹھانے کی اسلام میں نہ صرف یہ کہ قطعاً اجازت نہیں بلکہ ایسے اقدامات کی نوعیت کفریہ ہے۔ یہ عمل بغاوت، محاربت، جنگجویی اور دہشت گردی کے زمرے میں آتا ہے۔ اسے اسلام نے فتنہ اور فساد فی الارض قرار دیا ہے۔ اس سے کبھی خیر نصیب نہیں ہوتی، یہ خانہ جنگی کا سبب بنتا ہے۔ لہذا دہشت گردی و بغاوت، اور اس کے برعکس ظلم و ناانصافی کے خلاف پُر امن جدوجہد میں فرق ملحوظ رہنا چاہیے۔ اگر اس فرق و امتیاز پر گہری نظر رہے تو پھر احکام شریعت اور فقہی تصریحات و تشریحات سے کوئی مغالطہ پیدا نہیں ہوگا۔^(۱)

۳۔ فاسق حکومت تبدیل کرنے کا شرعی اور آئینی راستہ

(ایک مغالطے کا ازالہ)

اگر اسلامی ریاست کے حکمران فاسق و فاجر اور ظالم و متبذہ ہوں تو ایسی صورت میں بھی حکومت کے خلاف مسلح کارروائی کی اجازت نہیں۔ یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ

..... ۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳، رقم: ۴۴۶۷

۴۔ ترمذی، السنن، کتاب الحدود، باب ما جاء فيمن شهر السلاح،

۴: ۵۹، رقم: ۱۴۵۹، (عن أبي موسى)

۵۔ نسائی، السنن، کتاب تحریم الدم، باب من شهر سيفه ثم وضعه

في الناس، ۷: ۱۱۷، رقم: ۴۱۰۰

۶۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الحدود، باب من شهر السلاح، ۲:

۸۶۰، رقم: ۲۵۷۵

(۱) مسلمانوں پر ہتھیار اٹھانے کی ممانعت کے موضوع پر تفصیلی دلائل باب دوم میں مذکور

ہیں۔

یعنی چاہیے کہ احادیثِ نبوی ﷺ نے معاذ اللہ فاسق یا ظالم حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کو ممنوع قرار دے کر اسے اپنے ظلم و جبر، معصیت اور نا انصافی جاری رکھنے کا لائسنس نہیں دے دیا۔ ایسا کوئی مغالطہ یا بدگمانی ہرگز ذہنوں میں نہیں آنی چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے کسی بھی حکومت کی خراب اور غیر شرعی پالیسیوں، فاسقانہ طرزِ عمل اور غیر عادلانہ طریق کار کے خلاف ہر ممکن آواز بلند کرنے، حکومت پر تنقید کرنے اور اس کی اصلاح کے لیے دباؤ بڑھانے کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ حکم دیا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے لیے نصیحت قبول نہ کرنے اور اصلاح پذیر نہ ہونے کی صورت میں اسے بدلنے کی اجازت بھی دی ہے۔ تاہم تبدیلی اقتدار کی جدوجہد کو خون خرابے سے بچانے کا حکم دیا ہے۔ ظالم و جابر حکمرانوں کے خلاف اعلاءِ کلمہ حق کو جہاد قرار دینے کا مفہوم یہی ہے۔ مگر کلمہ حق کہنے یا برائی کو ہاتھ سے روکنے کی آڑ میں ہتھیار اٹھا کر معصوم لوگوں کا قتلِ عام، کسی صورت میں جائزِ عمل نہیں بن سکتا۔

۱۔ مسند احمد بن حنبل، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دیگر کتبِ حدیث میں حضرت ابوسعید خدری ؓ سے مروی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ان أفضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر. ^(۱)

- (۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۹، رقم: ۱۱۱۵۹
 ۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الفتن، باب ما جاء أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر، ۴: ۴۷۱، رقم: ۲۱۷۴
 ۳۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الملاحم، باب الأمر والنہی، ۴: ۱۲۴، رقم: ۴۳۲۴
 ۴۔ نسائی، السنن، کتاب البيعة، باب من تكلم بالحق عند امام جائر، ۷: ۱۶۱، رقم: ۱۲۰۹
 ۵۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر، ۲: ۱۳۲۹، رقم: ۴۰۱۱

”سب سے بڑا جہاد ظاہر بادشاہ کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا ہے۔“

یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تحت فریضہ دین ہے، اس سے قطعاً منع نہیں کیا گیا۔ بلکہ ایسا نہ کرنے والوں کو ظالم اور مجرم گردانا گیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اسلام نے اس تمام جد و جہد کے لیے فقط آئینی، قانونی، شرعی اور جمہوری طریقے اپنانے کا حکم دیا ہے اور یہ پابندی عائد کی ہے کہ پوری جد و جہد پُر امن رہے۔ احادیث صحیحہ میں جس امر کی ممانعت وارد ہوئی ہے وہ صرف قتال، مسلح بغاوت اور دہشت گردی ہے۔ اپنی بات منوانے کے لیے ہتھیار اٹھانا، خون خرابہ کرنا، دہشت گردی کا ارتکاب کرنا، ملک کے بعض حصوں پر قبضہ کر کے جنگ اور قتل عام کرنا کلیتاً ممنوع بلکہ حرام اور کفریہ افعال ہیں۔ قتال اور فتنہ انگیزی سے امت میں انتشار اور انارکی (anarchy) پیدا ہوتی ہے، نتیجتاً بیرونی طاقتوں کو ایسی مسلم ریاستوں میں دراندازی کا موقع مل جاتا ہے۔ اس لئے شریعت نے بہر صورت بغاوت کو روکنے کا حکم دیا ہے۔

مندرجہ بالا وضاحت کو ذہن نشین رکھتے ہوئے اس بارے میں مزید ارشادات نبوی ﷺ ملاحظہ ہوں:

۲۔ اُمّ المؤمنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهُ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ، فَتَعْرِفُونَ وَتُنْكِرُونَ، فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِيَءٌ، وَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ، وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: لَا مَا صَلَّوْا. أَيُّ مَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهِ وَأَنْكَرَ بِقَلْبِهِ. (۱)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإمارة، باب وجوب الإنكار علی الأُمراء

فیما یخالف الشرع، ۳: ۱۲۸۱، رقم: ۱۸۵۴

۲۔ أبو عوانة، المسند، ۴: ۴۱۷، ۴۱۸، رقم: ۷۱۶۲

”تم پر ایسے امیر مقرر کیے جائیں گے جن میں تم اچھائیاں بھی دیکھو گے اور برائیاں بھی۔ سو جو ان کے بُرے کام کو ناپسند کرے وہ ذمہ داری سے تو بڑی ہو جائے گا مگر جو اس کو مسترد کر دے گا وہ سلامت رہے گا، البتہ جو شخص ان کو پسند کرے گا اور ان کی اتباع کرے گا (وہ سلامت نہیں رہے گا اور بڑی بھی نہیں ہوگا)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم ان سے قتال (یعنی جنگ) نہ کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، جب تک وہ نماز پڑھتے ہیں یعنی مسلمان ہیں (تم اس وقت تک ان سے قتال نہیں کر سکتے)۔ برا جاننے سے قلبی طور پر ان سے نفرت کرنا اور مسترد کرنے سے کلیتاً مسترد کر دینا مراد ہے۔“

قاضی عیاض ”إكمال المعلم“ میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے

ہیں:

وقوله: أفلا نقاتلهم؟ قال: ”لا، ما صلوا“ علی ما تقدم من منع الخروج على الأئمة، والقيام عليهم ما داموا على كلمة الإسلام، ولم يظهروا كفراً بيناً، وهو الإشارة هاهنا: ”ما صلوا“، أي ما كان لهم حكم أهل القبلة والصلاة، ولم يرتدوا وبيدوا الدين ويدعوا إلى غيره. والإشارة أيضاً بقوله: ”عبدًا حبشيًا يقودكم بكتاب الله، أي بالإسلام وحكم كتاب الله وإن جار.“^(۱)

”صحابی کا قول کہ أفلا نقاتلهم؟ (کیا ہم ان سے قتال نہ کریں؟) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ لا، ما صلوا (نہیں، جب تک وہ نماز پڑھتے ہیں)، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اس میں حکومتِ وقت کے خلاف مسلح بغاوت سے اُس وقت تک رُکے رہنے کا حکم ہے جب تک وہ کلمہ اسلام پر ہوں اور واضح طور پر

کفر کو ظاہر نہ کریں۔ یہی اشارہ یہاں ”ما صلوا“ میں پنہاں ہے یعنی جب تک ان کے لئے اہل قبلہ اور اہل نماز ہونے کا حکم باقی ہے اور جب تک وہ مرتد نہیں ہوئے اور انہوں نے دین کو نہیں بدلا اور دین سے ہٹ کر کوئی دعوت نہیں دی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے بھی یہی اشارہ ملتا ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک کوئی حبشی غلام ہی کتاب اللہ کے ساتھ تمہاری قیادت کرے“ یعنی اسلام کے ساتھ اور کتاب اللہ کے حکم کے ساتھ، اگرچہ وہ ظالم ہی ہو (تب بھی تمہیں اُس کے خلاف بغاوت کی اجازت نہیں)۔“

قاضی عیاض آگے چل کر مزید وضاحت کرتے ہیں:

وقوله ﷺ: ”ولكن من رضي وتابع“ معناه: ولكن الإثم والعقوبة على من رضي وتابع، وفيه دليل على أن من عجز عن إزالة المنكر، لا يأثم بمجرد السكوت، بل إنما يأثم بالرضى به، أو بأن لا يكرهه بقلبه، أو بالمتابعة عليه.

وأما قوله: أفلا نقاتلهم؟ قال: ”لا ما صلوا“ ففيه معنى ما سبق، أنه لا يجوز الخروج على الخلفاء بمجرد الظلم أو الفسق ما لم يغيروا شيئاً من قواعد الإسلام.^(۱)

”حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان ولكن من رضي وتابع کا معنی ہے کہ ”گناہ اور سزا اس پر ہے جو ان کے غلط کاموں سے راضی ہوا اور اُس نے ان کی غلط کاریوں کی پیروی کی“ اور اس میں دلیل اس چیز پر ہے کہ جو شخص برائی کو ختم کرنے سے عاجز آ گیا، وہ محض خاموشی سے گنہگار نہیں ہوگا، بلکہ اس برائی پر

راضی ہونے سے گنہگار ہوگا یا اس کو دل میں برا نہ جانے سے یا اس کی پیروی کرنے سے قصور وار ٹھہرے گا۔

”اور صحابی کے قول اَفَلَا نَقَاتِلُهُمْ؟ (کیا ہم ان سے قتال نہ کریں؟) کے جواب میں آپ ﷺ کے فرمان لا، ما صلوا (نہیں، جب تک وہ نماز پڑھتے ہیں) کا وہی معنی ہے جو پہلے گزر چکا ہے کہ جب تک حکومتِ وقت اسلام کے اساسی قواعد میں سے کوئی چیز تبدیل نہ کر دے فقط اس کے فتن اور ظلم کی وجہ سے اُس کے خلاف مسلح بغاوت جائز نہیں ہے۔“

۳۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

خِيَارُ اٰمَتِكُمْ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَيَحِبُّوْكُمْ، وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ وَتُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ، وَشِرَارُ اٰمَتِكُمْ الَّذِيْنَ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَيُبْغِضُوْكُمْ، وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَيَلْعَنُوْكُمْ. قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَفَلَا نُنَابِذُهُمْ بِالسَّيْفِ؟ فَقَالَ: لَا مَا اَقَامُوا فِيْكُمْ الصَّلَاةَ، وَاِذَا رَاَيْتُمْ مِنْ وَّلَايَتِكُمْ شَيْئًا تَكْرَهُوْهُ فَكْرَهُوْا عَمَلَهُ، وَلَا تَنْزِعُوْا يَدًا مِنْ طَاعَةٍ. (۱)

”تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں، تم ان کے لئے دعاے خیر کرو اور وہ تمہارے لئے دعاے خیر کریں اور تمہارے بدترین حکمران وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں، تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا ہم ان کو اسلحہ اور تلوار (یعنی بدوق) کے زور سے معزول نہ کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! جب تک کہ وہ تم میں نماز قائم کرتے رہیں (یعنی جب تک وہ مسلمان

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإمارة، باب خيار الأئمة وشرارهم، ۳:

۱۲۸۱، رقم: ۱۸۵۵

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۰: ۴۴۹، رقم: ۴۵۸۹

رہیں تم ایسا نہیں کر سکتے)، اور جب تم اپنے حکمرانوں کی کوئی برائی دیکھو تو ان کے اس عمل کو برا جانو مگر نظم ریاست اور قانون کی پابندی سے ہاتھ مت کھینچو۔“

محدثین کرام نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان ”تم ان کی اتھارٹی سے ہاتھ مت کھینچو“ سے مراد یہ ہے کہ جب تک وہ تمہیں معصیت کا حکم نہ دیں۔ اس میں فاسق حکومتِ وقت کے خلاف مسلح بغاوت کی ممانعت ہے۔ آپ ﷺ کے فرمان ”جب تک وہ تم میں نماز قائم کرتے رہیں“ میں ان کے مسلمان ہونے کو اقامتِ نماز کے کنایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ جب تک وہ مسلمان رہیں۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ وہ پابندی کے ساتھ پنجگانہ نماز پڑھنے والے ہوں، متقی یا پرہیزگار ہوں۔ اس سے یہ مراد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ پہلے ہی انہیں ”شَرَارُ اَئِمَّتِكُمْ“ یعنی بدترین حکمران قرار دے چکے ہیں۔ صاف ظاہر ہے جب مسلمان ان سے نفرت کریں گے وہ مسلمانوں کو برا سمجھیں گے اور اپنے مظالم، ناانصافیوں اور بد اعمالیوں کے باعث بدترین حکمران کہلائیں گے تو ان سے یہ توقع تو نہیں ہو سکتی کہ وہ کاملاً پابندِ صوم و صلاۃ ہوں گے۔ اگر ایسا ہوتا تو انہیں ”بدترین حکمرانوں کا لقب“ ہی نہ دیا جاتا۔ اس کے باوجود فرمایا کہ جب تک وہ تمہارے سامنے نماز ادا کرتے رہیں۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ برائے نام سہی مگر مسلمان رہیں تو ان کے خلاف مسلح بغاوت نہیں کی جائے گی۔

امام قرطبی نے صحیح مسلم کی شرح ”المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم“ میں اس معنی کی تصریح ان الفاظ میں کی ہے:

كما عبر عن المصلين بالمسلمين، كما قال ﷺ: نُهيْتُ عن قتل المصلين^(۱) أي المسلمين.^(۲)

(۱) ۱۔ أبو یعلیٰ، المسند، ۱: ۹۰، رقم: ۹۰

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب أهل البغی، ۶: ۲۲۷

(۲) قرطبی، المفہم، ۴: ۶۶

”جیسا کہ (حدیث میں) نمازیوں سے مراد مسلمان لئے گئے ہیں، مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے نمازیوں یعنی مسلمانوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔“

سو اسی شرعی معنی کا اطلاق یہاں بھی ہوگا۔

۴۔ امام ترمذی نے یہ فرمان نبوی ﷺ اپنی سند صحیح کے ساتھ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهُ سَيَكُونُ عَلَيْكُمْ أَيْمَةٌ تَعْرِفُونَ وَتُنَكِرُونَ، فَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ بَرِيَءٌ،
وَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ سَلِمَ، وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ. فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ،
أَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: لَا مَا صَلُّوا. (۱)

”عنقریب تم پر ایسے حکمران مسلط ہوں گے جن سے تم نیکی بھی سرزد ہوتے دیکھو گے اور برائی بھی۔ پس جس نے ان کی برائی کو برا کہا وہ اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو گیا اور جس نے برا سمجھا وہ سلامتی پا گیا؛ لیکن جو ان پر دل سے راضی ہوا اور معصیت میں ان کی اتباع کی وہ ہلاک ہوا۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں“ جب تک وہ نماز پڑھتے ہیں (یعنی برائے نام بھی مسلمان ہیں، تم ان سے مسلح جنگ نہیں کر سکتے)۔“

اس حدیث کی شرح میں علامہ عبد الرحمن مبارک پوری بھی یہی معنی لکھتے ہیں:

”أَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: لَا“، أَى: لَا تَقَاتِلُوهُمْ مَا صَلُّوا. إِنَّمَا مَنَعَ عَنْ
مَقَاتِلَتِهِمْ مَا دَامُوا يَقِيمُونَ الصَّلَاةَ، الَّتِي هِيَ عُنْوَانُ الْإِسْلَامِ حَذَرًا
مِنْ هِجَابِ الْفِتَنِ وَإِخْتِلَافِ الْكَلِمَةِ. (۲)

(۱) ترمذی، السنن، کتاب الفتن، باب: (۷۸)، ۴: ۵۲۹، رقم: ۲۲۶۵

(۲) مبارک پوری، تحفة الأحوذی، ۶: ۱۳۸

”صحابی کا سوال کہ ”کیا ہم ان کے خلاف قتال نہ کریں؟“ اور جواب میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد فرمانا کہ ”نہیں یعنی ان کے خلاف تم جنگ نہ کرو جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔“ یقیناً ان کے ساتھ جنگ سے روک دیا گیا جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں جو کہ دین اسلام کی پہچان ہے۔ ان کے خلاف جنگ نہ کرنے کا حکم اُمت میں فتنہ بھڑک اٹھنے اور دین میں اختلاف پیدا ہونے کے خدشہ کے پیش نظر ارشاد فرمایا گیا ہے۔“

مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان قتل و غارت اور خون خرابہ کے فتنہ سے بچنے کے لئے حکمرانوں کی بد اعمالیوں پر بھی صبر و ضبط کر کے پُر امن طریقہ سے آئینی اور جمہوری جد و جہد کی اجازت دی گئی ہے، مسلح جنگ یا قتال کی نہیں۔

۵۔ اسی مضمون پر مبنی حدیث کو سنن ابی داؤد میں حضرت ضبہ بن مھسن کے طریق سے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سَتَكُونُ عَلَيْكُمْ أَيْمَةٌ تَعْرِفُونَ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُونَ، فَمَنْ أَنْكَرَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ هِشَامٌ: بِلِسَانِهِ، فَقَدْ بَرِيَءٌ، وَمَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهِ فَقَدْ سَلِمَ، وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ. فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَفَلَا نَقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ ابْنُ دَاوُدَ: أَفَلَا نَقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: لَا، مَا صَلَّوْا. ^(۱)

”عنقریب تمہارے اوپر ایسے حکمران آئیں گے جو اچھے کام بھی کریں گے اور برے بھی۔ امام ابو داؤد بیان کرتے ہیں کہ ہشام نے کہا: پس جس نے اپنی زبان سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا وہ بری الذمہ ہو گیا۔ جس نے دل میں برا جانا وہ بھی بچ گیا لیکن جو راضی ہوا (اور ان کے برے کاموں کی تائید یا پیروی

(۱) أبو داؤد، السنن، کتاب السنۃ، باب فی قتال الخوارج، ۴: ۲۴۲، رقم:

کی) وہ برباد ہوا۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا ہم انہیں قتل کر دیں؟ ابن داؤد کے الفاظ ہیں: کیا ہم ان سے جنگ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، جب تک وہ نماز پڑھتے ہیں یعنی جب تک وہ مسلمان ہیں (ان سے جنگ نہیں کی جاسکتی)۔“

درج بالا احادیث نبوی اور ان کی شروحات میں بطور خاص دو چیزوں کی وضاحت ہو رہی ہے: پہلی یہ کہ مسلمان حکمرانوں کے فسق و فجور اور دینی مداخلت کے خلاف فتنہ و فساد اور خون ریزی کے خدشے کے باعث جہاں مسلح بغاوت کی ممانعت ہے وہاں ایسی حکومتوں کو راہِ راست پر لانے کے دیگر پُر امن طریقے موجود ہیں جنہیں بروئے کار لانا چاہیے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ جب تک حکمران کفرِ بواح یعنی صریح اور قطعی کفر کے مرتکب نہ ہوں ان کے خلاف مسلح بغاوت درست نہیں ہوگی اور اگر ان حالات میں کسی نے شریعت اور احکامِ اسلام کے نفاذ کا نام لے کر بھی مسلح بغاوت کر دی تو اسے بھی طاقت کے ذریعے ختم کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

فصل چہارم

دہشت گردی اور بغاوت کے خلاف
ائمہ اربعہ و دیگر اکابرین اُمت کے فتاویٰ

بغاوت اور دہشت گردی پُر امن معاشرے کے لئے کتنی خطرناک ہے اور اس کی ممانعت کیوں کی گئی ہے؟ اس کی وضاحت تو باب ہذا کی فصل دوم ”جرمِ بغاوت کی سنگینی اور اُس کی سزا“ میں قدرے تفصیل سے گزر چکی ہے۔ یہاں ہم معاملے کی نوعیت و حساسیت کے پیش نظر احادیث کے بعد اکابر ائمہ کے فتاویٰ اختصار کے ساتھ درج کر رہے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ چودہ سو سالہ تاریخ اسلام میں اس باب پر اُمت میں کبھی بھی اختلاف نہیں رہا۔ ائمہ اربعہ کے بعد نمائندہ فقہاء کرام، علماء عظام کی آراء پیش کرتے ہوئے ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

۱۔ دہشت گردوں سے قتال پر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

دہشت گرد گروہ کے ساتھ جنگ کرنے کے حوالے سے علامہ زاہد الکوثریؒ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے یہ کلمات نقل کئے ہیں:

قال أبو حنيفة: فقاتل أهل البغي بالبغي لا بالكفر. وكن مع الفئة العادلة. ولا تكن مع أهل البغي. فإن كان في أهل الجماعة فاسدون ظالمون. فإن فيهم أيضاً صالحين يعينونك عليهم، وإن كانت الجماعة باغية فاعتزلهم وأخرج إلى غيرهم. قال الله تعالى: ﴿أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا﴾، (۱) ﴿إِنَّ

أَرْضِيْ وَاسِعَةً فَإِيَّايَ فَاعْبُدُوْنَ ﴿١﴾ (۲).

”امام ابو حنیفہ نے فرمایا: باغی اور دہشت گرد گروہ کے ساتھ جنگ کرو اس وجہ سے نہیں کہ وہ کفر پر ہیں بلکہ اس لیے کہ وہ باغی ہیں اور واجب القتل ہیں۔ وہ معاشرے میں بدامنی پھیلانے کے ذمہ دار ہیں۔ ہمیشہ کوشش کرنی چاہیے کہ معتدل فکر لوگوں کی سنگت اختیار کی جائے اور (اگر اتفاقاً ایسی نوبت آجائے تو) معاشرے کو بدامنی اور فساد سے محفوظ رکھنے کے لئے حکومت کا ساتھ دیا جائے نہ کہ دہشت گرد باغیوں کا۔ فرض کریں کہ ہیئت اجتماعی میں جہاں کچھ لوگ اگر مفسد اور ظالم ہیں تو وہیں بعض لوگ نیکو کار بھی ہوتے ہیں۔ یہی نیک اور صالح لوگ ان گمراہ لوگوں کے خلاف آپ کی مدد کریں گے۔ بفرض محال اگر لوگوں کی اکثریت ہی مسلح بغاوت پر اتر آئے تو اہل حق کو چاہیے کہ وہ ان باغیوں سے علیحدگی اختیار کر لیں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کی طرف ہجرت کر جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿کیا اللہ کی زمین فراخ نہ تھی کہ تم اس میں (کہیں) ہجرت کر جاتے؟﴾ اور ﴿بے شک میری زمین کشادہ ہے سو تم میری ہی عبادت کرو﴾۔“

مسلح بغاوت پر امام طحاوی الحنفیؒ کا فتویٰ

مذہبِ امام اعظم ابو حنیفہ ؒ کے جلیل القدر امام، ابو جعفر طحاویؒ (۲۳۹ھ - ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

”وَلَا نَرَى السَّيْفَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ إِلَّا مِنْ وَجَبَ عَلَيْهِ“

(۱) العنکبوت، ۲۹: ۵۶

(۲) أبو حنیفہ، الفقہ الأبسط (فی العقیدۃ و علم الکلام من أعمال الإمام محمد زاہد الکوثری)، باب فی القدر: ۲۰۶، ۲۰۷

السَّيْفِ، وَلَا نَرَى الْخُرُوجَ عَلَى أَمْرِنَا وَلَا جَارِئًا، وَلَا نَدْعُو عَلَيْهِمْ، وَلَا نَنْزِعُ يَدًا مِنْ طَاعَتِهِمْ^(۱)۔

”ہم حکومت و سلطنت کے خلاف عسکری بغاوت کو جائز نہیں سمجھتے خواہ وہ خطا کار ہی ہو۔ اور نہ ہی ان کی اتھارٹی کو چیلنج کرتے ہیں۔“

امام ابن ابی العز الحنفیؒ نے امام طحاویؒ کی اسی عبارت کی شرح میں صحیح مسلم میں حضرت عوف بن مالکؓ سے روایت کی گئی حدیث نقل کی ہے، جس کے آخر میں حضور ﷺ کا صریح حکم ہے کہ اگر اُمراء و حکام شرار اور لائقِ نفرت بھی ہوں، تب بھی جب تک مسلمان ہیں ان کے خلاف مسلح بغاوت اور خروج جائز نہیں۔

اسی طرح حکم نبوی ﷺ ”وَلَا يَنْزِعَنَّ يَدًا مِنْ طَاعَتِهِ“ (تم حکومت کی حاکمیت اور اتھارٹی سے ہرگز ہاتھ نہ کھینچنا) کو بھی انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا ہے۔ اسی بحث کو جاری رکھتے ہوئے امام ابن عبد العز الحنفیؒ نے مزید لکھا ہے:

”فقد دل“ الكتاب والسنة على وجوب طاعة أولى الأمر ما لم يأْمروا بمعصية. فتأمل قوله تعالى: ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾^(۲) كيف قال: ﴿أَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ ولم يقل: ”وَأَطِيعُوا أُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ“. لأنّ أولى الأمر لا يفردون بالطاعة، بل يطاعون فيما هو طاعة الله ورسوله. وأعاد الفعل مع الرسول ﷺ، لأنّه هو معصوم. ”وأولو الأمر“ لا يطاع إلا فيما هو طاعة لله ورسوله. وإما لزوم طاعتهم (وإن جاروا) فلأنّه يترتب على الخروج عن طاعتهم من المفساد أضعاف ما يحصل من

(۱) طحاوی، العقيدة الطحاویة، رقم: ۷۱، ۷۲

(۲) النساء، ۴: ۵۹

(۱) جورہم۔

”کتاب و سنت کے احکامات اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ حکومت وقت کی اس وقت تک اطاعت لازم ہے جب تک کہ وہ معصیت کا حکم نہ دے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر غور کریں: ”تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہل حق) صاحبانِ امر کی۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”تم رسول کی اطاعت کرو۔“ یہ نہیں فرمایا کہ ”تم صاحبانِ امر کی اطاعت کرو“ کیونکہ اولو الامر اطاعت کے ساتھ منفرد اور خاص نہیں ہے بلکہ ان کی اطاعت اسی معاملے میں کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے تحت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فعلِ اطاعت کو صرف رسول ﷺ کے ساتھ دہرایا ہے کیونکہ آپ ﷺ معصوم ہیں۔ جبکہ حکام کی اطاعت اسی امر میں کی جاتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہو۔ ہاں ان کے ظالم ہونے کے باوجود ان کی اتھارٹی کو تسلیم کرنے کا سبب یہ ہے کہ ان کے مفاسد کے باعث ان کے خلاف مسلح خروج اور بغاوت، ان کی ناانصافیوں کی وجہ سے جنم لینے والی خرابیوں سے کئی گنا زیادہ خرابیوں کا باعث ہوگی (اس لئے بڑی تباہی اور نقصان سے بچنا لازم ہے)۔“

۲۔ دہشت گردوں کے خلاف امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) کا فتویٰ

دہشت گردوں کی سرکوبی کے بارے میں مالکی فقہ کی معروف کتاب المدونۃ الکبریٰ میں امام سحنون نے امام مالکؒ سے یوں روایت کیا ہے:

قال مالک فی الإباحیۃ، والحروریۃ، وأهل الأهواء کلہم أری أن یستتابوا، فإن تابوا، وإلا قتلوا. قال ابن القاسم: وقال مالک

فی الحرورية وما أشبههم: إنهم يقتلون إذا لم يتوبوا إذا كان الإمام عدلاً. فهذا يدلک علی أنهم إن خرجوا علی إمام عدل وهم يريدون قتاله ويدعون إلى ما هم علیه دعوا إلى الجماعة والسنة، فإن أبوا قتلوا.

قال: ولقد سألت مالكا عن أهل العصبية الذين كانوا بالشام، قال مالک: أرى للإمام أن يدعوهم إلى الرجوع، وإلى مناصفة الحق بينهم، فإن رجعوا وإلا قتلوا.^(۱)

”امام مالک نے (خارجیوں کے گروہ) اباضیہ، حروریہ اور اہل اہواء (گمراہ ٹولہ) کے بارے میں فرمایا کہ انہیں پہلے (انتہا پسندی اور دہشت گردی سے) توبہ کرنے کی دعوت دی جائے، اگر وہ توبہ کر لیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے ورنہ قتل کر دیا جائے۔ امام ابن قاسم کہتے ہیں کہ امام مالک نے حروریہ اور ان کے مثل دیگر گمراہ (دہشت گرد) گروہوں کے بارے میں فرمایا: اگر وہ اپنی تخریبی سرگرمیوں سے توبہ نہ کریں تو انہیں قتل کر دیا جائے بشرطیکہ ریاست مسلم ہو۔ یہ قول تمہیں اس بات کی رہنمائی فراہم کرتا ہے کہ اگر وہ مسلمان ریاست کے خلاف بغاوت کریں اور اس کے ساتھ جنگ کا ارادہ کریں اور اس سے اپنے منشور کو قبول کرنے کا مطالبہ کریں تو انہیں پہلے مسلمانوں کی اکثریت اور قانون کے دائرے میں پلٹنے کی دعوت دی جائے، اگر وہ انکار کریں تو انہیں قتل کیا جائے۔

”امام سحنون کہتے ہیں: میں نے امام مالک سے شام کے عصبیت پسند گروہ کے بارے میں استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: میرے خیال میں حکومت کو چاہئے

کہ انہیں اپنے موقف سے رجوع کرنے اور باہمی انصاف کی دعوت دے، اگر وہ پلٹ آئیں تو ٹھیک ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے۔“

۳۔ دہشت گرد باغیوں کے خلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

دہشت گردی اور خونریزی کی ہر دور میں شکلیں بدلتی رہی ہیں لیکن ذہنیت ایک ہی رہی ہے۔ اس کی ابتداء خوارج سے ہوئی اور پوری تاریخ اسلام میں ان کا تسلسل جاری رہا جو اب بھی ہے۔ چنانچہ تمام ائمہ کرام نے فرداً فرداً اس دہشت گردانہ رجحان اور خارجیت زدہ فکر و عمل کے خلاف فتاویٰ جاری فرمائے۔ ان ائمہ کرام میں امت کے جلیل القدر پیشوا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں، آپ نے دہشت گردوں کے متعلق فرمایا:

ولو أن قومًا كانوا في مصر أو صحراء فسفكوا الدماء وأخذوا الأموال، كان حكمهم كحكم قطاع الطريق، وسواء المكابرة في المصر أو الصحراء، ولو افترقا كانت المكابرة في المصر أعظمهما. ^(۱)

”اگر کوئی شریک گروہ کسی شہر میں یا کسی صحرا و بیابان میں خونریز کارروائی کرے اور لوگوں سے مال و اسباب چھین لے تو ان (کی سزا) کا حکم راہزنوں کی طرح ہے۔ اور لوٹ کھسوٹ اور حق تلفی شہری آبادی میں ہو یا جنگل و بیابان میں، سنگینی کے لحاظ سے برابر ہے۔ اگر انہیں جدا جدا بھی دیکھا جائے تو شہری آبادیوں میں لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت گری زیادہ بھیانک ہے۔“

امام شافعیؒ مزید فرماتے ہیں:

فإذا دعى أهل البغي فامتنعوا من الإجابة فقاتلوا فإنما أبيع

قتال أهل البغی ما كانوا یقاتلون، وهم لا یكونون مقاتلین أبدا إلا مقبلین ممتنعین مریدین۔ فمتی زایلوا هذه المعانی فقد خرجوا من الحال التي أبیح بها قتالهم، وهم لا یخرجون منها أبدا إلا إلى أن تكون دماؤهم محرمة کھی قبل۔^(۱)

”جب باغی دہشت گردوں کو راہِ راست کی طرف پلٹنے کی دعوت دی جائے اور وہ اسے قبول کرنے سے گریزاں ہوں تو ان کے ساتھ جنگ کی جائے گی۔۔۔۔۔۔ پس باغی عناصر کے ساتھ جنگ اس وقت تک جائز ہے جب تک وہ مسلح عسکری کارروائیاں کرتے رہیں۔ وہ عسکری کارروائیاں ہمیشہ جاری نہیں رکھ سکتے بلکہ کبھی وہ سامنے آئیں گے اور کبھی ارادی طور پر مخفی (گوریلا) سرگرمیوں میں ملوث رہیں گے۔ لہذا جب بھی وہ مکمل طور پر پُر امن ہو جائیں تو وہ اپنے خلاف جنگ کے جواز کی حالت سے نکل آئیں گے، اور اگر وہ عسکری کارروائیوں سے باز رہیں گے تو ان کا خون پہلے کی طرح دوبارہ حرام ہوگا۔“

۴۔ مسلح بغاوت کے خلاف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا عمل اور

فتویٰ

فتنہ پروری، دہشت گردی اور خوزیزی سے حتی الوسع بچنے کے لئے ائمہ کرام نے ہمیشہ اعتدال پسندی ضبط و تحمل اور ہم آہنگی کا درس دیا ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ نے خلقِ قرآن جیسے ایمانی مسئلے پر شدید دباؤ اور بے پناہ تکلیفیں حتی کہ قید و بند اور کوڑوں کی صعوبتیں برداشت کرنے کے باوجود عامۃ المسلمین کو حکومتِ وقت کے خلاف بغاوت پر نہیں اکسایا۔ خلقِ قرآن کا فتنہ امتِ مسلمہ کے لئے خطرناک ترین فتنوں میں سے ایک تھا

جو معتزلہ کے انتہا پسندانہ عقائد کی پیداوار تھا اور اس نے حکمرانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ خوارج کے فکری وارث ”معتزلہ“ ریاست کے اہم امور میں اچھی خاصی مداخلت کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں بغداد اور بلادِ اسلام کی بڑی بڑی شخصیات حکومتی مخالفت اور مظالم کا شکار ہوئیں جن میں خود امام احمد بن حنبل بھی شامل تھے۔ اسی فتنہ خلقِ قرآن کے سبب آپ کو کوڑے مارے گئے اور آپ کی شہادت واقع ہو گئی لیکن زندگی بھر آپ نے لوگوں کو بغاوت اور حکومت کے خلاف مسلح خروج سے روک رکھا۔ آپ کی استقامت اور صبر و تحمل کے یہ واقعات بہت سی معروف کتب میں منقول ہیں۔ چنانچہ ابوبکر بن خلal نے اپنی کتاب ”السنة“ میں صحیح اسناد کے ساتھ اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

حضرت ابو حارث فرماتے ہیں کہ انہوں نے امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل سے بغاوت کی اس تحریک کے متعلق پوچھا جو بغداد میں حکومت کے خلاف چل رہی تھی۔ کیونکہ بنو عباس کے حکمران معتزلہ سے متاثر ہو کر عامۃ المسلمین کے لئے مشکلات پیدا کر رہے تھے۔ امام احمد بن حنبل سے جب حکومت مخالف بغاوت میں شمولیت اور سرپرستی کی درخواست کی گئی تو آپ نے جو کلمات ادا فرمائے وہ کتنے واضح اور صریح ہیں، ملاحظہ ہوں:

سُبْحَانَ اللَّهِ، الدِّمَاءُ، الدِّمَاءُ، لَا أَرَى ذَلِكَ، وَلَا أَمْرُ بِهِ، الصَّبْرُ عَلَى مَا نَحْنُ فِيهِ خَيْرٌ مِنَ الْفِتْنَةِ يُسْفِكُ فِيهَا الدِّمَاءُ، وَيُسْتَبَاحُ فِيهَا الْأَمْوَالُ، وَيُنْتَهَكُ فِيهَا الْمَحَارِمُ.^(۱)

”سبحان اللہ۔ خونریزی؟ خونریزی؟ میں اسے جائز نہیں سمجھتا۔ نہ میں اس کا حکم دیتا ہوں۔ ہم (حکومتی دباؤ کے نتیجے میں) جس صورت حال سے دوچار ہیں اس پر صبر کرنا اس فتنہ بغاوت سے بہتر ہے جس میں مسلمانوں کے ناحق

(۱) خلال، السنة، باب الإنكار على من خرج على السلطان: ۱۳۲، رقم:

خون بہائے جائیں، مال لوٹے جائیں اور عزتیں اور حرمتیں پامال ہوں۔“

لوگوں نے پھر اصرار کیا اور کہا کہ کیا آج ہم ایک ایسے فتنہ میں مبتلا نہیں جس کو ختم کرنے کے لئے جہاد ضروری ہو جاتا ہے؟ مخاطب کی بات سن کر آپ نے فرمایا: بلاشبہ یہ ایک فتنہ ہے جو تھوڑے دنوں میں ختم ہو جائے گا لیکن اگر اس کے مقابلے میں تلواریں نیام سے نکل آئیں تو قتل عام ہوگا اور امن اور خیر کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ لہذا آپ ان حالات کو صبر و تحمل کے ساتھ گزرنے کی تلقین فرماتے رہے۔

خلیفہ واثق باللہ کے عہد میں بغاوت نے جب زیادہ زور پکڑ لیا تو تمام فقہائے بغداد جمع ہو کر امام احمد بن حنبلؒ کے پاس حاضر ہوئے اور بگڑتی ہوئی صورت حال کا تذکرہ کیا۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ تمام جلیل القدر علماء نے متفقہ طور پر عرض کیا کہ ہم آپ سے مشورہ کرنے آئے ہیں کیونکہ ہم تو حکومتی موقف سے تنگ آ چکے ہیں اور خلیفہ واثق باللہ کے خلاف بغاوت میں شامل ہو کر اس کا تختہ الٹنا چاہتے ہیں۔ آپ نے انہیں سمجھایا اور فرمایا کہ بلاشبہ معاملہ خطرناک ہو چکا ہے مگر آپ لوگ حکومت کی اتھارٹی اور حاکمیت کو چیلنج کرنے کا ارادہ ترک کر دیں۔ امام احمد بن حنبلؒ نے زور دے کر فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالنَّكَرَةِ بِقُلُوبِكُمْ، وَلَا تَخْلَعُوا يَدًا مِنْ طَاعَةٍ، وَلَا تَشْقُوا عَصَا الْمُسْلِمِينَ، وَلَا تَسْفِكُوا دِمَاءَكُمْ وَدِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ مَعَكُمْ، انْظُرُوا فِي عَاقِبَةِ أَمْرِكُمْ، وَاصْبِرُوا حَتَّى يَسْتَرِيحَ بَرٌّ، أَوْ يُسْتَرَاخَ مِنْ فَاجِرٍ. لَا، هَذَا خِلَافُ الْآثَارِ الَّتِي أُمِرْنَا فِيهَا بِالصَّبْرِ. ^(۱)

”تم دل میں اس مسئلہ کو برا سمجھو لیکن حکومت وقت کی حاکمیت یعنی نظم اور

(۱) خلال، السنة، باب الإنكار على من خرج على السلطان: ۱۳۳، رقم:

اتھارٹی کو چیلنج نہ کرو اور مسلمانوں کی قوت اور وحدت کو نہ توڑو اور اپنا اور مسلمانوں کا خون مت بہاؤ اور اپنے اس معاملہ کے انجام پر غور کرو اور صبر کرو یہاں تک کہ نیک آدمی کو آرام ملے یا فاسق و فاجر سے چھٹکارا حاصل ہو جائے۔ اور یہ خروج ان آثار (یعنی صحابہ و تابعین کی روایات اور تعلیمات) کے خلاف ہے جن میں ہمیں ایسے حالات میں صبر کا حکم دیا گیا ہے۔“

۵۔ امام سفیان ثوریؒ کا بغاوت کے بارے میں فتویٰ

امیر المؤمنین فی الحدیث امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) سے لوگوں نے خلیفہ ہارون الرشید کے مقابلے میں مسلح جدوجہد کے متعلق فتویٰ مانگا اور آپ کو باغیانہ تحریک میں شمولیت کی طرف متوجہ کیا لیکن آپ نے بھی لوگوں کو سمجھایا اور صبر و تحمل کے ساتھ فتنے سے دور رہنے کی تلقین فرمائی اور سائل سے کہا:

كَفَيْتُكَ هَذَا الْأَمْرَ، وَنَقَرْتُ لَكَ عَنْهُ، اجْلِسْ فِي بَيْتِكَ. (۱)

”میں نے تجھے اس معاملہ سے بے نیاز کر دیا ہے اور معاملے کی وضاحت کر دی ہے۔ تم اس بغاوت کی تحریک سے بالکل الگ رہو۔“

۶۔ بغاوت کے بارے میں امام ماوردیؒ کا فتویٰ

امام ماوردیؒ (م ۴۵۰ھ) نے ”الأحكام السلطانية“ میں باغیوں اور دہشت گردوں کے بارے میں تفصیلی احکام بیان کئے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ باغیوں سے جنگ کی جائے گی تا آنکہ وہ حکومت کے نظم کو تسلیم کر لیں۔ امام ماوردیؒ نے اس امر کا استنباط سورۃ الحجرات کی درج ذیل آیت نمبر ۹ سے کیا ہے:

(۱) خلال، السنة، باب الإنكار على من خرج على السلطان: ۱۳۷، رقم:

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝

”اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کریں تو ان کے درمیان صلح کرادیا کرو، پھر اگر ان میں سے ایک (گروہ) دوسرے پر زیادتی اور سرکشی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کا مرتکب ہو رہا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ رجوع کر لے تو دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو بہت پسند فرماتا ہے ۝“

امام ماوردیؒ نے اس آیت مبارکہ سے درج ذیل نکات اخذ کئے ہیں:

۱۔ وفی قوله: ﴿فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ﴾ وجہان: أحدهما

بغت بالتعدی فی القتال؛ والثانی بغت بالعدول عن الصلح.

”آیت مذکورہ کے الفاظ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ جنگ میں زیادتی کر کے باغی ہو جائے، دوسرا یہ کہ صلح سے رُوگردانی کر کے باغی ہو جائے۔“

۲۔ وقوله ﴿فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي﴾ یعنی بالسيف ردعا عن البغی وزجرا

عن المخالفة.

”فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي کا مطلب یہ ہے کہ ان سے مسلح جنگ کی جائے تاکہ وہ بغاوت اور مخالفت سے باز آجائیں۔“

۳۔ وفى قوله تعالى: ﴿حَتَّى تَفِىءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ﴾: حتى ترجع إلى الصلح الذى أمر الله تعالى به وهو قول سعيد بن جبیر .

”حَتَّى تَفِىءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ کا حضرت سعید بن جبیر ؓ نے یہ مفہوم بیان کیا ہے تا آنکہ اُس صلح کی جانب لوٹ آئیں جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔“

۴۔ ﴿فَإِنْ فَاءَتْ﴾ أى رجعت عن البغي. (۱)

”فَإِنْ فَاءَتْ کا مطلب یہ ہے کہ بغاوت ترک کر دیں۔“

۷۔ دہشت گردوں کی سرکوبی واجب ہے۔ امام سرحسیؒ کا فتویٰ

فقہ حنفی کے عظیم امام شمس الائمہ امام سرحسی (م ۱۲۸۳ھ) نے باغی گروہ کی سرکوبی کو نہ صرف جائز بلکہ فرض قرار دیا ہے۔ ذیل میں امام سرحسیؒ کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

فحينئذ يجب على من يقوى على القتال أن يقاتل مع إمام المسلمين الخارجين لقوله تعالى: ﴿فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي﴾ (۲) والأمر حقيقة للوجوب، ولأن الخارجين قصدوا أذى المسلمين وإمالة الأذى من أبواب الدين، وخروجهم معصية ففي القيام بقتالهم نهى عن المنكر وهو فرض ولأنهم يهيجون الفتنة. قال ﷺ: الفتنة نائمة لعن الله من أيقظها. فمن كان ملعونا على لسان صاحب الشرع صلوات الله عليه يقاتل معه. (۳)

(۱) ماوردی، الأحكام السلطانية: ۵۹

(۲) ۱۔ الحجرات، ۴۹: ۹

(۳) ۲۔ سرحسی، کتاب المبسوط، ۱۰: ۱۲۴

”پس اس وقت ہر اس شخص پر جو جنگ میں شرکت کرنے کی طاقت اور قوت رکھتا ہو واجب ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق ﴿پھر اگر ان میں سے ایک (گروہ) دوسرے پر زیادتی اور سرکشی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کا مرتکب ہو رہا ہے﴾ باغیوں کے خلاف مسلم حکومت کی مدد کرے۔ یہاں امر، وجوب کے لئے آیا ہے کیونکہ خروج و بغاوت کرنے والوں نے مسلمانوں کو اذیت دینے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اسی طرح تکلیف و اذیت کو دور کرنا دین کے امور میں سے ہے اور ان کا یہ خروج معصیت کے زمرہ میں آتا ہے۔ سوان کے خلاف جہاد کرنا نہیں عن المنکر ہے جو کہ فرض ہے اس لئے کہ وہ فتنہ کو ہوا دیتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فتنہ سویا ہوا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت بھیجے جس نے اسے جگایا۔ اور جو صاحب شریعت علیہ الصلاۃ والسلام کی زبان اقدس سے ملعون قرار پا چکا اس کے خلاف جہاد کیا جانا چاہیے۔“

۸۔ دہشت گردوں کو قتل کر دینا چاہیے۔ امام کاسانیؒ کا فتویٰ

فقہ حنفی کی مشہور کتاب بدائع الصنائع کے مصنف امام کاسانیؒ (م ۵۸۷ھ) کا فتویٰ ہے کہ باغی دہشت گردوں کو فساد فی الارض کے خاتمہ کے لئے قتل کیا جانا چاہئے۔ وہ لکھتے ہیں:

وَلَا نَهْمُ سَاعُونَ فِي الْأَرْضِ بِالْفُسَادِ، فَيَقْتُلُونَ دَفْعًا لِلْفُسَادِ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ. وَإِنْ قَاتَلَهُمْ قَبْلَ الدَّعْوَةِ لَا بَأْسَ بِذَلِكَ، لِأَنَّ الدَّعْوَةَ قَدْ بَلَغَتْهُمْ لَكُونَهُمْ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ وَمِنَ الْمُسْلِمِينَ أَيْضًا. وَيَجِبُ عَلَى كُلِّ مَنْ دَعَاهُ الْإِمَامُ إِلَى قِتَالِهِمْ أَنْ يَجِيبَهُ إِلَى ذَلِكَ، وَلَا يَسْعَهُ التَّخَلُّفُ إِذَا كَانَ عِنْدَهُ غِنَا وَقُدْرَةٌ لِأَنَّ طَاعَةَ الْإِمَامِ فِيمَا

لیس بمعصیۃ فرض، فکیف فیما هو طاعة. (۱)

”چونکہ وہ دہشت گردی کے مرتکب ہوتے ہیں سو انہیں دہشت گردی کے خاتمہ کی خاطر قتل کیا جائے گا۔ اور اگر حکومت انہیں (راہ راست پر آنے کی) دعوت دینے سے پہلے ہی ان کے ساتھ جنگ کرے تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ دعوت انہیں پہنچ چکی ہے، وہ مسلم ملک میں ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ ہر اس شخص پر واجب ہے جس کو حکومت وقت ان کے خلاف جنگ کرنے کی دعوت دے کہ وہ حکومت کی دعوت کو قبول کرے اور اس کے لئے جنگ سے پیچھے رہنے کی گنجائش نہیں ہے جبکہ وہ جنگ کی طاقت اور قدرت رکھتا ہو کیونکہ حکومت کی اتھارٹی کو تسلیم کرنا جس میں کوئی معصیت نہ ہو فرض ہے، اور جو چیز ہو ہی معصیت سے خالی تو اس کو ماننا تو بدرجہ اولیٰ لازم ہے۔“

۹۔ بغاوت کے خاتمے تک جنگ جاری رکھی جائے

امام مرغینانیؒ کا فتویٰ

مسلمان ریاست میں کلمہ گو لوگوں کو قتل کرنے والے دہشت گردوں کے خلاف کارروائی کب تک جاری رکھی جانی چاہئے اس پر فقہ حنفی کی معروف کتاب ”الہدایۃ“ کے مصنف امام مرغینانی (م ۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

وإذا تغلب قوم من المسلمين على بلد، وخرجوا من طاعة الإمام، دعاهم إلى العود إلى الجماعة، وكشف عن شبهتهم لأن علياً عليه السلام فعل ذلك بأهل حروراء قبل قتالهم، ولأنه أهون الأمرين ولعل الشر يندفع به، فيبدأ به ولا يبدأ بقتال حتى يبدؤه،

فَإِنْ بَدُوهُ قَاتِلَهُمْ حَتَّى يَفْرَقَ جَمْعُهُمْ. (۱)

”جب مسلمانوں کا کوئی گروہ کسی علاقہ پر قبضہ جمالے اور مسلم ریاست کے نظم اور اتھارٹی کو چیلنج کر دے تو حکومت کو چاہیے کہ وہ انہیں اپنی عمل داری میں آنے کی دعوت دے اور ان کے شبہات کا ازالہ کرے کیونکہ حضرت علیؓ نے اہل حروراء کے ساتھ جنگ کرنے سے پہلے ایسا ہی کیا تھا اس لئے کہ یہ دو کاموں (جنگ اور مذاکرات) میں سے آسان کام ہے اور اس لئے بھی کہ شاید فتنہ اس سے ختم ہو جائے۔ سو اسی سے آغاز کیا جائے اور جنگ کی ابتداء نہ کی جائے یہاں تک کہ وہ اس میں پہل کریں۔ پس اگر وہ جنگ میں پہل کرتے ہوئے ہتھیار اٹھالیں تو ان کے ساتھ خوب لڑائی کرو یہاں تک کہ ان کی جمعیت منتشر ہو جائے اور ان کی قوت کا خاتمہ ہو جائے۔“

۱۰۔ مسلح بغاوت کرنے والے کافر و مرتد ہیں

امام ابن قدامہ کا فتویٰ

امام ابن قدامہ المقدسی (م ۶۲۰ھ) نے ”المغنی“ میں ”قتال اهل البغی“ کے عنوان سے باب باندھا ہے جس میں انہوں نے باغیوں سے متعلق محدثین کرام کے حوالے سے یہ فتویٰ دیا ہے:

وذهب طائفة من أهل الحديث إلى أنهم كفار مرتدون،
حكمهم حكم المرتدين وتباح دماؤهم وأموالهم. فإن تحيزوا
في مكان وكانت لهم منعة وشوكة، صاروا أهل حرب كسائر
الكفار، وإن كانوا في قبضة الإمام استتابهم كاستتابة المرتدين.

فَإِنْ تَابُوا وَإِلَّا ضَرَبْتَ أَعْنَاقَهُمْ، وَكَانَتْ أَمْوَالُهُمْ فِئًا لَا يَرِثُهَا وَرَثَتُهُمُ الْمُسْلِمِينَ. (۱)

”محدثین کرام کے ایک طبقہ کے مطابق باغی دہشت گرد کافر اور مرتد ہیں اور ان کا حکم مرتدین جیسا ہوگا، اُن کے خون اور مال کو مباح قرار دیا جائے گا۔ اگر وہ اپنے آپ کو ایک جگہ محدود کر لیں اور ان کے پاس قوت اور محفوظ پناہ گاہیں ہوں تو وہ لوگ برسرِ پیکار کفار کی طرح اہلِ حرب ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ حکومتِ وقت کے دائرہ اختیار میں ہوں تو انہیں توبہ کا موقع دیا جائے گا، اگر وہ توبہ کر لیں تو ٹھیک ورنہ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں گی اور ان کے مال ”مالِ فتنہ“ شمار ہوں گے، ان کے مسلمان ورثاء ان کے وارث نہیں ہوں گے۔“

۱۱۔ باغیوں کے قتل پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع - امام نوویؒ کا فتویٰ

امام نووی (م ۶۷۶ھ) نے اپنی کتاب ”روضة الطالبین“ میں لکھا ہے کہ باغی دہشت گردوں کو قتل کرنا اجماعِ صحابہ سے ثابت ہے۔ انہوں نے کہا ہے:

قال العلماء: ويجب قتال البغاة ولا يكفرون بالبغي، وإذا رجع الباغى إلى الطاعة قبلت توبته وترك قتاله، وأجمعت الصحابة على قتال البغاة. (۲)

”تمام علماء نے کہا ہے: باغیوں کو قتل کرنا واجب ہے اور ان کو بغاوت کی وجہ سے انہیں کافر قرار نہیں دیا جائے گا اور باغی اگر اطاعت کی طرف رجوع کر لے تو اُس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اس کے ساتھ جنگ ترک کر دی جائے گی۔ بغاوت کرنے والوں کے قتل پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا۔“

(۱) ابن قدامة، المغنی، ۹: ۴

(۲) نووی، روضة الطالبین، ۱۰: ۵۰

امام نووی نے اپنی کتاب ”روضة الطالبین“ میں باغی دہشت گردوں کی تکفیر کے حوالے سے جمہور کا موقف ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وأطلق البغوى أنهم إن قاتلوا فهم فسقة وأصحاب بهت،
فحكمهم حكم قطاع الطريق. فهذا ترتيب المذهب
والمنصوص، وما قاله الجمهور وحكى الإمام فى تكفير
الخوارج وجهين. قال: فإن لم نكفرهم فلهم حكم المرتدين،
وقيل حكم البغاة. فإن قلنا كالمتردين لم تنفذ أحكامهم.^(۱)

”امام بغوی نے علی الاطلاق کہا ہے کہ اگر وہ جنگ کریں تو وہ فاسق اور جھوٹے لوگ ہیں۔ پس ان کا حکم ڈاکوؤں کے حکم کی طرح ہوگا۔ یہ مذہب اور نص کی ترتیب ہے، یہی جمہور نے کہا ہے۔ امام بغوی نے خوارج کی تکفیر میں بیان کیا ہے کہ اس میں دو صورتیں ہیں۔ انہوں نے کہا ہے: اگر ہم ان کو کافر قرار نہ دیں تو ان کے لئے مرتدین کا حکم ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان پر باغیوں کا حکم عائد ہوگا۔ پھر اگر ہم انہیں مرتدین کی طرح کہیں تو ان کے احکام نافذ نہیں کئے جائیں گے۔“

۱۲۔ دہشت گردوں کے خلاف حکومت سے تعاون

فتاویٰ تاتارخانیہ

جان و مال کی حفاظت چونکہ حکومت وقت کا فرض ہے اس لئے امن و امان برباد کرنے اور معاشرے میں خوف و ہراس پھیلانے والوں کے خلاف مسلم حکومت کا فریضہ ہے کہ وہ ان سے آہنی ہاتھوں سے نمٹے تاکہ حکومتی نظم بحال ہو۔ ایسی صورت میں لوگوں پر

ضروری ہے کہ وہ حکومت کی مکمل تائید کریں۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں علامہ عالم بن العلاء الاندلسی الدہلوی (م ۷۸۶ھ) نے یہ فتویٰ دیا ہے:

يجب أن يعلم أن أهل البغي قوم من المسلمين، يخرجون على الإمام العدل ويمتنعون عن أحكام أهل العدل، فالحكم فيهم أنهم إذا تجهزوا واجتمعوا حل لإمام أهل العدل أن يقاتلهم، وعلى كل من يقدر على القتال أن يقوم بنصرة إمام أهل العدل. ^(۱)

”اس بات کا جاننا از حد ضروری ہے کہ مسلمانوں میں سے وہ دہشت گرد اور باغی عناصر جو مسلم ریاست کے خلاف خروج یعنی مسلح جدوجہد کرتے ہیں اور عدالتی احکامات کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں، ان کے متعلق حکم یہ ہے کہ جب وہ عسکری طور پر تیاری کر لیں اور مسلح کارروائی کے لئے جمع ہو جائیں تو حکومت کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ ان دہشت گرد باغیوں کے خلاف جنگ و قتال کرے اور اس ملک کے ہر اس شہری پر حکومت کی اعانت و حمایت لازم ہو جاتی ہے جو کسی حوالے سے بھی جنگ کی صلاحیت و استطاعت رکھتا ہے۔“

۱۳۔ باغیوں کے خلاف جنگ حکومت پر لازم ہے

امام ابراہیم بن مفلح الحنبلیؒ کا فتویٰ

امام ابراہیم بن محمد عبد اللہ بن مفلح الحنبلی (م ۸۸۴ھ) نے بھی امام نووی کی طرح دہشت گرد باغیوں کو رجوع کی دعوت نہ ماننے پر قتل کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔

أصل من كفر أهل الحق والصحابة واستحل دماء المسلمين فهم

بغاة فی قول الجماهير، تتعین استتابتهم، فإن تابوا وإلا قتلوا علی
إفسادهم لا علی کفرهم۔^(۱)

”در اصل جس آدمی نے اہل حق اور صحابہ ﷺ کو کافر قرار دیا (جیسا کہ خوارج نے کیا) اور مسلمانوں کے خون حلال کر لیے تو جمہور کے قول کے مطابق یہ باغی ہیں۔ ان کے لیے یہ بات متعین ہے کہ اُن سے توبہ طلب کی جائے پھر اگر وہ توبہ کر لیں تو ٹھیک ورنہ انہیں ان کے فساد پھیلانے کی وجہ سے قتل کر دیا جائے گا نہ کہ ان کے کفر کی وجہ سے۔“

وہ مزید لکھتے ہیں:

فإن فاؤوا وإلا قاتلهم وعلی رعیتہ معونته علی حربهم، فإن
استظروہ مدة رجا فلا یمكن ذلک فی حقهم، فإن أبوا الرجوع
وعظهم وخوفهم القتال لأن المقصود دفع شرهم لا قتلهم، فإن
فاؤوا أی رجعوا إلی الطاعة وإلا قاتلهم أی یلزم القادر قتالهم
لإجماع الصحابة علی ذلک۔^(۲)

”پھر اگر وہ باز آئیں تو درست ورنہ ان سے جنگ کی جائے گی اور ریاست کے شہریوں پر فرض ہے کہ وہ ان کے خلاف جنگ میں حکومت کی مدد کریں۔ پھر اگر یہ خوارج (یا ان کی مثل دیگر دہشت گرد گروہ) کچھ مدت کے لیے مہلت مانگیں تو ان کے حق میں یہ ممکن نہیں ہے۔ پھر اگر وہ اپنی روش سے باز آنے سے انکار کر دیں تو حکومت ان کو نصیحت کرے اور جنگ سے ڈرائے

(۱) ابن مفلح، المبدع، ۹: ۱۶۰

(۲) ابن مفلح، المبدع، ۹: ۱۶۱

کیونکہ مقصود ان کا قتل نہیں بلکہ ان کے شر کو دور کرنا ہے۔ اگر وہ حکومت کا نظم اور اتھارٹی تسلیم کر لیں تو ٹھیک ورنہ حکومت ان کے خلاف جنگ کرے یعنی ان پر قدرت رکھنے والی حکومت پر ان کے خلاف جنگ کرنا لازم ہے کیونکہ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔“

۱۴۔ علامہ زین الدین بن نجیم حنفیؒ کا فتویٰ

فقہائے احناف کی جلیل القدر کتاب ”البحر الرائق شرح كنز الدقائق“ کے مصنف علامہ زین الدین بن نجیم حنفی (م ۹۷۰ھ) نے دہشت گردی اور بغاوت کے احکامات پر تفصیلی بحث کی ہے۔ امام ابو البركات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی (۱۰۷۰ھ) کی ”كنز الدقائق“ میں ایک قول پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قوله خرج قوم مسلمون عن طاعة الإمام وغلبوا على بلد دعاهم إليه وكشف شبهتهم بأن يسألهم عن سبب خروجهم، فإن كان لظلم منه أزاله وإن قالوا الحق معنا والولاية لنا، فهم بغاة، لأن علياً رضي الله عنه فعل ذلك بأهل حروراء قبل قتالهم ولأنه أهون الأمرين. ولعل الشر يندفع به، فيبدأ به استحباباً لا وجوباً. فإن أهل العدل لو قاتلوهم من غير دعوة إلى العود إلى الجماعة، لم يكن عليهم شيء، لأنهم علموا ما يقاتلون عليه، فحالهم كالمرتدين وأهل الحرب بعد بلوغ الدعوة. ^(۱)

”امام نسفی کا یہ کہنا کہ وہ مسلمان قوم ہیں جو مسلم حکومت کی اطاعت سے نکل

آئے اور کسی شہر پر انہوں نے غلبہ حاصل کر لیا تو ان کو حاکم وقت بلائے اور ان کے شبہات کو دور کرے۔ ان سے ان کے خروج کا سبب معلوم کرے۔ اگر حاکم کی طرف سے ظلم ہو رہا ہے تو اس کا ازالہ کیا جائے۔ اگر وہ لوگ اصرار کرتے ہوئے کہیں کہ ہم ہی حق پر ہیں یعنی باقی لوگ گمراہ ہیں اور حکومت کا حق صرف ہمیں حاصل ہے تو یہ باغی لوگ ہیں اور ایسے باغیوں کی سزا مرتدین کی طرح ہوگی کیونکہ حضرت علیؓ نے اہل حروراء کے ساتھ لڑنے سے پہلے یہی عمل کیا تھا اور اس لئے بھی کہ یہ لڑائی اور مذاکرات میں سے آسان طریقہ ہے۔ ممکن ہے کہ شر اس سے دور ہو جائے اور قتال کی نوبت نہ آنے پائے، اس لئے اسی سے ابتدا کرنا بہتر اور مستحب ہے لازم نہیں۔ کیونکہ اگر مسلمان حکومت انہیں جماعت کی طرف پلٹ آنے کے لئے دعوت نہ بھی دے اور ان سے جنگ کرے تو بھی حکومت پر شرعاً کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کو پتہ ہے کہ جنگ کس وجہ سے ہو رہی ہے۔ ان کا حال مرتدوں اور اہل حرب کافروں جیسا ہے جن کے پاس دعوت پہنچ چکی ہے۔“

۱۵۔ علامہ جزیری کا فتویٰ

علامہ عبدالرحمن الجزیری (م ۱۳۵۹ھ) ”الفقه على المذاهب الأربعة“ میں جمہور فقہاء کی تائید کرتے ہوئے شری پسندوں کے خلاف جنگ کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

لو خرج جماعة على الإمام ومنعوا حقاً لله أو لآدمي، أو أبوا طاعته يريدون عزله، ولو كان جائراً، فيجب على الإمام أن ينذر هؤلاء البغاة، ويدعهم لطاعته، فإن هم عادوا إلى الجماعة

ترکہم، وإن لم یطیعوا أمرہ قاتلہم بالسیف۔^(۱)

”اگر لوگوں کا ایک گروہ مسلمان حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کرے اور حقوق اللہ یا حقوق العباد کی ادائیگی میں رکاوٹ پیدا کرے یا حکومت کی معزولی کے ارادے سے اس کی اتھارٹی کو تسلیم کرنے سے انکار کرے خواہ یہ حکومت خطا کار ہی ہو تو حکومت وقت پر لازم ہے کہ ان سرکشوں کو انجام بد سے ڈرائے اور انہیں حکومت کی اتھارٹی اور نظم کو ماننے کی دعوت دے، پس اگر وہ مسلمانوں کی ہیئت اجتماعی کی حاکمیت کی طرف پلٹ آئیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے اور اگر وہ حکومت کی اتھارٹی کو تسلیم کرنے سے انکار کریں تو حکومت ان کے خلاف جنگ کرے۔“

درج بالا فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مذاہب اربعہ کے جملہ ائمہ کبار اس بات پر متفق ہیں کہ مسلم ریاست کے خلاف مسلح بغاوت جائز نہیں خواہ اس کی کچھ بھی تاویل کی جائے۔ ریاست کا نظم اور اتھارٹی قائم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے اور مسلم ریاست کے جملہ شہریوں کو مسلح بغاوت کی سرکوبی میں ریاست کی معاونت اور مدد کرنی چاہیے۔

فصل پنجم

باغیوں کے بارے میں
معاصر سلفی علماء کے فتاویٰ

اسلامی ریاست کے خلاف دہشت گردوں کی طرف سے کی جانے والی خون ریزی کو ہر مکتبہ فکر کے علماء نے ہمیشہ رد کیا ہے اور اسے خلاف شریعت قرار دیا ہے۔ دور جدید کے معروف سلفی علماء نے بھی اپنے اپنے فتاویٰ میں مسلم ریاست کے خلاف بغاوت، فتنہ انگیزی اور خون ریزی کو صحیح احادیث مبارکہ کی مخالفت قرار دیا ہے۔ انہوں نے واضح طور پر لکھا ہے کہ مسلمانوں کو کافر قرار دینا اور انہیں قتل کرنا یا ظلم و زیادتی کا نشانہ بنانا خوارج کا ہی وطیرہ ہے، اور ایسا کرنے والوں کے لئے وہی حکم ہوگا جو خوارج کے لئے تھا۔

۱۔ دہشت گرد دورِ حاضر کے خوارج ہیں

علامہ ناصر الدین البانی کا فتویٰ

عرب دنیا کے نامور سلفی عالم محمد ناصر الدین البانی دہشت گردوں کے بارے میں اپنا موقف یوں بیان کرتے ہیں:

والمقصود أنهم سنّوا في الإسلام سنة سيئة، وجعلوا الخروج على حكام المسلمين ديناً على مرّ الزمان والأيام، رغم تحذير النبي ﷺ منهم في أحاديث كثيرة، منها قوله ﷺ: الخوارج كلاب النار. ورغم أنهم لم يروا كفراً بواحاً منهم، وإنما ما دون ذلك من ظلم وفجور وفسق.

والیوم والتاریخ یعید نفسه كما یقولون، فقد نبتت نابتة من الشباب المسلم لم یتفقھوا فی الدین إلا قلیلا. ورأوا أن الحکام لا یحکمون بما أنزل الله إلا قلیلا، فرأوا الخروج علیهم دون أن یستشیروا أهل العلم والفقه والحکمة منهم بل رکبوا رؤوسهم أثاروا فتنًا عمیاء وسفکوا الدماء فی مصر، وسوریا، والجزائر وقبل ذالک فتنه الحرم المکی فخالفوا بذلک هذا الحدیث الصحیح الذی جرى علیه عمل المسلمین سلفًا وخلفًا إلا الخوارج.^(۱)

”مقصود یہ ہے کہ انہوں نے اسلام میں برے اعمال شروع کیے اور مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ مسلمان حکمرانوں کے خلاف بغاوت کرنا اپنا دین بنا لیا، باوجود اس کے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے بہت ساری احادیث میں ان دہشت گرد (خوارج) سے متعلق مسلمانوں کو خبردار کیا ہے۔ ان میں سے آپ ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ بھی ہے کہ خوارج دوزخ کے کتے ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ مسلمانوں نے ان سے واضح کفر ظاہر ہوتے ہوئے نہیں دیکھا مگر ان کا ظلم، فجور اور فسق ظاہر و عیاں ہے۔

”اور جیسا کہ کہا جاتا ہے تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ پس ان خوارج سے مسلمان نوجوانوں کی ایک نسل پروان چڑھی ہے جو دین کا بہت کم فہم رکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں حکمران اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکومت نہیں کرتے مگر ان میں سے کچھ (احکام نافذ کرتے ہیں)۔ پس وہ اہل

(۱) البانی، سلسلة الأحادیث الصحیحة، المجلد السابع، القسم الثانی:

علم، فقہاء اور اصحابِ حکمت کے مشورہ کے بغیر مسلم ریاست کے خلاف مسلح بغاوت کرتے ہیں بلکہ وہ ان کے سروں پر سوار ہو گئے، اندھا دھند فتنہ پیا کیا۔ انہوں نے مصر، شام اور الجزائر میں خون ریزی کی ہے اور اس سے پہلے حرم مکہ میں بھی فتنہ انگیزی کی۔ پس انہوں نے اس صحیح حدیث کی مخالفت کی جس پر سوائے خوارج کے متقدمین اور متاخرین مسلمانوں کا عمل رہا۔“

۲۔ مسلمانوں کو کافر قرار دینا خوارج کی علامت ہے

شیخ عبدالعزیز بن باز کا فتویٰ

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبد اللہ بن باز ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں جو کہ ان کی آفیشل ویب سائٹ www.binbaz.org.sa/mat/1934 پر موجود ہے:

”جب ان سے سوال کیا گیا کہ یہ کلام اصل میں اہل السنّت والجماعت کے اصولوں میں سے ہے لیکن یہاں پر بڑے افسوس کے ساتھ اہل السنّت والجماعت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس فکر کو پست خیال کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں ذلت اور خواری ہے۔ یہ بات اس لئے کہی گئی تاکہ وہ نوجوانوں کو دعوت دیں کہ وہ نظام میں تبدیلی کی خاطر تشدد پیدا کریں۔“

اس بات کو رد کرتے ہوئے شیخ عبدالعزیز بن باز لکھتے ہیں:

هذا غلط من قائله، وقلة فهم؛ لأنهم ما فهموا السنة ولا عرفوها كما ينبغي، وإنما تحملهم الحماسة والغيرة لإزالة المنكر على أن يقعوا فيما يخالف الشرع كما وقعت الخوارج، حملهم حب نصر الحق أو الغيرة للحق، حملهم ذالك على أن وقعوا في

الباطل حتی کفروا المسلمین بالمعاصي كما فعلت الخوارج،
فالخوارج کفروا بالمعاصي، وخلدوا العصاة في النار.^(۱)

”سوال پوچھنے والے کی یہ غلطی اور کم فہمی ہے کیونکہ انہوں نے سنت کو اُس طرح نہ سمجھا اور پہچانا جس طرح اس کی معرفت ضروری تھی۔ مگر ان کے جذبات اور غیرت نے انہیں برائی کے خاتمہ کے لیے غیر شرعی کام کرنے پر آمادہ کیا ہے جیسے کہ خوارج نے کیا تھا۔ حق کے لئے مدد کی محبت اور حق کے لئے غیرت نے انہیں اس پر ابھارا لیکن غیرت اور بغاوت میں عدم تفریق کی غلطی نے انہیں گمراہی اور پستی میں گرا دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے مسلمانوں کو گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے کافر کہا جیسا کہ خوارج نے کہا تھا۔ پس خوارج بھی گناہوں کی بنا پر تکفیر کرتے تھے اور گناہ گار کو دائمی جہنمی قرار دیتے تھے۔“

شیخ عبدالعزیز بن باز دین میں شدت اور انتہا پسندی کے برعکس اہل سنت کا مؤقف یوں بیان کرتے ہیں:

والذي عليه أهل السنة - وهو الحق - أن العاصي لا يكفر بمعصيته ما لم يستحلها فإذا زنا لا يكفر، وإذا سرق لا يكفر، وإذا شرب الخمر لا يكفر، ولكن يكون عاصيا ضعيفا الإيمان فاسقا تقام عليه الحدود، ولا يكفر بذلك إلا إذا استحل المعصية وقال: إنها حلال. وما قاله الخوارج في هذا باطل، وتكفيرهم للناس باطل؛ ولهذا قال فيهم النبي ﷺ: إنهم يمرقون من الدين مروق السهم من الرمية، ثم لا يعودون إليه يقاتلون أهل الإسلام ويدعون أهل الأوثان.^(۲)

(1) www.binbaz.org.sa/mat/1934

(2) www.binbaz.org.sa/mat/1934

”اور جو (موقف) اہل سنت کا ہے وہی حق ہے۔ وہ یہ ہے کہ گناہ گار اپنے گناہوں کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا جب تک کہ وہ ان گناہوں اور نافرمانی کے کاموں کو حلال نہ جانے۔ پس جب اس نے زنا کیا تو کافر نہیں ہوا اور جب چوری کی تو کفر کا مرتکب نہیں ہوا اور جب شراب پی تو کفر نہیں کیا بلکہ یہ گناہ گار، کمزور ایمان والا اور فاسق کہلائے گا، اس پر حدود جاری ہوں گی لیکن ان برے اعمال کی وجہ سے اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا جب تک کہ وہ اس گناہ کو حلال نہ جانے اور حلال نہ کہے۔ اس کے بارے میں جو خوارج نے کہا وہ باطل ہے اور ان کا لوگوں کو کافر قرار دینا بھی باطل ہے۔ اسی وجہ سے حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: ”یہ دین سے اس طرح نکل جاتے ہیں جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ پھر وہ دین کی طرف نہیں پلٹتے۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کریں گے اور بت پرستوں (صریحاً کفار) کو چھوڑ دیں گے۔“

آخر میں شیخ عبدالعزیز بن باز نوجوانوں اور دیگر تمام لوگوں کو خوارج کی تقلید سے منع کرتے ہوئے مذہب اہل سنت و جماعت پر چلنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

هذه حال الخوارج بسبب غلوهم وجهلهم وضلالهم، فلا يليق بالشباب ولا غير الشباب أن يقلدوا الخوارج، بل يجب أن يسيروا على مذهب أهل السنة والجماعة على مقتضى الأدلة الشرعية، فيقفوا مع النصوص كما جاءت، وليس لهم الخروج على السلطان من أجل معصية أو معاص وقعت منه، بل عليهم المناصحة بالمكاتبة والمشافهة، بالطرق الطيبة الحكيمة، وبالجدال بالتي هي أحسن، حتى ينجحوا، وحتى يقل الشر أو

یزول ویکثر الخیر۔^(۱)

”خوارج کے یہ حالات ان کے (دین میں) غلو اور ان کی جہالت و گمراہی کی وجہ سے ہی ہوئے تھے۔ اس لئے اب ان نوجوانوں اور دیگر تمام لوگوں کے لئے ہرگز مناسب نہیں ہے کہ وہ خوارج کی تقلید کریں۔ بلکہ ضروری ہے کہ وہ شرعی دلائل کے تقاضوں کے مطابق مذہب اہل سنت و الجماعت پر چلیں تاکہ وہ ان نصوص کے ساتھ وہی موقف اختیار کریں جس کے لئے وہ وارد ہوئی ہیں۔ اور ان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ حکومت وقت کے خلاف۔ اس کی نافرمانی یا ان غلطیوں کے سبب جو اس سے سرزد ہوئی ہیں۔ مسلح بغاوت کریں بلکہ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کو لکھ کر یا زبانی طور پر عمدہ حکمت بھرے طریقے اور احسن انداز سے بحث و مباحثہ کے ذریعے نصیحت کریں تاکہ وہ اس میں کامیاب ہوں، برائی کم ہو یا بالکل ختم ہو جائے اور بھلائی زیادہ ہو جائے۔“

۳۔ دور حاضر کے دہشت گرد جاہلوں کا ٹولہ ہے

شیخ صالح الفوزان کا فتویٰ

سعودی عرب کے ہی معروف سلفی مدرس علامہ صالح بن فوزان بن عبد اللہ الفوزان سے سوال کیا گیا کہ ”یہاں پر کچھ لوگ کہتے ہیں: اس ملک کی حکومت اور علماء نے جہاد کو معطل کر دیا ہے اور یہ عمل اللہ کے احکام کا انکار ہے۔ سو آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟“ اس پر انہوں نے جواب دیا:

هذا كلام جاهل، يدل على أنه ما عنده بصيرة ولا علم وأنه يكفر الناس، وهذا رأي الخوارج والمعتزلة، نسأل الله العافية، لكن

مانسيء الظن بهم نقول هؤلاء جهال يجب عليهم أن يتعلموا قبل أن يتكلموا أما إن كان عندهم علم ويقولون بهذا القول، فهذا رأي الخوارج وأهل الضلال.^(۱)

”یہ جہالت پر مبنی کلام ہے جو ان لوگوں کی عدم بصیرت اور لاعلمی پر دلالت کرتا ہے، اسی وجہ سے وہ (مسلمان) لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ یہ (درحقیقت) خوارج اور معتزلہ کی رائے ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے عافیت عطا فرمائے لیکن ہم ان کے بارے میں براگمان نہیں رکھتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ جاہل (اور دین کی حقیقی تعلیمات سے بے بہرہ) لوگ ہیں۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ بات کرنے سے پہلے اس کا (مکمل) علم حاصل کریں۔ اور اگر علم ہونے کے باوجود وہ لوگ ایسی بات کہتے ہیں تو یہ خوارج اور گمراہ لوگوں کی رائے ہے۔“

اسی طرح جب علامہ صالح الفوزان سے پوچھا گیا کہ کیا خوارج کی سوچ اور فکر رکھنے والے لوگ موجودہ زمانے میں بھی پائے جاتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا:

سبحان الله، وهذا الموجود، أليس هو فعل الخوارج، وهو تكفير المسلمين، وأشد من ذلك قتل المسلمين والاعتداء عليهم، هذا مذهب الخوارج.

وهو يتكون من ثلاثة أشياء: أولاً: تكفير المسلمين. ثانياً: الخروج عن طاعة ولي الأمر. ثالثاً: استباحة دماء المسلمين.

هذه من مذهب الخوارج، حتى لو اعتقد بقلبه ولا تكلم ولا عمل شيئاً، صار خارجاً في عقيدته ورأيه الذي ما أفصح عنه.^(۲)

(۱) فوزان، الجهاد وضوابطه الشرعية: ۴۹

(۲) فہد الحصین، الفتاویٰ الشرعية فی القضايا العصرية

”سبحان اللہ! کیا یہ موجودہ فکر و عمل خوارج کا فعل نہیں ہے؟ مسلمانوں کو کافر قرار دینا اور اس سے بھی شدید تر یہ کہ مسلمانوں کو قتل کرنا اور انہیں ظلم و زیادتی کا نشانہ بنانا، یہ خوارج کا مذہب ہی تو ہے جو ان تین عناصر سے تشکیل پاتا ہے:

۱۔ مسلمانوں کو کافر قرار دینا

۲۔ حکومت وقت کے نظم اور اتھارٹی کو مسلح بغاوت کے ذریعے چیلنج کرنا

۳۔ مسلمانوں کے خون کو جائز و حلال قرار دینا

”یہ خوارج کا مذہب ہی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی اس پر صرف دل سے ہی عقیدہ رکھے اور قول و عمل سے اس کا اظہار نہ بھی کرے تو بھی وہ اپنے اس عقیدہ اور رائے کے اعتبار سے خارجی ہی ہو گیا۔“

۴۔ دہشت گردانہ کارروائیاں جہاد نہیں

مفتی نذیر حسین دہلوی کا فتویٰ

ہر ذی شعور اس بات سے آگاہ ہے کہ وطن عزیز میں جہاد کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اس حقیقت کو ہر مسلک میں تسلیم کیا گیا ہے۔ بطور ثبوت مسلک اہل حدیث کے مفتی سید نذیر حسین دہلوی کے فتاویٰ نذیریہ سے ایک مثال درج کی جا رہی ہے، جس میں انہوں نے جہاد سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے جہاد کی شرائط بیان کی ہیں۔^(۱)

مفتی نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں:

”مگر جہاد کی کئی شرطیں ہیں جب تک وہ نہ پائی جائیں گی جہاد نہ ہوگا۔

(۱) مفتی صاحب کی عبارت من وعن نقل کی گئی ہے لیکن قارئین کی سہولت کے لئے حاشیہ میں بعض عبارات کے حوالہ جات اور تراجم شامل کر دیے گئے ہیں۔

اول: یہ کہ مسلمانوں کا کوئی امام وقت و سردار ہو۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں ایک نبی کا انبیاء سابقین سے قصہ بیان فرمایا ہے کہ ان کی امت نے کہا کہ ہمارا کوئی سردار اور امام وقت ہو تو ہم جہاد کریں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَا مِنْ بَنِي إِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوسٰیؑ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیِّیْ
لَهُمْ اَبْعَثْ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الْاٰیةِ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جہاد بغیر امام کے نہیں کیونکہ اگر بغیر امام کے جہاد ہوتا تو ان کو یہ کہنے کی حاجت نہ ہوتی۔ کما لا یخفی اور شرائع من قبلنا جب تک اس کی ممانعت ہماری شرع میں نہ ہو، حجت ہے کما لا یخفی علی الماہر بالأصول، اور حدیث میں آیا ہے کہ امام ڈھال ہے اس کے پیچھے ہو کر لڑنا چاہیے۔ اور اس کے ذریعہ سے بچنا چاہیے۔ عَنِ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ یُّقَاتِلُ مِنْ وَّرَآئِهِ وَیَنْتَقِیْ بِهٖ. الحدیث رواہ البخاری و مسلم. (۲)

(۱) البقرة، ۲: ۲۴۶

”(اے حبیب!) کیا آپ نے بنی اسرائیل کے اس گروہ کو نہیں دیکھا جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد ہوا، جب انہوں نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیں تاکہ ہم (اس کی قیادت میں) اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔“ (ترجمہ از عرفان القرآن)

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الجہاد والسیر، باب یقاتل من وراء

الإمام وینتقی به، ۳: ۱۰۸۰، رقم: ۲۷۹۷

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإمارة، باب الإمام جنة یقاتل من ورائه

وینتقی به، ۳: ۱۴۷۱، رقم: ۱۸۴۱

”بے شک امام تو ڈھال کی طرح ہے کہ اس کے پیچھے لڑتے ہیں اور اس کی پناہ لیتے ہیں۔“

اس سے صراحتاً یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ جہاد امام کے پیچھے ہو کے کرنا چاہیے، بغیر امام کے نہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اسباب لڑائی کا مثل مہیا ہوں جس سے کفار کا مقابلہ کیا جاوے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: **وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ**۔^(۱) (ترجمہ) اور سامان تیار کرو ان کی لڑائی کے لئے جو کچھ ہو سکے تم سے ہتھیار اور گھوڑے پالنے سے تاکہ اس سے ڈراؤ اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمنوں کو۔

قال الامام البغوی فی تفسیر هذه الاية الإعداد اتخاذ الشئ بوقت الحاجة من قوة أى من الآلات التي تكون لكم قوة عليهم من الخيل والسلاح، انتهى۔ یعنی قوت کے معنی ہتھیار اور سامان لڑائی کے ہیں، اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوْ انفِرُوا جَمِيعًا۔^(۲) (ترجمہ) اے ایمان والو! لو اپنا بچاؤ پکڑو پھر کوچ کرو جدا جدا فوج یا سب اکٹھے۔

قال الحافظ محی السنة فی تفسیرہ تحت هذه الاية أى عدتكم وآلاتكم من السلاح، انتهى۔ یعنی حذر سے مراد آلہ لڑائی کا ہے مثلاً ہتھیار وغیرہ کا مہیا ہونا ضروری ہے، اور حدیثوں سے بھی اس کی تاکید معلوم ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ بے ہتھیار کے کیا کرے گا۔

تیسری شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کا کوئی قلعہ یا ملک جائے امن ہو کہ ان کا مادی و بلا ہو۔ چنانچہ قرآن کے لفظ **مِنْ قُوَّةٍ** کی تفسیر عکرمہ نے قلعہ کی ہے۔ قال عکرمہ: القوة

(۱) الأنفال، ۸: ۶۰

(۲) النساء، ۴: ۷۱

الحصون انتھی ما فی معالم التنزیل للبغوی۔ اور حضرت (محمد) ﷺ نے جب تک مدینہ میں ہجرت نہ کی اور مدینہ جائے پناہ نہ ہوا جہاد فرض نہ ہوا، یہ صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ جائے امن ہونا بہت ضروری ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کا لشکر اتنا ہو کہ کفار کے مقابلہ میں مقابلہ کر سکتا ہو یعنی کفار کے لشکر کے آدھے سے کم نہ ہو۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اَلَّذِیْنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْکُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْکُمْ ضَعْفًا فَاِنْ یَّکُنْ مِنْکُمْ مَّائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغْلِبُوا مِائَتَیْنِ ۚ وَاِنْ یَّکُنْ مِنْکُمْ اَلْفٌ یَّغْلِبُوا اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ^(۱) (ترجمہ) اب بوجہ ہلکا کیا، اللہ نے تم سے اور جانا کہ تم میں کمزوری ہے پس اگر ہو تم میں سے سو صابر غالب رہیں گے دوسو پر، اور اگر ہوں تم سے ایک ہزار، غالب ہوں دو ہزار پر حکم سے اللہ کے، اور اللہ ساتھ صبر کرنے والوں کے ہے۔ یہ آیت صاف کہتی ہے کہ اپنے سے دگنے سے مقابلہ ہو دگنے سے زیادہ سے نہیں۔ میں جب یہ بات بیان ہو چکی، تو میں کہتا ہوں، اس زمانے میں ان چار شرطوں میں سے کوئی شرط بھی موجود نہیں ہے تو کیونکر جہاد ہوگا۔

جواب کے آخر میں مفتی نذیر حسین دہلوی نے بطور ثبوت صحیحین کی یہ حدیث بیان کی ہے:

عن أنس أن رسول الله ﷺ قال: لكل غادر لواء يوم القيامة يعرف به رواه الشيخان عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ قال: أن الغادر ينصب له لواء يوم القيامة فيقال هذه غدره فلان بن فلان.

(۱) الأنفال، ۸: ۶۶

(پس معلوم ہوا کہ اگر یہ شرائط پوری نہ ہوں تو جہاد نہیں بلکہ غدر، بغاوت اور فساد ہوگا جس کی قطعاً اجازت نہیں پھر سوال یہ ہے کہ مسلمان ریاست میں کس کے خلاف مسلح اقدام ہو رہا ہے؟)

رواہ الشیخان۔^(۱)

خلاصہ بحث

قرآن و سنت، ائمہ حدیث اور ائمہ عقائد و فقہ کی تصریحات، تشریحات اور فتاویٰ و تحقیقات کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوئی کہ باغی وہ لوگ ہیں جو مسلم ریاست کے خلاف مسلح جد و جہد کریں اور ان کے پاس قوت و طاقت بھی ہو۔ وہ لوگ ریاست کی اتھارٹی اور نظم کو تسلیم کرنے سے انکار کریں اور کھلے عام اسلحہ لہرا کر ریاست کے خلاف اعلان جنگ کریں۔ اس سے قطع نظر کہ ان کی یہ مسلح جد و جہد اور بغاوت عدل و انصاف پر مبنی حکومت کے خلاف ہے یا فسق و فجور کی حامل حکومت کے خلاف۔ خواہ ان کی جد و جہد کسی امر دین سے متعلق تاویل پر مبنی ہے یا کسی دنیوی غرض کی خاطر، بہر صورت ایسے تمام لوگ باغی اور دہشت گرد ہیں۔ جب تک وہ مسلم ریاست کے خلاف ہتھیار اٹھائے رکھیں، حکومت ان کے خلاف جنگی اقدام جاری رکھے تا آنکہ وہ ہتھیار پھینک کر ریاست کی حاکمیت کے تابع ہو جائیں اور اپنا دہشت گردانہ طرز عمل مکمل طور پر ختم کر کے پُر امن شہری بن جائیں اور اپنے جائز مطالبات پُر امن، جمہوری اور قانونی طریقے سے پورے کروانے کے حامی ہو جائیں۔

(۱) مفتی نذیر حسین دہلوی، فتاویٰ نذیریہ، ۳: ۲۸۲-۲۸۵

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قتل عام اور فساد انگیزی کرنے والے ہر شخص کے لیے روز قیامت ایک جھنڈا ہوگا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔ اس حدیث کو شیخین (امام بخاری و مسلم) نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فساد انگیزی کرنے والے کے لیے روز قیامت ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی فساد انگیزی (کا نشان) ہے۔“

باب ہفتم

فتنہ خوارِج
اور
عصرِ حاضر کے دہشت گرد

فصل اوّل

فتنہ خوارج

کا

آغاز، عقائد و نظریات اور بدعات

اسلام میانہ روی اور اعتدال کا دین ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ملتِ اسلامیہ کا تعارف یوں فرمایا:

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا. ^(۱)

”اور (اے مسلمانو!) اسی طرح ہم نے تمہیں (اعتدال والی) بہتر امت بنایا۔“

اُمتِ وسط سے مراد ہی میانہ روی اور اعتدال والی امت ہے۔ یہ اعتدال فکر و نظر میں بھی ہے اور عمل و کردار میں بھی۔ یہی اسلام کا وصف ہے۔ جو گروہ یا طبقہ میانہ روی سے جتنا دور ہوتا گیا وہ روحِ اسلام سے بھی اتنا دور چلا گیا۔ مختلف ادوار میں کچھ ایسے گروہ بھی مسلمانوں میں سے ظاہر ہوئے جو اسلام کی راہِ اعتدال سے اتنا دور ہو گئے کہ اسلام کی بات کرنے، اسلامی عبادات انجام دینے اور اسلامی شکل و صورت اختیار کرنے کے باوجود اسلام سے خارج تصور کیے گئے۔ انہی طبقات میں سرِ فہرست گروہ ”خوارج“ کا ہے۔

خوارج کی ابتداء دورِ نبوی میں ہی ہو گئی تھی۔ بعد ازاں دورِ عثمانی میں ان کی فکر پروان چڑھی اور پھر دورِ مرتضوی میں ان کا عملی ظہور منظم صورت میں سامنے آیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم میں کئی مقامات پر ان خوارج کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی کثیر احادیث مبارکہ میں ان کی واضح علامات اور عقائد و نظریات بالصراحت بیان فرمائے ہیں۔ خوارج دراصل اسلام کے نام پر دہشت گردی اور قتل و غارت گری کرتے تھے اور مسلمانوں کے خون کو اپنے انتہاء پسندانہ اور خود ساختہ نظریات و دلائل کی بناء پر مباح قرار دیتے تھے۔ لہذا اس حصہ بحث میں خوارج کی علامات و

خصوصیات کے تفصیلی مطالعے سے اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ موجود دور کے دہشت گرد عناصر کا فکری و عملی طور پر خوارج سے کیا تعلق ہے۔

۱۔ خوارج کا تعارف

قبل اس کے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں خوارج کی علامات اور عقائد و نظریات کا جائزہ لیا جائے، بعض کتبِ اسلاف سے خوارج کی چند واضح تعریفات درج کی جا رہی ہیں تاکہ ابتداء میں ہی واضح ہو جائے کہ خارجی کسے کہا جاتا ہے۔

۱۔ امام محمد بن عبد الکریم شہرستانی، خوارج کی تعریف میں لکھتے ہیں:

کل من خرج عن الإمام الحق الذي اتفقت الجماعة عليه يسمى خارجياً سواء كان الخروج في أيام الصحابة على الأئمة الراشدين أو كان بعدهم على التابعين بإحسان والأئمة في كل زمان. (۱)

”ہر وہ شخص جو عوام کی متفقہ مسلمان حکومتِ وقت کے خلاف مسلح بغاوت کرے اسے خارجی کہا جائے گا؛ خواہ یہ خروج و بغاوت صحابہ کرام ﷺ کے زمانہ میں خلفائے راشدین کے خلاف ہو یا تابعین اور بعد کے کسی بھی زمانہ کی مسلمان حکومت کے خلاف ہو۔“

۲۔ امام نووی، خوارج کی تعریف یوں کرتے ہیں:

الخوارج: صنف من المبتدعة يعتقدون أن من فعل كبيرة كفر، وخلد في النار، ويطعنون لذلك في الأئمة ولا يحضرون معهم الجماعات والجماعات. (۲)

(۱) شہرستانی، الملل والنحل: ۱۱۴

(۲) نووی، روضة الطالبین، ۱۰: ۵۱

”خوارج بدعتیوں کا ایک گروہ ہے۔ یہ لوگ گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو کافر اور دائی دوزخی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے مسلم اُمراء و حکام پر طعن زنی کرتے ہیں اور ان کے ساتھ جمعہ اور عیدین وغیرہ کے اجتماعات میں شریک نہیں ہوتے۔“

۳۔ علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

كانوا أهل سيف و قتال، ظهرت مخالفتهم للجماعة؛ حين كانوا يقاتلون الناس. وأما اليوم فلا يعرفهم أكثر الناس. ومروقه من الدين خروجهم باستحلالهم دماء المسلمين وأموالهم.^(۱)

”وہ اسلحہ سے لیس اور بغاوت پر آمادہ تھے، جب وہ لوگوں سے قتال کرنے لگے تو اُن کی صحابہ کرام ﷺ کی جماعت سے مخالفت و عداوت ظاہر ہو گئی۔ تاہم عصرِ حاضر میں (بظاہر دین کا لبادہ اوڑھنے کی وجہ سے) لوگوں کی اکثریت انہیں پہچان نہیں پاتی۔ وہ دین سے نکل گئے کیوں کہ وہ مسلمانوں کے خون اور اموال (جان و مال) کو حلال مباح قرار دیتے تھے۔“

علامہ ابن تیمیہ مزید بیان کرتے ہیں:

وهؤلاء الخوارج ليسوا ذلك المعسكر المخصوص المعروف في التاريخ، بل يخرجون إلى زمن الدجال.^(۲) وتخصيصه ﷺ للفتنة التي خرجت في زمن علي بن أبي طالب، إنما هو لمعان قامت بهم، وكل من وجدت فيه تلك المعاني ألحق بهم، لأن التخصيص بالذكر لم يكن لاختصاصهم بالحكم، بل لحاجة

(۱) ابن تیمیہ، النبوات: ۲۲۲

(۲) ابن تیمیہ، مجموع فتاویٰ، ۲۸: ۴۹۵، ۴۹۶

المخاطبین فی زمنہ علیہ الصلاۃ والسلام إلی تعینہم^(۱)۔
 ”اور یہ خوارج (سیدنا علیؑ کے عہد کا) وہ مخصوص لشکر نہیں ہے جو تاریخ میں معروف ہے بلکہ یہ دجال کے زمانے تک پیدا ہوتے اور نکلتے رہیں گے۔ اور حضور نبی اکرم ﷺ کا اُس ایک گروہ کو خاص فرمانا جو حضرت علیؑ کے زمانے میں نکلا تھا، اس کے کئی معانی ہیں جو ان پر صادق آتے ہیں۔ ہر وہ شخص یا گروہ جس میں وہ صفات پائی جائیں اسے بھی ان کے ساتھ ملایا جائے گا۔ کیونکہ ان کا خاص طور پر ذکر کرنا ان کے ساتھ حکم کو خاص کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ حضور ﷺ کے زمانے کے ان مخاطبین کو (مستقبل میں) ان خوارج کے تعین کی حاجت تھی۔“

۴۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں:

الخوارج: فہم جمع خارجۃ أى طائفة، وہم قوم مبتدعون سموا بذلك لخروجہم عن الدین، وخروجہم علی خیار المسلمین^(۲)۔
 ”خوارج، خارجۃ کی جمع ہے جس کا مطلب ہے: ”گروہ۔“ وہ ایسے لوگ ہیں جو بدعات کا ارتکاب کرتے۔ ان کو (اپنے نظریہ، عمل اور اقدام کے باعث) دین اسلام سے نکل جانے اور خیارِ اُمت کے خلاف (مسلح جنگ اور دہشت گردی کی) کارروائیاں کرنے کی وجہ سے یہ نام دیا گیا۔“

۵۔ امام بدر الدین عینی، عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں:

طائفة خرجوا عن الدین وہم قوم مبتدعون سموا بذلك لأنہم خرجوا علی خیار المسلمین^(۳)۔

(۱) ابن تیمیہ، مجموع فتاویٰ، ۲۸: ۴۷۶، ۴۷۷

(۲) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۸۳

(۳) عینی، عمدۃ القاری، ۲۴: ۸۴

”وہ ایسے لوگ ہیں جو بدعات کا ارتکاب کرتے تھے (یعنی وہ اُمور جو دین میں شامل نہ تھے ان کو دین میں شامل کرتے تھے)۔ دینِ اسلام سے نکل جانے اور بہترین مسلمانوں کے خلاف (سُلح بغاوت اور دہشت گردی کی) کارروائیاں کرنے کی وجہ سے ان کو خوارج کا نام دیا گیا۔“

۶۔ علامہ ابنِ نجیم حنفی، خوارج کی تعریف یوں کرتے ہیں:

الخوارج: قَوْمٌ لَهُمْ مَنَعَةٌ وَحُمِيَّةٌ خَرَجُوا عَلَيْهِ بِتَأْوِيلِ يَرُونَ أَنَّهُ عَلَىٰ بَاطِلٍ كُفْرٍ أَوْ مَعْصِيَةٍ تَوْجِبُ قِتَالَهُ بِتَأْوِيلِهِمْ يَسْتَحِلُّونَ دِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ وَأَمْوَالَهُمْ. (۱)

”خوارج سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس طاقت اور (نام نہاد دینی) حمیت ہو اور وہ حکومت کے خلاف بغاوت کریں۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ کفر یا نافرمانی کے ایسے باطل طریق پر ہے جو ان کی خود ساختہ تاویل کی بنا پر حکومت کے ساتھ قتال کو واجب کرتی ہے۔ وہ مسلمانوں کے قتل اور ان کے اموال کو لوٹنا جائز سمجھتے ہیں۔“

اس ابتدائی تعارف کے بعد ہم خوارج کی دہشت گردی، انتہاء پسندی اور مسلم اُمت کے خلاف بربریت اور ظالمانہ کارروائیوں کی مذمت میں ترتیب وار آیاتِ مقدسہ اور احادیثِ مبارکہ کے مطالعے کے ساتھ ساتھ ان کے مفاہیم سے آگاہ ہونے کے لئے کتبِ تفاسیر، شروحاتِ حدیث اور دیگر مصادر و مآخذ کا بھی مطالعہ کریں گے۔

۲۔ فتنہ خوارج (قرآن حکیم کی روشنی میں)

قرآن حکیم نے کئی مقامات پر معصوم جانوں کے ناحق بے دردانہ قتل، دہشت

گردانہ بمباری، بے گناہ اور پر امن آبادیوں پر خودکش حملوں جیسے انتہائی سفاکانہ اقدامات اور انسانی قتل و غارت گری کی نفی کی ہے۔ دہشت گردی کی یہ ساری بہیمانہ صورتیں شرعی طور پر حرام اور اسلامی تعلیمات سے صریح انحراف ہیں اور اُز رُوعِ قرآن بغاوت و محاربت، فساد فی الارض اور اجتماعی قتلِ انسانی میں داخل ہیں (جیسا کہ گزشتہ ابواب میں بالتفصیل ان پر بحث ہو چکی ہے)۔ قرآن حکیم کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ہمیں کئی مقامات پر بالصراحت خوارج کی علامات و بدعات اور ان کی فتنہ پروری و سازشی کارروائیوں اور بغاوت کے بارے میں واضح ارشادات ملتے ہیں۔ سورتوں کی ترتیب کے لحاظ سے ذیل میں چند ارشاداتِ باری تعالیٰ ملاحظہ ہوں:

(۱) خوارج اہلِ زیغ (کج رو) ہیں

سورة آل عمران میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ
وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ط فَامَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ
ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ
فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا
الْأَلْبَابِ ٥ (۱)

”وہی ہے جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جس میں سے کچھ آیتیں محکم (یعنی ظاہراً بھی صاف اور واضح معنی رکھنے والی) ہیں وہی (احکام) کتاب کی بنیاد ہیں اور دوسری آیتیں متشابہ (یعنی معنی میں کئی احتمال اور اشتباہ رکھنے والی) ہیں۔ سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے اس میں سے صرف متشابہات کی پیروی کرتے ہیں (فقط) فتنہ پروری کی خواہش کے زیر اثر اور اصل مراد کی

بجائے من پسند معنی مراد لینے کی غرض سے، اور اس کی اصل مراد کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور علم میں کامل چٹنگی رکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، ساری (کتاب) ہمارے رب کی طرف سے اتری ہے، اور نصیحت صرف اہل دانش کو ہی نصیب ہوتی ہے۔“

۱۔ امام ابن ابی حاتمؒ آیت مذکورہ کے ذیل میں بیان کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: أَنَّهُمْ الْخَوَارِجُ. (۱)

”حضرت ابو امامہؓ ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ﴾ (سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے) کی تفسیر میں حضور نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ ان سے مراد خوارج ہیں۔“

۲۔ حافظ ابن کثیر نے بھی اس آیت کی تفسیر میں جو حدیث بیان فرمائی ہے، اس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اہل زَیغ - جو تشابہات کی پیروی کرتے ہیں - اس سے مراد ”خوارج“ ہیں۔ (۲)

۳۔ مفسر شہیر امام خازنؒ نے اپنی تفسیر لباب التأویل میں اہل زَیغ کی تفسیر فرماتے ہوئے جن گمراہ فرقوں کا نام لیا ہے ان میں خوارج کا نام بھی شامل ہے۔ (۳)

۴۔ ابو حفص الحسنبیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابو امامہؓ کی جو مفصل روایت بیان فرمائی ہے، وہ بڑی ہی فکر انگیز، حقیقت کشا اور قابلِ غور ہے۔ یہ روایت اہل زَیغ کی اصلیت اور ان کے باطنی انجام کو پوری طرح بے نقاب کر دیتی ہے۔ ابو حفص الحسنبیؒ مذکورہ آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

(۱) ابن ابی حاتم رازی، تفسیر القرآن العظیم، ۵۹۴:۲

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳۴۷:۱

(۳) خازن، لباب التأویل، ۲۱۷:۱

وقال الحسن: هم الخوارج، وكان قتادة إذا قرأ هذه الآية ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ﴾ قال: إن لم يكونوا الحرورية فلا أدرى مَنْ هُمْ. وعن أبي غالب قال: كنت أمشي مع أبي أمامة، وهو على حمار حتى إذا انتهى إلى درج مسجد دمشق، فقال أبو أمامة: كلابُ النار، كلابُ النار، أو قتلى تحت ظل السماء، طوبى لمن قَتَلَهُمْ وقَتَلُوهُ - يقولها ثلاثاً. ثم بكى، فقلت: ما يُبْكِيكَ يا أبا أمامة؟ قال: رحمةٌ لهم، إنهم كانوا من أهل الإسلام (فصاروا كفاراً) فخرجوا منه. فقلت: يا أبا أمامة، هم هؤلاء؟ قال: نعم، قلت: أشيء تقول به رأيك، أم شيء سمعته من رسول الله ﷺ؟ فقال: إني إذْ نُ لَجَرِيء، إني إذا لَجَرِيء، بل سمعته من رسول الله ﷺ غير مرة ولا مرتين، ولا ثلاث، ولا أربع، ولا خمس، ولا ست، ولا سبع، ووضع أصبعيه في أذنيه، قال: وَإِلَّا فَصُمَّتَا - قالها ثلاثاً. ^(۱)

”حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ (آیتِ مذکورہ میں اہل زَیغ سے) مراد خوارج ہیں۔ حضرت قتادہ ؓ جب بھی یہ آیتِ کریمہ تلاوت کرتے تو فرماتے: میں نہیں سمجھتا کہ اہل زَیغ سے خوارج کے علاوہ کوئی اور گروہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔ ابو غالب روایت کرتے ہیں: میں حضرت ابو أمامہ ؓ کے ساتھ دمشق کی جامع مسجد کی طرف چل رہا تھا اور وہ دراز گوش پر سوار تھے۔ جب ہم مسجد کے دروازے کے قریب پہنچے تو حضرت ابو امامہ ؓ نے کہا: خوارج دوزخ کے کتے ہیں۔ انہوں نے یہ تین بار فرمایا۔ پھر انہوں نے ان کی حقیقت

سے پردہ اٹھایا اور بتایا: آسمان کے نیچے یہ بدترین لوگ ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے انہیں قتل کیا اور وہ بھی خوش نصیب ہیں جو ان کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ یہ بتا کر ابو امامہ رونے لگ گئے۔ ان کی بد نصیبی پر بہت ہی افسردہ ہوئے اور بتایا: یہ مسلمان تھے لیکن اپنی کرتوتوں سے کافر ہو گئے۔ پھر یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی جس میں ”اہلِ زلیغ“ کا ذکر ہے۔ ابو غالب راوی ہیں: میں نے ابو امامہ سے پوچھا: کیا یہی (خوارج) وہ (اہلِ زلیغ) لوگ ہیں؟ بولے: (ہاں) میں نے پوچھا: آپ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں یا ان کے بارے میں آپ نے یہ سب کچھ حضور نبی اکرم ﷺ سے سنا ہوا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اگر ایسی بات ہو تب تو میں بڑی جسارت کرنے والا کہلاؤں گا۔ میں نے ایک، دو بار، سات بار نہیں بلکہ بارہا مرتبہ یہ حضور ﷺ سے سنا ہے، اگر یہ بات سچی نہ ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں، آپؐ نے یہ کلمات تین بار فرمائے۔“

- ۵۔ حضرت ابو امامہ ؓ کی اس روایت کو امام سیوطی نے بھی اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضور ﷺ نے اہلِ زلیغ سے ”خوارج“ مراد لیے ہیں۔^(۱)
- ۶۔ النّحّاس نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ نے فرمایا کہ اہلِ زلیغ، خوارج ہی ہیں۔^(۲)

(۲) خوارج سیاہ رُو اور مرتد ہیں

سورۃ آل عمران میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ فف

(۱) سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۴۸

(۲) النّحّاس، معانی القرآن، ۱: ۳۴۹

اَكْفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۱﴾

”جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا: کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ تو جو کفر تم کرتے رہے تھے سو اس کے عذاب (کا مزہ) چکھ لو“

امام ابن ابی حاتمؒ نے آیت مذکورہ کے ذیل میں حدیث روایت کی ہے:

۱۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: اِنَّهُمْ الْخَوَارِجُ. (۲)

”حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس (آیت میں ایمان لانے کے بعد کافر ہو جانے والوں) سے ”خوارج“ مراد ہیں۔“

۲۔ حافظ ابن کثیر نے بھی آیت مذکورہ کے تحت اس سے خوارج ہی مراد لیے ہیں۔ (۳)

یہ قول ابن مردویہ نے حضرت ابو غالب اور حضرت ابو امامہؓ کے طریق سے مرفوعاً روایت کیا ہے، امام احمد نے اسے اپنی مسند میں امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور امام ابن ابی حاتمؒ نے اپنی تفسیر میں ابو غالب کے طریق سے روایت کیا ہے۔

۳۔ امام سیوطیؒ کا بھی یہی موقف ہے۔ انہوں نے بھی اس آیت میں مذکور لوگوں سے ”خوارج“ ہی مراد لئے ہیں۔ (۴)

(۱) آل عمران، ۳: ۱۰۶

(۲) ابن ابی حاتم، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۵۹۴

(۳) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۳۴۷

(۴) سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۴۸

(۳) خوارجِ فتنہ پرور اور کینہ ور ہیں

سورۃ آل عمران میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا
وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي
صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ^(۱)

”اے ایمان والو! تم غیروں کو (اپنا) راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری نسبتِ فتنہ انگیزی میں (کبھی) کمی نہیں کریں گے، وہ تمہیں سخت تکلیف پہنچنے کی خواہش رکھتے ہیں، بغض تو ان کی زبانوں سے خود ظاہر ہو چکا ہے، اور جو (عداوت) ان کے سینوں نے چھپا رکھی ہے وہ اس سے (بھی) بڑھ کر ہے۔ ہم نے تمہارے لیے نشانیاں واضح کر دی ہیں اگر تمہیں عقل ہو۔“

امام ابن ابی حاتم رازی نے آیتِ مذکورہ کے ذیل میں یہ حدیث نقل کی ہے:

۱- عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: هُمُ الْخَوَارِجُ.^(۲)

”حضرت ابو اُمَامہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان (فتنہ انگیزی کرنے والوں) سے مراد ”خوارج“ ہیں۔“

۲- امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد خوارج ہیں۔ وہ تمہارے درمیان فساد پھیلانے سے باز نہیں آئیں گے۔ اگر دہشت گردی نہ کر سکے، تو مکر و فریب اور دھوکہ بازی ترک نہیں کریں گے۔^(۳)

(۱) آل عمران، ۳: ۱۱۸

(۲) ابن ابی حاتم، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۴۲۲

(۳) قرطبی، الجامع لأحكام القرآن، ۴: ۱۷۹

(۴) خوارج اللہ و رسول ﷺ سے برسرِ پیکار ہیں اس لئے

واجب القتل ہیں

سورة المائدة میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ^(۱)

”بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریز رہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا پھانسی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیے جائیں۔ یہ (تو) ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے۔“

۱۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

من شهر السلاح في فئة الإسلام، وأخاف السبيل ثم ظفر به،
وقدر عليه فإمام المسلمين فيه بالخيار، إن شاء قتله وإن شاء
صلبه وإن شاء قطع يده ورجله.^(۲)

(۱) المائدة، ۵: ۳۳

(۲) ۱۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۶: ۲۱۴

۲۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۵۱

”جس نے مسلم آبادی پر ہتھیار اٹھائے اور راستے کو اپنی دہشت گردی کے ذریعے غیر محفوظ بنایا اور اس پر کنٹرول حاصل کر کے لوگوں کا پر امن طریقے سے گزرنا دشوار کر دیا، تو مسلمانوں کے حاکم کو اختیار ہے چاہے تو اسے قتل کرے، چاہے تو پھانسی دے اور چاہے تو حسبِ قانون کوئی اذیت ناک سزا دے۔“

۲۔ امام طبری اور حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سعید بن مسیب، مجاہد، عطاء، حسن بصری، ابراہیم نخعی اور ضحاک نے بھی اسی معنی کو روایت کیا ہے۔^(۱)

اس کو امام سیوطی نے بھی ”الدر المنثور (۳: ۶۸)“ میں روایت کیا ہے۔

۳۔ اس آیتِ مبارکہ اور اکابرین کے بیان کردہ تفسیری اقوال سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ مسلمان ریاست کی رعایا میں سے مسلمانوں کو اسلحہ کے ذریعے خوف زدہ کرنے والوں کا خاتمہ ضروری ہے کیوں کہ جو زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں وہ پوری انسانیت کے قاتل ہیں۔ جو کسی مسلم ریاست کی اتھارٹی کو چیلنج کرتے ہیں اور اس کے خلاف مسلح بغاوت کرتے ہیں، ان کے لیے اذیت ناک سزائیں اور دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

۴۔ امام قرطبی نے ”الجامع لأحكام القرآن (۶: ۱۲۸)“ میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں ایک ایسے گروہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مدینہ کے باہر دہشت گردی کا ارتکاب کیا، قتل اور املاک لوٹنے کے اقدامات کیے جس پر انہیں عبرت ناک سزا دی گئی۔

۵۔ علامہ زمخشری نے اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

يُحَارِبُونَ رَسُولَ اللَّهِ، وَمُحَارَبَةُ الْمُسْلِمِينَ فِي حَكْمِ مُحَارَبَتِهِ. ^(۲)

(۱) ۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۵۱

۲۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۶: ۲۱۴

(۲) زمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ۱: ۶۶۱

”يُحَارِبُونَ رَسُولَ اللَّهِ (یعنی) مسلمانوں کے ساتھ جنگ برپا کرنا رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے حکم میں ہے۔“

۶۔ علامہ ابو حفص الحنبلی، علامہ زحشری کی مذکورہ بالا عبارت تحریر کرنے کے بعد مزید لکھتے ہیں:

أَنَّ الْمَقْصُودَ أَنَّهُمْ يُحَارِبُونَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَإِنَّمَا ذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى تَعْظِيماً وَتَفْخِيماً لِمَنْ يُحَارِبُ، كَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ﴾ (۱)۔ (۲)

”مقصد یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرتے ہیں اور (اس آیت میں) اللہ تعالیٰ کا نام جنگ کا نشانہ بننے والوں کی عظمت اور قدر و منزلت بڑھانے کے لئے مذکور ہوا۔ جیسا کہ بیعت رضوان کے حوالے سے قرآن مجید میں فرمایا گیا: ﴿اے حبیب! بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔﴾“

۷۔ اس آیت سے یہ مفہوم بھی اخذ ہوتا ہے کہ راہزنی کرنے والوں کا اذیت ناک قتل جائز ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ بِالْمُحَارِبِينَ الْمَفْسِدِينَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ قَطَاعَ الطَّرِيقِ سِوَاءَ كَانُوا مُسْلِمِينَ أَوْ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ. وَاتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ مِنْ بَرَزُوا شَهْرَ السَّلَاحِ مُخِيفًا مَغِيرًا خَارِجَ الْمَصْرِ بِحَيْثُ لَا يَدْرِكُهُ الْغَوْثُ فَهُوَ مُحَارِبٌ قَاطِعٌ لِلطَّرِيقِ جَارِيَةٌ عَلَيْهِ أَحْكَامُ هَذِهِ الْآيَةِ. وَقَالَ الْبَغَوِيُّ: الْمَكَابِرُونَ فِي الْأَمْصَارِ دَاخِلُونَ

(۱) الفتح، ۴۸: ۱۰

(۲) أبو حفص الحنبلی، الباب فی علوم الكتاب، ۷: ۳۰۳

فی حکم هذه الآية. (۱)

”اس پر سب کا اجماع ہے کہ محاربین سے مراد فساد پیا کرنے والے اور راہ زن ہیں؛ خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، سب کے لئے حکم برابر ہے۔ اس امر پر بھی اتفاق ہے کہ جو کھل کر ہتھیار اٹھالیں یا شہر سے باہر لوگوں کو خوفزدہ کریں اور غارت گری کریں جہاں کوئی مددگار بھی نہ پہنچ سکے، ایسا شخص جنگجو اور راہ زن ہے۔ اُس پر اس آیت کے احکام جاری ہوں گے۔ امام بغوی فرماتے ہیں: شہروں میں دہشت گردی کرنے والے بھی اس آیت کے حکم میں شامل ہیں۔“

(۵) خوارج فتنہ پرور اور مستحق لعنت ہیں

سورة الرعد میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۖ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝ (۲)

”اور زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں، انہی لوگوں کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر ہے۔“

یہ آیت صراحتاً بتا رہی ہے کہ زمین میں فساد پھیلانے والے خارجی ہیں۔ اس کی تائید درج ذیل روایت سے ہوتی ہے، جسے امام قرطبی نے بیان کیا ہے:

۱۔ وقال سعد بن أبي وقاص: والله الذي لا إله إلا هو! إنهم الحرورية. (۳)

”حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے سوا

(۱) قاضی ثناء اللہ، تفسیر المظہری، ۳: ۸۶

(۲) الرعد، ۱۳: ۲۵

(۳) قرطبی، الجامع لأحكام القرآن، ۹: ۳۱۴

کوئی معبود نہیں، فساد انگیزی کرنے والوں سے مراد الحورریہ یعنی خوارج ہیں۔“

۲۔ بے گناہ جانوں کی ہلاکت اور اموال و املاک کی تباہی فساد فی الارض ہے، جیسا کہ ابو حفص الحنبلی کی درج ذیل روایت سے عیاں ہوتا ہے:

قال: ﴿وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ إِمَّا بِالِدَعَاءِ إِلَى غَيْرِ دِينِ اللَّهِ، وَإِمَّا بِالظُّلْمِ كَمَا فِي النُّفُوسِ وَالْأَمْوَالِ وَتَخْرِيبِ الْبِلَادِ. ^(۱)

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اور زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں﴾۔ یا تو اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور طرف جبراً دعوت دینے سے یا لوگوں کی جان و مال پر ظلم سے اور ملک میں تخریب کاری سے۔“

علامہ ابو حفص کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ جان و مال لوٹنے کے علاوہ اسلام سے ہٹ کر اپنے خود ساختہ عقائد کی طرف جبراً دعوت دینا بھی فساد فی الارض کے زمرے میں آتا ہے۔

۳۔ امام رازی نے بھی ”التفسیر الکبیر (۹: ۱۷۶)“ میں اسی معنی کو نقل فرمایا ہے۔

(۶) خوارج حسنِ عمل کے دھوکے میں رہتے ہیں

خوارج نماز، روزے اور تلاوتِ قرآن جیسے اعمال کی ادائیگی میں بظاہر صحابہ کرام ؓ سے بھی آگے نظر آتے تھے۔ (اس پر آئندہ صفحات میں احادیث مبارکہ آئیں گی۔) یہی حالت دورِ حاضر کے خوارج کی ہے۔ وہ بھی بظاہر شکل و صورت اور حسنِ عمل میں بڑے نیک، پرہیزگار اور پابندِ شریعت نظر آتے ہیں مگر باطن میں اعتقادی اور تشدد پسندانہ فتنوں کا شکار ہیں جن سے اُمتِ مسلمہ کو نقصان ہو رہا ہے اور باہمی خون خرابے سے اس کی قوت و شوکت متاثر ہو رہی ہے۔

(۱) أبو حفص الحنبلی، اللباب فی علوم الکتاب، ۹: ۲۲۵

۱۔ سورۃ الکہف میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَّهُمْ فِي الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝^(۱)

”فرما دیجیے: کیا ہم تمہیں ایسے لوگوں سے خبردار کر دیں جو اعمال کے حساب سے سخت خسارہ پانے والے ہیں ۝ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جد و جہد دنیا کی زندگی میں ہی برباد ہوگئی اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بڑے اچھے کام انجام دے رہے ہیں ۝“

امام طبری نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں درج ذیل روایات نقل کی ہیں:

(۱) اس آیت میں ان اہل کتاب کا ذکر ہے جو اپنا سماوی دین چھوڑ کر کفر کی راہ پر چل نکلے اور دین میں باطل بدعات کو شامل کر لیا۔

(۲) دوسری روایت یہ ہے کہ ان خسارہ پانے والوں سے مراد ”خوارج“ ہیں کیونکہ جب ابن الکواء خارجی نے حضرت علی المرتضیٰ ؑ سے پوچھا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں تو آپ ؑ نے فرمایا: أنت وأصحابک (تو اور تیرے ساتھی)۔

(۳) ایک روایت میں ہے جسے حضرت ابو طفیل بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن الکواء نے سیدنا علی ؑ سے پوچھا کہ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا (اعمال کے حساب سے سخت خسارہ پانے والوں) سے کون لوگ مراد ہیں تو آپ نے فرمایا: اے اہل حرواء! تم مراد ہو۔^(۲)

اسی آیت کے ذیل میں علامہ سمرقندی اپنی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

قال علی بن أبی طالب: هُمُ الْخَوَارِجُ.^(۳)

(۱) الکہف، ۱۸: ۱۰۳، ۱۰۴

(۲) طبری، جامع البیان، ۱۶: ۳۳، ۳۴

(۳) سمرقندی، بحر العلوم، ۲: ۳۶۴

”سیدنا علیؑ نے فرمایا: اس سے خوارج مراد ہیں۔“

۲۔ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر ان کے اس زعمِ باطل کی مذمت یوں بیان کی گئی ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ
أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ^(۱)

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد پانہ کرو، تو کہتے ہیں: ہم ہی تو اصلاح کرنے والے ہیں ○ آگاہ ہو جاؤ! یہی لوگ (حقیقت میں) فساد کرنے والے ہیں مگر انہیں (اس کا) احساس تک نہیں ○“

سورۃ فاطر میں ارشاد ہوتا ہے:

أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا^(۲)

”بھلا جس شخص کے لیے اس کا برا عمل آراستہ کر دیا گیا ہو اور وہ اسے (حقیقتاً) اچھا سمجھنے لگے (کیا وہ مومنِ صالح جیسا ہو سکتا ہے)۔“

علامہ ابو حفص الحنبلی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فَقَالَ قَتَادَةُ: مِنْهُمْ الْخَوَارِجُ الَّذِينَ يَسْتَحِلُّونَ دِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ وَأَمْوَالَهُمْ^(۳)

”حضرت قتادہ نے فرمایا: ایسے لوگوں میں سے خوارج بھی ہیں جو مسلمانوں کا خون بہانا اور ان کے اموال لوٹنا حلال سمجھتے ہیں۔“

(۱) البقرة، ۲: ۱۱، ۱۲

(۲) فاطر، ۳۵: ۸

(۳) ابو حفص الحنبلی، الباب فی علوم الکتاب، ۱۳: ۱۷۵

۳۔ فتنہ خوارج کا آغاز: عہدِ رسالت مآب ﷺ میں

دورِ رسالت مآب ﷺ میں ہی فتنہ خوارج کا آغاز ہو گیا تھا۔ امام بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث کے مطابق حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَقْسِمُ ذَاتَ يَوْمٍ قِسْمًا فَقَالَ ذُو الْخَوِصِرَةِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اْعْدِلْ، قَالَ: وَيْلَكَ مَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ اْعْدِلْ؟ فَقَالَ عُمَرُ: اِنَّذَنْ لِي فَلَا ضَرْبَ عُنُقِهِ، قَالَ: لَا، اِنَّ لَهُ اَصْحَابًا يَحْقِرُ اَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَ صِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمْرُوقِ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَةِ. ^(۱)

”ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ مالِ (غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے تو بنو تميم کے ذوالخوِصرہ نامی شخص نے کہا: یا رسول اللہ! انصاف کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو ہلاک ہو، اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو اور کون انصاف کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) مجھے اجازت دیں کہ اس (گستاخ) کی گردن اڑا دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، (اس اکیلے کی گردن اڑانا کیوں کر) بے شک اس کے (ایسے) ساتھی بھی ہیں کہ تم ان کی

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأدب، باب ماجاء في قول الرجل

ويلك، ۵: ۲۲۸۱، رقم: ۵۸۱۱

۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،

باب من ترك قتال الخوارج للتألف وأن لا ينفر الناس عنه، ۶: ۲۵۴۰،

رقم: ۶۵۳۴

۳۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم،

۲: ۷۴۴، رقم: ۱۰۶۴

نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر جانو گے۔ وہ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جیسے شکار سے تیر نکل جاتا ہے۔“

خوارج کے فتنے کا آغاز گستاخی رسول ﷺ سے ہوا

بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ذوالخویرہ تمیمی نامی گستاخ شخص کی گستاخی ہی دراصل اس بدترین فتنے کا پیش خیمہ ثابت ہوئی جس نے بعد ازاں امت مسلمہ میں انتشار و افتراق پیدا کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ادوار خلافت میں اسلامی ریاست کی اتھارٹی کو چیلنج کرنے والے باغی اور مسلح گروہ درحقیقت اُسی ذوالخویرہ تمیمی کی فکر کا تسلسل تھے۔

۱۔ امام ابو بکر الآجری (م ۳۶۰ھ) کتاب الشریعة کے باب ذم الخوارج و سوء مذہبہم و إباحة قتالہم، و ثواب من قتلہم أو قتلوہ میں لکھتے ہیں:

وَأَوَّلُ قَرْنٍ طَلَعَ مِنْهُمْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: هُوَ رَجُلٌ طَعَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَهُوَ يَقْسِمُ الْغَنَائِمَ بِالْجَعْرَانَةِ، فَقَالَ: اَعْدِلْ يَا مُحَمَّدُ، فَمَا أَرَاكَ تَعْدِلُ، فَقَالَ ﷺ: وَيْلَكَ، فَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ؟

”خوارج کا اولین فرد عہد رسالت مآب ﷺ میں نمودار ہوا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے حضور نبی اکرم ﷺ پر اس وقت طعن زنی کی جب آپ ﷺ جعرانہ کے مقام پر مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ اس بد بخت نے کہا: اے محمد! عدل کیجیے! میرے خیال میں آپ عدل نہیں کر رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تو ہلاک ہو! اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا؟“

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ اسی ذو الخویصرہ تمیمی کا ہم خیال گروہ ہی بعد ازاں خوارج کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔

عن عبد الرزاق فقال: ذی الخویصرۃ التمیمی وهو حرقوص بن زهیر، أصل الخوارج.^(۱)

”عبد الرزاق سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ذو الخویصرہ تمیمی کا اصل نام حرقوص بن زہیر تھا اور وہ خوارج کا بانی تھا۔“

۳۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ”الإصابة فی تمییز الصحابة (۲: ۴۹)“ میں بھی یہی تحقیق بیان کی ہے۔

۴۔ علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

وقال الذهبي: ذو الخویصرۃ القائل: فقال: يا رسول الله، إعدل. يقال هو حرقوص بن زهیر، رأس الخوارج، قتل فی الخوارج يوم النهر. وفي تفسير الثعلبي: بينا رسول الله ﷺ يقسم غنائم هوازن، جاءه ذو الخویصرۃ التميمی، أصل الخوارج.^(۲)

”امام ذہبی فرماتے ہیں: ذو الخویصرہ نے یہ کہا تھا: یا رسول اللہ! عدل کیجیے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ حرقوص بن زہیر تھا۔ یہ خوارج کا فکری قائد اور بانی تھا جو کہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں) مقام نہروان (پر ہونے والی جنگ) میں مارا گیا۔ تفسیر ثعلبی میں ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ معرکہ ہوازن کے غنائم تقسیم فرما رہے تھے تو آپ ﷺ کے پاس ذو الخویصرہ تمیمی آیا اور وہ خوارج کا بانی تھا۔“

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۹۲

(۲) بدر الدین العینی، عمدۃ القاری، ۱۵: ۶۲

۴۔ عہدِ عثمانی میں فتنہ خوارج کی فکری تشکیل

حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد اُمت میں کئی فتنوں نے جنم لیا، جن میں جھوٹی نبوت کے دعوے، دین سے ارتداد، زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار اور دیگر کئی بنیادی تعلیماتِ اسلام سے انحراف شامل ہے۔ انہی فتنوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے خارجی فکر کے حاملین اپنے باغیانہ نظریات کی ترویج کرتے رہے اور اپنے آپ کو ایک منظم شکل دینے کی طرف سرگرم عمل رہے۔ یہاں تک کہ سیدنا عثمان غنی ؓ کے دورِ اواخر میں بلوایوں کی تحریک میں آپ کو قتل کرنے کی سازش تیار کرنے والے لوگ بھی اس انتہاء پسندانہ رجحان کے حامل تھے جن میں سے ایک نمایاں شخص عبد اللہ بن سبأ تھا۔ اس انتہاء پسند دہشت گرد گروہ نے پہلی مرتبہ مدینہ منورہ میں سیدنا عثمان غنی ؓ کے عہدِ حکومت میں خالص اسلامی حکومت کی اتھارٹی اور ریاستی نظم کو چیلنج کیا۔

امام حاکم المستدرک میں ایک تابعی حسین بن خارجہ کا واقعہ نقل کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

لَمَّا كَانَتِ الْفِتْنَةُ الْأُولَى أَشْكَلْتُ عَلَيَّ فَقُلْتُ: اللَّهُمَّ ارْنِي أَمْرًا مِنْ أَمْرِ الْحَقِّ أَتَمْسُكُ بِهِ. قَالَ: فَأَرَيْتَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ وَبَيْنَهُمَا حَائِطٌ غَيْرَ طَوِيلٍ، وَإِذَا أَنَا بِجَائِزٍ فَقُلْتُ: لَوْ تَشَبَّثَ بِهَذَا الْجَائِزِ لَعَلِّي أَهْبَطُ إِلَى قَتْلَى أَشْجَعٍ لِيُخْبِرُونِي قَالَ: فَهَبَطْتُ بِأَرْضِ ذَاتِ شَجَرٍ وَإِذَا أَنَا بِنَفَرٍ جُلُوسٍ فَقُلْتُ: أَنْتُمْ الشُّهَدَاءُ؟ قَالُوا: لَا نَحْنُ الْمَلَائِكَةُ. قُلْتُ: فَأَيْنَ الشُّهَدَاءُ؟ قَالُوا: تَقْدُمُ إِلَى الدَّرَجَاتِ الْعُلَى إِلَى مُحَمَّدٍ ﷺ، فَتَقْدُمُ فَإِذَا أَنَا بِدَرَجَةِ اللَّهِ أَعْلَمُ مَا هِيَ السَّعَةُ وَالْحَسَنُ؟ فَإِذَا أَنَا بِمُحَمَّدٍ ﷺ وَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ يَقُولُ لِإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اسْتَغْفِرْ لِأُمَّتِي. فَقَالَ لَهُ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّكَ لَا

تدری ما أحدثوا بعدک، أراقوا دماءهم وقتلوا إمامهم، ألا فعلوا
کما فعل خلیلی سعد. قلت: أرانی قد أريت أذهب إلی سعد،
فأنظر مع من هو، فأكون معه فأتیته، فقصصت علیه الرؤیا، فما
أكثر بها فرحا. وقال: قد شقي من لم یکن له إبراهیم عليه السلام خلیلا.
قلت: فی أي الطائفتین أنت؟ قال: لست مع واحد منهما. قلت:
فکیف تأمرنی؟ قال: ألك ماشیة؟ قلت: لا. قال: فاشتر ماشیة
واعترل فیها حتی تنجلي. ^(۱)

”حضرت حسین بن خارجہ فرماتے ہیں: جب پہلا فتنہ ظاہر ہوا تو مجھ پر فیصلہ
مشکل ہو گیا (کہ اس میں حصہ لوں یا نہ لوں)۔ پس میں نے کہا: اے اللہ! مجھے
امرِ حق دکھا جسے میں تھام لوں۔ فرماتے ہیں: پس مجھے (خواب میں) دنیا اور
آخرت دکھائی گئی اور ان دونوں کے درمیان ایک دیوار تھی جو کہ زیادہ لمبی نہ تھی
اور میں نے اپنے آپ کو دیوار پر دیکھا تو میں نے کہا کہ اگر میں اس دیوار پر
معلق رہا تو ہو سکتا ہے کہ میں اشج کے مقتولوں پر اتروں تاکہ وہ مجھے خبر دیں۔
فرماتے ہیں: پس میں ایسی زمین پر اُترا جو کہ شجر دار یعنی سرسبز و شاداب تھی، تو
میں نے ایک گروہ دیکھا جو کہ بیٹھا ہوا تھا، میں نے کہا: تم شہید ہو؟ انہوں نے
کہا: نہیں ہم فرشتے ہیں۔ میں نے کہا: شہید کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: بلند
درجات کی طرف تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاؤ۔ جب میں آگے بڑھا
تو ایسا مقام دیکھا جس کی وسعت اور حسن و جمال اللہ ہی بہتر جانتا ہے، تو میں
نے وہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم عليه السلام کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۴۹۹، رقم: ۸۳۹۴

۲۔ ابن عبد البر، التمهید، ۱۹: ۲۲۲

۳۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱: ۱۲۰

ﷺ سے فرما رہے تھے: آپ میری اُمت کے لیے مغفرت کی دعا کیجیے۔ تو حضرت ابراہیم ﷺ نے ان سے کہا: کیا آپ نہیں جانتے کہ ان میں سے بعضوں نے آپ کے بعد کیا نئے فتنے شروع کیے؟ انہوں نے اپنوں کا خون بہایا اور اپنے حاکم کو قتل کیا ہے۔ وہ ایسا کیوں نہیں کرتے جیسا میرے دوست سعد نے کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ نے مجھے جو دکھا دیا ہے اس میں یہ راہ سمجھائی ہے کہ میں سعد کے پاس جاؤں۔ پس اس کا معاملہ دیکھوں تو اس کے ساتھ ہو جاؤں۔ لہذا میں ان کے پاس آیا اور ان کو خواب کا واقعہ سنایا تو وہ اس سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا: وہ شخص بدنصیب ہے جس کے خلیل ابراہیم ﷺ نہ ہوں۔ میں نے کہا: آپ ان دو گروہوں میں سے کس کے ساتھ ہیں؟ انہوں نے کہا: میں ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ نہیں ہوں۔ میں نے کہا: آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ انہوں نے کہا: کیا آپ کے پاس مویشی ہیں؟ میں نے کہا: نہیں، انہوں نے فرمایا: مویشی خرید کر علیحدہ ہو جاؤ یہاں تک کہ صورتِ حال واضح ہو جائے۔“

امام ابن عبد البر نے التمهید^(۱) میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے الإصابة فی تمییز الصحابة^(۲) میں روایت میں مذکور الفتنة الأولى سے مراد حضرت عثمان غنی ؓ کی شہادت کے موقع پر اُمتِ مسلمہ میں پیدا ہونے والا فتنہ لیا ہے۔ یہی فتنہ پرور دہشت گرد لوگ ہی ظاہراً دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ جن دو گروہوں کا اشارہ مذکورہ بالا روایت میں ہے۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی ؓ کو شہید کرنے والے لوگ فتنہ کی آگ بھڑکانے والے تھے۔ وہی دین میں بدعت کے مرتکب ہوئے اور یہی

(۱) ابن عبد البر، التمهید، ۱۹: ۲۲۲

(۲) عسقلانی، الإصابة فی تمییز الصحابة، ۲: ۱۷۲، رقم: ۱۹۷۹

لوگ بدعتی کہلائے، یہی وہ فتنہ پرور، متعصب اور انتہا پسند لوگ تھے جنہوں نے سیدنا علیؑ کے دور میں جنگِ صفین کے بعد خارجی گروہ کی باقاعدہ بنیاد رکھی تھی۔

۵۔ عہدِ علوی میں خوارج کا تحریکی آغاز

فتنہ خوارج کے علم برداروں کے پیشِ نظر دین کے نام پر مسلم ریاست کو destabilize کرنا اور اس کی نظریاتی بنیادوں کو کھوکھلا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یہ حکومتِ وقت کے خلاف مسلح جد و جہد اور بغاوت کے ذریعے دہشت گردانہ کارروائیاں کرتے ہیں اور مساجد و عبادت گاہوں، گھروں، تعلیمی اداروں، مارکیٹوں اور public places پر معصوم و بے گناہ شہریوں کا خون بہاتے ہیں۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خوارج کا احتجاج مذاکرات (dialogue) اور پُر امن مصالحت (peaceful settlement of dispute) کے خلاف تھا جسے سیدنا علی المرتضیٰؑ نے جنگِ صفین کے موقع پر ”تحکیم“ کی صورت میں اپنایا تھا۔ جب تک فضا جنگ جاری رہنے کے حق میں تھی خوارج حضرت علیؑ کے لشکر میں لڑنے کے لئے پیش پیش تھے۔ جونہی آپؑ نے خون خرابے سے بچنے کے لئے تحکیم یعنی ثالثی (arbitration) کے راستے کو اپنایا تو وہ پُر امن مصالحت اور ثالثی کے عمل کو رد کرتے ہوئے سیدنا علیؑ کے لشکر سے نکل گئے۔ آپؑ کو معاذ اللہ کافر کہنے لگے اور واضح طور پر باغی اور دہشت گرد گروہ تیار کر کے نام نہاد جہاد کے نام پر حضرت علیؑ اور اُمتِ مسلمہ کے خلاف برسرِ پیکار ہو گئے۔ اپنے منظم ظہور کے وقت انہوں نے یہ نعرہ لگایا تھا:

لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ.

”اللہ کے سوا کوئی حکم نہیں کر سکتا۔“

۱۔ خوارج کے اس عمل سے جب حضرت علیؑ کو آگاہی ہوئی تو آپؑ نے فرمایا:

كَلِمَةٌ حَقٌّ أُرِيدَ بِهَا بَاطِلٌ. ^(۱)

”بات تو حق ہے لیکن اس کا مقصود باطل ہے۔“

۲۔ بعض کتب میں ہے کہ حضرت علی ؓ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

إِنْ سَكَنُوا غَمَمَنَاهُمْ وَإِنْ تَكَلَّمُوا حَجَجَنَاهُمْ وَإِنْ خَرَجُوا عَلَيْنَا قَاتَلْنَاهُمْ. ^(۲)

”اگر وہ خاموش رہے تو ہم ان پر چھائے رہیں گے اور اگر انہوں نے کلام کیا تو ہم ان سے دلیل کے ساتھ بات کریں گے، اور اگر انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی تو ہم ان سے لڑیں گے۔“

۳۔ حضرت علی ؓ کے خلاف مسلح بغاوت کرتے ہوئے خوارج نے عراق کی سرحد پر واقع علاقے حروراء کو اپنا مرکز بنا لیا۔ انہوں نے حضرت علی ؓ کے خلاف ”شُرک“ اور ”بدعت“ کے الزامات لگائے، آپ کو کافر قرار دیا اور آپ کے خلاف مسلح بغاوت کر دی۔ یہ قتل و غارت گری اور دہشت گردی کی ابتداء تھی۔ اُن کا ابتدائی نقطہ نظر ہی یہ تھا:

تَحْكُمُونَ فِي أَمْرِ اللَّهِ الرَّجَالُ؟ لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ! ^(۳)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل

الخوارج، ۲: ۷۴۹، رقم: ۱۰۶۶

۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۱۶۰، رقم: ۸۵۶۲

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۵۵۷، رقم: ۳۷۹۰۷

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۱۷۱، رقم: ۱۶۳۷۸

(۲) ۱۔ ابن اثیر، الكامل فی التاریخ، ۳: ۲۱۲، ۲۱۳

۲۔ طبری، تاریخ الأمم والملوک، ۳: ۱۱۴

(۳) ابن اثیر، الكامل فی التاریخ، ۳: ۱۹۶

”تم اللہ کے امر میں آدمیوں کو حکم بناتے ہو؟ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی حکم نہیں کر سکتا۔“

۴۔ ایک خارجی لیڈر یزید بن عاصم محاربی نے خروج کرتے ہوئے خطبہ پڑھا:
 ”تمام حمد اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے جس سے ہم مستغنی نہیں ہو سکتے۔ یا اللہ! ہم اس امر سے پناہ مانگتے ہیں کہ اپنے دین کے معاملے میں کسی قسم کی کمزوری اور خوشامد سے کام لیں کیونکہ اس میں ذلت ہے جو اللہ تعالیٰ کے غضب کی طرف لے جاتی ہے۔ اے علی! کیا تم ہمیں قتل سے ڈراتے ہو؟ آگاہ رہو! اللہ کی قسم! میں امید رکھتا ہوں کہ ہم تمہیں تلواروں کی دھار سے ماریں گے تب تم جان لو گے کہ ہم میں سے کون عذاب کا مستحق ہے۔“ (۱)

۵۔ اسی طرح ایک اور خارجی لیڈر کے خطبہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

أخرجوا بنا من هذه القرية الظالم أهلها إلى بعض كُور الجبال أو إلى بعض هذه المدائن منكرين لهذه البدع المضلة. (۲)
 ”اس شہر کے لوگ ظالم ہیں، اس لیے ہمارے اوپر لازم ہے کہ اس شہر کو چھوڑ کر پہاڑوں یا دوسرے شہروں کی طرف نکل جائیں تاکہ ان گمراہ کن بدعتوں سے ہمارا انکار ثابت ہو جائے۔“

۶۔ جب سب سرکردہ خوارج شریح ابنِ اوفی عیسیٰ کے گھر جمع ہوئے تو اس مجلس میں ابنِ وہب نے کہا:

اشخصوا بنا إلى بلدة نجتمع فيها لإنفاذ حكم الله، فإنكم أهل الحق. (۳)

(۱) ابن اثیر، الكامل فی التاریخ، ۳: ۳۱۳

(۲) ابن اثیر، الكامل فی التاریخ، ۳: ۳۱۳، ۳۱۴

(۳) ابن اثیر، الكامل فی التاریخ، ۳: ۳۱۴

”اب کوئی شہر ایسا دیکھنا چاہیے کہ ہم سب اس میں جمع ہوں اور اللہ تعالیٰ کا حکم جاری کریں کیونکہ اہل حق اب تمہیں لوگ ہو۔“

۷۔ اب خوارج کا وہ بیان پڑھیے جو انہوں نے حضرت علیؑ کے خط کے جواب میں دیا:

أما بعد: فانك لم تغضب لربك وإنما غضبت لنفسك،
فان شهدت على نفسك بالكفر واستقبلت التوبة، نظرنا فيما
بيننا وبينك، وإلا فقط نبذناك على سواء أن الله لا يحب
الخانئين. (۱)

”اب تمہارا غضب خدا کے واسطے نہیں ہے اس میں نفسانیت شریک ہے۔ تم اب بھی اگر اپنے کفر کا اقرار کرتے ہو اور نئے سرے سے توبہ کرتے ہو تو دیکھا جائے گا ورنہ ہم نے تم کو دور کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔“

خوارج کے ان خطبات اور جوابی خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرت علیؑ کی مخالفت کرتے ہوئے خود کو توحید اور حق کے علم بردار جب کہ سیدنا علی مرتضیٰؑ کو (معاذ اللہ) شرک اور بدعت کا نمائندہ تصور کر رہے تھے۔ بدعت اور شرک سے ان کی بزم خویش نفرت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے حضرت علیؑ کے شہر کو بھی اس خیال سے کہ یہ بدعتیوں کا شہر ہے، چھوڑ دیا اور جنگوں، صحراؤں اور پہاڑوں میں گھات لگا کر بیٹھ گئے جہاں وہ اپنے مخالفین کو پکڑ کر ظلم و ستم کا نشانہ بناتے اور انہیں قتل کر دیتے۔ بعد ازاں حضرت علیؑ نے صحابہ کرامؓ کا لشکر لے کر خوارج کی ریشہ دانیوں، دین دشمن کارروائیوں اور سازشوں کے جواب میں ان کے خلاف عسکری کارروائی کی اور انہیں شکست فاش سے

دو چار کیا۔ کیوں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے ارشاداتِ گرامی میں ان کا قلع قمع کر دینے کی پیشین گوئی اور حکم فرمایا تھا۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ریاستی سطح پر ان کی سرکوبی کی۔ امام مسلم اور دیگر محدثین نے یہ پورا واقعہ بالتفصیل حضرت زید بن وہب جہنی سے روایت کیا ہے جو کہ درج ذیل ہے:

أَنَّهُ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِينَ كَانُوا مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الَّذِينَ سَارُوا إِلَى الْخَوَارِجِ، فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَيْسَ قِرَاءَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صَلَاتُكُمْ إِلَى صَلَاتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صِيَامُكُمْ إِلَى صِيَامِهِمْ بِشَيْءٍ، يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُونَ أَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ، لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ، يَمُرُّونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمُرُّ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. لَوْ يَعْلَمُ الْجَيْشُ الَّذِينَ يُصِيبُونَهُمْ مَا قُضِيَ لَهُمْ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ ﷺ لَا تَكُلُوا عَنِ الْعَمَلِ وَآيَةُ ذَلِكَ أَنَّ فِيهِمْ رَجُلًا لَهُ عَضُدٌ وَلَيْسَ لَهُ ذِرَاعٌ عَلَى رَأْسِ عَضُدِهِ مِثْلُ حَلْمَةِ الثَّدِيِّ عَلَيْهِ شَعْرَاتٌ بَيْضٌ. فَتَذْهَبُونَ إِلَى مُعَاوِيَةَ وَأَهْلِ الشَّامِ وَتَتْرَكُونَ هَؤُلَاءِ يَخْلِفُونَكُمْ فِي دَرَارِيكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَاللَّهُ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَكُونُوا هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ فَإِنَّهُمْ قَدْ سَفَكُوا الدَّمَ الْحَرَامَ وَأَغَارُوا فِي سَرَحِ النَّاسِ فَسِيرُوا عَلَى اسْمِ اللَّهِ.

قَالَ سَلَمَةُ بْنُ كَهِيلٍ فَزَلَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ مَنَزِلًا حَتَّى قَالَ مَرَرْنَا عَلَى قَنْطَرَةٍ فَلَمَّا التَّقَيْنَا وَعَلَى الْخَوَارِجِ يَوْمَئِذٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ الرَّاسِبِيُّ فَقَالَ لَهُمْ: أَلْقُوا الرِّمَاحَ وَسَلُّوا سُيُوفَكُمْ مِنْ جُفُونِهَا فَإِنِّي

أَخَافُ أَنْ يُنَاشِدُوكُمْ كَمَا نَاشِدُوكُمْ يَوْمَ حُرُورَاءَ، فَرَجِعُوا
فَوَحِّشُوا بِرِمَاحِهِمْ وَسَلُّوا السُّيُوفَ وَشَجَرَهُمُ النَّاسُ بِرِمَاحِهِمْ.
قَالَ: وَقُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَمَا أُصِيبَ مِنَ النَّاسِ مِنْ أَصْحَابِ
عَلِيٍّ يَوْمَئِذٍ إِلَّا رَجُلَانِ، فَقَالَ عَلِيٌّ عليه السلام: اَلْتَمِسُوا فِيهِمُ الْمُخَدَجَ
فَالْتَمِسُوهُ فَلَمْ يَجِدُوهُ، فَقَامَ عَلِيٌّ عليه السلام بِنَفْسِهِ حَتَّى أَتَى نَاسًا قَدْ قُتِلَ
بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ قَالَ: أَخِرُّوهُمْ فَوَجَدُوهُ مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ فَكَبَّرَ،
ثُمَّ قَالَ: صَدَقَ اللَّهُ، وَبَلَغَ رَسُولُهُ. قَالَ: فَقَامَ إِلَيْهِ عَبِيدَةُ السَّلْمَانِيُّ:
فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَسِمَعْتَ هَذَا
الْحَدِيثَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: إِي وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ!
حَتَّى اسْتَحْلَفَهُ ثَلَاثًا، وَهُوَ يَحْلِفُ لَهُ. (۱)

”وہ (حضرت زید بن وہب) اس لشکر میں تھے جو حضرت علی عليه السلام کے ساتھ
خوارج سے جنگ کے لئے گیا تھا۔ حضرت علی عليه السلام نے فرمایا: اے لوگو! میں
نے رسول اللہ صلى الله عليه وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلى الله عليه وسلم نے فرمایا: میری امت میں ایک
گروہ ظاہر ہوگا وہ ایسا (خوبصورت) قرآن پڑھے گا کہ ان کے پڑھنے کے

(۱) ۱- مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل

الخوارج، ۲: ۷۴۸، رقم: ۱۰۶۶

۲- أبو داود، السنن، کتاب السنن، باب فی قتال الخوارج، ۴: ۲۴۴،

رقم: ۳۷۶۸

۳- نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۱۶۳، رقم: ۸۵۷۱

۴- أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۹۱، رقم: ۷۰۶

۵- عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۴۷

۶- بزار، المسند، ۲: ۱۹۷، رقم: ۵۸۱

سامنے تمہارے قرآن پڑھنے کی کوئی حیثیت نہ ہوگی، ان کی نمازوں کے سامنے تمہاری نمازوں کی کچھ حیثیت نہ ہوگی، ان کے روزوں کے سامنے تمہارے روزوں کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔ وہ یہ سمجھ کر قرآن پڑھیں گے کہ وہ ان کے حق میں ہے حالانکہ وہ ان کے خلاف حجت ہوگا۔ نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی اور وہ اسلام سے ایسے خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔ جو لشکر ان کی سرکوبی کے لیے جا رہا ہوگا اگر وہ اس ثواب کو جان لے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی ﷺ کی زبان پر کیا ہے تو وہ باقی اعمال کو چھوڑ کر اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک ایسا آدمی ہوگا جس کے شانہ میں ہڈی نہیں ہوگی اور اس کے شانہ کا سر عورت کے پستان کی طرح ہوگا جس پر سفید رنگ کے بال ہوں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (اپنے لشکر سے) فرمایا: تم معاویہ اور اہل شام کی طرف جاتے ہو مگر ان خوارج کو چھوڑ جاتے ہو تا کہ یہ تمہارے پیچھے تمہاری اولاد اور تمہارے اموال کو ایذا دیں، بخدا! مجھے امید ہے کہ یہ وہی قوم ہے جس نے ناحق خون بہایا اور لوگوں کی چراگا ہوں یعنی اموال کو لوٹ لیا، تم اللہ کا نام لے کر ان سے قتال کے لیے روانہ ہو جاؤ۔

”سلمہ بن کہیل کہتے ہیں: پھر مجھ سے (اس کے راوی) زید بن وہب نے ایک ایک منزل کا تذکرہ کیا اور بیان کیا کہ جب ہم جا کر ان سے ملے تو ہمارا ایک پل سے گزر ہوا، اس وقت خوارج کا سپہ سالار عبد اللہ بن وہب راسبی تھا، اس نے حکم دیا کہ اپنے نیزے پھینک دو اور تلواریں میان سے نکال لو کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ یہ تم پر اس طرح حملہ کریں گے جس طرح یومِ حراء میں کیا تھا۔ چنانچہ وہ پھرے، انہوں نے اپنے نیزے پھینک دیے اور تلواریں سونت لیں، لوگوں نے ان پر اپنے نیزوں سے حملہ کیا اور بعض نے بعض کو قتل کرنا

شروع کر دیا، اس روز حضرت علیؑ کے لشکر سے صرف دو آدمی شہید ہوئے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: ان میں اسی ناقص آدمی کو تلاش کرو، انہوں نے اسے ڈھونڈا لیکن وہ نہ ملا۔ حضرت علیؑ خود اٹھے اور وہاں گئے جہاں ان کی لاشیں ایک دوسرے پر پڑی تھیں، آپ نے فرمایا: ان لاشوں کو اٹھاؤ۔ تو اس (علامت والے مطلوب) شخص کو زمین پر لگا ہوا پایا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اللہ اکبر، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور اس کے رسول ﷺ نے ہم تک صحیح احکام پہنچائے۔ عبیدہ سلمانی کھڑے ہوئے اور کہا: امیر المؤمنین! اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ کیا آپ نے خود حضور نبی اکرم ﷺ سے یہ حدیث سنی تھی؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: ہاں اللہ رب العزت کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس نے حضرت علیؑ سے تین مرتبہ حلف لیا اور آپ نے تین مرتبہ قسم کھائی۔“

بعض روایات میں اس ناقص بازو والے شخص کی علامات بھی بیان کی گئی ہیں کہ وہ شخص سیاہ رنگ کا ہوگا اور اُس کا ہاتھ بکری کے تھن یا عورت کے پستان کے سر کی طرح ہوگا۔ جب حضرت علی بن ابی طالبؑ گروہ خوارج کا قلع قمع کر چکے تو فرمایا: اس نشانی والے آدمی کو تلاش کرو۔ انہوں نے اسے ڈھونڈا مگر وہ نہ ملا، فرمایا: اس کو پھر جا کر تلاش کرو، بخدا نہ میں نے جھوٹ بولا ہے نہ مجھے جھوٹ بتایا گیا ہے، یہ بات انہوں نے دویا تین بار کہی، حتیٰ کہ لوگوں نے اسے ایک کھنڈر میں ڈھونڈ لیا اور اس کی لاش لا کر حضرت علیؑ کے سامنے رکھ دی۔ اس واقعے کے راوی عبید اللہ کہتے ہیں: میں اس سارے معاملہ میں ان کے پاس موجود تھا اور حضرت علیؑ کا قول ان خوارج کے بارے میں ہی تھا۔^(۱)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل

الخوارج، ۲: ۷۴۹، رقم: ۱۰۶۶

۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۱۶۰، رقم: ۸۵۶۲

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۳۸۷، رقم: ۶۹۳۹

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۱۷۱، رقم: ۱۶۴۷۸

خوارج کا یہ حال دیگر کتبِ حدیث میں مزید تفصیلات کے ساتھ بیان ہوا ہے جسے حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

لما فارقت الخوارج علياً خرج في طلبهم وخرجنا معه، فانتبهينا إلى عسكر القوم فإذا لهم دوي كدوي النحل من قراءة القرآن، وفيهم أصحاب الثغنات وأصحاب البرانس، فلما رأيتهم دخلني من ذلك شدة فتحت فركزت رمحي ونزلت عن فرسي ووضعت برنسي، فنشرت عليه درعي، وأخذت بمقود فرسي فقممت أصلي إلى رمحي وأنا أقول في صلاتي: اللهم إن كان قتال هؤلاء القوم، لك طاعة فإذا ن لي فيه، وإن كان معصية فأرني براءتك فأنا كذلك إذا أقبل علي بن أبي طالب رضي الله عنه على بغلة رسول الله صلى الله عليه وسلم. فلما حاذاني قال: تعوذ بالله يا جندب، من شر الشك. فجئت أسعى إليه، ونزل، فقام يصلي إذا أقبل رجل على برذون يقرب به. فقال: يا أمير المؤمنين. قال: ما شأنك حاجة في القوم؟ قال: وما ذاك؟ قال: قد قطعوا النهر، فذهبوا، قلت: الله أكبر. فقال علي: ما قطعوه، ثم جاء آخر يستحضر بفرسه. فقال: يا أمير المؤمنين. قال: ما تشاء؟ قال: ألك حاجة في القوم؟ قال وما ذاك؟ قال: قد قطعوا النهر. فقال علي: ما قطعوه ولا يقطعوه، وليقتلن دونه عهد من الله ورسوله صلى الله عليه وسلم. ثم ركب، فقال لي: يا جندب! أما أنا فأبعث إليهم رجلاً يقرأ المصحف، يدعو إلى كتاب ربهم وسنة نبيهم، فلا يقبل علينا بوجه حتى يرشقوه بالنبل، يا جندب، أما أنه لا يقتل منا عشرة ولا ينجو منهم

عشرة. ثم قال: من يأخذ هذا المصحف فيمشي به إلى هؤلاء القوم فيدعوهم إلى كتاب ربهم وسنة نبيهم وهو مقتول وله الجنة فلم يجبه إلا شاب من بني عامر بن صعصعة. فقال له علي: خذ. فأخذ المصحف، فقال: أما إنك مقتول، ولست تقبل علينا بوجهك حتى يرشقوك بالنبل. فخرج الشاب يمشي بالمصحف إلى القوم، فلما دنا منهم حيث سمعوا القتال قبل أن يرجع فرماه إنسان، فأقبل علينا بوجه، فقعده فقال علي: دونكم القوم. قال جندب: فقتلت بكفي هذه ثمانية قبل أن أصلي الظهر وما قتل منا عشرة ولا نجا منهم عشرة.^(۱)

”جب خوارج علیحدہ ہو گئے تو حضرت علیؑ ان کی تلاش میں نکلے اور ہم بھی ساتھ تھے۔ جب ہم ان کے لشکر کے قریب پہنچے تو قرآن شریف پڑھنے کا ایک شور سنائی دیا۔ ان خوارج کی یہ حالت تھی کہ ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشانات نمایاں تھے۔ وہ ٹوپیاں اوڑھے ہوئے کمال درجہ کے زاہد و عابد نظر آ رہے تھے۔ ان کا یہ حال دیکھ کر تو ان سے قتال مجھ پر نہایت شاق ہوا۔ میں اپنے گھوڑے سے اُترا اور الگ ہو کر اپنا نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور اپنی ٹوپی اس پر رکھ دی اور زہ لٹکا دی۔ پھر میں نے گھوڑے کی لگام پکڑی اور نیزہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی اور میں نماز کے دوران میں دل میں کہہ رہا تھا: ”اے الہی! اگر اس قوم کا قتل کرنا تیری طاعت ہے تو مجھے اجازت مل جائے اور

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۴: ۲۲۷، رقم: ۴۰۵۱

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۲۲۷

۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۹۶

۴۔ شوکانی، نیل الأوطار، ۷: ۳۴۹

اگر معصیت ہے تو مجھے اس رائے پر اطلاع ہو۔“ ہنوز اس دعا سے فارغ نہ ہوا تھا کہ حضرت علیؑ میرے پاس آئے اور کہا: اے جندب! شک کے شر سے پناہ مانگو۔ میں یہ سنتے ہی ان کی طرف دوڑا تو وہ اتر کر نماز پڑھنے لگے۔ اتنے میں ایک شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہا: یا امیر المومنین! کیا آپ کو ان لوگوں سے جنگ کی ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ اُس نے کہا: وہ سب نہر عبور کر کے پار چلے گئے ہیں، اب ان کا تعاقب مشکل ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں، وہ پار نہیں گئے اور نہ ہی جائیں گے۔ جو ان کے مقابلے میں مارا جائے گا، اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا اس کے لیے جنت کا وعدہ ہے۔ پھر آپ سوار ہوئے اور مجھے فرمایا: اے جندب! میں ان کی طرف آدمی بھیجوں گا جو انہیں قرآنی احکام پڑھ کر سنائے گا اور انہیں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی دعوت دے گا۔ وہ رُخ نہیں پھیرے گا حتیٰ کہ وہ لوگ اس کو تیروں کی باڑ پر رکھ لیں گے۔ اے جندب! ہمارے دس شہید نہیں ہوں گے اور ان کے دس آدمی نہیں بچیں گے۔ پھر فرمایا: کوئی ہے جو یہ مصحف (قرآن) اس قوم کی طرف لے جائے اور ان کو اللہ کی کتاب اور حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت کی طرف بلائے، وہ مارا جائے گا اور اس کے لیے جنت ہوگی۔ بنی عامر کے ایک جوان کے سوا کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ نے اسے فرمایا: یہ مصحف لے جاؤ! اب تم لوٹ کر نہیں آؤ گے، وہ تمہیں تیروں کی باڑ پر رکھ لیں گے۔ وہ جوان قرآن لے کر ان کی طرف روانہ ہوا اور جب ایسی جگہ پہنچا جہاں سے ان کی آواز سن سکتا تھا تو وہ اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور تیر چلانے شروع کر دیے، ایک تیر جوان کو لگا اور وہ بیٹھ گیا۔ حضرت علیؑ نے اپنے آدمیوں سے فرمایا: اب تم بھی حملہ کر دو۔ حضرت جندبؓ فرماتے ہیں: میں نے نمازِ ظہر تک ان کے آٹھ ساتھی قتل کر ڈالے۔ (جیسا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا) ہمارے دس آدمی شہید نہ ہوئے اور ان کے دس آدمی نہ بچے۔“

حضرت جندب رضی اللہ عنہ پر خوارج کی ظاہری پارسائی، ان کی دین داری اور عبادت و ریاضت کا بہت اثر تھا باوجودیکہ وہ تمام علامات ان میں موجود تھیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی تھیں اور ساری پیشین گوئیاں بھی صحیح ثابت ہوئی تھیں مگر ان کی وضع قطع اور پرہیزگاری دیکھ کر پھر بھی دل ڈرتا تھا کہ کہیں ان کے ہاتھ سے حق پرست لوگ قتل نہ ہو جائیں۔

مسند أحمد بن حنبل، السنن الكبرى للنسائي اور دیگر کتب میں طارق بن زیاد کا بیان ہے:

خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ إِلَى الْخَوَارِجِ فَقَتَلَهُمْ، ثُمَّ قَالَ: انْظُرُوا فَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: إِنَّهُ سَيُخْرِجُ قَوْمٌ يَتَكَلَّمُونَ بِالْحَقِّ لَا يَجَاوِزُ حَلْقَهُمْ، يَخْرُجُونَ مِنَ الْحَقِّ كَمَا يَخْرُجُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، سِيمَا هُمْ أَنْ فِيهِمْ رَجُلًا أَسْوَدَ مُخَدَّجِ الْيَدِ، فِي يَدِهِ شِعْرَاتٌ سُودٌ، إِنْ كَانَ هُوَ فَقَدْ قَتَلْتُمْ شَرَّ النَّاسِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ هُوَ فَقَدْ قَتَلْتُمْ خَيْرَ النَّاسِ. فَبَكَيْنَا ثُمَّ قَالَ: اطْلُبُوا. فَطَلَبْنَا، فَوَجَدْنَا الْمُخَدَّجَ، فَخَرَرْنَا سُجُودًا وَخَرَّ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ مَعَنَا. (۱)

”ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج کی طرف (ان سے جنگ کے لیے) نکلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا خاتمہ کیا، پھر فرمایا: دیکھو بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب ایسے لوگ نکلیں گے کہ حق کی بات کریں گے

(۱) ۱۔ نسائی، السنن الكبرى، ۵: ۱۶۱، رقم: ۸۵۶۶

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۰۷، رقم: ۸۴۸

۳۔ أحمد بن حنبل، فضائل الصحابة، ۲: ۷۱۴، رقم: ۱۲۲۴

۴۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۴: ۳۶۲، رقم: ۷۶۸۹

۵۔ مروزی، تعظیم قدر الصلاة، ۱: ۲۵۶، رقم: ۲۴۷

لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی، وہ حق سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک شخص سیاہ فام ہوگا جس کا ہاتھ ناقص اور اس پر سیاہ بال ہوں گے۔ اس کو ڈھونڈو۔ اگر وہ شخص ان میں ہے تو سمجھ جاؤ کہ تم نے بدترین لوگوں کو مارا اور اگر وہ نہ ملا تو سمجھ لو کہ تم نے بہترین لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ یہ سن کر ہمیں سخت پریشانی ہوئی اور ہم رونے لگے۔ آپ نے فرمایا: ڈھونڈو تو سہی۔ جب خوب تلاش کی گئی تو اس شخص کی لاش مل گئی۔ تمام اہل لشکر سجدہ شکر میں گر گئے اور حضرت علیؑ نے بھی ہمارے ساتھ سجدہ شکر ادا کیا۔“

۶۔ خوارج کے عقائد و نظریات

اب تک کی گئی بحث سے واضح ہو گیا کہ بعض اوقات معاشرے میں ایسا کج فہم اور تنگ نظر طبقہ بھی پیدا ہو جاتا ہے، جو بالکل نادان، دینی حکمت و بصیرت اور اس کے تقاضوں سے مکمل طور پر نا آشنا ہوتا ہے۔ وہ ظاہری طور پر صالح اعمال کی سختی سے پابندی کرتا ہے جس کے باعث وہ اس گھمنڈ میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ وہ پکا مسلمان اور دین کا پاسبان ہے اور اسے اللہ کے مقرب ہونے کا درجہ حاصل ہے، اس کے سوا باقی سب کفر و شرک میں مبتلا اور خدا کے نافرمان ہیں۔ اس لئے اس کا حق بنتا ہے کہ وہ بزورِ بازو دوسروں کو بھی راہِ راست پر لائے، وہ گروہ اُدْعُ اِلٰی سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ^(۱) (اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت کے ساتھ بلائیے) اور لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ^(۲) (دین میں کوئی زبردستی نہیں) کو بالکل بھول جاتا ہے۔ شیطان اس کے ذہن میں ڈال دیتا ہے کہ وہ سب سے افضل و اعلیٰ اور سچا مسلمان ہے بلکہ اس کے مقابلے میں دوسرے لوگ مسلمان ہی نہیں۔ اس لئے اس کا حق بنتا ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی اپنا ہم خیال بنائے۔ یہی وہ موڑ

(۱) النحل، ۱۶: ۱۲۵

(۲) البقرة، ۲: ۲۵۶

ہے جہاں پر شیطان ان کو اپنے ڈھب پر لے آتا ہے اور ان کے ذہن میں یہ فاسد خیال ڈال دیتا ہے کہ تم جیسا کوئی نہیں۔ تم ان بے عمل مسلمانوں کو اپنے طریق پر لانے یا انہیں ختم کرنے کے لیے ان کے ساتھ جو چاہے سلوک کرو، خوں ریزی اور دہشت گردی کرو، مال و متاع لوٹو، تمہیں کوئی گناہ نہیں ہوگا، تم جو کچھ کرو گے سب جہاد ہوگا۔ ان ہی کے بارے میں قرآن مجید نے فرمایا ہے کہ اللہ کے ہاں یہ خسارہ پانے والا گروہ ہوگا، مگر وہ خود کو بڑا نیکو کار سمجھے گا اور اس گھمنڈ میں مبتلا ہوگا کہ وہ بڑی خیر پھیلا رہا ہے۔^(۱)

۱۔ خوارج کے باطل عقائد و موعومات کے بارے میں امام شہرستانی (م ۵۴۸ھ) الملل والنحل میں لکھتے ہیں:

کبار فرق الخوارج ستة: الأزارقة والنجدات والعجارة والثعلابة والإباضية والصفريّة والباقون فروعهم، ويرون الخروج على الإمام إذا خالف السنة حقاً واجباً. هم الذين خرجوا على أمير المؤمنين علي عليه السلام حين جرى أمر الحكمين واجتمعوا بحروراء من ناحية الكوفة ورئيسهم عبد الله بن الكواء وعتاب بن الأعرور وعبد الله بن وهب الراسبي وعروة بن جرير ويزيد بن

(۱) قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَّهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا^(۱)

”فرما دیجیے: کیا ہم تمہیں ایسے لوگوں سے خبردار کر دیں جو اعمال کے حساب سے سخت خسارہ پانے والے ہیں ۝ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جد و جہد دنیا کی زندگی میں ہی برباد ہوگئی اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بڑے اچھے کام انجام دے رہے ہیں ۝“

عاصم المحاربی و حرقوص بن زهیر البجلي المعروف بذي
الثدية وكانوا يومئذ في اثني عشر ألف رجل أهل صلاة وصيام
أعنى يوم النهروان. وهم الذين أولهم ذو الخويصرة
وآخرهم ذو الثدية. (۱)

”خوارج کے بڑے بڑے گروہ چھ ہیں: ازرقہ، نجدات، عجارہ، ثعالبہ، اباضیہ،
صفریہ اور بقیہ خوارج ان کی فروع ہیں (اس طرح ان کے کل فرقے بیس بن
جاتے ہیں) اور جب کوئی حکومت، سنت کی مخالفت کرے تو یہ اس کے مقابلہ
میں بغاوت کو واجب سمجھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے امیر المومنین
حضرت علیؑ کے مقابلہ میں اس وقت بغاوت کی جب تحکیم (arbitration؛
ثالثی) کا حکم جاری ہوا تھا، اور جو لوگ حروراء کے مقام پر کوفہ کی ایک جانب
جمع ہو گئے تھے۔ ان کے بانیان عبداللہ بن الکواء، عتاب بن الاعور، عبداللہ بن
وہب راسبی، عروہ بن جریر، یزید بن عاصم محارب، حرقوص بن زہیر بجلی المعروف
بہ ذوالثدیہ تھے۔ اُس وقت یعنی نہروان کی جنگ کے وقت ان کی تعداد بارہ
ہزار تھی اور یہ صوم و صلاۃ کے بہت پابند تھے۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جن کا
پہلا شخص ذوالخویصرہ اور (پہلے منظم ظہور میں) آخری ذوالثدیہ ہے۔“

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

وقال القاضي أبو بكر بن العربي: الخوارج صنفان أحدهما يزعم
أن عثمان وعلياً وأصحاب الجمل وصفين وكل من رضى
بالتحكيم كفار والآخر يزعم أن كل من أتى كبيرة فهو كافر
مخلد في النار أبداً، وزاد نجدة على معتقد الخوارج أن من لم

یخرج ويحارب المسلمين فهو كافر، ولو اعتقد معتقدهم۔^(۱)

”قاضی ابوبکر بن عربی نے فرمایا: خوارج کی دو قسمیں ہیں۔ جن میں سے ایک گروہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، جنگ جمل و صفین میں حصہ لینے والے تمام لوگ اور ہر وہ شخص جو تحکیم (arbitration) سے راضی ہوا، سب کافر ہیں۔ اور دوسرا گروہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جس شخص نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا وہ کافر ہے جو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اور (یہاں کے خارجی لیڈر) نجدہ بن عامر نے خوارج کے ان مذکورہ بالا عقائد پر اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص امت مسلمہ کے خلاف بغاوت اور ان (خوارج) کے ساتھ مل کر مسلح جنگ نہ کرے تو وہ بھی کافر ہے اگرچہ وہ ان خوارج جیسے عقائد ہی رکھتا ہو۔“

۳۔ خوارج کے کفریہ عقائد اور مسلمانوں کے خلاف ان کے انتہاء پسندانہ، ظالمانہ اور متعصبانہ رویے کو بیان کرتے ہوئے علامہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے:

فكانوا كما نعتهم النبي ﷺ: ”يقتلون أهل الإسلام ويدعون أهل الأوثان“^(۲) وكفروا علي بن أبي طالب وعثمان بن عفان ومن

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۸۳، ۲۸۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأنبياء، باب قصة يأجوج ومأجوج، ۳:

۱۲۱۹، رقم: ۳۱۶۶

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکوٰۃ، باب إعطاء المؤلفۃ، ۲: ۷۴۱،

رقم: ۱۰۶۴

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۲۴۳، رقم: ۲۷۶۴

۴۔ نسائی، السنن، ۵: ۸۷، رقم: ۲۵۷۸

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۶۸، رقم: ۱۱۶۶۶

والاھما۔ وقتلوا علی بن ابی طالب مستحلین لقتله۔ قتله عبد الرحمن بن ملجم المرادی منهم، وکان هو وغیره من الخوارج مجتہدین فی العبادۃ، لکن کانوا جہالاً فارقوا السنۃ والجماعۃ: فقال هؤلاء: ما الناس إلا مؤمن أو کافر؛ والمؤمن من فعل جمیع الواجبات وترك جمیع المحرمات: فمن لم یکن كذلك فهو کافر: مخلد فی النار۔ ثم جعلوا کل من خالف قولهم كذلك۔ فقالوا: ان عثمان وعلیاً ونحوهما حکموا بغير ما أنزل اللہ، وظلموا فصاروا کفاراً^(۱)۔

”خوارج ایسے لوگ تھے جن کی صفت حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ بیان کی تھی کہ ”وہ اہل اسلام سے لڑیں گے اور بت پرستوں سے صلح رکھیں گے۔“ انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کا ساتھ دینے والوں کی تکفیر کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خون کو مباح قرار دیتے ہوئے انہیں شہید کیا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عبد الرحمن بن ملجم المرادی نے شہید کیا جو کہ خارجیوں میں سے تھا۔ یہ اور اس کے علاوہ دیگر خوارج بہت عبادت گزار تھے لیکن حقیقت میں وہ حکمتِ دین سے نابلد تھے کیوں کہ انہوں نے سنت اور جماعت کو چھوڑ دیا تھا۔ ان کے عقیدے کے مطابق انسان مؤمن ہوگا یا کافر۔ لہذا ان کے نزدیک مؤمن وہ ہے جو تمام واجبات پر عمل کرے اور تمام محرمات کو ترک کرے۔ جو ایسا نہیں کرتا وہ کافر اور دائمی جہنمی ہے۔ پھر انہوں نے ہر اُس شخص کی بھی اسی طرح تکفیر کرنا شروع کر دی جس نے ان کی باتوں کی مخالفت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی طرح دیگر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے خلاف حکومت کی ہے اور وہ

ظلم کا ارتکاب کرتے رہے۔ پس یہ سارے کافر ہو گئے ہیں۔ (نعوذ باللہ)“

اگر خوارج کے عقائد اور ان کی خصوصیات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ ثابت ہوگا کہ خوارج نے نہ صرف سنتِ نبوی ﷺ سے بغاوت کی بلکہ مسلمانوں کا خون بہانا بھی جائز قرار دے دیا۔ علامہ ابن تیمیہ خوارج کی معروف و مشہور خصوصیات بیان کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

ولہم خاصتان مشہورتان فارقوا بہما جماعة المسلمين
وأئمتهم: أحدهما: خروجهم عن السنة، وجعلهم ما ليس بسيئة
سيئة، أو ما ليس بحسنة حسنة.

الفرق الثانی فی الخوارج وأهل البدع: إنهم یکفرون بالذنوب
والسيئات. ویترب علی تکفیرهم بالذنوب استحلال دماء
المسلمین وأموالهم وإن دار الإسلام دار حرب ودارهم ہی دار
الإیمان. (۱)

”خوارج میں دو بدعات ایسی ہیں جو ان ہی کا خاصہ ہیں اور جن کی آڑ لے کر
انہوں نے اہل اسلام اور اسلامی ریاست کا ساتھ چھوڑا: ایک یہ کہ انہوں نے
سنت سے انحراف کیا؛ دوسری یہ کہ ”امورِ حسنہ“ کو ”امورِ سیئہ“ اور ”امورِ سیئہ“
کو ”امورِ حسنہ“ بنا دیا۔

”خوارج اور اہل بدعت میں دوسرا گروہ وہ ہے جو گناہوں اور معصیتوں پر بھی
لوگوں کو کافر قرار دیتا ہے اور اس بنا پر یہ مسلمانوں کا خون بہانا اور ان کے
اموال لوٹنا مباح جانتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ دار الاسلام، دار الحرب ہے
اور صرف ان کے اپنے گھر ہی دار الایمان ہیں۔“

۴۔ خوارج کا ایک نام حروریہ بھی ہے کیوں کہ دہشت گردوں کا پہلا گروہ عہدِ علویٰ میں حروراء کے مقام پر خوارج کے نام سے منظرِ عام پر آیا تھا۔ چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملہم میں لکھتے ہیں:

قوله رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ: ”عَنِ الْحُرُورِيَّةِ“ إلخ: هم الخوارج، جمع خارجة، أي طائفة، وهم قوم مبتدعون سُمُوا بذلك، لخروجهم عن الدين، وخروجهم على خيار المسلمين، وأصل ذلك أَنَّ بعض أهل العراق أنكروا سيرة بعض أقارب عثمان، فطعنوا على عثمان بذلك، وكان يقال لهم: القُرَّاء، لشدة اجتهادهم في التلاوة والعبادة، إِلَّا أَنَّهُمْ كَانُوا يَتَأَوَّلُونَ الْقُرْآنَ عَلَى غَيْرِ الْمُرَادِ مِنْهُ، وَيَسْتَبْذُونَ بِرَأْيِهِمْ، وَيَتَنَطَّعُونَ فِي الزَّهْدِ وَالْخُشُوعِ وَغَيْرِ ذَلِكَ، فَلَمَّا قَتَلَ عِثْمَانُ قَاتِلُوهُ مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَاعْتَقَدُوا كُفْرَ عِثْمَانَ وَمَنْ تَابَعَهُ، وَاعْتَقَدُوا إِمَامَةَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَفَرَ مَنْ قَاتَلَهُ مِنْ أَهْلِ الْجَمَلِ. (فانكروا التحكيم، فتركوه بصفين وصاروا خوارج).^(۱)

”آپ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ کا قول عن الحرورية میں حروریہ سے مراد خوارج ہیں اور خوارج خارجہ کی جمع ہے جس کا مطلب ہے ”گروہ“ یہ بدعتی لوگ ہیں جنہیں یہ نام ان کے دین سے خارج ہونے اور نیکوکار مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی وجہ سے دیا گیا۔ اس واقعہ کی اصل یہ ہے کہ بعض اہلِ عراق نے حضرت عثمان رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کے بعض قرابت داروں کے کردار پر اعتراض کیا اور اس وجہ سے حضرت عثمان رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کو بھی برا بھلا کہا، ان خارجیوں کو ان کی تلاوت اور عبادت میں سخت ریاضت کی وجہ سے ”قراء“ کہا جاتا تھا، مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ قرآن کی من مانی

تاویل میں کرتے تھے، اپنی رائے کو حتمی سمجھتے تھے اور زہد و خشوع وغیرہ میں غلو سے کام لیتے تھے۔ پھر جب حضرت عثمان ؓ شہید ہوئے تو انہوں نے حضرت علی ؓ کے ساتھ مل کر قتال کیا اور حضرت عثمان ؓ اور ان کے پیروکاروں کے کفر کا عقیدہ بنا لیا، اور حضرت علی ؓ کی حکومت کو مانا اور اہل جمل میں سے جن لوگوں نے آپ کے ساتھ لڑائی کی ان کو کافر قرار دیا۔ (پھر انہوں نے تحکیم (peaceful settlement of dispute اور arbitration) کا انکار کیا اور صفین کے مقام پر حضرت علی ؓ کا ساتھ چھوڑ دیا اور خوارج قرار پائے۔“

وہ مزید لکھتے ہیں:

وہم ثمانية آلاف. وقيل: كانوا أكثر من عشرة آلاف. فتنادوا من جوانب المسجد: لا حكم إلا لله، فقال: كلمة حق يراد بها باطل، فقال لهم: لكم علينا ثلاثة: أن لا نمنعكم من المساجد، ولا من رزقكم من الفیء، ولا نبذوكم بقتال ما لم تحدثوا فساداً، وخرجوا شيئاً بعد شيء إلى أن اجتمعوا بالمدائن، فأصروا على الامتناع حتى يشهد على نفسه بالكفر لرضاه بالتحكيم.، ثم اجتمعوا على أن من لا يعتقد معتقدهم يكفر ويباح دمه وماله وأهله، فقتلوا من اجتاز بهم من المسلمين. (۱)

”ان کی تعداد آٹھ ہزار تھی - اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دس ہزار سے زیادہ تھی۔ (حضرت علی ؓ جب خطاب فرما رہے تھے) تو انہوں نے مسجد کے ایک کونے

سے نعرہ لگایا: لا حکم إلا للہ۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بات تو حق ہے مگر اس کا مقصود باطل ہے۔ پھر آپ نے انہیں فرمایا: تمہاری تین باتیں ہم اپنے ذمے واجب کرتے ہیں: ایک یہ کہ ہم تمہیں مساجد سے نہیں روکیں گے۔ اور (دوسرا) نہ ہی مال غنیمت میں سے تمہارے رزق کو روکیں گے۔ اور (تیسرا) ہم تمہارے ساتھ جنگ میں پہل نہیں کریں گے جب تک کہ تم فساد انگیزی کے مرتکب نہ ہوئے۔ پھر وہ تھوڑے تھوڑے ٹکٹے رہے یہاں تک کہ مدائن میں جمع ہو گئے۔ پھر وہ اپنی ہٹ دھرمی پر ڈٹے رہے (اور یہ شرط رکھی) کہ حضرت علیؑ تحکیم (arbitration اور peaceful settlement of disputes) پر راضی ہونے کی وجہ سے اپنے کافر ہونے کا اقرار کریں (نعوذ باللہ)۔ پھر وہ تمام خوارج اس بات پر متفق ہوئے کہ جو کوئی بھی ان کا عقیدہ نہ رکھے وہ کافر ہے اور اس کا خون، مال اور اہل و عیال مباح اور حلال ہیں۔ پھر جو مسلمان بھی ان کے قریب سے گزرتا اسے قتل کر دیتے۔“

اس کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانی مزید بیان کرتے ہیں:

فهذا ملخص أول أمرهم، فكانوا مختفين في خلافة عليؑ حتى كان منهم عبد الرحمن بن ملجم الذي قتل علياًؑ بعد أن دخل عليؑ في صلاة الصبح. فظهر الخوارج حينئذٍ بالعراق مع نافع بن الأزرق، وباليمامة مع نجدة بن عامر، وزاد نجدة على معتقد الخوارج أن من لم يخرج ويحارب المسلمين فهو كافر، ولو اعتقد معتقدهم. وكفروا من ترك الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر إن كان قادراً، وإن لم يكن قادراً فقد ارتكب كبيرة، وحكم مرتكب الكبيرة عندهم حكم الكافر. قال أبو

منصور البغدادي في "المقالات": عدة فرق الخوارج عشرون
فرقة. (۱)

”یہ ان کے آغاز کا خلاصہ ہے۔ پس یہ لوگ حضرت علیؑ کی خلافت میں روپوش ہو گئے تھے یہاں تک کہ ان میں سے عبدالرحمن بن ملجم نے حضرت علیؑ کو اس وقت شہید کر دیا جب آپؑ صبح کی نماز شروع کر چکے تھے۔..... پس اس وقت خوارج نافع بن ازرع کے ساتھ عراق میں اور یمامہ میں نجده بن عامر کے ساتھ ظاہر ہو گئے۔ اور نجده نے خوارج کے عقیدہ میں یہ اضافہ بھی کیا کہ جو شخص (مسلمانوں کی جماعت سے) بغاوت نہ کرے اور مسلمان کے ساتھ جنگ نہ کرے وہ بھی کافر ہے اگرچہ وہ خوارج کا عقیدہ بھی مانتا ہو۔..... انہوں نے قدرت کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تارک کو کافر قرار دیا اور اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے؛ اور گناہ کبیرہ کے مرتکب کا حکم بھی ان کے نزدیک کافر کا ہے۔ ابو منصور بغدادی نے ”المقالات“ میں خوارج کے فرقوں کی تعداد بیس بتائی ہے۔“

۷۔ خوارج کی ذہنی کیفیت اور نفسیات

امام ابن اثیر ”الکامل فی التاریخ“ میں خوارج کے منظم ہونے، دین کے نام پر لوگوں کو جمع کرنے، صحابہ کرام و تابعین عظامؓ کو بدعتی اور کافر و مشرک قرار دینے اور اپنے آپ کو ہی حق پر سمجھتے ہوئے مسلم علاقوں پر بزورِ شمشیر قبضہ کرنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم إن الخوارج لقي بعضهم بعضاً واجتمعوا في منزل عبد الله بن وهب الراسبي، فخطبهم فرّدهم في الدنيا وأمرهم بالأمر

بالمعروف والنہی عن المنکر، ثم قال: اخرجوا بنا من هذه القرية الظالم أهلها إلى بعض كور الجبال أو إلى بعض هذه المدائن منكرين لهذه البدع المضلة. ثم اجتمعوا في منزل شريح بن أوفى العبسی، فقال ابن وهب: اشخصوا بنا إلى بلدة نجتمع فيها لإنفاذ حكم الله فإنكم أهل الحق. قال شريح: نخرج إلى المدائن فننزلها ونأخذها بأبوابها ونخرج منها سكانها.^(۱)

”پھر خوارج ایک دوسرے کے ساتھ ملتے گئے اور وہ عبد اللہ بن وہب راہی کے گھر میں جمع ہوئے تو اس نے انہیں خطبہ دیا اور انہیں دنیا سے بے رغبتی کی تلقین کی۔ انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا۔ پھر اس نے کہا: اس بستی - جس کے رہنے والے لوگ ظالم ہیں - سے الگ تھلگ کسی پہاڑی علاقے یا ان شہروں میں سے کسی ایسے شہر کی طرف نکل چلو جس کے رہنے والے ان گمراہ کن بدعتوں کو مسترد کرتے ہوں۔ پھر وہ شریح بن اوفی عبسی کے گھر جمع ہوئے تو وہاں ابن وهب نے کہا: ہمارے ساتھ ایسے شہر کی طرف نکل چلو جہاں ہم حکمِ الہی کو نافذ کرنے کے لئے جمع ہو جائیں کیونکہ تم ہی اہل حق ہو۔ شریح نے کہا: ہم مدائن کی طرف نکلتے ہیں ہم وہاں جا کر پڑاؤ ڈالیں گے اور اس شہر پر قبضہ کر کے اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔“

آگے چل کر امام ابن اثیر اس خط کا ذکر کرتے ہیں کہ جو منظم ہو کر مسلح گروہ تشکیل دینے کے بعد خوارج نے حضرت علیؑ کی طرف تحریر کیا، جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں ”عہد علوی میں خوارج کا عملی ظہور“ کے تحت ہو چکا ہے۔

امام ابن الاثیر نے خوارج کی اسی ذہنی کیفیت اور دہشت گردی و بربریت کو

(۱) ابن الاثیر، الكامل فی التاريخ، ۳: ۲۱۳، ۲۱۴

واضح کرنے کے لیے چند واقعات بیان کیے ہیں:

۱۔ خوارج نے حضرت عبد اللہ بن خباب ؓ اور ان کی زوجہ کو حضرت عثمان ؓ اور حضرت علی ؓ کو کافر نہ کہنے پر ذبح کر دیا۔ امام طبری، امام ابن الاثیر اور حافظ ابن کثیر روایت کرتے ہیں:

فأضجعوه، فذبحوه، فسال دمه في الماء، وأقبلوا إلى المرأة.
فقلت: أنا امرأة، ألا تتقون الله؟ فبقروا بطنها، وقتلوا ثلاث نسوة
من طي.^(۱)

”پس خوارج نے حضرت عبد اللہ بن خباب ؓ کو چت لٹا کر ذبح کر دیا۔ آپ کا خون پانی میں بہ گیا تو وہ آپ کی زوجہ کی طرف بڑھے۔ انہوں نے خوارج سے کہا: میں عورت ہوں، کیا تم (میرے معاملے میں) اللہ سے نہیں ڈرتے؟ (لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور) انہوں نے ان کا پیٹ چاک کر ڈالا اور (ان سے ہمدردی جتانے پر) قبیلہ طے کی تین خواتین کو بھی قتل کر ڈالا۔“

۲۔ جب حضرت علی ؓ کو حضرت عبد اللہ بن خباب ؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ نے حضرت حارث بن مرہ العبدي کو خوارج کے پاس دریافتِ احوال کے لیے بھیجا کہ معلوم کریں کیا ماجرا ہے؟ جب وہ خوارج کے پاس پہنچے اور حضرت عبد اللہ کو شہید کرنے کا سبب پوچھا تو خوارج نے انہیں بھی شہید کر دیا۔^(۲)

۳۔ حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں کہ خوارج نے اس واقعے کے بعد

(۱) ۱۔ ابن الأثیر، الكامل فی التاریخ، ۳: ۲۱۹

۲۔ طبری، تاریخ الأمم والملوک، ۳: ۱۱۹

۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۷: ۲۸۸

(۲) ابن الأثیر، الكامل فی التاریخ، ۳: ۲۱۹

حضرت علیؓ کو جواب بھجویا کہ:

کلنا قتل إخوانکم، ونحن مستحلون دماءهم ودماءکم۔^(۱)

”ہم سب نے تمہارے بھائیوں کو قتل کیا ہے اور ہم تمہارے خون کو بھی جائز سمجھتے ہیں اور ان کے خون کو بھی۔“

۴۔ خوارج اسلامی ریاست کے نظم اور اتھارٹی کو چیلنج کرتے اور صحابہ کرام و تابعین عظامؓ کو مشرک قرار دیتے ہوئے ان کا خون جائز سمجھتے تھے۔ اس کا اندازہ اُس واقعے سے بھی ہوتا ہے جب حضرت علیؓ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ انصاریؓ کو خوارج کی طرف مذاکرات کے لیے روانہ کیا تو انہوں نے خوارج سے کہا:

عباد اللہ، أخرجوا إلینا طلبتنا منکم، وادخلوا فی هذا الأمر الذی خرجتم منه، فإنکم رکبتم عظیما من الأمر تشهدون علینا بالشرک وتسفکون دماء المسلمین۔^(۲)

”اے اللہ کے بندو! تم ہمارے مطلوبہ افراد ہمارے حوالے کردو اور اس ریاست کی اتھارٹی میں داخل ہو جاؤ جس کے نظم اور اتھارٹی کو تم نے چیلنج کیا ہے۔ بے شک تم نے ایک بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے، تم ہمیں مشرک گردانتے ہو اور مسلمانوں کا خون بہاتے ہو۔“

۵۔ اسی طرح حضرت ابوایوب انصاریؓ نے بھی حضرت علیؓ کے نمائندہ کے طور پر خوارج کو سمجھانے کی کوشش کی اور ان سے یہ کہا:

عباد اللہ، إنا وإیاکم علی الحال الأولى التی کنا علیہا، لیست بیننا وبینکم عداوة، فعلام تقاتلوننا؟^(۳)

(۱) ابن کثیر، البدایة والنهاية، ۷: ۲۸۸، ۲۸۹

(۲) ابن الأثیر، الكامل فی التاریخ، ۳: ۲۱۹

(۳) ابن الأثیر، الكامل فی التاریخ، ۳: ۲۱۹

”اے اللہ کے بندو! بے شک ہم اور تم بنیادی طور پر اُسی حالت پر ہیں جس پر ہم پہلے تھے! ہمارے اور تمہارے درمیان اصلاً کوئی دشمنی نہیں ہے۔ پھر تم کس بنیاد پر ہمارے ساتھ قتال کرتے ہو؟“

۶۔ خوارج کی دہشت گردانہ اور باغیانہ ذہنی کیفیت کی وضاحت حضرت علیؑ کے خوارج سے درج ذیل خطاب سے بھی ہوتی ہے:

فبینوا لنا بم تستحلون قتالنا والخروج عن جماعتنا، وتضعون أسيا فكم على عواقبكم، ثم تستعرضون الناس تضربون رقابهم، إن هذا لهُو الخسران المبين، واللّٰهُ لو قتلتم على هذا دجاجة لعظم عند اللّٰهِ قتلها، فكيف بالنفس التي قتلها عند اللّٰهِ حرام^(۱).

”ہمیں بتاؤ کہ تم کس وجہ سے ہمارے ساتھ جنگ کو حلال سمجھتے ہو اور ریاست کی اتھارٹی سے خارج ہوئے ہو اور ہمارے خلاف ہتھیار اٹھاتے ہو؟ پھر تم معصوم لوگوں کی گردنیں مارنے کے لئے سامنے آ جاتے ہو۔ یقیناً یہ بہت بڑا خسارہ ہے۔ اللہ رب العزت کی قسم! اگر تم اس ارادے سے کسی مرغی کو بھی قتل کرو گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں یہ برا کام ہوگا۔ اس لیے غور کرو کہ پھر اُس انسان کو قتل کرنا کتنا بڑا جرم ہوگا جس کا خون بہانا اللہ نے حرام قرار دیا ہے؟“

۷۔ جب حضرت علی المرتضیٰؑ نے ابو ایوب انصاریؓ کو امن کا جھنڈا عطا فرمایا تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے جا کر منادی کی:

من جاء تحت هذه الراية فهو آمن، ومن لم يقتل ولم يستعرض

(۱) ۱۔ ابن الأثير، الكامل في التاريخ، ۳: ۲۲۰

۲۔ ابن كثير، البداية والنهاية، ۴: ۲۲۶

فہو آمنٌ، ومن انصرف منکم إلى الکوفة أو إلى المدائن وخرج من هذه الجماعة فہو آمن۔^(۱)

”جو کوئی اس جھنڈے کے نیچے آجائے گا وہ امن والا یعنی محفوظ و مامون ہو جائے گا؛ اور جس نے کوئی قتل کیا نہ مقابلہ کے لیے سامنے آیا اُسے بھی امان ہوگی اور تم میں سے جو کوئی کوفہ یا مدائن کی طرف چلا گیا اور (خوارج کی) اس جماعت سے نکل گیا اُسے بھی امان مل جائے گی۔“

مذکورہ بالا تمام بیانات اور استفسارات سے اس امر کی تصریح ہو جاتی ہے کہ خوارج حضرت علیؑ کا ساتھ دینے والے جملہ صحابہ کرامؓ اور عامۃ المسلمین کو کافر و مشرک قرار دیتے اور واجب القتل اور مباح الدم سمجھتے تھے، اور موقع ملنے پر انہیں قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔

۸۔ خوارج مذہبی جذبات بھڑکا کر کس طرح ذہن سازی کرتے تھے؟

خوارج اپنی دعوت کی بنیاد قرآنی آیات پر استوار کرتے۔ وہ دینی غیرت و حمیت کو بھڑکا کر سادہ لوح مسلمانوں کا اپنا ہم نوا بناتے۔ انہیں جہاد کے نام پر مسلمانوں کے قتل عام کے لیے تیار کرتے اور ان کو جنت کا لالچ دے کر مرنے مارنے کے لیے تیار کرتے۔ حافظ ابن کثیر ”البدایۃ والنہایۃ“ میں خوارج کے ایک گروہ سے زید بن حصن طائی سنہی کے خطبہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

واجتمعوا أيضا في بيت زيد بن حصن الطائي السنبسي فخطبهم وحثهم على الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، وتلا عليهم

(۱) ابن الأثير، الكامل في التاريخ، ۳: ۲۲۱

آیات من القرآن منها قوله تعالى: ﴿يَدَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾^(۱) وقوله تعالى: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾^(۲) وكذا التي بعدها وبعدها الظالمون الفاسقون. ثم قال: فأشهد على أهل دعوتنا من أهل قبلتنا أنهم قد اتبعوا الهوى، ونبذوا حكم الكتاب، وجاروا في القول والأعمال، وأن جهادهم حق على المؤمنين. فبكى رجل منهم يقال له عبد الله بن سخبرة السلمى، ثم حرض أولئك على الخروج على الناس، وقال فى كلامه: واضربوا وجوههم وجباههم بالسيوف حتى يطاع الرحمن الرحيم، فإن أنتم ظفرتهم وأطيع الله كما أردتم أثابكم ثواب المطيعين له العاملين بأمره، وإن قتلتم فأى شيء أفضل من المصير إلى رضوان الله وجنته.^(۳)

”خوارج کا گروہ زید بن حصن طائی سنہی کے گھر میں جمع ہوا تو اس نے انہیں خطبہ دیا اور انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ترغیب کے ذریعے تیار کیا اور ان کے سامنے قرآن مجید کی آیات تلاوت کیں جن میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے: ﴿اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں (اپنا) نائب بنایا سو تم لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلے (یا حکومت) کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا ورنہ (یہ پیروی) تمہیں راہ خدا سے بھٹکا دے

(۱) ص، ۳۸: ۲۶

(۲) المائدة، ۵: ۴۴

(۳) ابن کثیر، البدایة والنہایة، ۷: ۲۸۶

گی۔ ﴿ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (و حکومت) نہ کرے، سو وہی لوگ کافر ہیں ۵﴾ اس کے بعد اگلی آیت ﴿ اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (و حکومت) نہ کرے سو وہی لوگ ظالم ہیں ۵﴾ اور پھر اس سے اگلی آیت ﴿ اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (و حکومت) نہ کرے سو وہی لوگ فاسق ہیں ۵﴾۔ یہ آیات مبارکہ ان پر تلاوت کرنے کے بعد اس نے کہا: پس میں مسلمانوں میں سے اپنے مخاطبین دعوت پر گواہی دیتا ہوں کہ بے شک انہوں نے خواہش نفس کی پیروی کی اور کتاب اللہ کا حکم ترک کر دیا۔ انہوں نے قول اور عمل میں ظلم کا ارتکاب کیا، سو مومنوں پر ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کرنا واجب ہے۔ (اس خطاب میں وہ خود کو یعنی گروہ خوارج کو مومن کہہ رہا تھا اور خواہش نفس کی پیروی کرنے والے ظالم، جن کے خلاف جہاد واجب ہے، سے اس کی مراد حضرت علی ؑ اور دیگر صحابہ کرام ؓ تھے۔) اس پر سامعین میں سے ایک شخص جس کا نام عبد اللہ بن مسخبرہ السلمی تھا رو پڑا۔ پھر اس (زید بن حسن طائی) نے سامعین یعنی خوارج کو صحابہ کرام ؓ کے خلاف خروج و بغاوت پر اکسایا اور دورانِ کلام کہا: ان کے چہروں اور پیشانیوں پر تلواروں سے وار کرتے رہو یہاں تک کہ خداے رحمن و رحیم کی اطاعت کی جائے۔ پس اگر تم کامیاب و کامران ہو گئے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی اطاعت تمہارے حسبِ منشا کی گئی تو اللہ رب العزت تمہیں اپنی اطاعت کرنے والوں اور اس کے حکم پر عمل پیرا ہونے والوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔ اور اگر تم قتل کر دیے گئے تو اللہ کی رضا اور اس کی جنت حاصل کر لینے سے افضل کون سی چیز ہو سکتی ہے؟“

آج ہم اپنے گرد و پیش ہونے والی دہشت گردوں کی سرگرمیوں اور ان کے طریقہ کار کا جائزہ لیں تو یہ بھی ناچختہ ذہنوں، کم عمروں اور جوانوں کی brain washing

کے لئے بالکل وہی حربہ اور طریقہ استعمال کر رہے ہیں جو اُس دور کے خوارج کرتے تھے۔ ان دہشت گردوں کے تصورِ اسلام کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ ایک طرف تو بے گناہ مسلمانوں کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے لیکن دوسری طرف اسلام کی تعلیمات پر نہایت سختی سے عمل پیرا ہوتے۔ حافظ ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران کسی درخت سے ایک کھجور گری، ایک خارجی نے وہ اٹھا کر منہ میں ڈال لی۔ دوسرا خارجی معترض ہوا کہ تو نے مالک سے اجازت لیے اور قیمت دیے بغیر یہ کھجور منہ میں کیوں ڈال لی ہے؟ اس نے فوراً پھینک دی۔^(۱)

اسی طرح امام ابن الاثیر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ خارجیوں کے پاس سے غیر مسلم شہریوں کا ایک خنزیر گزرا تو ان میں سے ایک خارجی نے اسے تلوار سے مار ڈالا۔ دیگر خارجیوں نے اسے سخت ملامت کی کہ ایک غیر مسلم شہری کے خنزیر کو کیوں مار ڈالا۔ جب خنزیر کا مالک آیا تو اُس خارجی نے خنزیر کے مالک سے معافی مانگی اور اُسے (قیمت دے کر) راضی کیا۔^(۲)

ایک طرف خوارج کی ظاہری دین داری دیکھیے اور دوسری طرف ان کی دہشت گردی، سفاکی اور بربریت ملاحظہ کیجیے۔ حافظ ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ میں مزید لکھتے ہیں:

ومع هذا قدموا عبد الله بن حَبَّاب فذبحوه، وجاؤوا إلى امرأته
فقالَتْ: إني امرأة حبلى، ألا تتقون الله، فذبحوها وبقرُوا بطنها
عن ولدها، فلما بلغ الناس هذا من صنيعهم خافوا إن هم ذهبوا
إلى الشام واشتغلوا بقتال أهلِه أن يخلفهم هؤلاء في ذراريهم
وديارهم بهذا الصنع، فخافوا غائلتهم، وأشاروا على علي بأن

(۱) ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ۷: ۲۸۸

(۲) ابن الأثیر، الكامل فی التاریخ، ۳: ۲۱۸

یبدأ بهؤلاء، ثم إذا فرغ منهم ذهب إلى أهل الشام بعد ذلك والناس آمنون من شر هؤلاء فاجتمع الرأي على هذا وفيه خيرة عظيمة لهم ولأهل الشام أيضا. فأرسل علي عليه السلام إلى الخوارج رسولا من جهته وهو الحرث بن مرة العبدى، فقال: أخبر لى خبرهم، وأعلم لى أمرهم واكتب إلى به على الجلية، فلما قدم عليهم قتلوه ولم ينظروه، فلما بلغ ذلك عليا عزم على الذهاب إليهم أولا قبل أهل الشام. فبعثوا إلى علي يقولون: كلنا قتل إخوانكم ونحن مستحلون دماءهم ودماءكم. فتقدم إليهم قيس بن سعد بن عبادة فوعظهم فيما ارتكبه من الأمر العظيم، والخطب الجسيم، فلم ينفع وكذلك أبو أيوب الأنصارى وتقدم أمير المؤمنين على بن أبى طالب إليهم، فإنكم قد سولت لكم أنفسكم أمرا تقتلون عليه المسلمين، والله لو قتلتم عليه دجاجة لكان عظيما عند الله، فكيف بدماء المسلمين. ^(۱)

”وہ حضرت عبداللہ بن خطاب رضی اللہ عنہ کو نہر کے کنارے پر لائے اور ذبح کر دیا اور پھر ان کی اہلیہ کے پاس آئے تو اُس نے کہا: میں حاملہ ہوں، کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے ہو؟ انہوں نے اس کو بھی ذبح کر ڈالا اور اس کا پیٹ چاک کر کے بچہ باہر نکال پھینکا۔ جب لوگوں تک ان کے یہ کړتوت پہنچے تو وہ ڈر گئے کہ اگر وہ شام کی طرف چلے گئے اور اہل شام کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو گئے تو یہ لوگ ان کے پیچھے ایسی ہی دہشت گردی ان کے اہل خانہ کے ساتھ انجام دیں گے۔ وہ اپنے اہل و عیال کے انجام سے ڈر گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا

کہ آپ جنگ کا آغاز ان ہی دہشت گردوں سے کریں، پھر جب ان کے خاتمہ سے فارغ ہو جائیں تب اہل شام کی طرف متوجہ ہوں۔ اس طرح ان کے خاتمہ کے بعد لوگ ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس رائے پر اتفاق ہو گیا کیونکہ سب کی بہتری اسی میں تھی۔ پس حضرت علیؑ نے حرث بن مرہ عبدی کو سفارت کار بنا کر خوارج کی طرف بھیجا۔ آپؑ نے انہیں فرمایا: مجھے اُن کی خبر دینا اور اُن کے معاملہ سے مجھے آگاہ کرتے رہنا اور میری طرف واضح طور پر لکھ بھیجنا۔ پس جب وہ ان (خارجیوں) کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان کو قتل کر دیا اور انہیں کچھ بھی مہلت نہ دی۔ جب ان کے قتل کی خبر حضرت علیؑ تک پہنچی تو آپؑ نے اُن (خارجیوں) کی طرف ملک شام سے پہلے جانے کا عزم کر لیا۔ اُنہوں نے حضرت علیؑ کی طرف یہ پیغام بھیجا۔ ہم نے مل کر تمہارے بھائیوں کو قتل کیا ہے اور ہم تمہارے اور ان کے خون کو جائز سمجھتے ہیں۔ پھر حضرت قیس بن سعد بن عبادہ ان (خارجیوں) کے پاس تشریف لے گئے اور اُنہیں سمجھایا کہ تم نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے لیکن آپ کے سمجھانے کا اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اسی طرح حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے بھی اُنہیں سمجھایا مگر بے سود! پھر امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالبؑ نے اُن کی طرف پیغام بھیجا کہ تمہارے نفسوں نے تمہارے لئے حرام کو آراستہ کر دیا ہے اور اس بنا پر تم مسلمانوں کے قتل کو حلال سمجھنے لگ گئے ہو۔ بخدا! اگر اس اندازِ فکر سے مرغی بھی مارتے تو گناہِ عظیم ہوتا، بے گناہ انسانوں کے قتل کے جرم کی سنگینی کا تو اندازہ بھی نہیں لگایا جاسکتا۔“

کتب تاریخ کے مذکورہ اقتباسات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ خوارج انسانی خون کو نہایت ارزاں گردانتے تھے اور بے گناہ جانوں کو قتل کرنا ان کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتا تھا حتیٰ کہ انہوں نے اُن نفوسِ قدسیہ کی خوں ریزی سے بھی گریز نہیں کیا جنہوں نے

براہِ راست حضور نبی اکرم ﷺ کے زیر سایہ تربیت و پرورش پائی تھی۔

چونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے واضح طور پر یہ بات سمجھا دی تھی کہ ”لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ“ (یہ خوارج ہمیشہ نکلتے رہیں گے) اس لئے موجودہ دور کے خوارج (دہشت گرد) بھی انہی صفات سے متصف ہونے کی بنا پر پہچانے جاتے ہیں۔ یہ بھی اپنے پیش روؤں کی طرح بے گناہوں کا خون بہاتے ہیں، خواتین اور بچوں پر حملے کر کے انہیں اذیت ناک موت دیتے ہیں، ریاستی بالادستی اور نظام کو تسلیم نہیں کرتے، مساجد پر حملے کر کے انہیں مسمار کرتے ہیں، آبادیوں اور عوام الناس کو اپنے حملوں کا نشانہ بناتے ہیں اور لوگوں کو ذبح کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یہ لوگ اپنے نظریات کے مخالف بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے اور تباہی پھیلانے کو جہاد سمجھتے ہیں۔ یہ تمام انسانیت کش کارروائیاں بلا شک و شبہ ان خوارج کے فکر و عمل کا ہی تسلسل ہیں۔

۹۔ خوارج کی نمایاں بدعات

گزشتہ صفحات میں دی گئی بنیادی مباحث سے یہ امر مترشح ہو جاتا ہے کہ خوارج دین میں نئی نئی بدعات ایجاد کرتے تھے۔ وہ قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ کا خود ساختہ اطلاق کرتے اور غلط تاویل کے ذریعے اپنے مخالف مسلمانوں کو واجب القتل ٹھہراتے تھے۔ ذیل میں ان کی چند نمایاں بدعات درج کی جاتی ہیں جن میں سے اکثر کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے پہلے ہی آگاہ فرما دیا تھا:

- ۱۔ وہ کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کا اطلاق مومنین پر کریں گے۔^(۱)
- ۲۔ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔^(۲)

(۱) بخاری، الصحيح، کتاب، استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،

باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، ۶: ۲۵۳۹

(۲) بخاری، الصحيح، کتاب التوحید، باب قول الله تعالى: تعرج

الملائكة والروح إليه، ۶: ۲۷۰۲، رقم: ۶۹۹۵

- ۳۔ غیر مسلم اقلیتوں کے قتل کو حلال سمجھیں گے۔^(۱)
- ۴۔ عبادت میں بہت تشدد اور غلو کرنے والے (extremist) ہوں گے۔^(۲)
- ۵۔ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو دائمی جہنمی اور اس کا خون اور مال حلال قرار دیں گے۔
- ۶۔ جس نے اپنے عمل اور غیر صائب رائے سے قرآن کی نافرمانی کی وہ کافر ہے۔
- ۷۔ ظالم اور فاسق حکومت کے خلاف مسلح بغاوت اور خروج کو فرض قرار دیں گے۔^(۳)

ابتدائی تاریخ سے ہی یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ خوارج اپنے عقائد و نظریات اور بدعات میں اس قدر انتہاء پسند تھے کہ اکابر صحابہ کرام ؓ کو بھی (نعوذ باللہ) کافر خیال کرتے اور ان پر کفر کے فتوے لگانے سے نہ ہچکچاتے۔ امام شہرستانی نے الممل والنحل میں لکھا ہے کہ زیاد بن اُمیہ نے عروہ ابن ادیہ / اذینہ نامی خارجی سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ کا کیا حال تھا؟ اُس نے کہا: اچھے تھے۔ پھر حضرت عثمان ؓ کا حال دریافت کیا؟ اُس نے کہا: ابتدا کے چھ سال تک اُن کو میں بہت دوست رکھتا تھا، پھر جب انہوں نے نئی نئی باتیں اور بدعتیں شروع کیں تو ان سے علیحدہ ہو گیا اس لئے کہ وہ آخر میں (نعوذ باللہ) کافر ہو گئے تھے۔ پھر حضرت علی ؓ کا حال پوچھا تو اُس نے کہا: وہ بھی اوائل میں اچھے تھے، جب انہوں نے حکم (arbitrator) بنایا تو (نعوذ باللہ) کافر ہو گئے۔ اس لئے ان سے بھی علیحدہ ہو گیا۔ پھر حضرت معاویہ ؓ کا حال دریافت کیا تو اُس نے اُن کو سخت گالی دی۔

(۱) حاکم، المستدرک، ۲: ۱۶۶، رقم: ۲۶۵۷

(۲) أبویعلی، المسند، ۱: ۹۰، رقم: ۹۰

(۳) ۱۔ عبد القاہر بغدادی، الفرق بین الفرق: ۷۳

۲۔ ابن تیمیہ، مجموع فتاوی، ۱۳: ۳۱

امام شہرستانی نے مزید لکھا ہے کہ خوارج حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سمیت تمام اہل اسلام کی جو ان کے ساتھ تھے سب کی تکفیر کیا کرتے تھے اور سب کو دائمی دوزخی کہتے تھے۔ (نعوذ باللہ من ذالک۔)

امام ابو بکر الآجری کی تحقیق

امام ابو بکر الآجری (م ۳۶۰ھ) نے کتاب الشریعة میں خوارج کی نمایاں بدعاتِ سیئہ کا ذکر کرتے ہوئے ان کی مذمت میں نہایت مفصل تحقیق درج کی ہے اور اس کا عنوان یوں قائم کیا ہے:

باب ذم الخوارج وسوء مذهبهم وإباحة قتالهم، وثواب من قتلهم
أو قتلوه:

”خوارج کی مذمت، ان کی بد عقیدگی، ان کے ساتھ جنگ کرنے کے جواز اور ان کو قتل کرنے والے یا ان کے ہاتھوں شہید ہونے والے کے اجر و ثواب کا بیان۔“

امام ابو بکر الآجری لکھتے ہیں:

لم يختلف العلماء قديماً وحديثاً أن الخوارج قوم سوء، عصاة لله
وَعَلَيْكُمْ وَلِرَسُولِهِ ﷺ، وَإِنْ صَلُّوا وَصَامُوا، وَاجْتَهَدُوا فِي الْعِبَادَةِ،
فَلَيْسَ ذَلِكَ بِنَافِعٍ لَهُمْ، وَإِنْ أَظْهَرُوا الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ
الْمُنْكَرِ، وَلَيْسَ ذَلِكَ بِنَافِعٍ لَهُمْ، لِأَنَّهُمْ قَوْمٌ يَتَأَوَّلُونَ الْقُرْآنَ عَلَى
مَا يَهُوُونَ، وَيَمُوهُونَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ. وَقَدْ حَذَرْنَا اللَّهَ ﷻ مِنْهُمْ،
وَحَذَرْنَا النَّبِيَّ ﷺ، وَحَذَرْنَا هُمُ الْخُلَفَاءَ الرَّاشِدُونَ بَعْدَهُ،
وَحَذَرْنَا هُمُ الصَّحَابَةَ رضي الله عنهم وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانِ رَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ.

الخوارج هم الشراة الأنجاس الأرجاس، ومن كان على مذهبهم من سائر الخوارج، يتوارثون هذا المذهب قديماً وحديثاً، ويخرجون على الأئمة والأمراء ويستحلون قتل المسلمين.

وأول قرن طلع منهم على عهد رسول الله ﷺ: هو رجل طعن على النبي ﷺ، وهو يقسم الغنائم بالجعرانة، فقال: اعدل يا محمد، فما أراك تعدل، فقال ﷺ: ويلك، فمن يعدل إذا لم أكن أعدل؟ فأراد عمر رضي الله عنه قتله، فمنعه النبي ﷺ من قتله، وأخبر عليه الصلاة والسلام: أن هذا وأصحاباً له يحقر أحدكم صلاته مع صلاتهم، وصيامه مع صيامهم، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية.

وأمر عليه الصلاة والسلام في غير حديث بقتالهم، وبين فضل من قتلهم أو قتلوه. ثم إنهم بعد ذلك خرجوا من بلدان شتى، واجتمعوا وأظهروا الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، حتى قدموا المدينة، فقتلوا عثمان بن عفان رضي الله عنه. وقد اجتهد أصحاب رسول الله ﷺ ممن كان في المدينة في أن لا يقتل عثمان، فما أطاقوا ذلك. ثم خرجوا بعد ذلك على أمير المؤمنين علي بن أبي طالب رضي الله عنه، ولم يرضوا بحكمه، وأظهروا قولهم. وقالوا: لا حكم إلا لله، فقال علي رضي الله عنه: كلمة حق أرادوا بها الباطل، فقاتلهم علي رضي الله عنه فأكرمه الله ﷻ بقتلهم، وأخبر النبي ﷺ بفضل من قتلهم أو قتلوه، وقاتل معه الصحابة رضي الله عنهم. فصار سيف علي بن أبي

طالب فی الخوارج سیف حق إلى أن تقوم الساعة.

”ائمہ متقدمین و متاخرین کا اس امر پر اجماع ہے کہ خوارج ایک فساد انگیز گروہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے نافرمانوں کا گروہ ہے۔ یہ صوم و صلوة کی خواہ کتنی پابندی کریں اور عبادت میں کتنی ہی محنت و ریاضت کریں، یہ سب انہیں کچھ نفع نہ دے گا اور یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خواہ کتنا پرچار کریں، انہیں یہ بھی کچھ فائدہ نہ پہنچائے گا کیونکہ یہ ایسا گروہ ہے جو قرآن کی اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق تفسیر و تاویل کرتا ہے اور مسلمانوں پر اُمورِ دین خلط ملط کر دیتا ہے۔ اللہ ﷻ اور حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ان سے خبردار فرمایا ہے، خلفائے راشدین ؓ نے ہمیں ان سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے اور صحابہ کرام ؓ نے اور تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان سے خبردار رہنے کی نصیحت فرمائی ہے۔“

”خوارج فتنہ پرور، شر انگیز اور پلید و ناپاک افراد کا گروہ ہے، اور باقی تمام خوارج میں سے جس کسی نے بھی ان کا مذہب اور طریق اختیار کیا، وہ بھی ان کے حکم میں ہے کیونکہ قدیم خوارج ہوں یا آج کے دور کے جدید؛ یہ مذہب انہیں ایک دوسرے سے وراثت میں ملتا ہے۔ یہ حکومتِ وقت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں اور عامۃ المسلمین کی خوں ریزی کو جائز قرار دیتے ہیں۔“

”خوارج کا اولین فرد عہد رسالت مآب ﷺ میں نمودار ہوا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے حضور نبی اکرم ﷺ پر اس وقت طعن زنی کی جب آپ ﷺ جعرانہ کے مقام پر مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ اس بد بخت نے کہا: اے محمد! عدل کیجیے! میرے خیال میں آپ عدل نہیں کر رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تو ہلاک ہو! اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا؟ حضرت عمر ؓ نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر حضور ﷺ نے انہیں اس کے قتل سے (حکمتِ

نبوت کے تحت) روک دیا اور آپ ﷺ نے اس شخص سے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا: اس کے ایسے ساتھی ہوں گے کہ تم میں سے ہر کوئی ان کے مقابلے میں اپنی نمازوں اور روزوں کو حقیر جانے گا، یہ دین سے اس طرح صاف نکل جائیں گے جس طرح تیرشکار سے نکل جاتا ہے۔

”آپ ﷺ نے ایک حدیث میں ان کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم فرمایا اور ان کو قتل کرنے والے اور ان کے ہاتھوں شہید ہونے والے کی فضیلت بیان فرمائی۔ پھر یہ لوگ مختلف علاقوں سے نکل کر جمع ہوئے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا پرچار کرنے لگے تا آنکہ یہ مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اس وقت حضور نبی اکرم ﷺ کے جو صحابہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں موجود تھے انہوں نے بہت کوشش کی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل ہونے سے بچالیں مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر انہی لوگوں نے بعد ازاں (جنگ صفین میں امر تحکیم کے بعد) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی اور آپ کی خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور ایک نعرے کا پرچار شروع کر دیا کہ ”حکومت صرف اللہ کی ہے“ یا ”قانون صرف اللہ کا ہے۔“ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”بات تو حق ہے مگر ان کی مراد باطل ہے۔“ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جنگ کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو انہیں قتل کرنے کے کی سعادت بخشی کیوں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں قتل کرنے والوں اور ان کے ہاتھوں شہید ہونے والوں کی افضلیت کی بشارت دی تھی۔ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے خلاف جنگ کی۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خوارج کے خلاف مسلح جد و جہد قیامت تک کے لیے حق کی مثال بن گئی۔“

امام ابو بکر الآجری مزید فرماتے ہیں:

فلا ینبغی لمن رأى اجتهاد خارجی قد خرج علی امام ، عادلاً
کان الإمام أم جائراً ، فخرج وجمع جماعة وسل سیفه، واستحل
قتال المسلمین ، فلا ینبغی له أن یغتر بقراءته للقرآن، ولا بطول
قیامه فی الصلاة، ولا بدوام صیامه، ولا بحسن ألفاظه فی العلم
إذا کان مذهبه مذهب الخوارج.

”حکومتِ وقت عدل و انصاف کی علم بردار ہو یا فسق و فجور کی راہ پر گامزن ہو،
دونوں صورتوں میں جب کوئی شخص کسی خارجی کو دیکھے کہ اس نے حکومت کے
خلاف مسلح بغاوت کر دی ہے اور اس کے خلاف کوئی لشکر تشکیل دے کر ہتھیار
اٹھائے ہیں اور پُر امن مسلمان شہریوں کے ساتھ جنگ کرنا جائز قرار دے دیا
ہے، تو جو شخص یہ سب کچھ دیکھے اس پر لازم ہے کہ وہ کسی خارجی کے قرآن
پڑھنے، نماز میں طویل قیام کرنے، دائمی روزے رکھنے اور خوبصورت الفاظ میں
علمی نکات بیان کرنے سے مرعوب نہ ہو اور نہ ہی اس کے دھوکے میں آئے۔
جب کہ ایسے اعمال کرنے والا شخص خوارج کے مذہب پر چلنے والا ہو۔“

زیر بحث موضوع سے متعلق حضور نبی اکرم ﷺ سے بہت سی احادیث مروی
ہیں جنہیں اُمتِ مسلمہ کے کثیر علماء نے قبول کیا ہے۔

اس کے بعد امام آجری نے خوارج کے ساتھ جنگ کرنے، ان کو واصلِ جہنم
کرنے اور ان کے ہاتھوں شہید ہونے کے اجر و ثواب کے حوالے سے باب قائم کیا ہے
اور اس میں احادیث بیان کی ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: يَخْرُجُ فِي آخِرِ
الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ
النَّاسِ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَةِ، مَنْ

لَقِيَهُمْ فَلْيَقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ عِنْدَ اللَّهِ. (۱)

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخری زمانے میں ایسے لوگ ظاہر ہوں گے یا نکلیں گے جو کم عمر (نوجوان)، ناپختہ ذہن اور عقل سے کورے ہوں گے۔ وہ بظاہر لوگوں سے اچھی بات کریں گے مگر دین سے یوں خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔ پس دوران جنگ جہاں بھی ان سے سامنا ہو انہیں قتل کیا جائے کیونکہ ان کو قتل کرنا اللہ کے ہاں اجر و ثواب کا باعث ہوگا۔“

اس کے بعد امام الآجری درج ذیل روایات لائے ہیں:

۲۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ: طُوبَى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوهُمْ. (۲)

”حضرت ابو امامہ سے مروی ہے کہ (حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا) خوشخبری

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،

باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، ۶: ۲۵۳۹،

رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب التحريض على قتل

الخوارج، ۲: ۷۴۶، الرقم: ۱۰۶۶

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الفتن، باب في صفة المارقة، ۴: ۴۸۱،

رقم: ۲۱۸۸

امام ترمذی نے السنن میں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد

فرمایا: یہ روایت حضرت علی، حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ذر

رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۲) ۱۔ أبوداود، السنن، کتاب السنة، ۴: ۲۳۳، رقم: ۴۷۶۵

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۲۴، رقم: ۱۳۳۶۲

۳۔ حاکم، المستدرک علی الصحيحین، ۲: ۱۶۱، رقم: ۲۶۴۹

ہو اُسے جو انہیں قتل کرے اور جسے وہ قتل کریں۔“

۳۔ وَعَنْهُ قَالَ: كِلَابُ أَهْلِ النَّارِ، كِلَابُ النَّارِ، كِلَابُ النَّارِ، ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: شَرُّ قَتْلَى قُتِلُوا تَحْتَ ظِلِّ السَّمَاءِ، وَخَيْرُ قَتْلَى الَّذِينَ قَتَلُوهُمْ. (۱)

”حضرت ابو امامہ ؓ سے یہ حدیث بھی مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (خوارج) دوزخ کے کتے ہیں، کتے ہیں، کتے ہیں۔ تین بار فرمایا۔ پھر فرمایا: یہ آسمان کے سائے تلے (یعنی زمین پر) قتل ہونے والے بدترین مقتول ہیں، اور بہترین مقتول وہ ہیں جنہیں یہ لوگ قتل کریں گے۔“

اور ان کے علاوہ دیگر احادیث جن میں سے یہ ہیں:

۴۔ عَنْ عَلِيٍّ ؓ فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۲)

”حضرت علی ؓ روایت کرتے ہیں: پس تم انہیں جہاں کہیں پاؤ تو قتل کر دو کیونکہ ان کے قاتلوں کو بروزِ قیامت بے حد و حساب اجر ملے گا۔“

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، المقدمة، باب فی ذکر الخوارج، ۱: ۶۲، رقم:

۱۷۶

۲۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۱۶۳، رقم: ۲۶۵۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالہم،

باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیہم، ۶: ۲۵۳۹،

رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل

الخوارج، ۲: ۷۲۶، رقم: ۱۰۶۶

۵۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْخَوَارِجَ فَقَالَ: هُمْ شَرَّ أُمَّتِي يَقْتُلُهُمْ خِيَارُ أُمَّتِي. (۱)

”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خوارج کا ذکر کیا اور فرمایا: ”وہ میری امت کے بدترین لوگ ہیں اور انہیں قتل کرنے والے میری امت کے بہترین لوگ ہوں گے۔“

فصل دوم

دہشت گرد خوارج کے بارے میں
فراہمینِ رسول ﷺ

انتہاء پسندی اور دہشت گردی کی وجہ سے جہاں اسلامی تعلیمات کے بارے میں طرح طرح کے سوالات اور شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں وہیں بے شمار قیمتی جانیں تلف، املاک تباہ اور کاروبار برباد ہو جاتے ہیں۔ امن و سلامتی کا ماحول خوش حالی، تعمیر و ترقی اور سکون و راحت کا ضامن ہوتا ہے جب کہ فتنہ انگیزی ہمہ جہتی تباہی لاتی ہے۔ اسی لئے رحمتِ دو عالم ﷺ نے ہر اُس راستے کو مسدود اور ہر اُس دروازے کو بند کر دیا جس سے اُمن و سلامتی کا ماحول غارت ہونے کا امکان تھا۔ آپ ﷺ نے ترحم و ملامت اور باہمی لطف و کرم کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ وَيُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ. ^(۱)

”اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر اتنا عطا فرماتا ہے کہ اتنا سختی پر عطا نہیں کرتا۔“

رفق (نرمی) میں تعمیری پہلو ہے اور عُنْف (شدت) میں تخریبی۔ رفقِ محبت و خیر خواہی کی علامت ہے جبکہ عنفِ شدت پسندی اور نفرت کی دلیل۔ شدت کے ذریعے نہ

(۱) ۱- مسلم، الصحيح، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق،

۳: ۲۰۰۳، رقم: ۲۵۹۳

۲- أبوداود، السنن، کتاب الأدب، باب فی الرفق، ۴: ۲۵۴، رقم:

۴۸۰۷

۳- أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۱۲، رقم: ۹۰۲

دنیا سنورتی ہے نہ آخرت، اور دین میں شدت دنیاوی امور میں شدت سے زیادہ خطرناک ہے۔ کیوں کہ تشدد اور جارحیت پسندی، انتہاء پسندی سے جنم لیتی ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ، فَإِنَّهُ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ الْغُلُوَّ فِي الدِّينِ. (۱)

”دین میں انتہا پسندی سے بچو کہ پہلی قومیں اسی انتہا پسندی کی بنا پر تباہ و برباد ہو گئیں۔“

پیغمبر اسلام ﷺ جس طرح اپنی چشم بنوت سے قیامت تک کے احوال کا مشاہدہ فرما رہے تھے اُسی طرح آنے والے وقتوں میں دین کے نام پر بپا ہونے والی دہشت گردی کو بھی ملاحظہ فرما رہے تھے۔ اس لئے آپ ﷺ نے نہ صرف جہاد اور قتال کا فرق واضح فرما دیا بلکہ دین کے نام پر غلو کرنے اور تشدد و غارت گری کا بازار گرم کرنے والوں سے بھی اُمت مسلمہ کو خبردار کر دیا۔ ان نام نہاد مجاہدین کے رویوں اور نشانیوں کو بھی واضح طور پر بیان فرما دیا تاکہ کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے اور امت ان کی ظاہری مومنانہ وضع قطع اور کثرتِ عبادت و تلاوت سے دھوکا نہ کھا جائے۔ آپ ﷺ نے جہاں اپنی امت کو اس فتنے سے الگ رہنے کی تلقین فرمائی وہاں اس ناقابلِ علاج کینسر زدہ حصے کو جسد ملت سے کاٹ دینے کا حکم بھی دیا۔ آئندہ صفحات میں اسی حوالے سے تفصیلات پیش کی جائیں گی۔

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب المناسک، باب قدر حصی الرمی، ۲:

۱۰۰۸، رقم: ۳۰۲۹

۲۔ شیبانی، السنة: ۴۶، رقم: ۹۸

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۳: ۲۴۸، رقم: ۱۳۹۰۹

۱۔ ”دہشت گرد بظاہر بڑے دین دار نظر آئیں گے“

فرامینِ رسول ﷺ کے مطابق دہشت گرد خارجی بظاہر بڑے پختہ دین دار نظر آئیں گے اور وہ دوسرے لوگوں سے زیادہ نماز روزے کے پابند ہوں گے۔ دوسروں کی نسبت شرعی احکامات پر بظاہر زیادہ عمل کرنے والے ہوں گے۔

۱۔ امام بخاری اور امام مسلم حضرت ابوسعید خدری ؓ سے ذوالنویصرہ تمیمی والی روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئٍ هَذَا قَوْمٌ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ رَطْبًا لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. ^(۱)

”اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو کتابِ الہی کی تلاوت سے زبانیں تر رکھیں گے، لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔“

۲۔ امام بخاری اور مسلم حضرت ابوسعید خدری ؓ سے ہی روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب المغازی، باب بعث علی بن أبی طالب و خالد بن الولید إلی الیمن قبل حجة الوداع، ۴: ۱۵۸۱، رقم: ۴۰۹۴

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۲، رقم: ۱۰۶۴

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴، رقم: ۱۱۰۲۱

(۱) صَيَامِهِمْ.

”اس کے (ایسے) ساتھی بھی ہیں کہ تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر جانو گے۔“

۳۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ حضرت ابوسلمہ اور حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہما دونوں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے حروریہ (خوارج) کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں کہ حروریہ کیا ہے؟ ہاں میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

يَخْرُجُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ - وَلَمْ يَقُلْ مِنْهَا - قَوْمٌ تَحْقِرُونَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوقَهُمْ أَوْ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقٌ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. (۲)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأدب، باب ماجاء في قول الرجل

ويلك، ۵: ۲۲۸۱، رقم: ۵۸۱۱

۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،

باب من ترك قتال الخوارج للتألف وأن لا ينفر الناس عنه، ۶: ۲۵۴۰،

رقم: ۶۵۳۴

۳۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم،

۲: ۷۴۴، رقم: ۱۰۶۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،

باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، ۶: ۲۵۴۰،

رقم: ۶۵۳۲

”اس امت میں کچھ ایسے لوگ نکلیں گے۔ (جب کہ یہ نہیں فرمایا کہ اس امت سے ایسے لوگ نکلیں گے)۔ جن کی نمازوں کے مقابلے میں تم اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے، وہ قرآن مجید کی تلاوت کریں گے لیکن یہ (قرآن) ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا یا یہ فرمایا کہ ان کے نخرے سے نیچے نہیں اترے گا اور وہ دین سے یوں خارج ہو جائیں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔“

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قوله: ”يُخْرِجُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ وَلَمْ يَقُلْ مِنْهَا قَوْمٌ“ لَمْ تَخْتَلِفِ الطَّرِيقُ الصَّحِيحَةُ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ فِي ذَلِكَ، وَأَمَّا مَا أَخْرَجَهُ الطَّبْرِيُّ مِنْ وَجْهِ آخِرٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بِلَفْظٍ: ”مِنْ أُمَّتِي“ فَسَنَدُهُ ضَعِيفٌ، لَكِنْ وَقَعَ عِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ حَدِيثِ أَبِي ذَرٍّ بِلَفْظٍ: ”سَيَكُونُ بَعْدِي مِنْ أُمَّتِي قَوْمٌ“ وَلَهُ مِنْ طَرِيقِ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَلِيٍّ: ”يُخْرِجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي“ وَيَجْمَعُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْأُمَّةِ فِي حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ: أُمَّةُ الْإِجَابَةِ، وَفِي رِوَايَةِ غَيْرِهِ: أُمَّةُ الدَّعْوَةِ. قَالَ النُّووي رَحِمَهُ اللَّهُ: ”وَفِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى فَقْهِ الصَّحَابَةِ وَتَحْرِيرِهِمُ الْأَلْفَاظَ، وَفِيهِ إِشَارَةٌ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ إِلَى تَكْفِيرِ الْخَوَارِجِ، وَأَنَّهُمْ مِنْ غَيْرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ.“^(۱)

”آپ ﷺ کے الفاظ ہیں: يُخْرِجُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ (اس امت میں ایک قوم نکلے گی)، آپ ﷺ نے منها (یعنی اس امت سے) نہیں فرمایا۔ حضرت

..... ۲- مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم،

۲: ۷۴۳، رقم: ۱۰۶۲

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۸۹

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے جملہ صحیح طرق میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور رہی وہ حدیث جس کو امام طبری نے حضرت ابوسعید سے ایک اور طریق سے مِنْ اُمَّتِی کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے، تو اس کی سند ضعیف ہے، لیکن امام مسلم کے ہاں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: سَيَكُونُ بَعْدِي مِنْ اُمَّتِي قَوْمٌ۔ اور اسی حدیث کا ایک طریق زید بن وہب عن علی ہے، اس کے الفاظ ہیں: يخرج قوم من اُمَّتِي۔ اس میں اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں تطبیق یوں ہوگی کہ حضرت ابوسعید کی روایت کردہ حدیث میں ”امت“ سے مراد امتِ اجابت یعنی امتِ مسلمہ ہے۔ اور آپ کے علاوہ دوسری روایت کردہ حدیث میں امت سے مراد امتِ دعوت ہے (جو تمام بنی نوع انسان کو شامل ہے)۔ اور امام نووی نے (شرح صحیح مسلم میں) فرمایا: اس حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تفقہ اور ان کے عمدہ اسلوب بیان پر دلالت کرتی ہے اور اس میں حضرت ابوسعید کی طرف سے خوارج کی تکفیر کا اشارہ بھی ملتا ہے اور یہ کہ وہ (خوارج) اس امت میں سے نہیں ہیں۔“

اس نکتہ کی تصریح قاضی عیاض نے بھی اِکمال المعلم شرح صحیح مسلم میں کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ”صَلَاتُكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ“ کی شرح میں مزید لکھتے ہیں:

وصف عاصم أصحاب نجدة الحروري: بأنهم يصومون النهار، ويقومون الليل، ويأخذون الصدقات على السنة. أخرجه الطبري. وعنده من طريق سليمان التميمي عن أنس ذكر عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”إن فيكم قوماً يدأبون ويعملون حتى

يعجبوا الناس وتعجبهم أنفسهم، ومن طريق حفص بن أحي أنس عن عمه بلفظ: ”يتعمقون في الدين“، وفي حديث ابن عباس عند الطبراني في قصة مناظرته للخوارج قال: فأتيتهم فدخلت على قوم لم أر أشدَّ اجتهاداً منهم، أيدىهم كأنها ثفن الإبل، ووجوههم معلمة من آثار السجود“، وأخرج ابن أبي شيبة، عن ابن عباس أنه ذكر عنده الخوارج واجتهادهم في العبادة، فقال: ليسوا أشدَّ اجتهاداً من الرهبان.“^(۱)

”عاصم نے نجدہ حروری کے اصحاب کا وصف یوں بیان کیا ہے: وہ دن کو روزہ رکھتے، رات کو قیام کرتے اور سنت کے طریقے پر صدقات حاصل کرتے ہیں۔ اس کو امام طبری نے روایت کیا۔ اور ان کی سند میں سلیمان تمیمی، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے اعمال اور دین سے ظاہری تمسک کے باعث لوگوں کو ورطہ حیرت میں مبتلا کر دیں گے اور وہ خود بھی خود پسندی میں مبتلا ہوں گے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھتیجے حضرت حفص اپنے چچا سے یہ الفاظ روایت کرتے ہیں: ”يَتَعَمَّقُونَ فِي الدِّينِ“ کہ وہ دین میں بڑی پختگی اور شدت پسندی ظاہر کریں گے۔ اور امام طبرانی کے نزدیک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث - جس میں خوارج کے ساتھ ان کے مناظرے کا قصہ ہے، اس میں آپ نے فرمایا: ”میں ان کے پاس آیا اور ان لوگوں کے پاس پہنچا جن سے بڑھ کر اعمال میں ریاضت کرنے والے لوگ میں نے نہیں دیکھے تھے، ان کے ہاتھ ایسے تھے گویا اونٹ کے پاؤں (جو موٹے اور کھر درے ہوتے ہیں) اور ان کے چہروں پر سجدوں کے نشانات نمایاں تھے۔“

ابن ابی شیبہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے خوارج اور عبادت میں ان کی جانفشانی کے ذکر کے وقت فرمایا کہ وہ راہبوں سے زیادہ بڑھ کر عبادت و ریاضت کرنے والے نہیں تھے۔“

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ شبیر احمد عثمانی نے بھی یہی تحقیق ”فتح المملہم (۵: ۱۵۹)“ میں درج کی ہے۔

۴۔ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں سب سے پہلی گستاخی کا ارتکاب کرنے والے خارجی اور انتہا پسندوں کے سردار ذوالخویرہ تمیمی کے بارے میں احادیث میں بیان ہوا ہے کہ کثرت ریاضت و عبادت کے آثار اُس کے چہرے سے نمایاں تھے اور اس کی بہت گھنی ڈاڑھی تھی۔^(۱)

۵۔ امام مسلم زید بن وہب جہنی سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّهُ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِينَ كَانُوا مَعَ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ الَّذِينَ سَارُوا إِلَى الْخَوَارِجِ، فَقَالَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَيْسَ قِرَاءَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صَلَاتُكُمْ إِلَى صَلَاتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صِيَامُكُمْ إِلَى صِيَامِهِمْ بِشَيْءٍ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ يَحْسَبُونَ أَنَّهُ لَهُمْ، وَهُوَ عَلَيْهِمْ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب المغازی، باب بعث علی بن ابی

طالب و خالد بن الولید إلى الیمن قبل حجة الوداع، ۴: ۱۵۸۱، رقم:

۴۰۹۴

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم،

۲: ۷۴۲، رقم: ۱۰۶۴

مِنَ الرَّمِيَّةِ. (۱)

”وہ اس لشکر میں تھے جو حضرت علیؑ کے ساتھ خوارج سے جنگ کے لئے گیا تھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے ایک قوم ظاہر ہوگی، وہ قرآن اس قدر پڑھیں گے کہ ان کے پڑھنے کے سامنے تمہارے قرآن پڑھنے کی کوئی حیثیت نہ ہوگی، نہ ان کی نمازوں کے سامنے تمہاری نمازوں کی کچھ حیثیت ہوگی اور نہ ہی ان کے روزوں کے سامنے تمہارے روزوں کی کوئی حیثیت ہوگی۔ وہ یہ سمجھ کر قرآن پڑھیں گے کہ وہ ان کے حق میں ہے لیکن درحقیقت وہ ان کے خلاف ہوگا، نماز ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گی اور وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔“

علامہ شبیر احمد عثمانی مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قوله ﷺ: ”يَحْسَبُونَ أَنَّهُ لَهُمْ“ إلخ: أي: هم يحسبون أن القرآن حجة لهم في إثبات دعاويهم الباطلة، وليس كذلك، بل هو حجة عليهم عند الله تعالى. وفيه إشارة إلى أن من المسلمين من يخرج من الدين من غير أن يقصد الخروج منه، ومن غير أن

(۱) ۱- مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل

الخوارج، ۲: ۴۸، رقم: ۱۰۶۶

۲- أبوداود، السنن، كتاب السنة، باب في قتال الخوارج، ۴: ۲۴۴،

رقم: ۴۷۶۸

۳- أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۹۱، رقم: ۷۰۶

۴- نسائي، السنن الكبرى، ۵: ۱۶۳، رقم: ۸۵۷۱

۵- عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۴۷

یختار دیناً علی دین الإسلام۔^(۱)

”آپ ﷺ کا فرمان ہے: ”وہ یہ گمان کریں گے کہ یہ قرآن ان کے حق میں دلیل ہے۔“ یعنی وہ یہ گمان کریں گے کہ قرآن ان کے باطل دعووں کے اثبات میں ان کے حق میں حجت ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے، بلکہ قرآن اللہ تعالیٰ کے ہاں اُن کے خلاف دلیل اور حجت ہوگا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو دین سے خارج ہو جائیں گے اگرچہ ان کا دین سے خروج کا کوئی ارادہ نہ ہوگا۔“

۲۔ ”خوارج کا نعرہ عامۃ الناس کو حق محسوس ہوگا“

خوارج عامۃ الناس کو گمراہ کرنے اور ورغلانے کے لئے بظاہر اسلام کا نعرہ بلند کریں گے لیکن ان کی نیت بری ہوگی۔ احادیث مبارکہ کی روشنی میں ان کی بظاہر اسلام پر مبنی باتوں اور ظاہری وضع قطع اور دین داری کو دیکھ کر دھوکا نہ کھایا جائے کیونکہ ان کا یہ مذہبی نعرہ اور عبادت گذاری درحقیقت اُمت مسلمہ میں مغالطہ، ابہام اور افتراق و انتشار پیدا کرنے کے لئے ہوگا۔

۱۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ.^(۲)

(۱) شبیر احمد عثمانی، فتح الملہم، ۵: ۱۶۷

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالہم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیہم، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب التحريض علی قتل الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

”وہ لوگوں کے سامنے (دھوکہ دہی کے لئے) ”اسلامی منشور“ پیش کریں گے۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی، حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان ”یقولون من قول خیر البریة“ کی شرح میں لکھتے ہیں:

أی: من القرآن، وکان أوّل کلمة خرجوا بها قولهم: لا حکم إلا لله، وانتزعوها من القرآن، وحملوها علی غیر محلها.

”(ان کلمات کا مطلب ہے کہ) خوارج اپنے موقف کی تائید میں قرآن پیش کریں گے۔ اسی لیے سب سے پہلا نعرہ جو اُن کی زبانوں سے بلند ہوا اس کے الفاظ یہ تھے: اللہ کے علاوہ کسی کا حکم (قبول) نہیں (یعنی انہوں نے اپنا منشور اسلامی لبادے میں پیش کیا تھا)۔ انہوں نے یہ جملہ قرآن حکیم سے اخذ کیا لیکن اس کا اطلاق اس سے ہٹ کر کیا۔“

علامہ عبد الرحمن مبارک پوری نے جامع الترمذی کی شرح تحفة الأحوذی میں بھی یہی معنی بیان کیا ہے۔^(۱)

۲۔ امام مسلم حضور نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّ الْحُرُورِيَّةَ لَمَّا خَرَجَتْ وَهُوَ مَعَ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالُوا: لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ. قَالَ عَلِيٌّ: كَلِمَةٌ حَقٌّ أُرِيدَ بِهَا بَاطِلٌ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَصَفَ نَاسًا إِنِّي لَا أَعْرِفُ صِفَتَهُمْ فِي هَؤُلَاءِ يَقُولُونَ الْحَقَّ بَالْسَنَتِهِمْ لَا يَجُوزُ هَذَا مِنْهُمْ وَأَشَارَ إِلَى حَلْقِهِ، مِنْ أَنْبَغِ خَلْقِ اللَّهِ إِلَيْهِ مِنْهُمْ أَسْوَدُ إِحْدَى يَدَيْهِ طُبْيُ شَاةٍ أَوْ حَلْمَةٌ ثَدْيٍ، فَلَمَّا

قَتَلَهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: انْظُرُوا، فَانْظُرُوا فَلَمْ يَجِدُوا شَيْئًا. فَقَالَ: ارْجِعُوا فَوَاللَّهِ، مَا كَذَبْتُ وَلَا كُذِّبْتُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ وَجَدُوهُ فِي خَرِبَةٍ فَاتُّوا بِهِ حَتَّى وَضَعُوهُ بَيْنَ يَدَيْهِ. قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ: وَأَنَا حَاضِرُ ذَلِكَ مِنْ أَمْرِهِمْ وَقَوْلِ عَلِيٍّ فِيهِمْ.^(۱)

”جس وقت حروریہ نے مسلح جدوجہد کا آغاز کیا اُس سے قبل وہ حضرت علی بن ابی طالب ؑ کے ساتھ تھے، انہوں نے کہا: اللہ کے سوا کوئی حکم نہیں کر سکتا، حضرت علی ؑ نے فرمایا: بات تو حق ہے مگر اس سے مقصود باطل ہے۔ بے شک حضور نبی اکرم ﷺ نے کچھ لوگوں کے متعلق فرمایا تھا جن کی نشانیاں میں ان لوگوں میں بخوبی دیکھ رہا ہوں، وہ اپنی زبانوں سے دین حق کی بات کہتے ہیں اور حق اس سے (یعنی ان کے حلق سے) متجاوز نہیں ہوتا۔ آپ نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا اور کہا: یہ لوگ اللہ کی مخلوق میں مبغوض ترین ہیں۔ ان میں سے ایک شخص سیاہ رنگ کا ہے جس کا ہاتھ بکری کے تھن یا عورت کے پستان کے سر کی طرح ہے۔ جب حضرت علی بن ابی طالب ؑ انہیں قتل کر چکے تو فرمایا: اس آدمی کی تلاش کرو، انہوں نے اسے ڈھونڈا مگر وہ نہ ملا، فرمایا: اس کو پھر جا کر تلاش کرو، بخدا نہ میں نے جھوٹ بولا ہے نہ مجھے (حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے) جھوٹ بتایا گیا ہے، یہ بات انہوں نے دو یا تین بار کہی، حتیٰ کہ لوگوں نے اسے بالآخر ایک کھنڈر میں ڈھونڈ لیا اور اس کی لاش لا کر حضرت علی کے سامنے رکھ دی۔ عبید اللہ کہتے ہیں: میں اس سارے معاملہ کا

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل

الخوارج، ۷۴۹:۲، رقم: ۱۰۶۶

۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۱۶۰:۵، رقم: ۸۵۶۲

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۳۸۷:۱۵، رقم: ۶۹۳۹

یعنی گواہ ہوں اور حضرت علیؑ کا قول ان خوارج کے بارے میں ہی تھا۔“

امام یحییٰ بن شرف نووی شرح صحیح مسلم میں حضرت علیؑ کے قول ”كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيدَ بِهَا بَاطِلٌ“ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

معناه أن الكلمة أصلها صدق، قال الله تعالى: ﴿إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ﴾^(۱) لكنهم أرادوا بها الإنكار على عليؑ في تحكيمه.^(۲)

”اس کا معنی یہ ہے کہ اصلاً یہ کلمہ سچا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿حکم صرف اللہ ہی کا ہے﴾۔ لیکن انہوں نے اس نعرہ کو حضرت علیؑ کے حکم کو رد کرنے کے لئے استعمال کیا (یہ باطل ہے)۔“

علامہ شبیر احمد عثمانی نے بھی ”فتح الملہم (۵: ۱۶۹)“ میں مذکورہ کلمات کی یہی شرح بیان کی ہے۔

ایک دوسری روایت میں طارق بن زیاد بیان کرتے ہیں:

خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّؑ إِلَى الْخَوَارِجِ فَقَتَلَهُمْ، ثُمَّ قَالَ: انْظُرُوا فَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِنَّهُ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ يَتَكَلَّمُونَ بِالْحَقِّ لَا يُجَاوِزُ حَلْقَهُمْ.^(۳)

”ہم حضرت علیؑ کے ساتھ خوارج کی طرف (ان سے جنگ کے لیے) نکلے حضرت علیؑ نے ان کا خاتمہ کیا پھر فرمایا: دیکھو بے شک حضور نبی اکرم ﷺ

(۱) الأنعام، ۶: ۵۷

(۲) نووی، شرح صحیح مسلم، ۷: ۱۷۳، ۱۷۴

(۳) ۱۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۱۶۱، رقم: ۸۵۶۶

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۰۷، رقم: ۸۴۸

نے فرمایا: عنقریب ایسے لوگ نکلیں گے کہ حق کی بات کریں گے لیکن وہ کلمہ حق ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔“

ان احادیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ خوارج اپنے انتہا پسندانہ منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے نعرہ حق لگاتے ہیں لیکن درحقیقت اس کے پیچھے ان کے مذموم مقاصد ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے انہیں بے نقاب کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ لوگ ان کے اچھے نعروں کی وجہ سے گمراہ نہ ہوں۔

۳۔ خوارج دہشت گردی کے لیے brain washed کم سن لڑکوں کو استعمال کریں گے

حضور نبی اکرم ﷺ نے ان دہشت گرد خوارج کے ایک گروہ کی علامت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ یہ لوگ کم عمر ہوں گے اور دہشت گردی کے لیے ان دماغی طور پر ناچتے (brain washed) کم عمر لڑکوں کو استعمال کیا جائے گا۔

۱۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور مسند احمد بن حنبل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سَيُخْرِجُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، لَا يَجَاوِزُ إِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَإِنَّمَا لَقَيْتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱

”عنقریب آخری زمانے میں ایسے لوگ ظاہر ہوں گے یا نکلیں گے جو کم سن لڑکے ہوں گے اور وہ عقل سے کورے (brain washed) ہوں گے۔ وہ ظاہراً (دھوکہ دہی کے لیے) اسلامی منشور پیش کریں گے، ایمان ان کے اپنے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے یوں خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔ پس تم انہیں جہاں کہیں پاؤ تو قتل کر دینا کیونکہ ان کو قتل کرنے والوں کو قیامت کے دن ثواب ملے گا۔“

امام ترمذی (۲۷۹ھ) ”السنن (کتاب الفتن، باب ماجاء صفة المارقة، ۴:

۱۸۱، رقم: ۲۱۸۸)“ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ،
يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيهِمْ، يَقُولُونَ مِنْ قَوْلِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ
يَمُرُّونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمُرُّ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. ^(۱)

..... ۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاۃ، باب التحريض على قتل

الخوارج، ۲: ۷۶، رقم: ۱۰۶۶

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۸۱، ۱۱۳، ۱۳۱، رقم: ۶۱۶،

۱۰۸۶، ۹۱۲

۴۔ نسائی، السنن، کتاب تحریم الدم، باب من شهر سيفه ثم وضعه

في الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۴۱۰۲

۵۔ ابن ماجہ، السنن، المقدمة، باب في ذكر الخوارج، ۱: ۵۹، رقم:

۱۶۸

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۶، ۴۴

۲۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۱۵۹، رقم: ۲۶۳۵

۳۔ ابن أبی عاصم، السنة، ۲: ۴۵۶، رقم: ۹۳۷

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۱۸۷

۵۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۲: ۳۲۲، رقم: ۳۴۶۰

”آخری زمانے میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو کم سن ہوں گے، وہ بے عقل ہوں گے (یعنی ان کی brain washing نہایت آسان ہوگی)۔ وہ قرآن مجید پڑھیں گے لیکن یہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، دین اسلام کی باتیں کریں گے، مگر یہ لوگ دین سے ایسے نکلے ہوئے ہوں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔“

درج بالا احادیث میں أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ اور سُفْهَاءُ الْأَحْلَامِ سے مراد کم عمر، دماغی طور پر ناپختہ (brain washed) لڑکے ہیں، جنہیں خوارج اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے دہشت گردانہ کارروائیوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اس معنی کی صراحت قرآن حکیم میں بھی ملتی ہے۔ قرآن حکیم میں بھی کم عقلوں اور بے سمجھوں کو سُفْهَاءُ کہا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفْهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَمًا. ^(۱)

”اور تم بے سمجھوں کو اپنے (یا ان کے) مال سپرد نہ کرو جنہیں اللہ نے تمہاری معیشت کی استواری کا سبب بنایا ہے۔“

اس معنی کی تائید درج ذیل اقوال ائمہ سے بھی ہوتی ہے:

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

قوله ﷺ: ”أَحْدَاثُ“، والحدث هو الصغير السن، هكذا في أكثر الروايات، ووقع هنا للمستملی والسرخسی ”حُدَاثُ“. قال في المطالع: معناه شباب. ^(۲)

”آپ ﷺ کے الفاظ میں أَحْدَاثُ حدث سے ہے جس کا معنی ہے: چھوٹی

(۱) النساء، ۴: ۵

(۲) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۸۷

عمر کا لڑکا۔ اسی طرح اکثر روایات میں آیا ہے، یہاں مستملی اور سرخسی کی روایات میں حُدُث کا لفظ بھی آیا ہے۔ مطالع میں کہا گیا ہے کہ اس کا معنی کم سن نو جوان ہے۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی مزید فرماتے ہیں:

قوله ﷺ: ”سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ“ والمعنى أن عقولهم رديئة. (۱)
 ”آپ ﷺ کے فرمان سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ سے مراد یہ ہے کہ وہ (دہشت گردی کی سفاکانہ کارروائیاں کرنے والے) عقل و سمجھ میں ناپختہ ہوں گے۔“
 ۲۔ علامہ بدر الدین العینی لکھتے ہیں:

قوله ﷺ: ”حُدُثُ الْأَسْنَانِ“ هكذا في رواية المستملي والسرخسي. وفي أكثر الروايات: أحداث الأسنان، وهو صغير السن. وقال ابن الأثير: حادثة السن كناية عن الشباب، وأول العمر. والمراد بالأسنان العمر يعني أنهم شباب.

قوله ﷺ: ”سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ“ يعني عقولهم رديئة. (۲)
 ”آپ ﷺ کا فرمان ہے: حُدُثُ الْأَسْنَانِ۔ مستملی اور سرخسی کی روایات میں اسی طرح ہے جبکہ اکثر روایات میں أحداث الأسنان کے الفاظ آئے ہیں۔ اس سے مراد کم عمر لڑکے ہیں۔ امام ابن الاثیر نے کہا ہے: حادثة السن سے کنایتاً نو جوانی اور عمر کا اوّل حصہ مراد لیا جاتا ہے اور اسنان سے بھی عمر مراد ہے، یعنی وہ نو جوان ہیں۔

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۸۷

(۲) بدر الدین عینی، عمدة القاری، ۱۶: ۲۰۸، ۲۰۹

”اور آپ ﷺ کے فرمان سُفْهَاءُ الْأَحْلَامِ سے مراد یہ ہے کہ خوارج ناپختہ عقل والے (یعنی brain washed) ہوں گے۔“

- ۳۔ علامہ مبارک پوری نے بھی جامع الترمذی کی شرح تحفۃ الأحوذی میں احداث الاسنان سے کم عمر نوجوان مراد لئے ہیں۔^(۱)
- ۴۔ علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملہم میں لکھتے ہیں:

قوله: ”أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ“ إلخ: والحدث هو: الصغير السن، هكذا في أكثر الروايات، ووقع في بعضها ”حُدَاثٌ. قال في المطالع: معناه شباب. والأسنان جمع سن، والمراد به العمر، والمراد: أنهم شباب.^(۲)

”آپ ﷺ کا فرمان ہے: أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ إلخ۔ حدث سے مراد ہے: کم سن لڑکے۔ یہی اکثر روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ جب کہ بعض روایات میں حُدَاث کا لفظ بھی وارد ہوا ہے۔ مطالع میں کہا گیا ہے کہ اس کا معنی نوجوان ہے۔ أَسْنَان، سن کی جمع ہے جس سے مراد ”عمر“ ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ دہشت گردی کرنے والے نوجوان ہوں گے۔“

مندرجہ بالا تصریحاتِ محدثین سے واضح ہوا کہ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ اور سُفْهَاءُ الْأَحْلَامِ سے مراد پاگل نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد وہ brain washed نوجوان ہیں جو کم سن ہیں اور ابھی ان میں شعور کی پختگی نہیں آئی۔ ایسے کم عمر ناپختہ ذہنوں کی برین واشنگ کر کے شاطر دہشت گرد اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کرتے ہیں۔ اگر موجودہ دہشت گردانہ کارروائیوں کا جائزہ لیا جائے تو صادق و مصدوق ﷺ کی یہ پیشین گوئی حرف بہ

(۱) مبارک پوری، تحفۃ الأحوذی، ۶: ۳۵۳

(۲) شبیر احمد عثمانی، فتح الملہم، ۵: ۱۶۶

حرف سچی دکھائی دے رہی ہے۔ یہ دہشت گرد اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے پندرہ تا اٹھارہ سال کے نوجوانوں کو جذباتی نعروں کے ذریعے کبھی دین دشمن سے لڑنے کا نام دے کر، کبھی خودکشی کو شہادت کا نام دے کر اور کبھی اسلام کے نام پر جنت کا لالچ دے کر بہکاتے ہیں۔

۴۔ ”خوارج کا ظہور مشرق سے ہوگا“

حضور نبی اکرم ﷺ نے خوارج کے بارے میں یہ پیشین گوئی بھی فرمادی تھی کہ ان کا ظہور مشرق کی طرف سے ہوگا۔

۱۔ امام بخاری حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ وَيَقْرَءُ وَنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ
يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَعُودُونَ فِيهِ
حَتَّى يَعُودَ السَّهْمُ إِلَى فُوقِهِ. ^(۱)

”مشرق کی جانب سے کچھ لوگ نکلیں گے، وہ قرآن مجید پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیرشکار سے پار نکل جاتا ہے اور پھر وہ دین میں واپس نہیں آئیں گے جب

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب التوحید، باب قراءة الفاجر والمنافق

وأصواتهم وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم، ۶: ۲۷۸، رقم: ۷۱۲۳

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۶۲، رقم: ۱۱۶۳۲

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۵۶۳، رقم: ۳۷۳۹۷

۴۔ أبويعلی، المسند، ۲: ۴۰۸، رقم: ۱۱۹۳

۵۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۶: ۹۱، رقم: ۵۶۰۹

تک تیر اپنی جگہ پر واپس نہ لوٹ آئے۔“

۲۔ امام مسلم کی بیان کردہ روایت میں یُسَیر بن عمرو کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خوارج کا ذکر سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا:

سَمِعْتُهُ وَأَشَارَ بِيَدِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ قَوْمٌ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ بِاللِّسَانِ لَا يَعْدُوا تَرَاقِيهِمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. ^(۱)

”ہاں! میں نے سنا ہے اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کر کے کہا: وہ (وہاں سے نکلیں گے اور) اپنی زبانوں سے قرآن مجید پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نہیں اترے گا اور دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔“

۳۔ امام بخاری و مسلم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا:

أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا - يُشِيرُ إِلَى الْمَشْرِقِ - مِنْ حَيْثُ يُطْلَعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ. ^(۲)

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب الخوارج شر الخلق والخليفة، ۴: ۷۵۰، رقم: ۱۰۶۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب المناقب، باب نسبة الیمن إلى إسماعیل، ۳: ۱۲۹۳، رقم: ۳۳۲۰

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الفتن وأشرار الساعة، باب الفتنة من المشرق من حيث يطلع قرن الشيطان، ۴: ۲۲۲۹، رقم: ۲۹۰۵

۳۔ مالک، الموطأ، کتاب الاستئذان، باب ما جاء في المشرق، ۲: ۹۷۵، رقم: ۱۷۵۷

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۷۳، رقم: ۵۴۲۸

”خبردار ہو جاؤ! فتنہ اُدھر ہے۔ - آپ ﷺ نے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: - یہیں سے شیطان کا سینگ (یعنی شیطان کا گروہ) ظاہر ہوگا۔“

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو مشرق کی جانب چہرہ مبارک کر کے یہ فرماتے ہوئے سنا:

أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ. ^(۱)

”خبردار ہو جاؤ کہ فتنہ اُدھر (یعنی مشرق کی طرف) ہے جہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔“

درج بالا فرامینِ نبوی ﷺ میں صحابہ کرامؓ کو خوارج کے ظہور کی پیشین گوئی کے ساتھ ساتھ ان کے ظہور کی سمت اور علاقہ بھی بتلادیا گیا تھا۔ ان فرامین کے مطابق خوارج کا ظہور حرین شریفین کی مشرقی سمت سے ہوگا۔ جب کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی درج ذیل حدیثِ مبارکہ میں آپ ﷺ نے اُس مشرقی علاقے کا نام بھی بتا دیا:

۵۔ ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمِينِنَا قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَفِي نَجْدِنَا؟ قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمِينِنَا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَفِي نَجْدِنَا؟

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الفتن، باب قول النبي ﷺ: الفتنه من

قبل المشرق، ۶: ۲۵۹۸، رقم: ۶۶۸۰

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الفتن وأشراف الساعة، باب الفتنه من

المشرق من حيث يطلع قرنا الشيطان، ۴: ۲۲۲۸، رقم: ۲۹۰۵

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۹۱، رقم: ۵۶۵۹

فَاطْنُهُ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ، وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ. (۱)

”حضور نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے شام میں برکت عطا فرما، اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے یمن میں برکت عطا فرما، (بعض) لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے نجد کے لئے بھی دعا فرمائیے؟ آپ ﷺ نے (پھر) دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے شام میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔ (بعض) لوگوں نے (پھر) عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے نجد کے لئے بھی۔ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا سینگ (یعنی گروہ) وہیں سے نکلے گا۔“

یہ فرمان نبوی ﷺ سو فیصد درست ثابت ہوا جب سیدنا علی المرتضیٰ ﷺ کے دورِ خلافت میں حرمین شریفین سے مشرق میں عراق کے بارڈر پر واقع علاقے نجد اور حرواء سے خوارج کا پہلا گروہ ظاہر ہوا تھا۔ اور وہیں سے ان کی مسلح دہشت گردی کی ابتداء ہوئی۔ انہی ارشادات میں آقا ﷺ نے واضح طور پر یہ بھی فرما دیا تھا کہ خوارج ہر دور میں نکلتے رہیں گے۔

اگر تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وطنِ عزیزِ پاکستان بھی حرمین شریفین سے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ: الفتنة من

قبل المشرق، ۶: ۲۵۹۸، رقم: ۶۶۸۱

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب فی فضل الشام واليمن،

۵: ۴۳۳، رقم: ۳۹۵۳

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۱۸، رقم: ۵۹۸۷

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۶: ۲۹۰، رقم: ۷۳۰۱

مشرقی جانب واقع ہے۔ اس لئے اہل پاکستان کے لئے نماز کی خاطر قبلہ کی سمت بھی مغرب ہی ہے۔ احادیث نبوی ﷺ میں سمتِ مشرق کے واضح بیان میں لفظ کے عموم کے تحت اس توسیعی اطلاق کو بھی خارج از امکان قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہاں بھی خوارج کی صفات و علامات کے حاملین نے دہشت گردی اور تباہی و بربادی پھیلا کر قیامتِ صغریٰ پیا کر رکھی ہے۔ ہر روز درجنوں معصوم و بے گناہ لوگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور سیکڑوں زخمی ہو جاتے ہیں۔ مسجدوں اور مزارات کو مسمار کیا جا رہا ہے۔ بے گناہ شہریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ بازاروں، مارکیٹوں اور زیادہ بھیڑ والی جگہوں کو بطور خاص نشانہ بنایا جاتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ دہشت پھیلائی جاسکے۔

اس اطلاق کی تائید آگے بیان ہونے والی خوارج کی علامت سے بخوبی ہو جاتی ہے۔

۵۔ ”خوارج دجال کے زمانے تک ہمیشہ نکلتے رہیں گے“

احادیثِ مبارکہ میں یہ تصریح بھی فرما دی گئی ہے کہ خوارج قیامت تک ہر دور میں نکلتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کا آخری گروہ دجال کے زمانے میں ظاہر ہوگا جو اس کے ساتھ مل کر مسلمان کو قتل کرے گا۔

۱۔ امام احمد اور امام نسائی حضرت شریک بن شہاب رحمہ اللہ سے صحیح حدیثِ مبارکہ میں روایت کرتے ہیں:

كُنْتُ أَتَمَنَّى أَنْ أَلْقَى رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَسْأَلُهُ عَنِ الْخَوَارِجِ، فَلَقِيتُ أَبَا بَرَزَةَ فِي يَوْمِ عِيدٍ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقُلْتُ لَهُ: هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَذْكُرُ الْخَوَارِجَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِأُذُنِي وَرَأَيْتُهُ بِعَيْنِي أَتَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمَالٍ فَقَسَمَهُ، فَأَعْطَى مَنْ عَنْ يَمِينِهِ وَمَنْ عَنْ شِمَالِهِ، وَلَمْ يُعْطِ مَنْ

وَرَأَاهُ شَيْئًا، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ وَرَائِهِ. فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، مَا عَدَلْتَ فِي الْقِسْمَةِ، رَجُلٌ أَسْوَدُ مَطْمُومُ الشَّعْرِ، عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَبْيَضَانِ فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ غَضَبًا شَدِيدًا، وَقَالَ: وَاللَّهِ، لَا تَجِدُونَ بَعْدِي رَجُلًا هُوَ أَعْدَلُ مِنِّي، ثُمَّ قَالَ: يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ كَأَنَّ هَذَا مِنْهُمْ يَفْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَةِ، سَيَمَاهُمُ التَّحْلِيقُ، لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ، فَإِذَا لَقِيَتْهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ. هذا حديث صحيح. (۱)

”مجھے اس بات کی شدید خواہش تھی کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے کسی صحابی سے ملوں اور ان سے خوارج کے متعلق دریافت کروں۔ اتفاقاً میں نے عید کے روز حضرت ابو بزرہ رضی اللہ عنہ کو ان کے کئی دوستوں کے ساتھ دیکھا میں نے ان سے دریافت کیا: کیا آپ نے خارجیوں کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ سے کچھ سنا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، میں نے اپنے کانوں سے سنا اور آنکھوں سے دیکھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں کچھ مال پیش کیا گیا اور آپ ﷺ نے اس مال کو ان لوگوں میں تقسیم فرما دیا جو دائیں اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے، اور جو لوگ پیچھے بیٹھے تھے آپ ﷺ نے انہیں کچھ

(۱) ۱- أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۲۱

۲- نسائی، السنن، کتاب تحریم الدم، باب من شہر سیفہ ثم وضعہ

فی الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۴۱۰۳

۳- نسائی، السنن الکبریٰ، ۲: ۳۱۲، رقم: ۳۵۶۶

۴- بزار، المسند، ۹: ۲۹۴، رقم: ۳۸۴۶

۵- طایسی، المسند، ۱: ۱۲۴، رقم: ۹۲۳

عنایت نہ فرمایا چنانچہ ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا، اے محمد! آپ نے تقسیم میں عدل نہیں کیا۔ وہ شخص سیاہ رنگ، سرمند اور سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ شدید ناراض ہوئے اور فرمایا: خدا کی قسم! تم میرے بعد مجھ سے بڑھ کر کسی شخص کو انصاف کرنے والا نہ پاؤ گے، پھر فرمایا: آخری زمانے میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے یہ شخص بھی انہیں لوگوں میں سے ہے۔ وہ قرآن مجید کی تلاوت کریں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ سرمندے ہوں گے، یہ ہمیشہ نکلتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔ جب تمہارا (میدانِ جنگ میں) ان سے سامنا ہو تو انہیں قتل کر دو۔ وہ تمام مخلوق سے بدترین ہیں۔“

۲۔ امام احمد بن حنبل اور امام حاکم حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

سَيَخْرُجُ أَنَاسٌ مِنْ أُمَّتِي مِنْ قَبْلِ الْمَشْرِقِ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يَجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، كُلَّمَا خَرَجَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قُطِعَ كُلَّمَا خَرَجَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قُطِعَ حَتَّى عَدَّهَا زِيَادَةً عَلَى عَشْرَةِ مَرَّاتٍ، كُلَّمَا خَرَجَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قُطِعَ حَتَّى يَخْرُجَ الدَّجَالُ فِي بَقِيَّتِهِمْ. ^(۱)

”میری امت میں مشرق کی جانب سے کچھ ایسے لوگ نکلیں گے جو قرآن

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۹۸، رقم: ۶۸۷۱

۲۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۵۳۳، رقم: ۸۴۹۷

۳۔ ابن حماد، الفتن، ۲: ۵۳۲

۴۔ ابن راشد، الجامع، ۱۱: ۳۷۷

۵۔ آجری، الشریعة: ۱۱۳، رقم: ۲۶۰

پڑھتے ہوں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور ان میں سے جو بھی شیطانی گروہ جوں ہی نکلے گا وہ (فوجی آپریشن کی صورت میں) ختم کر دیا جائے گا۔ ان میں سے جو بھی شیطانی گروہ جوں ہی نکلے گا (ریاستی ادارے) ان کا خاتمہ کر دیں گے۔ (یہ قُطِعَ کا معنی مرادی ہے۔ قطع کر دیے جانے کی معنوی مناسبت فوجی آپریشن کے ساتھ زیادہ بنتی ہے۔) یہاں تک کہ آپ ﷺ نے یوں ہی دس دفعہ سے بھی زیادہ بار دہرایا اور فرمایا: ان میں سے جو بھی شیطانی گروہ جب بھی نکلے گا اسے کاٹ دیا جائے گا یہاں تک کہ ان ہی کی باقی ماندہ نسل میں دجال نکلے گا۔“

لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ کے ذریعے آقا ﷺ نے اس وہم کا ازالہ بھی فرما دیا کہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ خوارج صرف ایک ہی بار ظاہر ہوئے تھے جن کا خاتمہ سیدنا علی المرتضیٰ ؑ نے اپنے دور میں کیا۔ بلکہ یہ خوارج کا پہلا گروہ تھا جس سے اس تحریک کا آغاز ہوا، حدیث نبوی ﷺ کے مطابق یہ خوارج ہر دور میں وقتاً فوقتاً نکلتے رہیں گے حتیٰ کہ اس کا آخری گروہ ظہورِ دجال کے وقت مسلح ہو کر نکلے گا۔ اور تاریخ کے ہر دور میں یہ خوارج جب بھی نکلیں گے مسلم ریاستوں کے خلاف جنگ کرتے رہیں گے، بندوق اور ہتھیار اٹھا کر مسلمانوں کا قتل عام کرتے رہیں گے۔ یہی دہشت گردی ان کی پہچان ہوگی۔ مزید یہ کہ احادیث میں ”قرن“ کا لفظ آیا ہے، جس کا معنی ہے: القرن: القوم الْمُفْتِرُونَ فِي ذَمِّنٍ وَاحِدٍ (ایک دور میں لوگوں کا ایک گروہ جو باہم مربوط و منظم ہو)۔

مگر لغوی لحاظ سے اس کا دوسرا معنی بھی ہے اور وہ یہ کہ قَرْنٌ سینگ کو بھی کہتے ہیں، جسے جانور اپنے دشمن کے لیے ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ قرن کا استعارہ استعمال کر کے گویا یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ وہ لوگ ہتھیار اٹھا کر بغاوت کریں گے۔ قَرْنُ الشَّيْطَانِ کا مطلب ہے کہ وہ ہتھیار شیطانی مقاصد پورے کرنے کے لیے استعمال ہوں گے۔ بے گناہ لوگوں کا قتل عام اور انسانیت کی بربادی شیطان کا اولین مقصد ہے۔

۳۔ اسی مضمون کو امام ابن ماجہ نے بھی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ، أَكْثَرَ مِنْ عِشْرِينَ مَرَّةً، حَتَّى يَخْرُجَ فِي عَرَاضِهِمُ الدَّجَالُ. ^(۱)

”گروہ خوارج جب بھی ظاہر ہوگا اسے ختم کر دیا جائے گا۔ ایسا بیس سے زائد بار ہوگا، حتیٰ کہ (سب سے) آخری (گروہ) میں دجال ظاہر ہوگا۔“

۶۔ ”خوارج دین سے خارج ہوں گے“

۱۔ امام بخاری سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. ^(۲)

(۱) ابن ماجہ، السنن، المقدمة، باب فی ذکر الخوارج، ۱: ۶۱، رقم: ۱۷۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

۳۔ نسائی، السنن، کتاب تحریم الدم، باب من شهر سيفه ثم وضعه فی الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۴۱۰۲

۴۔ ابن ماجہ، السنن، المقدمة، باب فی ذکر الخوارج، ۱: ۵۹، رقم: ۱۶۸

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۸۱، ۱۱۳، ۱۳۱، رقم: ۶۱۶، ۱۰۸۶، ۹۱۲

”خوارج دین سے یوں خارج ہوں گے جیسے تیرشکار سے خارج ہو جاتا ہے۔“

۲۔ سنن ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. (۱)

”خوارج دین سے یوں خارج ہوں گے جیسے تیرشکار سے خارج ہو جاتا ہے۔“

علامہ بدر الدین العینی مذکورہ بالا احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قوله ﷺ: ”يمرقون من الدين“ من المروق وهو الخروج. يقال: مرق من الدين مروقاً خرج منه ببدعته وضلالته. وفي رواية سويد بن غفلة عند النسائي والطبري: يمرقون من الإسلام، وفي رواية للنسائي: يمرقون من الحق. (۲)

”آپ ﷺ کا فرمان ہے: ”وہ دین سے خارج ہو جائیں گے۔“ یمرقون کا لفظ مروق سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے: باغی ہونا؛ خارج ہو جانا۔ جس طرح کہا جاتا ہے: وہ اپنی بدعت و ضلالت کے سبب دین سے خارج ہو گیا۔ حضرت سويد بن غفلة رضی اللہ عنہ کی روایت میں امام نسائی اور امام طبری سے یہ الفاظ مروی ہیں: وہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔ امام نسائی کی ایک روایت کے

(۱) ترمذی، السنن، کتاب الفتن، باب في صفة المارقة، ۴: ۴۸۱، رقم:

۲۱۸۸

امام ترمذی نے السنن میں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: یہ روایت حضرت علی، حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۲) بدر الدین عینی، عمدة القاری، ۱۶: ۲۰۹

الفاظ ہیں: وہ حق سے خارج ہو جائیں گے۔“

علامہ انور شاہ کشمیری مروق کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

المروق هو الخروج من حيث لا يدري. (۱)

”مروق سے مراد ایسا خروج ہے جس میں کوئی پختہ سوچ سمجھ شامل نہ ہو (یعنی

جدھر منہ اٹھایا چل پڑے)۔“

اس مضمون پر مشتمل درجنوں احادیث صحاح ستہ میں وارد ہوئی ہیں، جن کا ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں۔

۷۔ ”خوارج جہنم کے کتے ہوں گے“

بے گناہ انسانوں کے قتل عام اور سفاکانہ دہشت گردی کی پاداش میں رسول اللہ ﷺ نے خوارج کو جہنم کے کتے قرار دیا ہے۔

۱۔ سنن ترمذی میں امام ابو غالب نے حضرت ابو امامہ ؓ سے روایت کیا ہے:

فَقَالَ أَبُو أُمَامَةَ ؓ: كِلَابُ النَّارِ شَرُّ قَتْلَى تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ خَيْرُ قَتْلَى مَنْ قَتَلُوهُ ثُمَّ قَرَأَ: ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ قُلْتُ لِأَبِي أُمَامَةَ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: لَوْ لَمْ أَسْمَعْهُ إِلَّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا حَتَّى عَدَّ سَبْعًا مَا حَدَّثْتُكُمْوه. (۲)

(۱) شبیر احمد عثمانی، فتح الملہم، ۵: ۱۶۸

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة آل عمران،

۵: ۲۲۶، رقم: ۳۰۰۰

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۵۶، رقم: ۲۲۲۶۲

”حضرت ابو امامہ ؓ نے فرمایا: (یہ خوارج) جہنم کے کتے ہیں، آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہیں۔ اور وہ شخص بہترین مقتول ہے جسے انہوں نے قتل کیا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے﴾ حضرت ابو غالب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو امامہ ؓ سے عرض کیا: کیا آپ نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اگر میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے (یہ فرمان) ایک، دو، تین، چار یہاں تک کہ سات بار تک نہ سنا ہوتا تو تم سے بیان نہ کرتا (یعنی میں نے یہ بات خود حضور ﷺ سے متعدد بار سنی ہے)۔“

۲۔ امام ابن ابی شیبہ، بیہقی اور طبرانی نے حضرت ابو غالب سے روایت کیا کہ حضرت ابو امامہ ؓ نے خوارج اور حرور یہ کے متعلق بیان فرمایا:

كِلَابُ جَهَنَّمَ، شَرُّ قَتْلَى فُتِلُوا تَحْتَ ظِلِّ السَّمَاءِ، وَمَنْ قَتَلُوا خَيْرُ قَتْلَى تَحْتَ السَّمَاءِ إِلَى الْآخِرِ. (۱)

”یہ جہنم کے کتے ہیں اور زیرِ آسمان تمام مقتولوں سے بدترین مقتول ہیں اور ان کے ہاتھوں شہید ہونے والے زیرِ آسمان تمام شہیدوں سے بہترین شہید ہیں۔“

۳۔ سعید بن جہان بیان کرتے ہیں:

كَانَتِ الْخَوَارِجُ قَدْ تَدْعُونِي حَتَّى كِدْتُ أَنْ أَدْخُلَ فِيهِمْ، فَرَأْتُ

۳۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۱۶۳، رقم: ۲۶۵۵

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۱۸۸

۵۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۲: ۲۲۸، رقم: ۱۲۷۹

(۱) ۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۵۵۴، رقم: ۳۷۸۹۲

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۸: ۲۶۷، ۲۶۸، رقم: ۸۰۳۴، ۸۰۳۵

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۱۸۸

أُخْتُ أَبِي بِلَالٍ فِي النَّوْمِ أَنَّ أَبَا بِلَالٍ كَلَبُ أَهْلَبُ أَسْوَدُ عَيْنَاهُ
تَذَرَفَانِ. فَقَالَتْ: يَا أَبَا بِلَالٍ مَا شَأْنُكَ أَرَاكَ هَكَذَا؟
فَقَالَ: جُعِلْنَا بَعْدَكُمْ كِلَابَ أَهْلِ النَّارِ، وَكَانَ أَبُو بِلَالٍ مِنْ رُوُوسِ
الْخَوَارِجِ. (۱)

”خوارج مجھے (اپنی طرف) دعوت دیا کرتے تھے (سو اس دعوت سے متاثر ہو کر) قریب تھا کہ میں ان کے ساتھ شامل ہو جاتا کہ ابو بلال (خارجی) کی بہن نے خواب دیکھا کہ ابو بلال کالے لمبے بالوں والے کتے کی شکل میں ہے، اس کی آنکھیں بہہ رہی تھیں۔ بیان کیا کہ اس نے کہا: اے ابو بلال! میرا باپ آپ پر قربان! کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں اس حال میں دیکھ رہی ہوں؟ اس نے کہا: ہم لوگ تمہارے بعد دوزخ کے کتے بنا دیئے گئے ہیں۔ وہ ابو بلال خارجیوں کے سرداروں میں سے تھا۔“

۸۔ ”دہشت گرد خارجی گروہوں کی ظاہری دین داری سے دھوکہ نہ کھایا جائے“

خوارج تلاوتِ قرآن اور نماز روزہ کے سخت پابند تھے، ان کی گفتگو میں دنیا کی بے ثباتی، زہد و تقویٰ کی ترغیب و تحریص، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا بہت زیادہ اہتمام اور امارت اور عہدہ قبول کرنے سے ہر ایک کا عذر و گریز ایسے اُمور ہیں کہ ان امور کا پایا جانا کسی بھی شخص کو ظاہراً دین دار بلکہ متقی اور مجاہد سمجھنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ جیسا کہ امام ابن ماجہ اور احمد بن حنبل حضرت ابو سلمہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابو سلمہ نے بیان کیا ہے:

(۱) ۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۵۵۵، رقم: ۳۷۸۹۵

۲۔ عبد اللہ بن أحمد، السنة، ۲: ۶۳۴، رقم: ۱۵۰۹

۱۔ قُلْتُ لِأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ: هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَذْكُرُ فِي الْحُرُورِيَّةِ شَيْئًا؟ فَقَالَ: سَمِعْتُهُ يَذْكُرُ قَوْمًا يَتَعَبَّدُونَ (وفي رواية أحمد: يَتَعَمَّقُونَ فِي الدِّينِ) يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصَوْمَهُ مَعَ صَوْمِهِمْ^(۱).

”میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے حروریہ (یعنی خوارج) کے متعلق کوئی حدیث سنی ہے؟ انہوں نے فرمایا: (ہاں) آپ ﷺ نے ایک گروہ کا ذکر فرمایا جو خوب عبادت کرے گا، (امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ وہ دین میں انتہائی پختہ نظر آئیں گے) (یہاں تک کہ) تم اپنی نمازوں اور روزوں کو ان کی نمازوں اور روزوں کے مقابلہ میں کمتر سمجھو گے۔“

یہی سبب ہے کہ خود کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے معاملے میں شبہ وارد ہوتا تھا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے شخص کہتے ہیں کہ ایسے زاہد و عابد لوگ میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ جیسا کہ امام حاکم اور نسائی کی بیان کردہ درج ذیل روایت میں بیان ہوا ہے:

۲۔ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ: فَاتَّيْتُهُمْ وَهُمْ مُجْتَمِعُونَ فِي دَارِهِمْ قَائِلُونَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِمْ. فَقَالُوا: مَرْحَبَا بِكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَاتَّيْتُ قَوْمًا لَمْ أَرِ قَوْمًا قَطُّ أَشَدَّ اجْتِهَادًا مِنْهُمْ مَسْهَمَةً وَجَوْهَمَ مِنَ السَّهْرِ كَأَنْ أُيْدِيَهُمْ وَرَكِبَهُمْ تَشْنِي عَلَيْهِمْ^(۲).

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، المقدمة، باب في ذكر الخوارج، ۱: ۶۰، رقم:

۱۶۹

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۳، رقم: ۱۱۳۰۹

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۵۵۷، رقم: ۳۷۹۰۹

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۱۶۴، رقم: ۲۶۵۶

”حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کہتے ہیں: میں (حضرت علی ؓ کی طرف سے) ان کے پاس ایک گھر میں گیا جہاں وہ سب جمع تھے۔ میں نے ان پر سلام کیا۔ انہوں نے اس کے جواب میں کہا: مرحبا! اے ابن عباس (یعنی صحابی رسول کو جواباً و علیکم السلام بھی نہ کہا)۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کہتے ہیں: میں نے ان لوگوں سے زیادہ عبادت میں مجاہدہ کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ ان کے چہرے زیادہ جاگنے کی وجہ سے سوکھ گئے تھے اور ہاتھ پاؤں ٹیڑھے معلوم ہوتے تھے۔“

۳۔ خوارج کی کثرتِ عبادت و ریاضت کا حال حضرت جناب ؓ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

لما فارقت الخوارج علياً خرج في طلبهم وخرجنا معه، فانتبهينا إلى عسكر القوم فإذا لهم دوي كدوي النحل من قراءة القرآن، وفيهم أصحاب الثغفات وأصحاب البرانس، فلما رأيتهم دخلني من ذلك شدة فتنحيت فركزت رمحي ونزلت عن فرسي ووضعت برنسي، فنشرت عليه درعي، وأخذت بمقود فرسي فقمت أصلي إلى رمحي وأنا أقول في صلاتي: اللهم إن كان قتال هؤلاء القوم، لك طاعة فإذن لي فيه، وإن كان معصية فأرني براءتك. ^(۱)

..... ۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۱۶۵، رقم: ۸۵۷۵

۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۵۸

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۲۵۷، رقم: ۱۰۵۹۸

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۱۷۹

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۴: ۲۲۷، رقم: ۴۰۵۱

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۲۲۷

”جب خوارج علیحدہ ہو گئے، حضرت علیؑ ان کے تعاقب میں نکلے تو ہم بھی ساتھ تھے۔ جب ہم خوارج کے لشکر کے قریب پہنچے تو قرآن مجید پڑھنے کا ایک شور سنائی دیا۔ ان خوارج کی یہ حالت تھی کہ تہبند بندھے ہوئے، ٹوپیاں اوڑھے ہوئے کمال درجہ کے زاہد و عابد نظر آتے تھے۔ ان کا یہ حال دیکھ کر ان سے قتال مجھ پر نہایت شاق ہوا۔ میں نے ایک طرف نیزہ گاڑ کر ٹوپی اور زرہ اس پر لگا دی اور گھوڑے سے اتر کر نیزہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کی اور اس میں یہ دعا کی: ”الہی! اگر اس گروہ کا قتل کرنا تیری طاعت ہے تو مجھے اجازت مل جائے اور اگر معصیت ہے تو مجھے اس رائے پر آگاہی نصیب ہو جائے۔“

حضرت جنابؑ پر خوارج کے ظاہری زہد و عبادت اور تدین کا اتنا اثر تھا کہ ان کے ساتھ جنگ کرنے میں بھی متردد تھے۔ انہوں نے بالآخر اسی لمحہ سیدنا علی المرتضیٰؑ سے حضور نبی اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ اور پیشین گوئیاں سنیں جو درست ثابت ہوئیں۔ اس سے ان کو شرح صدر نصیب ہو گیا کہ یہ ہلاک کیے جانے کے ہی مستحق ہیں۔

دورِ حاضر کے خوارج ظاہری لحاظ سے بڑے متقی و پرہیزگار نظر آتے ہیں، مگر اپنی باطنی کیفیت، دین دشمن کارروائیوں اور ناحق قتل و غارت گری و دہشت گردی کے پیش نظر احادیث میں انہیں سب سے بڑا فتنہ اور بدترین مخلوق قرار دیا گیا ہے۔ وہ بے شک قرآن مجید کی آیات پڑھتے ہیں مگر کافروں کے بارے میں وارد ہونے والی آیات کا اطلاق مسلمانوں پر کرتے ہیں۔ اپنی نام نہاد فکر کی بناء پر مسلمانوں کو کافر بنا کر ان کے قتل کا جواز بناتے ہیں۔

..... ۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۹۶

۴۔ شوکانی، نیل الأوطار، ۷: ۳۴۹

۹۔ ”خوارج شرارِ خلق ہیں“

خوارج کو حضور نبی اکرم ﷺ نے اور آپ ﷺ کی اتباع میں صحابہ و تابعین نے تمام مخلوق میں بدترین طبقہ قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں بعض روایات درج ذیل ہیں:

أَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيحِهِ فِي تَرْجُمَةِ الْبَابِ: قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ﴾^(۱) وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَرَاهُمُ شِرَارَ خَلْقِ اللَّهِ، وَقَالَ: إِنَّهُمْ أَنْطَلَقُوا إِلَى آيَاتِ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوهَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ.

وقال العسقلاني في الفتح: وصله الطبري في مسند علي من تهذيب الآثار من طريق بكير بن عبد الله بن الأشج: أَنَّهُ سَأَلَ نَافِعًا كَيْفَ كَانَ رَأَى ابْنُ عُمَرَ فِي الْحُرُورِيَّةِ؟ قَالَ: كَانَ يَرَاهُمُ شِرَارَ خَلْقِ اللَّهِ، أَنْطَلَقُوا إِلَى آيَاتِ الْكُفَّارِ فَجَعَلُوهَا فِي الْمُؤْمِنِينَ.

قلت: وسنده صحيح، وقد ثبت في الحديث الصحيح المرفوع عند مسلم من حديث أبي ذرٍّ رضي الله عنه في وصف الخوارج: هُمْ شِرَارُ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ. وعند أحمد بسند جيد عن أنس مرفوعاً مثله.

وعند البزار من طريق الشعبي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْخَوَارِجَ فَقَالَ: هُمْ شِرَارُ أُمَّتِي يَقْتُلُهُمْ خِيَارُ أُمَّتِي. وسنده حسن.

وعند الطبراني من هذا الوجه مرفوعا: هُمْ شَرَّارُ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ يَقْتُلُهُمْ خَيْرُ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ. وفي حديث أبي سعيد رضي الله عنه عند أحمد: هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ.

وفي رواية عبيد الله بن أبي رافع عن علي رضي الله عنه عند مسلم: مِنْ أْبْعَضِ خَلْقِ اللَّهِ إِلَيْهِ.

وفي حديث عبد الله بن خباب رضي الله عنه يعني عن أبيه عند الطبراني: شَرُّ قَتْلَى أَظَلَّتْهُمْ السَّمَاءُ وَأَقْلَتْهُمْ الْأَرْضُ. وفي حديث أبي أمامة رضي الله عنه نحوه.

وعند أحمد وابن أبي شيبة من حديث أبي برزة مرفوعاً في ذكر الخوارج: شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ يَقُولُهَا ثَلَاثًا.

وعند ابن أبي شيبة من طريق عمير بن إسحاق عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه: هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ. وهذا مما يؤيد قول من قال بكفرهم. ^(۱)

(۱) ۱- بخاری، الصحيح، کتاب، استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،

باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، ۶: ۲۵۳۹

۲- مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب الخوارج شر الخلق والخلیقة، ۲: ۷۵۰، الرقم: ۱۰۶۷

۳- أبوداود، السنن، کتاب السنة، باب فی قتال الخوارج، ۴: ۲۴۳، رقم: ۴۷۶۵

۴- نسائی، السنن، کتاب تحریم الدم، باب من شهر سيفه ثم وضعه فی الناس، ۷: ۱۱۹، ۱۲۰، رقم: ۴۱۰۳

۵- أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۵، ۲۲۴، رقم: ۱۱۱۳۳

”امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب کے عنوان کے طور پر یہ حدیث روایت کی ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ﴾ ”اور اللہ کی شان نہیں کہ وہ کسی قوم کو گمراہ کر دے۔ اس کے بعد کہ اس نے انہیں ہدایت سے نواز دیا ہو، یہاں تک کہ وہ ان کے لئے وہ چیزیں واضح فرمادے جن سے انہیں پرہیز کرنا چاہئے۔“ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان (خوارج) کو اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق سمجھتے تھے (کیونکہ) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ان آیات کو لیا جو کفار کے حق میں نازل ہوئی تھیں اور ان کا اطلاق مومنین پر کرنا شروع کر دیا تاکہ اہل ایمان کو کافر و مشرک قرار دے سکیں۔

”امام عسقلانی فتح الباری میں بیان کرتے ہیں کہ امام طبری نے اس حدیث کو تہذیب الآثار میں بکیر بن عبد اللہ بن اشج کے طریق سے مسند علیؑ میں شامل کیا ہے کہ ”انہوں نے نافع سے پوچھا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حروریہ (خوارج) کے بارے میں کیا رائے تھی؟ انہوں نے فرمایا: وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق خیال کیا کرتے تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ان آیات کو لیا جو کفار کے حق میں نازل ہوئیں تھیں اور ان کا اطلاق مومنین پر کیا۔

”مزید برآں امام عسقلانی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ سند حدیث صحیح مرفوع میں امام مسلم کے ہاں ابو ذر غفاریؓ کی

..... ۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۵۵۷، ۵۵۹، رقم: ۳۷۹۰۵

۷۔ بزار، المسند، ۹: ۲۹۳، ۳۰۵، رقم: ۳۸۴۶

۸۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۶: ۱۸۶، رقم: ۶۱۴۲

۹۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۷: ۳۳۵، الرقم: ۷۶۶۰

۱۰۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱: ۴۲، رقم: ۳۳

۱۱۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۸۶، رقم: ۶۵۳۲

خوارج کے وصف والی حدیث سے بھی ثابت ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ ”وہ تمام مخلوق میں سے بدترین لوگ ہیں۔“ اور امام احمد بن حنبل کے ہاں بھی اسی کی مثل حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث ثابت ہے۔

”امام بزار، شععی سے اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کا ذکر کیا اور فرمایا: ”وہ میری امت کے بدترین لوگ ہیں اور انہیں میری امت کے بہترین لوگ قتل کریں گے۔“ اور اس حدیث کی سند حسن ہے۔

”امام طبرانی کے ہاں اسی طریق سے مرفوع حدیث میں مروی ہے کہ ”خوارج تمام مخلوق میں سے بدترین ہیں اور ان کو (اُس دور کے) بہترین لوگ قتل کریں گے۔“

”امام احمد بن حنبل کے ہاں حضرت ابو سعید والی حدیث میں ہے کہ خوارج مخلوق میں سب سے بدترین لوگ ہیں۔

”امام مسلم نے عبید اللہ بن ابی رافع کی روایت میں بیان کیا ہے جو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہ (خوارج) اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اس کے نزدیک سب سے بدترین لوگ ہیں۔

”امام طبرانی کے ہاں عبد اللہ بن خباب والی حدیث میں ہے جو کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ”یہ (خوارج) بدترین مقتول ہیں جن پر آسمان نے سایہ کیا اور زمین نے ان کو اٹھایا۔“ اور ابو امامہ والی حدیث میں بھی یہی الفاظ ہیں۔

”امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مرفوعاً خوارج کے ذکر میں بیان کرتے ہیں کہ ”خوارج، مخلوق میں سے بدترین لوگ ہیں۔“ ایسا تین بار فرمایا۔

”اور ابن ابی شیبہ، عمر بن اسحاق کے طریق سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ”خوارج بدترین مخلوق ہیں۔“ اور یہ وہ چیز ہے جو اس شخص کے قول کی تائید کرتی ہے جو ان کو کافر قرار دیتا ہے۔“

حضرت حذیفہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مَا أَتَخَوَّفُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْآنَ حَتَّى إِذَا رُئِيَ تَبَهَّجْتُهُ عَلَيْهِ وَكَانَ رِدْنًا لِلْإِسْلَامِ غَيْرُهُ إِلَى مَا شَاءَ اللَّهُ فَأَنْسَلَخَ مِنْهُ وَنَبَذَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ وَسَعَى عَلَى جَارِهِ بِالسَّيْفِ وَرَمَاهُ بِالشَّرْكِ قَالَ: قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، أَيُّهُمَا أَوْلَى بِالشَّرْكِ الْمَرْمِيُّ أَمْ الرَّامِي قَالَ: بَلِ الرَّامِي. (۱)

”بے شک مجھے جس چیز کا تم پر خدشہ ہے وہ یہ کہ ایک ایسا آدمی ہوگا (یعنی کچھ لوگ ایسے ہوں گے) جس نے قرآن پڑھا یہاں تک کہ اُس پر قرآن کا جمال آ گیا۔ سو جب تک اللہ نے چاہا وہ اسلام کی خاطر دوسروں کی پشت پناہی بھی کرتا رہا۔ بالآخر وہ قرآن سے دور ہو گیا اور اس کو اپنی پشت پیچھے پھینک دیا، اپنے پڑوسی پر تلوار لے کر چڑھ دوڑا، اس پر شرک کا الزام لگایا (اور اس بنا پر اس کے قتل کے درپے ہو گیا)۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ان دونوں میں سے کون زیادہ شرک کے قریب ہوگا، شرک کا الزام لگانے والا یا جس پر شرک کا الزام لگایا گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: شرک کا الزام لگانے والا (خود شرک کے قریب ہوگا)۔“

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۲۸۲، رقم: ۸۱

۲۔ بزار، المسند، ۷: ۲۲۰، رقم: ۲۷۹۳

۳۔ بخاری، التاريخ الكبير، ۴: ۳۰۱، رقم: ۲۹۰۷

۴۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۲۰: ۸۸، رقم: ۱۶۹ (عن معاذ بن جبل ؓ)

نہایت اہم نکتہ

۱۔ صفوان بن محرز نے حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ ایک گروہ کے پاس سے گزرے جو (بڑی خوش الحانی سے) قرآن حکیم پڑھ رہا تھا، حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں فرمایا:

لَا يَغُرَّنْكَ هَؤُلَاءِ إِنَّهُمْ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ الْيَوْمَ وَيَتَجَالَدُونَ
بِالسُّيُوفِ عَدَاً. ^(۱)

”تمہیں ان کا (اتنے خوب صورت انداز میں) قرآن پڑھنا دھوکے میں نہ ڈالے۔ یہ لوگ آج قرآن پڑھ رہے ہیں اور کل یہی لوگ اسلحہ لے کر (مسلمانوں کے خلاف) برسرِ پیکار ہوں گے۔“

۲۔ حضرت حرب بن اسماعیل الکرمانی سے مروی ہے کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

الْخَوَارِجُ قَوْمٌ سَوْءٌ، لَا أَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ قَوْمًا شَرًّا مِنْهُمْ، وَقَالَ:
صَحَّ الْحَدِيثُ فِيهِمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَمِنْ عَشْرَةِ وُجُوهِ. ^(۲)

”خوارج بہت ہی برا گروہ ہے، روئے زمین پر اس سے بری قوم میرے علم میں نہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ان کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کی

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۲: ۱۶۷، رقم: ۱۶۸۵

۲۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۳: ۱۶۶، رقم: ۳۵۱۳

۳۔ دیلمی، مسند الفردوس، ۴: ۱۳۴، رقم: ۶۴۱۹

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۶: ۲۳۱

(۲) أبو بکر بن الخلال نے اسے ”السنة (باب الإنکار علی من خرج علی السلطان، ص: ۱۴۵، رقم: ۱۱۰)“ میں اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدیث صحیح ہے اور دس طرق سے اس کی سند صحیح طور پر ثابت ہے۔“

۳۔ حضرت یوسف بن موسیٰ سے مروی ہے کہ امام احمد بن حنبل سے عرض کیا گیا کہ کیا خوارج کافر ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ دین سے خارج ہو جانے والے لوگ ہیں۔ آپ سے پھر عرض کیا گیا کہ کیا یہ کافر ہیں؟ تو انہوں نے پھر وہی جواب دیا کہ وہ دین سے نکل جانے والے لوگ ہیں۔“^(۱)

۱۰۔ فرمانِ نبوت: فتنہ خوارج کی مکمل سرکوبی کی جائے

گزشتہ صفحات میں جس طرح ہم نے قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے ماخوذ خوارج کے عقائد و نظریات، علامات اور بدعات کا تذکرہ کیا ہے، اسی طرح ذیل میں اُن احادیث نبوی کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جن میں حضور نبی اکرم ﷺ نے اس فتنے کی سرکوبی کا واضح حکم فرمایا ہے۔

(۱) ”خوارج کا کلیتاً خاتمہ واجب ہے“

احادیثِ مبارکہ میں وارد الفاظ - فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ اور فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ - کے حکم کے تحت اُن کا خاتمہ واجب ہے۔ علاوہ ازیں دیگر بے شمار احادیث ایسی بھی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں انہیں پالوں تو انہیں ضرور قتل کر دوں گا۔ اس باب میں چند احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ

(۱) أبو بکر بن الخلال نے اسے ”السنة (باب الإنكار على من خرج على السلطان، ص: ۱۳۵، رقم: ۱۱۱)“ میں اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، لَا يَجَاوِزُ إِيمَانَهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، يَمُرُّونَ
مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمُرُّ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ
فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۱)

”عنقریب آخری زمانے میں ایسے لوگ ظاہر ہوں گے، وہ نوعمر اور ناپختہ سمجھ
لڑکے ہوں گے، وہ اسلامی تعلیمات پیش کریں گے لیکن ایمان ان کے حلق
سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے یوں خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے
خارج ہو جاتا ہے۔ پس تم (دوران جنگ) جہاں بھی انہیں پاؤ قتل کر دو کیونکہ
ان کو قتل کرنے والوں کو قیامت کے دن بڑا اجر ملے گا۔“

امام ترمذی ”السنن (کتاب الفتن، باب فی صفة المارقة، ۴: ۴۸۱، رقم:
۲۱۸۸)“ میں اس حدیث کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے کے بعد
فرماتے ہیں: یہ روایت حضرت علی، حضرت ابوسعید اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے
اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،
باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، ۶: ۲۵۳۹،
رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل
الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

۳۔ نسائی، السنن، کتاب تحریم الدم، باب من شهر سيفه ثم وضعه
فی الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۴۱۰۲

۴۔ ابن ماجہ، السنن، المقدمة، باب فی ذکر الخوارج، ۱: ۵۹، رقم:
۱۶۸

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۸۱، ۱۱۳، ۱۳۱، رقم: ۶۱۶،
۱۰۸۶، ۹۱۲

امام ترمذی کے قول سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خوارج جیسے عقائد و نظریات رکھنے والے لوگوں اور گروہوں کا شمار بھی خوارج میں ہوگا اور ان پر بھی خوارج کا ہی حکم صادر ہوگا۔

۲۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّهُ يُخْرِجُ مِنْ ضُضْيٍ هَذَا قَوْمٌ قَالَ: لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُودَ. (۱)

”اس کی نسل سے ایسے لوگ یعنی خوارج پیدا ہوں گے۔..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اگر میں ان لوگوں کو پاؤں تو ضرور بالضرور قومِ ثمود کی طرح انہیں قتل کر دوں گا۔“

۳۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ ضُضْيٍ هَذَا قَوْمًا يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب المغازی، باب بعث علی بن ابي طالب وخالد بن الوليد إلى اليمن قبل حجة الوداع، ۴: ۱۵۸۱، رقم: ۴۰۹۴

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم، ۴: ۷۴۲، ۷۴۳، رقم: ۱۰۶۴

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴، رقم: ۱۱۰۲۱

۴۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۴: ۷۱، رقم: ۲۳۷۳

۵۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۲۰۵، رقم: ۲۵

۶۔ أبویعلی، المسند، ۲: ۳۹۰، رقم: ۱۱۶۳

يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَةِ لَيْنٌ أَدْرَكْتَهُمْ
لَا قَتْلَهُمْ قَتْلَ عَادٍ. (۱)

”اس شخص کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، وہ بت پرستوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کریں گے اگر میں انہیں پاؤں تو قوم عاد کی طرح ضرور بالضرور قتل کر دوں گا۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قوله ﷺ: ”يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ“ إلخ. وهو مما أخبر به ﷺ من المغيبات، فوقع كما قال. (۲)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: تعرج

الملائكة والروح إليه، ۶: ۲۷۰۲، رقم: ۶۹۹۵

۲۔ بخاری، الصحيح، كتاب الأنبياء، باب قول الله: وأما عاد فأهلكوا

بريح صرصر شديدة عاتية، ۳: ۱۲۱۹، رقم: ۳۱۶۶

۳۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم،

۲: ۷۴۱، رقم: ۱۰۶۴

۴۔ أبوداود، السنن، كتاب السنة، باب في قتال الخوارج، ۴: ۲۴۳،

رقم: ۴۷۶۴

۵۔ نسائي، السنن، كتاب تحريم الدم، باب من شهر سيفه ثم وضعه

في الناس، ۷: ۱۱۸، رقم: ۴۱۰۱

۶۔ نسائي، السنن، كتاب الزكاة، باب المؤلفة قلوبهم، ۵: ۸۷، رقم:

۲۵۷۸

(۲) عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۶۹

”آپ ﷺ کا فرمان ہے: ”وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے۔“ (خوارج کے متعلق) یہ پیشین گوئی رسول اللہ ﷺ کے اخبارِ غیب میں سے ہے، پس اسی طرح ہوا جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔“

علامہ شبیر احمد عثمانی نے فتح الملہم میں یہی شرح لکھنے کے بعد یہ جملہ بھی درج کیے ہیں:

وقال الأبي: ومن عجيب أمرهم ما يأتي أنهم حين خرجوا من الكوفة منابذين لعلی ﷺ: لقوا في طريقهم مسلماً وكافراً، فقتلوا المسلم. (۱)

”أبی (بن کعب) نے کہا ہے: خوارج کا عجیب معاملہ سامنے آتا ہے جس وقت وہ کوفہ سے حضرت علی ﷺ کی مخالفت میں نکلے تو راستے میں ان کی ملاقات ایک مسلمان اور ایک کافر سے ہوئی۔ انہوں نے کافر کو چھوڑ دیا مگر مسلمان کو مار ڈالا۔“

۴۔ امام احمد بن حنبل، ابوداؤد اور ابن ماجہ حضرت ابوسعید خدری ﷺ اور حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي اخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ قَوْمٌ يُحْسِنُونَ الْقِيْلَ وَيُسِيئُونَ الْفِعْلَ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ، طُوبَى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتْلُوهُ، يَدْعُونَ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَلَيْسُوا مِنْهُ فِي شَيْءٍ، مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ أَوْلَى بِاللَّهِ مِنْهُمْ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا سِمَاهُمْ؟ قَالَ: التَّحْلِيْقُ. (۲)

(۱) شبیر احمد عثمانی، فتح الملہم، ۵: ۱۵۱

(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، کتاب السنۃ، باب فی قتال الخوارج، ۴: ۲۴۳،

”عنقریب میری امت میں اختلاف اور تفرقہ رونما ہوگا عین اس وقت ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو اپنے قول اور نعرے میں اچھے ہوں گے مگر اپنے طرز عمل اور روش میں نہایت برے ہوں گے۔ وہ ساری مخلوق میں بدترین لوگ ہوں گے، خوش خبری ہو اُسے جو انہیں قتل کرے گا اور اُسے بھی جسے وہ خوارج شہید کریں گے۔ وہ اللہ ﷻ کی کتاب کی طرف بلائیں گے لیکن اس کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہوگا؛ ان کا قاتل ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوگا۔ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کی نشانی کیا ہے؟ فرمایا: سر منڈانا۔“

۵۔ امام احمد بن حنبل نے حضرت ابوسعید خدری ؓ سے ایک اور حدیث بیان کی ہے جس کے رجال بھی ثقہ ہیں۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

أَنَّ أَبَا بَكْرٍ ؓ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي مَرَرْتُ بِوَادٍ كَذَا وَكَذَا فَإِذَا رَجُلٌ مُتَحَشِّعٌ، حَسَنُ الْهَيْئَةِ، يُصَلِّي فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: اذْهَبْ إِلَيْهِ، فَاقْتُلْهُ، قَالَ: فَذَهَبَ إِلَيْهِ أَبُو بَكْرٍ، فَلَمَّا رَأَاهُ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ كَرِهَ أَنْ يَقْتُلْهُ، فَرَجَعَ إِلَى رَسُولِ

..... ۲۔ ابن ماجہ، السنن، المقدمة، باب في ذكر الخوارج، ۱: ۶۰، رقم:

۱۶۹

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۲۴، رقم: ۱۳۳۶۲

۴۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۱۶۱، رقم: ۲۶۴۹

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۱۷۱

۶۔ مقدسی نے ”الأحاديث المختارة (۴: ۱۵)، رقم: ۲۳۹۱، ۲۳۹۲“

میں اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔

۷۔ أبویعلیٰ، المسند، ۵: ۴۲۶، رقم: ۳۱۱۷

اللہ ﷺ، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعُمَرَ: اِذْهَبْ فَاقْتُلْهُ فَذَهَبَ عُمَرُ فَرَأَهُ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ الَّتِي رَأَاهُ أَبُو بَكْرٍ قَالَ: فَكَرِهَ أَنْ يَقْتُلْهُ، قَالَ: فَرَجَعَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي رَأَيْتُهُ يُصَلِّي مُتَخَشِّعًا فَكَرِهْتُ أَنْ أَقْتُلْهُ، قَالَ: يَا عَلِيُّ! اِذْهَبْ فَاقْتُلْهُ، قَالَ: فَذَهَبَ عَلِيُّ، فَلَمْ يَرَهُ فَرَجَعَ عَلِيُّ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهُ لَمْ يَرَهُ، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ هَذَا وَأَصْحَابَهُ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيهِمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَةِ ثُمَّ لَا يَعُودُونَ فِيهِ حَتَّى يَعُودَ السَّهْمُ فِي فُوقِهِ فَاقْتُلُوهُمْ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ. (۱)

”حضرت ابو بکر ؓ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں فلاں فلاں وادی سے گزرا تو میں نے ایک نہایت متواضع ظاہراً خوبصورت دکھائی دینے والے شخص کو نماز پڑھتے دیکھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: اس کے پاس جا کر اسے قتل کر دو۔ راوی نے کہا کہ حضرت ابو بکر ؓ اس کی طرف گئے تو انہوں نے جب اسے نہایت خشوع سے نماز پڑھتے دیکھا تو اسے قتل کرنا مناسب نہ سمجھا اور حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں (اسے بغیر قتل کئے) واپس لوٹ آئے۔ راوی نے کہا: پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر ؓ سے فرمایا: جاؤ اسے قتل کر دو، حضرت عمر ؓ گئے اور انہوں نے بھی اسے اسی حالت میں دیکھا جیسے کہ حضرت ابو بکر نے دیکھا تھا۔ انہوں نے بھی اس کے قتل کو ناپسند کیا۔ راوی نے بیان کیا کہ وہ بھی لوٹ آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اسے نہایت خشوع و خضوع سے نماز

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۵، رقم: ۱۱۱۳۳

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۶: ۲۲۵

۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۲۹

پڑھتے دیکھا تو (اس حالت میں) اسے قتل کرنا پسند نہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے علی! جاؤ اسے قتل کر دو۔ راوی نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے، تو انہیں وہ نظر نہ آیا۔ (اتنے میں وہ شخص فارغ ہو کر جا چکا تھا) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس لوٹ آئے، عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کہیں دکھائی نہیں دیا۔ بیان کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یقیناً یہ اور اس کے ساتھی قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر وہ اس میں پلٹ کر نہیں آئیں گے یہاں تک کہ تیر پلٹ کر کمان میں نہ آجائے (یعنی ان کا پلٹ کر دین کی طرف لوٹنا ناممکن ہے) سو تم انہیں (جب بھی پاؤ تو ریاستی سطح پر ان کے خلاف کارروائی کر کے انہیں) قتل کر دو۔ وہ بدترین مخلوق ہیں۔“

۶۔ امام ابن عبد البر نے روایت کرتے ہیں کہ عدی نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا کہ خوارج ہمارے سامنے آپ کو گالیاں دیتے ہیں۔ حضرت عمر نے انہیں جواب دیا:

إِنْ سَبُونِي فَسَبُوهُمْ أَوْ اعْفُوا عَنْهُمْ، وَإِنْ شَهَرُوا السِّلَاحَ فَأَشْهَرُوا عَلَيْهِمْ، وَإِنْ ضَرَبُوا فَاضْرِبُوا. ^(۱)

”اگر وہ مجھے گالیاں دیں تو تم بھی انہیں اسی طرح جواب دو یا ان سے درگزر کرو، اگر وہ مسلح جد و جہد کریں تو تم بھی ان کے خلاف مسلح جد و جہد کرو اور اگر وہ قتل و غارت گری کریں تو تم بھی (ان کے خلاف قانونی کارروائی کر کے) انہیں قتل کر دو۔“

(۲) ائمہ حدیث کی اہم تصریحات

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے بالکل صراحت کے ساتھ یہ حقیقت عیاں ہو جاتی

ہے کہ خوارج سے جہاں بھی مقابلہ ہو انہیں کلیتاً قتل کر دیا جائے۔ اس کی وضاحت ائمہ و محدثین کے اقوال سے بھی ہوتی ہے جس میں انہوں نے یہی اصول و ضوابط تصریحاً بیان کئے ہیں۔

۱۔ قاضی عیاض صحیح مسلم کی شرح ”إكمال المعلم بفوائد مسلم (۳): ۶۱۳، ۶۱۴“ میں لکھتے ہیں:

أجمع العلماء على أن الخوارج وأشباههم من أهل البدع والبعثي
متى خرجوا وخالفوا رأي الجماعة، وشقوا عصا المسلمين،
ونصبوا راية الخلاف، أن قتالهم واجب بعد إنذارهم والإعذار
إليهم، قال الله تعالى: ﴿فَقَاتِلُوا آلَ بَنِي نُوَيْرٍ حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ
اللَّهِ﴾ (۱)۔

وہذا إذا كان بغیہم لأجل بدعة يكفرون بها، وإن كان بغیہم
لغير ذلك لعصبية، أو طلب رئاسة دون بدعة، فلا يحكم في
هؤلاء حكم الكفار بوجه، وحكمهم أهل البغي مجرداً على
القول المتقدم۔

”علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جب خوارج اور دیگر بدعتی و باغی گروہ (حکومتِ وقت کے خلاف) خروج کریں، جماعت کی مخالفت کریں، مسلمانوں کی جمعیت کو پارہ پارہ کریں اور اختلاف کا علم بلند کریں تو انہیں ڈرانے اور نصیحت کے طریقے استعمال کرنے کے بعد (مسلمانوں پر) ان کے ساتھ جنگ واجب ہو جاتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اس (گروہ) سے لڑو جو بغاوت کا مرتکب ہو رہا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے﴾۔

”اگر ان کی یہ دہشت گردی بدعت یعنی انتہاء پسندانہ خود ساختہ عقائد و نظریات کے سبب ہوئی تو اس کے سبب انہیں کافر قرار دیا جائے گا اور اگر ان کی بغاوت بدعت کے علاوہ محض عصبيت یا طلب حکومت کی وجہ سے ہوئی تو پھر ان پر حکم کفار صادر نہیں ہوگا۔ صرف پہلی صورت میں ان پر باغی اور دہشت گرد ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔“

صاف ظاہر ہے کہ دورِ حاضر کے دہشت گردوں کے انتہاء پسندانہ نظریات اور اپنے سوا سب کو کافر و ملحد اور واجب القتل سمجھنے اور ان کی جانیں تلف کرنے کی روش صریحاً بدعتِ مکفرہ ہے اس لئے ان کا حکم باغیوں کا ہے۔

۲۔ امام نووی ”شرح صحیح مسلم (۷: ۱۷۰)“ میں لکھتے ہیں:

قوله رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ: ”فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ فَإِنْ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا.“ هذا تصريح بوجوب قتال الخوارج والبغاة وهو إجماع العلماء، قال القاضي: أجمع العلماء على أن الخوارج وأشباههم من أهل البدع والبعي متي خرجوا على الإمام، وخالفوا رأي الجماعة وشقوا العصا، وجب قتالهم بعد إنذارهم والاعتذار إليهم.

وهذا كله ما لم يكفروا ببدعتهم، فإن كانت بدعة مما يكفرون به جرت عليهم أحكام المرتدين، وأما البغاة الذين لا يكفرون فيرثون ويورثون ودمهم في حال القتال هدر، وكذا أموالهم التي تتلف في القتال، والأصح أنهم لا يضمنون أيضا ما أتلّفوه على أهل العدل في حال القتال من نفس ومال.

”آپ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ کا فرمان ہے: ”پس جب تم انہیں پاؤ تو (ریاستی سطح پر ان کے خلاف کارروائی کر کے انہیں) قتل کر دو کیونکہ انہیں قتل کرنے پر اجر ہے۔“

خوارج اور باغیوں کے قتال کے وجوب میں یہ فرمانِ رسول ﷺ تصریح ہے، اسی پر علماء کا اجماع ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے: علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جب خوارج اور دیگر بدعتی و باغی گروہ حکومتِ وقت کے خلاف خروج کریں، جماعتِ مسلمین کی مخالفت کریں اور جمعیتِ مسلمہ کو پارہ پارہ کریں تو انہیں ڈرانے اور نصیحت کے طریقے استعمال کرنے کے بعد (مسلم حکومت پر) ان کے ساتھ جنگ واجب ہو جاتی ہے۔

”یہ سب کچھ اس وقت تک ہوگا جب تک کہ وہ اپنی بدعت کی بناء پر کفر کا ارتکاب نہیں کریں گے، پس اگر ان کی بدعت کفر میں بدل گئی تو اُن پر مرتدین کے احکام لاگو ہوں گے۔ البتہ وہ دہشت گرد جو کافر نہیں ہوتے ان کی وراثت تقسیم ہوگی اور وہ بھی مالِ وراثت پائیں گے اور حالتِ جنگ میں ان کے جان و مال کو کوئی تحفظ حاصل نہیں ہوگا اور مسلم حکومت کے ہاتھوں جو اُن کے مال و جان کا نقصان ہوگا وہ اس کا تاوان بھی طلب نہیں کر سکتے۔“

۳۔ علامہ شبیر احمد عثمانی صحیح مسلم کی شرح ”فتح الملہم (۵: ۱۶۶، ۱۶۷)“ میں رقم طراز ہیں:

قوله ﷺ: ”فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا“ إلخ: أي أجرة عظيمة. قال النووي: هذا تصريح بوجوب قتال الخوارج والبغاة، وهو إجماع العلماء. قال القاضي: أجمع العلماء على أن الخوارج وأشباههم من أهل البدع والبعي متي خرجوا على الإمام، وخالفوا رأي الجماعة، وشقوا العصا: وجب قتالهم بعد إنذارهم والاعتذار إليهم.

”آپ ﷺ کا فرمان ہے: ”یقیناً ان کے (ساتھ جنگ کر کے انہیں) قتل

کرنے میں اجر ہے“ یعنی بڑا اجر ہے۔ امام نوویؒ نے کہا ہے: ”خوارج اور باغیوں کے قتال کے وجوب میں یہ فرمانِ رسول ﷺ تصریح ہے اور اسی پر علماء کا اجماع ہے۔“ قاضی عیاضؒ نے کہا ہے: علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جب خوارج اور دیگر بدعتی و باغی گروہ حکومتِ وقت کے خلاف خروج کریں، جماعتِ مسلمین کی مخالفت کریں اور جمعیت کو پارہ پارہ کریں تو انہیں ڈرانے اور نصیحت کے طریقے استعمال کرنے کے بعد (مسلمانوں پر) ان کے ساتھ جنگ کرنا واجب ہے۔“

مذکورہ بالا احادیث و شروحات کی روشنی میں ثابت ہو جاتا ہے کہ خوارج کے خلاف ریاستی سطح پر کارروائی کر کے ان کا کلیتاً خاتمہ واجب ہے۔ جب بھی ان کا کوئی گروہ ظہور پذیر ہو اُسے مکمل طور پر نابود کرنا اور اُس کی جڑیں کاٹ دینا اُمن و سلامتی کا ضامن ہے۔ اُمتِ مسلمہ کی پوری تاریخ میں اہل حق کا یہی وطیرہ رہا ہے کہ جب بھی اس گروہ نے سر اٹھایا اسے terminate کر دیا گیا۔

(۳) دہشت گردوں کے خاتمے کی تمثیل قوم عاد اور قوم ثمود

سے دینے کی حکمت

آپ نے دیکھ لیا کہ احادیثِ مبارکہ میں جا بجا خوارج کا قلع قمع کرنے کے لیے قوم عاد اور قوم ثمود کی مثال دی گئی ہے۔ اور حکم دیا گیا ہے کہ ان کا ایسے خاتمہ کیا جائے جس طرح قوم عاد اور قوم ثمود کا خاتمہ کیا گیا تھا یعنی ان کا وجود تک مٹا دیا جائے اور ان کی جڑیں بھی ختم کر دی جائیں۔ اس طرح کہ ان کے دوبارہ ابھرنے اور منظم ہونے کے امکانات ممکنہ حد تک معدوم ہو جائیں لیکن اس کے لیے پہلے ان تک حق بات پہنچا کر اتمامِ حجت ضروری ہے تاکہ وہ بغیر قتال کے ہی تائب ہو کر راہِ راست پر آجائیں۔

اب قرآن حکیم میں دیکھتے ہیں کہ ان گمراہ قوموں کو کس طرح صفحہ ہستی سے مٹا

دیا گیا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَأَمَّا عَادُ فَاهْلَكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۖ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ
وَتَمْنِيَةً أَيَّامٍ ۖ خُسُوفًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ كَانَهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ
خَاوِيَةٍ ۚ فَهَلْ تَرَىٰ لَهُمْ مِن بَاقِيَةٍ ۝^(۱)

”اور رہے قومِ عاد کے لوگ! تو وہ (بھی) ایسی تیز آندھی سے ہلاک کر دیے گئے جو انتہائی سرد نہایت گرج دار تھی ۝ اللہ نے اس (آندھی) کو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن مسلط رکھا، سو تو ان لوگوں کو اس (عرصہ) میں (اس طرح) مرے پڑے دیکھتا (تو یوں لگتا) گویا وہ کھجور کے گرے ہوئے درختوں کی کھوکھلی جڑیں ہیں ۝ سو تو کیا ان میں سے کسی کو باقی دیکھتا ہے ۝“

ایک دوسرے مقام پر قومِ عاد کی کُلّی ہلاکت کے بارے میں فرمایا ہے:

فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَّتِهِمْ قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُّمْطَرُنَا ۖ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ ۖ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ تَدْمِرُ كُلَّ شَيْءٍ ۖ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَاصْبَحُوا لَا يَرَىٰ إِلَّا مَسَكِنُهُمْ ۖ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ۝^(۲)

”پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو بادل کی طرح اپنی وادیوں کے سامنے آتا ہوا دیکھا تو کہنے لگے: یہ (تو) بادل ہے جو ہم پر برسنے والا ہے (ایسا نہیں) وہ (بادل) تو وہ (عذاب) ہے جس کی تم نے جلدی مچا رکھی تھی۔ (یہ) آندھی ہے جس میں دردناک عذاب (آ رہا) ہے ۝ (جو) اپنے پروردگار کے حکم سے ہر شے کو تباہ و برباد کر دے گی پس وہ ایسے (تباہ) ہو گئے کہ ان کے

(۱) الحاقة، ۶۹: ۶-۸

(۲) الأحقاف، ۴۶: ۲۳، ۲۵

(مسمار) گھروں کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔ ہم مجرم لوگوں کو اس طرح سزا دیا کرتے ہیں۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی، حضور نبی اکرم ﷺ کے متفق علیہ فرمان - لَا قَتْلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ - کی شرح میں خوارج کی ہلاکت کو قوم عاد کی ہلاکت و بربادی کے ساتھ ملاتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

أَي قِتْلًا لَا يَبْقَى مِنْهُمْ أَحَدًا، إِشَارَةً إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ﴾. (۱)

”یعنی ان (خوارج کے خلاف ریاستی سطح پر کارروائی کر کے ان) کا ایسا قتل عام کیا جائے کہ ان میں سے کوئی باقی نہ بچے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کی طرف اشارہ ہے: ﴿سو تو کیا ان میں سے کسی کو باقی دیکھتا ہے﴾۔“

یہی شرح حدیث حافظ ابن حجرؒ سے بہت پہلے امام ابو العباس القرطبیؒ ”المفہم شرح صحیح مسلم“ میں بیان کر چکے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

وقوله ﷺ: ”لَن أَدْرِكْتَهُمْ لِأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ“، وَفِي الْآخِرَى: ”قَتْلَ ثَمُودَ“، وَمَعْنَى هَذَا: لَن أَدْرِكُهُمْ لَيَقْتُلَنَّهُمْ قِتْلًا عَامًّا؛ بَحِثْ لَا يَبْقَى مِنْهُمْ أَحَدًا فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ، لَا يُؤَخَّرُ قَتْلُ بَعْضِهِمْ عَنْ بَعْضٍ، وَلَا يُقِيلُ أَحَدًا مِنْهُمْ، كَمَا فَعَلَ اللَّهُ بِعَادٍ؛ حَيْثُ أَهْلَكَهُمْ بِالرِّيحِ الْعَقِيمِ، وَبِثَمُودَ حَيْثُ أَهْلَكَهُمْ بِالصَّيْحَةِ. (۲)

”اور حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”اگر میں انہیں پالوں تو ضرور بالضرور قوم عاد کی طرح قتل کر دوں“ اور دوسری روایت میں ”قوم ثمود کی طرح

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۳۷۷

(۲) قرطبی، المفہم، ۳: ۱۱۰

قتل“ کرنے کے الفاظ ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ انہیں پالیتے تو (اُن کے خلاف کارروائی کر کے) ہر صورت ان کا قتلِ عام فرماتے کہ ایک وقت میں ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتے۔ ان میں سے کسی کے قتل کو مؤخر فرماتے نہ ان میں سے کسی کو مہلت دیتے جیسا کہ اللہ رب العزت نے قومِ عاد کے ساتھ کیا کہ انہیں شدید ہوا کے ذریعے ہلاک کر دیا اور قومِ ثمود کے ساتھ کہ انہیں سخت آواز کے ذریعے تباہ و برباد کر دیا۔“

امام ابو العباس القرطبی سے پہلے یہی معنی اور حکمت امام نووی المنہاج (شرح صحیح مسلم) میں بیان فرما چکے ہیں۔ آپ نے لکھا ہے:

قوله ﷺ: ”لئن أدرکتهم لأقتلنهم قتل عاد.“ أى قتلاً عاماً مستأصلاً كما قال تعالى: ﴿فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ﴾ (۱)۔

”آپ ﷺ کے ارشادِ گرامی ”اگر میں انہیں پالوں تو قومِ عاد کی طرح ضرور بالضرور انہیں قتل کر کے ختم کر دوں گا“ کا مطلب یہ ہے کہ ان کا قتلِ عام کر کے جڑ سے اکھاڑ دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿سوئو کیا ان میں سے کسی کو باقی دیکھتا ہے﴾۔“

اسی حکمت کو امام قسطلانی إرشاد الساری میں ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں:

”لئن أدرکتهم لأقتلنهم قتل عاد“ لأستأصلنهم بحيث لا أبقى منهم أحداً كاستئصال عاد، والمراد لازمه وهو الهلاك۔

”(آپ ﷺ کے فرمانِ اقدس) ”اگر میں انہیں پالوں تو خاتمہ قومِ عاد کی طرح ضرور بالضرور انہیں قتل کر کے ختم کر دوں گا“ (کا مطلب ہے:) میں ضرور بالضرور انہیں اس طرح جڑ سے اکھاڑ پھینک دیا جائے گا کہ ان میں سے

ایک بھی باقی نہیں رہنے دوں گا جس طرح کہ قوم عاد کا جڑ سے خاتمہ کیا گیا تھا۔ اور اس سے مراد اس فعل کا لازم ہے اور وہ قتل ہے۔“

علامہ شبیر احمد عثمانی نے بھی یہی معنی و حکمت بیان کی ہے:

أي: قتلاً عاماً مستأصلاً، بحيث لا يبقى منهم أحد، كما قال تعالى: ﴿فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ﴾ (۱)۔

”آپ ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہے: یعنی ان کا قتل عام کیا جائے گا کہ جڑ سے اکھاڑ پھینک دیا جائے گا تاکہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہے، جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿سو تو کیا ان میں سے کسی کو باقی دیکھتا ہے﴾۔“

یہی معنی و حکمت امام بدر الدین عینی عمدة القاری میں بیان فرماتے ہیں:

قوله ﷺ: قتل عاد، وقوله ﷺ: قتل ثمود. ولا تعارض لأن الغرض منه الإستئصال بالكلية، وعاد و ثمود سواء فيه. (۲)

”آپ ﷺ کے فرمان ”قتل عاد“ اور ”قتل ثمود“ آپس میں ایک دوسرے سے معارض نہیں ہیں، کیوں کہ اس قتل سے مقصود ان کا کلی خاتمہ ہے، اور قوم عاد اور قوم ثمود اس خاتمہ میں برابر ہیں۔“

قرآن مجید میں آیا ہے کہ قوم عاد کی طرح قوم ثمود پر بھی عذاب الہی نازل کیا گیا جس کا ذکر ہمیں یوں ملتا ہے:

وَآخِذِ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةَ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جِثِيمٍ ۝ كَانَ

(۱) شبیر احمد عثمانی، فتح الملہم، ۵: ۱۵۱

(۲) بدر الدین العینی، عمدة القاری، ۲۵: ۱۲۲

لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۖ أَلَا إِنَّ ثَمُودًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا لِّثَمُودَ ۝^(۱)

”اور ظالم لوگوں کو ہولناک آواز نے آ پکڑا سوا انہوں نے صبح اس طرح کی کہ اپنے گھروں میں (مردہ حالت میں) اوندھے پڑے رہ گئے ۝ گویا وہ کبھی ان میں بسے ہی نہ تھے، یاد رکھو! (قوم) ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا تھا۔ خبردار! (قوم) ثمود کے لیے (رحمت سے) دوری ہے ۝“

حضور نبی اکرم ﷺ نے مسلم ریاست کے لئے خوارج کو قومِ عاد و ثمود کی طرح قتل کرنے کا تاکید کی حکم فرمایا ہے کیوں کہ یہ بھی اپنی سرکشی و بغاوت میں انہی قوموں کی طرح حد سے گزرے ہوئے ہیں۔

آپ ﷺ نے یہ اس لیے فرمایا کہ اگر کچھ دہشت گردوں کو مار دیا جائے اور کچھ کو چھوڑ دیا جائے یا ان سے مذاکرات کر لیے جائیں تو یوں ان کے بچے ہوئے سرغنوں کو مہلت مل جائے گی اور وہ کچھ عرصہ بعد فتنہ پروری کے لیے دوبارہ منظم ہو جائیں گے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا فرمانِ اقدس ہے جسے امام احمد بن حنبل، امام نسائی، امام حاکم اور دیگر اجل ائمہ نے بیان کیا ہے:

لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ. ^(۲)

”خوارج کے یہ گروہ بغیر انقطاع کے ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔“

(۱) ہود، ۱۱: ۶۷، ۶۸

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۲۱، رقم: ۱۹۷۹۸

۲۔ نسائی، السنن، کتاب تحریم الدم، باب من شہر سیفہ ثم وضعه فی الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۴۱۰۳

۳۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۲: ۱۶۰، رقم: ۲۶۴۷

اس حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے خوارج کی نفسیات اور حکمتِ عملی کے پیش نظر یہ حکم صادر فرمایا ہے کہ شروع میں اِتمامِ حجت ہو جانے کے بعد جب اُن کے خاتمہ کے لیے بہ ذریعہ آپریشن ریاستی اقدامات کئے جائیں تو ممکن ہے کہ وہ اپنی شکست اور کُلی خاتمہ کا خدشہ محسوس کرتے ہوئے مذاکرات پر آمادہ ہوں۔ یہ ان کی چال اور مکر و فریب ہوگا، اپنی بچی کھچی طاقت محفوظ کرنے طریقہ ہوگا۔ مہلت چاہنے کے لیے ایک دھوکہ ہوگا۔ اگر انہیں کلیتاً ختم کر کے دم نہ لیا گیا اور خاتمہ کا اقدام ادھورا چھوڑ دیا گیا تو پھر وہ زیر زمین چلے جائیں گے۔ مہلت اور دیے گئے وقت کو تنظیم نو اور نئے منصوبہ کے لئے استعمال کریں گے۔ اس طرح ایک عرصہ خاموشی سے گزارنے کے بعد دوبارہ دہشت گردی کی کارروائیاں تازہ دم ہو کر شروع کر دیں گے۔ بنا بریں حضور نبی اکرم ﷺ نے سنتِ الہیہ کے پیش نظر قومِ عاد اور قومِ ثمود کی طرح ان کے مکمل خاتمے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ دوبارہ منظم (reorganize) ہو کر اور اپنی طاقت سمیٹ کر پھر فتنہ و فساد شروع نہ کر سکیں۔ اس کی نشان دہی فرمانِ رسول ﷺ نے کر دی ہے جو کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کی تباہی کے خلاف دعا کی تو اُس کا سبب بھی یہ تھا کہ آئندہ کے لیے شر و فساد کا کلیتاً خاتمہ ہو جائے۔ قرآن حکیم میں اس کا ذکر یوں آیا ہے:

اِنَّكَ اِنْ تَذَرَهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلْدُوْا اِلَّا فَاَجْرًا كَفَّارًا ۝ (۱)

”بے شک اگر تو اُنہیں (زندہ) چھوڑے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کرتے رہیں گے، اور وہ بدکار (اور) سخت کافر اولاد کے سوا کسی کو جنم نہیں دیں گے“

لہذا ضروری ہے کہ ان خوارج کو نیست و نابود کر دیا جائے تاکہ مزید شرانگیزی نہ کر سکیں۔ قرآن حکیم کے مطابق جب سرکش و باغی قوموں کو اِتمامِ حجت کے بعد اچانک

عذاب دیا گیا تو یک بارگی ان کی ساری کی ساری قوت تباہ کر دی گئی۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑا گیا۔ قومِ شمود کے متعلق مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمٍ الْمُحْتَظِرِ ۝ (۱)

”بے شک ہم نے اُن پر ایک نہایت خوفناک آواز بھیجی سو وہ باڑ لگانے والے کے بچے ہوئے اور روندے گئے بھوسے کی طرح ہو گئے۔“

مذکورہ بالا ارشاداتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی ﷺ سے ثابت ہو گیا کہ مسلح خارجی گروہوں کے ساتھ مذاکرات کر کے انہیں مہلت دینا انہیں دوبارہ منظم ہونے کا موقع فراہم کرنا ہے جو کہ سراسر حکمِ الہی اور حکمِ رسول ﷺ کی خلاف ورزی ہے۔

۱۱۔ ”خوارج کو قتل کرنے پر اجرِ عظیم ہے“

اس اجرِ عظیم کا ذکر پہلے بیان کی گئی احادیثِ صحیحہ میں کثرت سے آچکا ہے اور بخاری و مسلم کی روایات بھی اس پر شاہدِ عادل ہیں۔ اب ہم یہاں پر مزید چند احادیثِ مبارکہ کا بیان کریں گے۔

۱۔ امام احمد بن حنبل حضرت ابوبکرہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سَيُخْرَجُ قَوْمٌ أَحْدَاثٌ أَشْدَّاءُ، ذَلِقَةُ أَلْسِنَتُهُمْ بِالْقُرْآنِ، يَقْرَءُونَهُ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيهِمْ. فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَأَنِيمُوهُمْ، ثُمَّ إِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّهُ يُؤْجَرُ قَاتِلُهُمْ. (۲)

(۱) القمر، ۵۵: ۳۱

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۶، ۴۴

۲۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۱۵۹، رقم: ۲۶۴۵

”عنقریب ایسے کم سن لوگ نکلیں گے جو نہایت تیز طرار اور شدت پسند ہوں گے اور قرآن کو بڑی روانی سے پڑھنے والے ہوں گے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ سو جب تم ان سے ملو تو انہیں قتل کر دو پھر جب (ان کا کوئی دوسرا گروہ نکلے اور) اور تم (میدان جنگ میں) انہیں ملو تو انہیں بھی قتل کر دو۔ یقیناً ان کے قاتل کو اجر (عظیم) عطا کیا جائے گا۔“

۲۔ حضرت عبد اللہ بن رباح انصاری ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت کعب ؓ کو فرماتے ہوئے سنا:

لِلشَّهِيدِ نُورٌ وَلِمَنْ قَاتَلَ الْحُرُورِيَّةَ عَشْرَةُ أَنْوَارٍ (وفي رواية لابن أبي شيبة: فَضْلُ ثَمَانِيَةِ أَنْوَارٍ عَلَى نُورِ الشُّهَدَاءِ) وَكَانَ يَقُولُ لِحَبْلِهِمْ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ ثَلَاثَةٌ مِنْهَا لِلْحُرُورِيَّةِ. (۱)

”شہید کے لئے ایک نور ہوگا اور اس شخص کے لئے دس نور ہوں گے جو حروریہ (خوارج) کے ساتھ جنگ کرے گا یعنی خوارج کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگا (اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے: (دیگر) شہداء کے نور کے مقابلہ میں اس کا نور آٹھ گنا زیادہ ہوگا)۔ اور آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ

۳۔ ابن ابی عاصم، السنۃ، ۲: ۴۵۶، رقم: ۹۳۷

۴۔ عبد اللہ بن أحمد، السنۃ، ۲: ۶۳۷، رقم: ۱۵۱۹

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۱۸۷

امام احمد کی بیان کردہ روایت کے رجال صحیح حدیث کے رجال ہیں، امام ابن ابی عاصم نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے اور امام حاکم نے اسے صحیح حدیث کہا ہے۔

(۱) ۱۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۵۵

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۵۵۷، رقم: ۳۷۹۱۱

جہنم کے کل سات دروازے ہیں ان میں سے تین صرف حروریہ یعنی خوارج کے لئے (مختص) ہیں۔“

۱۲۔ دہشت گرد خارجیوں کی علامات - مجموعی تصویر

روایات میں ان فتنہ پرور خارجیوں کی متعدد معروف علامات اور واضح نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں جن کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

۱۔ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ. (۱)

”وہ کم سن لڑکے ہوں گے۔“

۲۔ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ. (۲)

”دماغی طور پر ناپختہ (brain washed) ہوں گے۔“

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،

باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، ۶: ۲۵۳۹،

رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل

الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،

باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، ۶: ۲۵۳۹،

رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل

الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

۳۔ کُتِّ اللَّحِيَةِ. (۱)

” (دین کے ظاہر پر عمل میں غلو سے کام لیں گے اور) گھنی داڑھی رکھیں گے۔“

۴۔ مُشَمَّرُ الْإِزَارِ. (۲)

”بہت اونچا تہ بند باندھنے والے ہوں گے۔“

۵۔ يَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ. (۳)

”یہ خارجی لوگ (حرین شریفین سے) مشرق کی جانب سے نکلیں گے۔“

۶۔ لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ. (۴)

”یہ ہمیشہ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب المغازی، باب بعث علی بن أبی طالب و خالد بن الولید إلى الیمن قبل حجة الوداع، ۴: ۱۵۸۱، رقم: ۴۰۹۴

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۲، رقم: ۱۰۶۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب المغازی، باب بعث علی ابن أبی طالب و خالد بن الولید، إلى الیمن قبل حجة الوداع، ۴: ۱۵۸۱، رقم: ۴۰۹۴

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۲، رقم: ۱۰۶۴

(۳) بخاری، الصحيح، کتاب التوحید، باب قراءة الفاجر والمنافق وأصواتهم وتلاوتهم لا تجوز حنا جرهم، ۶: ۷۷۸، رقم: ۷۱۲۳

(۴) نسائی، السنن، کتاب تحریم الدم، باب من شهر سيفه ثم وضعه في الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۴۱۰۳

نکلے گا۔“

یعنی یہ خوارج دجال کی آمد تک تاریخ کے ہر دور میں وقتاً فوقتاً ظہور پذیر ہوتے رہیں گے۔

۷۔ لَا يُجَاوِزُ إِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ^(۱)۔

”ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔“

یعنی ان کا ایمان دکھلاوا اور نعرہ ہوگا، مگر اس کے اوصاف ان کے فکر و نظریہ اور کردار میں دکھائی نہیں دیں گے۔

۸۔ يَتَعَمَّقُونَ وَيَتَشَدَّدُونَ فِي الْعِبَادَةِ^(۲)۔

”وہ عبادت اور دین میں بہت تشدد اور انتہاء پسند ہوں گے۔“

۹۔ يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ^(۳)۔

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

(۲) ۱۔ أبویعلی، المسند، ۱: ۹۰، رقم: ۹۰

۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۵۵، رقم: ۱۸۶۷۳

(۳) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب من ترك قتال الخوارج للتألف وأن لا ینفر الناس عنه، ۶: ۲۵۴۰، رقم: ۶۵۳۴

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم، ۲: ۷۴۴، رقم: ۱۰۶۴

”تم میں سے ہر ایک ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانے گا اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر جانے گا۔“

۱۰۔ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَافِيَهُمْ^(۱)

”نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی۔“

یعنی نماز کا کوئی اثر ان کے اخلاق و کردار پر نہیں ہوگا۔

۱۱۔ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَيْسَ قِرَاءَتُهُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ بِشَيْءٍ^(۲)

”وہ قرآن مجید کی ایسے تلاوت کریں گے کہ ان کی تلاوت قرآن کے سامنے تمہیں اپنی تلاوت کی کوئی حیثیت دکھائی نہ دے گی۔“

۱۲۔ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوقَهُمْ^(۳)

”ان کی تلاوت ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی۔“

یعنی اس کا کوئی اثر ان کے دل پر نہیں ہوگا۔

۱۳۔ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُونَ أَنَّهُ لَهُمْ، وَهُوَ عَلَيْهِمْ^(۴)

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب التحريض على قتل الخوارج،

۴: ۷۴۸، رقم: ۱۰۶۶

(۲) مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب التحريض على قتل الخوارج،

۴: ۷۴۸، رقم: ۱۰۶۶

(۳) ۱۔ بخاری الصحيح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،

باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، ۶: ۲۵۴۰،

رقم: ۶۵۳۲

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وقتالهم، ۲:

۷۴۳، رقم: ۱۰۶۴

(۴) مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب التحريض على قتل الخوارج،

۴: ۷۴۸، رقم: ۱۰۶۶

”وہ یہ سمجھ کر قرآن پڑھیں گے کہ اس کے احکام ان کے حق میں ہیں لیکن درحقیقت وہ قرآن ان کے خلاف حجت ہوگا۔“

۱۴۔ يَدْعُونَ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَلَيُسْوَ مِنْهُ فِي شَيْءٍ. (۱)

”وہ (بذریعہ طاقت) لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف بلائیں گے لیکن قرآن کے ساتھ ان کا تعلق کوئی نہیں ہوگا۔“

۱۵۔ يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ. (۲)

”وہ (بظاہر) بڑی اچھی باتیں کریں گے۔“

یعنی دینی نعرے (slogans) بلند کریں گے اور اسلامی مطالبے کریں گے۔ (۳)

۱۶۔ يَقُولُونَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ قَوْلًا. (۴)

”ان کے نعرے (slogans) اور ظاہری باتیں دوسرے لوگوں سے اچھی ہوں گی اور متاثر کرنے والی ہوں گی۔“

(۱) أبو داود، السنن، کتاب السنۃ، باب فی قتل الخوارج، ۴: ۲۴۳، رقم: ۴۷۶۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، ۲: ۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶

(۳) جیسے خلیفہ راشد حضرت علی ؑ کے دور میں خوارج نے لَا حُکْمَ إِلَّا لِلَّهِ کا پُر کشش نعرہ لگایا تھا۔

(۴) طبرانی، المعجم الأوسط، ۶: ۱۸۶، الرقم: ۶۱۴۲

۱۷۔ يُسَيِّئُونَ الْفِعْلَ. ^(۱)

”مگر وہ کردار کے لحاظ سے بڑے ظالم، خونخوار اور گھناؤنے لوگ ہوں گے۔“

۱۸۔ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ. ^(۲)

”وہ تمام مخلوق سے بدترین لوگ ہوں گے۔“

۱۹۔ يَطْعَنُونَ عَلَى أَمْرَائِهِمْ وَيَشْهَدُونَ عَلَيْهِمْ بِالضَّلَالَةِ. ^(۳)

”وہ حکومتِ وقت یا حکمرانوں کے خلاف خوب طعنہ زنی کریں گے اور ان پر گمراہی و ضلالت کا فتویٰ لگائیں گے۔“

۲۰۔ يَخْرُجُونَ عَلَى حِينٍ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ. ^(۴)

”وہ اس وقت منظرِ عام پر آئیں گے جب لوگوں میں تفرقہ اور اختلاف پیدا ہو جائے گا۔“

(۱) أبو داود، السنن، کتاب السنۃ، باب فی قتال الخوارج، ۴: ۲۴۳، رقم:

۴۷۶۵

(۲) مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب الخوارج شر الخلق والخلیقة،

۲: ۷۵۰، الرقم: ۱۰۶۷

(۳) ۱۔ ابن أبي عاصم، السنۃ، ۲: ۴۵۵، رقم: ۹۳۴

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۶: ۲۲۸، وقال: رجالہ رجال الصحیح۔

(۴) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی

الإسلام، ۳: ۱۳۲۱، رقم: ۳۴۱۴

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم،

۲: ۷۴۴، رقم: ۱۰۶۴

۲۱۔ يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدْعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ. (۱)

”وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔“

۲۲۔ يَسْفِكُونَ الدَّمَ الْحَرَامَ. (۲)

”وہ ناحق خون بہائیں گے۔“

یعنی بے گناہ مسلم اور غیر مسلم افراد کا قتل جائز سمجھیں گے۔

۲۳۔ يَقْطَعُونَ السَّبِيلَ وَيَسْفِكُونَ الدِّمَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ مِنَ اللَّهِ وَيَسْتَحِلُّونَ

أَهْلَ الدِّمَةِ. (من كلام عائشة رضي الله عنها) (۳)

”وہ راہزن ہوں گے، ناحق خون بہائیں گے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا

اور غیر مسلم اقلیتوں کے قتل کو حلال سمجھیں گے۔“ (یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی

اللہ عنہا کا فرمان ہے۔)

۲۴۔ يُؤْمِنُونَ بِمُحْكَمِهِ وَيَهْلِكُونَ عِنْدَ مُتَشَابِهِهِ. (قول ابن عباس

رضی اللہ عنہ). (۴)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: تعرج

الملائكة والروح إليه، ۶: ۲۷۰، رقم: ۶۹۹۵

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم،

۲: ۷۴۱، رقم: ۱۰۶۴

(۲) مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب التحريض على قتل الخوارج،

۲: ۷۴۸، رقم: ۱۰۶۶

(۳) حاکم، المستدرک، ۲: ۱۶۶، رقم: ۲۶۵۷

(۴) ۱۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۳: ۱۸۱

۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۳۰۰

”وہ قرآن کی محکم آیات پر ایمان لائیں گے جبکہ اس کی مشابہات کے سبب سے ہلاک ہوں گے۔“ (قول ابن عباس رضی اللہ عنہ)

۲۵۔ يَقُولُونَ الْحَقَّ بَالْسِّنَتِهِمْ لَا يُجَاوِزُ خُلُوقَهُمْ. (قول علي رضی اللہ عنہ)^(۱)
 ”وہ زبانی کلامی حق بات کہیں گے، مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی۔“ (قول علی رضی اللہ عنہ)

۲۶۔ يَنْطَلِقُونَ إِلَى آيَاتِ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَيَجْعَلُونَهَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ.
 (من قول ابن عمر رضی اللہ عنہ)^(۲)

”وہ کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کا اطلاق مسلمانوں پر کریں گے۔ اس طرح وہ دوسرے مسلمانوں کو گمراہ، کافر اور مشرک قرار دیں گے تاکہ ان کا ناجائز قتل کر سکیں۔“ (قول ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مستفاد)

۲۷۔ يَمُرُّونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمُرُّ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ.^(۳)
 ”وہ دین سے یوں خارج ہو چکے ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔“

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۴: ۷۴۹، الرقم: ۱۰۶۶

(۲) بخاری، الصحيح، كتاب، استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة عليهم، ۶: ۲۵۳۹

(۳) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة عليهم، ۶: ۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲: ۷۴۹، الرقم: ۱۰۶۶

۲۸۔ الْأَجْرُ الْعَظِيمُ لِمَنْ قَتَلَهُمْ^(۱)۔

”ان کے قتل کرنے والے کو اجرِ عظیم ملے گا۔“

۲۹۔ خَيْرُ قَتْلَى مَنْ قَتَلُوهُ^(۲)۔

”وہ شخص بہترین مقتول (شہید) ہوگا جسے وہ قتل کر دیں گے۔“

۳۰۔ شَرُّ قَتْلَى تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ^(۳)۔

”وہ آسمان کے نیچے بدترین مقتول ہوں گے۔“

یعنی جو دہشت گرد خوارج فوجی سپاہیوں کے ہاتھوں مارے جائیں گے تو وہ بدترین مقتول ہوں گے اور انہیں مارنے والے جوان بہترین غازی ہوں گے۔

۳۱۔ إِنَّهُمْ كِلَابُ النَّارِ^(۴)۔

”(یہ) دہشت گرد خوارج جہنم کے کتے ہوں گے۔“

۳۲۔ کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کا اطلاق مومنین پر کریں گے۔^(۵)

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج،

۲: ۴۸، رقم: ۱۰۶۶

(۲) ترمذی، السنن، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة آل عمران، ۵:

۲۲۶، رقم: ۳۰۰۰

(۳) ترمذی، السنن، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة آل عمران، ۵:

۲۲۶، رقم: ۳۰۰۰

(۴) ترمذی، السنن، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة آل عمران، ۵:

۲۲۶، رقم: ۳۰۰۰

(۵) بخاری، الصحيح، کتاب، استتابة المرتدین والمعاندین وقتالہم،

باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیہم، ۶: ۲۵۳۹

- ۳۳۔ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو دائمی جہنمی اور اس کا خون اور مال حلال قرار دیں گے۔
- ۳۴۔ ظالم اور فاسق حکومت کے خلاف مسلح بغاوت اور خروج کو فرض قرار دیں گے۔^(۱)

۳۵۔ خوارج کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ کسی مخصوص علاقے کو گھیر کر اپنی دہشت گردانہ کارروائیوں کے لیے مرکز بنالیں گے، جیسے کہ انہوں نے خلافت علی المرتضیٰؑ میں حروراء کو اپنا مرکز بنالیا تھا یعنی وہ اپنے لئے محفوظ پناہ گاہیں بنائیں گے۔

۳۶۔ خوارج کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ اہل حق کے ساتھ مذاکرات کو ناپسند کریں گے، جس طرح انہوں نے سیدنا علیؑ کی تحکیم کو مسترد کر دیا تھا۔

احادیث و آثار سے ماخوذ ان علامات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو مسلح گروہ یا فرقہ جمہور امت مسلمہ کو گمراہ، بدعتی اور کافر و مشرک کہے، عامۃ الناس - مسلم ہوں یا غیر مسلم - کے خون و مال کو حلال سمجھے، حق بات کا انکار کرے، مصالحانہ اور پُر امن ماحول کو تباہ و برباد کرے، وہ خارجی ہے۔ خواہ اس کا ظہور کسی بھی زمانے اور کسی بھی ملک میں ہو۔

(۱) ۱۔ عبد القاہر بغدادی، الفرق بین الفرق: ۷۳

۲۔ ابن تیمیہ، مجموع فتاویٰ، ۱۳: ۳۱

فصل سوم

خوارج کی تکفیر اور وجوبِ قتل پر
ائمہ دین کی تصریحات

مسلح بغاوت اور دہشت گردی کرنے والے خوراج کی تکفیر سے متعلق علماء کی دو آراء ہیں، لیکن ان کے قتل پر کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ اس کا حکم صریح خود حضور نبی اکرم ﷺ نے دیا ہے، جس کے بعد کسی مسلمان کے لئے اختلاف کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ درج ذیل ارشاد نبوی ﷺ اور اسی طرح کے کئی دیگر فرامین نبوت پہلے بیان ہو چکے ہیں جو ان کے خاتمہ پر نص ہیں:

لَنْ أَدْرَكَهُمْ لَا قَتَلْنَهُمْ قَتَلَ ثَمُودَ. (۱)

”اگر میں انہیں پالوں تو ضرور بالضرور قوم ثمود کی طرح قتل کر ڈالوں گا۔“

اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی قتل خوراج کے باب میں قطعی اور صریح ہے:

فَأَيْنَمَا لَقَيْتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ. (۲)

”پس تم جہاں کہیں بھی انہیں پاؤ تو (ریاستی سطح پر ان کے ساتھ جنگ کر کے) انہیں قتل کر ڈالو۔“

(۱) ۱- بخاری، الصحيح، کتاب المغازی، باب بعث علی بن اُمی طالب و خالد بن الولید إلى الیمن قبل حجة الوداع، ۴: ۱۵۸۱، رقم: ۴۰۹۴

۲- مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوراج وصفاتهم، ۲: ۷۳۳، رقم: ۱۰۶۴

(۲) نسائی، السنن، کتاب تحریم الدم، باب من شہر سیفہ ثم وضعه فی الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۴۱۰۳

امام بخاری نے الصحيح میں باب ہی اس عنوان سے قائم کیا ہے:

”باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیہم (خوارج اور ملحدین پر حجت قائم کرنے کے بعد ان کو قتل کرنے کا باب)۔“^(۱)

امام مسلم نے بھی الصحيح میں درج ذیل عنوان سے یہ باب قائم کیا ہے:

”باب التحریض علی قتل الخوارج (خوارج کو قتل کرنے پر تاکید ترغیب کا باب)۔“^(۲)

امام نووی ”شرح صحيح مسلم“ میں لکھتے ہیں:

قوله ﷺ: ”إِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنْ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا“ هذا تصريح بوجوب قتال الخوارج والبغاة وهو إجماع العلماء. قال القاضي: أجمع العلماء على أن الخوارج وأشباههم من أهل البدع والبعی متى خرجوا على الإمام وخالفوا رأى الجماعة، وشقوا العصا وجب قتالهم بعد إنذارهم والإعتذار إليهم.

وهذا كله ما لم يكفروا ببدعتهم فان كانت البدعة مما يكفرون به جرت عليهم أحكام المرتدين، وأما البغاة الذين لا يكفرون فيرثون ويورثون ودمهم في حال القتال هدر، وكذا أموالهم التي تلتف في القتال.^(۳)

(۱) بخاری، الصحيح، کتاب إستتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب

(۵)، ۶: ۲۵۳۹

(۲) مسلم، الصحيح، کتاب الزكاة، باب (۴۸)، ۲: ۷۳۶

(۳) نووی، شرح صحيح مسلم، ۷: ۱۶۹، ۱۷۰

”حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی - ”اگر تم انہیں ملو تو ان کے خلاف کارروائی کر کے انہیں قتل کر دو کہ یقیناً ان کو قتل کرنے میں اجر ہے۔“ خوارج اور باغی دہشت گردوں کے ساتھ جنگ کے واجب ہونے پر صراحت ہے اور اسی پر علماء کا اجماع ہے۔ قاضی ابو بکر بن عربی نے فرمایا: تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ خوارج اور ان جیسے دیگر اہل بدعت دہشت گرد، اگر حکومتِ وقت کے خلاف خروج کریں، اجتماعی رائے کی مخالفت کریں اور ہتھیار اٹھالیں تو ان کو ڈرانے اور راہِ راست پر لانے کے لئے سمجھانے کے بعد ان سے قتال واجب ہے۔

”یہ سب کچھ اس وقت تک ہے جب تک وہ اپنی بدعات کے سبب کافر قرار نہ دیے جائیں۔ لیکن اگر ان کے کرتوت ایسے ہوں جن کی بناء پر انہیں کافر قرار دیا گیا ہے تو ان پر مردین کے احکام لاگو ہوں گے۔ البتہ وہ باغی جن کو کافر قرار نہیں دیا گیا تو وہ خود بھی وارث بنیں گے اور دوسرے بھی ان کے وارث بنیں گے البتہ حالتِ جنگ میں ان کا خون رائیگاں جائے گا اور ان کے اموال پر بھی کوئی ضمان نہیں ہوگی۔“

قاضی عیاض ”الشفاء (۸۳۴-۸۳۶)“ میں فرماتے ہیں:

وَاخْتَلَفَ قَوْلُ مَالِكٍ وَأَصْحَابِهِ فِي ذَلِكَ، وَلَمْ يَخْتَلَفُوا فِي قِتَالِهِمْ إِذَا تَحَيَّزُوا فِتْنَةً، وَأَنَّهُمْ يُسْتَتَابُونَ، فَإِنْ تَابُوا وَإِلَّا قُتِلُوا. وَإِنَّمَا اخْتَلَفُوا فِي الْمُنْفَرِدِ مِنْهُمْ. وَهَذَا قَوْلُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمَوَازِ فِي الْخَوَارِجِ، وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الْمَاجِشُونِ، وَقَوْلُ سُحْنُونٍ. وَبِهِ فُسِّرَ قَوْلُ مَالِكٍ فِي الْمُوطَأِ، وَمَا رَوَاهُ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ: يُسْتَتَابُونَ، فَإِنْ تَابُوا وَإِلَّا قُتِلُوا. وَقَالَ عِيسَى عَنْ ابْنِ الْقَاسِمِ: فَإِنْ

تَابُوا وَإِلَّا قُتِلُوا، وَمِثْلُهُ لَهُ فِي الْمَبْسُوطِ قَالَ: وَهُمْ مُسْلِمُونَ، وَإِنَّمَا قُتِلُوا لِإِثْمِهِمُ السُّوءِ، وَبِهَذَا عَمِلَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ. وَابْنُ حَبِيبٍ، وَغَيْرُهُ مِنْ أَصْحَابِنَا يَرَى تَكْفِيرَهُمْ.

”خوارج کے بارے میں امام مالک اور ان کے تلامذہ کا قول اگرچہ مختلف ہے مگر ان کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر وہ جماعت سے علیحدگی اختیار کریں تو ان کے ساتھ جنگ کی جائے گی، اور وہ اس طرح کہ پہلے انہیں توبہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، اگر وہ توبہ کر لیں تو بہت خوب ورنہ انہیں قتل کیا جائے گا۔ البتہ اختلاف ان میں سے صرف ایک فرد کے حکم کے بارے میں ہے، اگر وہ اکیلا ہو (تو کیا کیا جائے)؟ خوارج کے بارے میں یہ قول محمد بن الموزان، عبد المالك بن الماجشون اور امام سخون کا ہے۔ اور یہ قول موطاً میں امام مالک کے قول اور آپ سے مروی حضرت عمر بن عبد العزیز کی روایت (ان سے توبہ کے لئے کہا جائے، اگر وہ توبہ کر لیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے ورنہ قتل کیا جائے) کی وضاحت کرتا ہے۔ امام عسلی، امام ابن القاسم سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں: اگر وہ توبہ کر لیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے ورنہ قتل کر دیا جائے۔ اور ان سے مروی اسی طرح کی روایت المبسوط میں بھی ہے۔ فرمایا: یہ اصلاً مسلمان تھے، مگر انہیں فتنہ و شرارت پر مبنی موقف رکھنے کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اور عمر بن عبد العزیز اور ابن حبيب نے بھی ان کے ساتھ یہی سلوک کیا ہے۔ ان کے علاوہ ہمارے بہت سے مقتدر اکابر ان کے بارے میں تکفیر کا موقف رکھتے ہیں۔“

قاضی عیاض مزید فرماتے ہیں:

وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْخَوَارِجِ: هُمْ مِنْ شَرِّ الْبَرِيَّةِ، وَهَذِهِ صِفَةُ الْكُفَّارِ.

وَقَالَ: شَرُّ قَبِيلٍ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ، طُوبَى لِمَنْ قَتَلَهُمْ أَوْ قَتَلُوهُ.
وَقَالَ: فَإِذَا وَجَدْتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ قَتْلَ عَادٍ. وَظَاهِرُ هَذَا الْكُفْرُ لَا
سِيَّمَا مَعَ تَشْبِيهِهِمْ بِعَادٍ، فَيَحْتَجُّ بِهِ مَنْ يَرَى تَكْفِيرَهُمْ، فَيَقُولُ لَهُ
الْآخَرُ: إِنَّمَا ذَلِكَ مِنْ قَتْلِهِمْ لِخُرُوجِهِمْ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، وَبَغْيِهِمْ
عَلَيْهِمْ بِدَلِيلِهِ مِنَ الْحَدِيثِ نَفْسِهِ: يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ، فَقَتَلَهُمْ
هَاهُنَا حَدٌّ لَا كُفْرًا. وَذَكَرُ عَادٍ تَشْبِيَهُ لِلْقَتْلِ وَحِلِّهِ لَا لِلْمَقْتُولِ،
وَلَيْسَ كُلُّ مَنْ حَكِمَ بِقَتْلِهِ يُحْكَمُ بِكُفْرِهِ. وَكَذَلِكَ قَوْلُهُ: يَمْرُقُونَ
مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ حَتَّى يَعُودَ
السَّهْمُ عَلَى فُوقِهِ. وَبِقَوْلِهِ: سَبَقَ الْفَرْتُ وَالْدَّمُ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَمْ
يَتَعَلَّقْ مِنَ الْإِسْلَامِ بِشَيْءٍ. (۱)

”اور حضور ﷺ کا خوارج کے بارے میں ارشادِ گرامی کہ ”وہ بدترین مخلوق
ہیں“ یہ صرف کفار کی صفت ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ آسمان کے
نیچے بدترین گروہ ہیں۔ اُس شخص کے لئے خوش خبری ہے جس نے انہیں قتل کیا
یا جسے انہوں نے قتل کر دیا۔“ نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”پس اگر تم انہیں
پاؤ تو (اُن کے خلاف کارروائی کر کے) انہیں قومِ عاد کی طرح قتل کر دو۔“ ان
تمام ارشاداتِ گرامی سے بظاہر خوارج کا کفر ثابت ہوتا ہے، بالخصوص جب ان
کو قومِ عاد سے تشبیہ دی گئی۔ پس جو شخص ان کو کافر قرار دیتا ہے وہ اسی ارشادِ
نبوی ﷺ کے ظاہر سے دلیل اور حجت پکڑتا ہے۔ جبکہ دوسری رائے یہ ہے کہ
خوارج کے قتل کا حکم اُن کے مسلمانوں کے خلاف خروج اور بغاوت کی وجہ سے
ہے جس کی دلیل اس حدیثِ مبارکہ میں فی نفسہ موجود ہے کہ ”وہ اہلِ اسلام کو

قتل کریں گے۔“ پس یہاں ان کے قتل کا حکم بطور حد ہے نہ کہ بوجہ کفر؛ اور قوم عاد کا ذکر، قتل اور ان کے مباح الدم ہونے کے لئے تشبیہ کے طور پر ہے مقتول کے لئے نہیں۔ اور یہ کہ جس کے بھی قتل کا حکم دیا جاتا ہے وہ صرف اس کے کفر کی وجہ سے ہی نہیں دیا جاتا۔ اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی (بھی تکفیر کے قول کی دلیل) ہے کہ ”وہ دین اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے اور پھر وہ دین اسلام کی طرف اس وقت تک واپس نہیں لوٹیں گے جب تک کہ تیر اپنی کمان میں واپس نہیں آ جاتا۔“ اور حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ”وہ گوبر اور خون سے آگے نکل گیا“ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس شخص کا دین اسلام کے ساتھ کچھ بھی تعلق قائم نہ رہا۔“

تکفیرِ خوارج سے متعلق دو معروف اقوال پر ائمہ کے فتاویٰ

ائمہ حدیث و تفسیر اور فقہائے کرام نے خوارج کی تکفیر پر بحث و تحقیق کرتے ہوئے بالعموم دو نقطہ ہائے نظر پیش کیے ہیں اور بیشتر ائمہ نے دونوں میں سے اپنے اپنے دلائل کے مطابق کسی ایک یا دونوں کو بھی اختیار کیا ہے۔ ذیل میں ہم ان دو اقوال کی تقسیم سے متعلق علامہ ابن تیمیہ کا موقف بیان کر رہے ہیں۔ بعد ازاں بالترتیب دونوں اقوال کے مؤیدین کا الگ الگ ذکر کریں گے۔ وہ دو اقوال کیا ہیں؟ آئیے! علامہ ابن تیمیہ کے الفاظ میں پہلے یہ سمجھ لیتے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

فَإِنَّ الْأُمَّةَ مُتَّفِقُونَ عَلَى ذَمِّ الْخَوَارِجِ وَتَضْلِيلِهِمْ وَإِنَّمَا تَنَازَعُوا فِي تَكْفِيرِهِمْ عَلَى قَوْلَيْنِ مَشْهُورَيْنِ فِي مَذْهَبِ مَالِكٍ وَأَحْمَدَ. وَفِي مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ أَيْضًا نِزَاعٌ فِي كُفْرِهِمْ وَلِهَذَا كَانَ فِيهِمْ قَوْلَانِ:

أَحَدُهُمَا: أَنَّهُمْ كُفَّارٌ كَالْمُرْتَدِّينَ، وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ مِنْهُمْ، أُسْتُيِبَ فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا قُتِلَ. وَالثَّانِي: أَنَّهُمْ بَغَاةٌ (وَلَا خِلَافَ فِي جَوَازِ قَتْلِهِمْ كَمَا ذُكِرَ مِنْ قَبْلٍ).^(۱)

”بے شک تمام اُمتِ محمدیہ خوارج کی مذمت کرنے اور ان کو گمراہ قرار دینے پر متفق ہے۔ البتہ ان کی تکفیر کے حوالے سے مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس پر دو قول مشہور ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ وہ مرتدین (باغیانِ دین) کی طرح کافر ہیں۔ لہذا انہیں آغازِ فتنہ کے وقت ہی قتل کرنا اور ان کے بھگوڑوں کا تعاقب کرنا جائز ہے۔ ان میں سے جس پر قابو پا لیا جائے اسے توبہ کرنے کے لئے کہا جائے، اگر وہ توبہ کر لیں تو چھوڑ دیا جائے ورنہ قتل کر دیا جائے۔ قولِ ثانی یہ ہے کہ وہ باغی ہیں (مگر انہیں قتل کرنے کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے)۔“

پہلا قول: خوارج پر حکمِ تکفیر کا اطلاق

ائمہ اُمت کی ایک بڑی تعداد خوارج کو کافر قرار دیتی ہے۔ اس قول کے قائلین صحاح ستہ میں خوارج کے بارے میں وارد ہونے والی کثیر احادیث سے استدلال کرتے ہیں، جنہیں ہم گزشتہ صفحات میں تفصیلاً ذکر کر چکے ہیں۔ یہاں ہم اختصار کے پیش نظر صرف دو احادیث درج کرنے پر اکتفا کریں گے:

۱۔ حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

يَأْتِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَنَاءُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُولُونَ

مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَا يُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، فَإِنَّمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِن قَتَلْتُمُ أَجْرٌ لِمَنْ قَتَلْتَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۱)

”آخری زمانہ میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو کم اور ناچختہ عقل کے ہوں گے۔ ان کی زبانوں پر قرآن و حدیث کا کلام ہوگا لیکن وہ دین اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا۔ تم انہیں جہاں بھی پاؤ (اُن کے خلاف قانونی چارہ جوئی کر کے انہیں) قتل کر دو کیونکہ ان کو قتل کرنے والا قیامت کے روز اجر و ثواب پائے گا۔“

یہاں حضور نبی اکرم ﷺ کا انہیں قتل کر دینے کا شدید تاکید حکم اور اس پر اجر کا اعلان صراحتاً ان کے کفر پر دلالت کرتا ہے۔

۲۔ سفیان بن عیینہ کے طریق سے ابو غالب سے مروی ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

شَرُّ قَتْلَى قُتِلُوا تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ، وَخَيْرُ قَتِيلٍ مَنْ قَتِلُوا كِلَابُ أَهْلِ النَّارِ، قَدْ كَانَ هَؤُلَاءِ مُسْلِمِينَ فَصَارُوا كُفَّارًا. (۲)

”یہ خوارج آسمان کے نیچے قتل کیے جانے والوں میں بدترین لوگ ہیں اور

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام، ۳: ۱۳۲۱، رقم: ۴۳۱۵

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، ۲: ۴۷۶، رقم: ۱۰۶۶

(۲) ابن ماجہ، السنن، المقدمة، ۱: ۶۲، رقم: ۱۷۶

بہترین شہید وہ ہیں جنہیں ان دوزخی کتوں نے قتل کیا۔ یہ لوگ بغاوت اور دہشت گردی سے پہلے مسلمان تھے مگر اپنے اس خروج کی وجہ سے کافر ہو گئے۔“

اس حدیث مبارکہ کے یہ الفاظ انتہائی قابلِ غور ہیں کہ وہ خوارج پہلے مسلمان تھے لیکن بعد ازاں اپنے خود ساختہ باطل عقائد و نظریات کے باعث کافر ہو گئے۔

اسی طرح یہ ارشاد گرامی کہ ”بے شک یہ شخص اور اس کے ساتھی قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ یہ لوگ دینِ اسلام سے اس طرح خارج ہو جائیں گے جس طرح تیرشکار سے خارج ہو جاتا ہے“ بھی صراحۃً ان کے کفر پر دلالت کرتا ہے۔

ذیل میں خوارج کے کفر کے قائل چند ائمہ کرام کے فتاویٰ ملاحظہ کریں:

(۱) امام بخاری

تمام مسالک و مذاہب کے متفقہ امام فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ھ) نے الصحيح میں باقاعدہ ترجمۃ الباب قائم کر کے خوارج کا کفر ثابت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اس مقام پر فرماتے ہیں:

جملة من العلماء الذين قالوا بتكفير الخوارج كالبخاري حيث قرنهم بالمرتدين والملحدین وأفرد عنهم المتأولين بترجمة قال فيها: باب من ترك قتال الخوارج للتألف ولئلا ينفَرَ الناس عنه. (۱)

”تمام علماء جنہوں نے خوارج کو کافر قرار دیا ہے جس طرح امام بخاری کہ

انہوں نے انہیں مرتدین اور ملحدین کے زمرے میں شمار کیا ہے اور تاویل کرنے والوں کو ایک ترجمۃ الباب کے ذریعے الگ بیان کیا ہے، جس کا عنوان رکھا ہے: ”جس نے خوارج کے ساتھ جنگ کو ساتھ ملانے کی اُمید پر یا اس لیے ترک کر دیا تاکہ لوگ اس سے دور نہ ہو جائیں۔“

اس واضح تفریق سے امام بخاریؒ نے یہ ثابت کیا ہے کہ خوارج بلاشبہ مرتدین کی طرح کافر ہیں اور متاؤلین (یعنی تاویل کرنے والوں) کا حکم ان سے مختلف ہے۔

(۲) امام ابن جریر الطبری

جلیل القدر مفسر قرآن اور مؤرخ امام ابن جریر طبری (م ۳۱۰ھ) خوارج کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

إنه لا يجوز قتال الخوارج وقتلهم إلا بعد إقامة الحجة عليهم، بدعائهم إلى الرجوع إلى الحق، والإعذار إليهم، وإلى ذلك أشار البخاري في الترجمة بالآية المذكورة فيها، واستدل به لمن قال بتكفير الخوارج، وهو مقتضى صنيع البخاري، حيث قرنهم بالملحدين، وأفرد عنهم المتأولين بترجمة^(۱).

”خوارج کے ساتھ جنگ اور اُن کا قتل اس وقت تک جائز نہیں جب تک انہیں حق کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دے کر اور عذر پیش کرنے کا موقع فراہم کر کے ان پر حجت قائم نہ کر دی جائے۔ امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں اسی طرف اشارہ کیا ہے، اور اس کے ذریعے اس شخص کے لئے استدلال مہیا کیا ہے جس نے خوارج کی تکفیر کا قول اپنایا ہے۔ اور یہ امام بخاری کے اس قول کو اختیار کرنے کا تقاضا بھی ہے کیونکہ آپ نے اُن (خوارج) کو مرتدین و ملحدین

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۹۹

کے ساتھ ملایا ہے اور تاویل کرنے والوں کو ان سے الگ رکھا ہے۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی امام طبری کا موقف مزید واضح کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

وممن جنح إلى بعض هذا البحث: الطبري في تهذيبه، فقال بعد أن سرد أحاديث الباب: فيه الردّ على قول من قال: لا يخرج أحد من الإسلام من أهل القبلة بعد استحقاقه حكمه، إلا بقصد الخروج منه عالماً، فإنه مبطل لقوله في الحديث: ”يقولون الحق، ويقرؤون القرآن، ويمرقون من الإسلام، ولا يتعلقون منه بشيء.“ (۱)

”اور امام طبری نے بھی ”تہذیب الآثار“ میں اس باب کی احادیث بیان کرنے کے بعد اس قول کا ردّ کیا ہے کہ اہل قبلہ میں سے کوئی بھی شخص اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام سے خارج نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ وہ دانستہ طور پر اسلام سے خروج کا ارادہ و قصد کرے۔ کیوں کہ یہ تو حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی کو باطل قرار دینا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ میں ہے: ”وہ حق کہیں گے اور قرآن مجید کی تلاوت کریں گے مگر اسلام سے تیر کی تیزی کی مثل نکل جائیں گے اور وہ اسلام کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہ رکھتے ہوں گے۔“

(۳) امام محمد بن محمد الغزالی

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی (م ۵۰۵ھ) اور امام رافعی بھی خوارج کے ایک گروہ کے کفر کے قائل ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بیان کیا ہے:

وقال الغزالي في الوسيط: تبعاً لغيره في حكم الخوارج وجهان

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۳۰۰

أحدهما: أنه كحكم أهل الردة، والثاني: أنه كحكم أهل البغي،
ورجح الرافعي الأول. كذا في الفتح. (۱)

”اور امام غزالی نے ”الوسیط“ میں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اتباع میں خوارج کے حکم کے بارے میں دو صورتیں بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کا حکم مرتدین کے حکم کی طرح ہے؛ اور دوسری یہ کہ ان کا حکم باغیوں کے حکم کی طرح ہے اور رافعی نے پہلی صورت کو ترجیح دی ہے۔“

(۴) قاضی ابوبکر بن العربی المالکی

قاضی ابوبکر محمد بن عبد اللہ بن العربی الاندلسی المالکی (م ۵۴۳ھ) کا شمار اندلس کے نام ور ائمہ میں ہوتا ہے۔ انہوں نے امام غزالی جیسے اجل علماء سے علم حاصل کیا۔ قاضی ابوبکر بن العربی نے عارضة الأخوذة کے نام سے جامع الترمذی کی شرح لکھی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی بیان کرتے ہیں کہ آپ بھی خوارج کی تکفیر کے قائل تھے:

وَبَذَلِكَ صَرَّحَ الْقَاضِي أَبُو بَكْرُ بْنُ الْعَرَبِيِّ فِي شَرْحِ التِّرْمِذِيِّ فَقَالَ: الصَّحِيحُ أَنَّهُمْ كُفَّارٌ لِقَوْلِهِ ﷺ: ”يَمُرُّقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ“ وَلِقَوْلِهِ: ”لَا قِتْلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادَ“، وَفِي لَفْظٍ ”قَتْلُ ثَمُودَ“، وَكُلٌّ مِنْهُمَا إِنَّمَا هَلَكَ بِالْكَفْرِ، وَبِقَوْلِهِ: ”هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ“ وَلَا يُوصَفُ بِذَلِكَ إِلَّا الْكُفَّارُ، وَلِقَوْلِهِ: ”إِنَّهُمْ أَبْغَضُ الْخَلْقِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى“، وَلِحُكْمِهِمْ عَلَى كُلِّ مَنْ خَالَفَ مُعْتَقَدَهُمْ بِالْكَفْرِ وَالتَّخْلِيدِ فِي النَّارِ فَكَانُوا هُمْ أَحَقُّ بِالْأَسْمِ مِنْهُمْ. (۲)

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۸۵

(۲) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۹۹

”اس کے بارے میں قاضی ابوبکر بن عربی نے ترمذی کی شرح میں تصریح کی ہے۔ آپ نے فرمایا: صحیح یہ ہے کہ بے شک وہ (خوارج) ارشاداتِ نبوی کی بناء پر کافر ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ”وہ دینِ اسلام سے نکل جائیں گے۔“ نیز ان کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں انہیں ضرور بالضرور قتلِ عادی کی طرح قتل کر دیتا۔“ اور ایک روایت میں ”قتلِ عادی“ کی جگہ ”قتلِ شمود“ کے الفاظ ہیں۔ اور قومِ عاد و ثمود دونوں میں سے ہر ایک قوم کفر کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئی۔ اور حضور نبی اکرم ﷺ کے اس ارشادِ گرامی ”وہ تمام مخلوق میں بدترین لوگ ہیں“ کی وجہ سے بھی خوارج کافر ہیں کہ اس صفت سے صرف کافروں کا وصف بیان کیا جاتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ”یقیناً وہ (خوارج) اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں مغضوب ترین لوگ ہیں۔“ مذکورہ بالا ارشاداتِ نبوی ﷺ کے ساتھ ساتھ وہ اس بناء پر بھی کافر ہیں کہ انہوں نے ہر اُس شخص پر کفر اور دائی جہنمی ہونے کا حکم لگایا جس نے بھی ان کے اعتقادات کی مخالفت کی۔ لہذا دوسروں کی نسبت وہ خوارج خود کافر کا نام (title) دیے جانے کے زیادہ مستحق ہیں۔“

(۵) قاضی عیاض المالکی

حضور نبی اکرم ﷺ کے فضائل و مناقب کے بیان پر مشتمل اپنی نوعیت کی منفرد اور مقبول و ثقہ ترین کتاب الشفا بتعريف حقوق المصطفى ﷺ کے مصنف قاضی عیاض الیحصبی المالکی (م ۵۴۴ھ) کا شمار بھی ان ائمہ کرام میں ہوتا ہے جو خوارج کی تکفیر کے قائل تھے۔ آپ صحیح مسلم کی شرح اِکمال المعلم بفوائد مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے ضمن میں من اور فی کے الفاظ پر بحث کرتے ہوئے خوارج کو کافر قرار دیتے ہیں:

قال بعض شیوخنا: قال أبو سعید الخدری رضی اللہ عنہ: سمعت رسول

اللہ ﷺ يقول: ”يُخرج في هذه الأمة - ولم يقل منها - قوم تحقرون صلاتكم مع صلاتهم.“ قال الإمام (المازري ونقله النووي أيضا) هذا من أدل الشواهد على سعة فقه الصحابة رضي الله عنهم وتحريرهم الألفاظ وفرقهم بين مدلولاتها الخفية، لأن لفظة من تقتضى كونهم من الأمة لا كفارا بخلاف فى، وفى تنبيه الخدرى على التفريق بين ”فى“ و ”من“ إشارة حسنة إلى القول بتكفير الخوارج لأنه أفهم بأنه لما لم يقل منها، دل على أنهم ليسوا من أمة محمد (ﷺ) وإن كان قد روى أبو ذر بعد هذا فقال: قال (ﷺ): ”إن من بعدى من أمتى، أو سيكون من بعدى من أمتى“. وفى رواية علي رضي الله عنه: ”يخرج من أمتى.“^(۱)

”ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا ہے: ”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”اس امت میں - اور یہ نہیں فرمایا کہ اس امت سے - ایک قوم ظاہر ہوگی کہ تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلے میں حقیر سمجھو گے۔“ امام (مازری) نے کہا (جسے امام نووی نے بھی نقل کیا ہے): یہ حدیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فقہی وسعتوں، الفاظ کے چناؤ اور الفاظ کے مدلولات خفیہ کے درمیان فرق و امتیاز کرنے کی صلاحیتوں پر دلالت کرنے والے شواہد میں سے اعلیٰ ترین دلیل ہے۔ کیونکہ من کا لفظ ان خوارج کے اس امت میں سے ہونے کا تقاضا کرتا ہے، اُن کے کافر ہونے کا نہیں؛ بخلاف فی کے (کہ کلمہ فی میں خوارج کے اس امت کا حصہ ہونے کا تقاضا موجود نہیں)۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے فی اور من کے درمیان فرق

پر تنبیہ کرنے میں خوارج کو کافر قرار دینے کے قول کی طرف اچھا اشارہ ہے کہ آپ نے یہ بات سمجھا دی کہ حضور ﷺ نے ”مِنْهَا“ نہیں فرمایا۔ یہ نکتہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ خوارج امتِ محمدیہ میں شامل نہیں رہے تھے (بلکہ امتِ محمدیہ سے بالکل خارج ہو گئے تھے)۔ اگرچہ اس کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک میرے بعد میری امت میں یا عنقریب میرے بعد میری امت میں ایک قوم نکلے گی“ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔“

سو دونوں روایتوں میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے تطبیق بیان کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

وَيَجْمَعُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ بَأَنَّ الْمُرَادَ بِالْأَمَةِ فِي حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ أَمَةُ الْإِجَابَةِ، وَفِي رِوَايَةِ غَيْرِهِ أَمَةُ الدَّعْوَةِ. ^(۱)

”اس روایت اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کو اس طرح جمع کیا جائے گا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں امت سے مراد امتِ اجابت ہے اور حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں امت سے مراد امتِ دعوت ہے۔“

یاد رہے کہ صرف امتِ اجابت سے مراد امتِ مسلمہ ہے جبکہ امتِ دعوت کا اطلاق جمیع عالمِ انسانیت پر ہوتا ہے جس کی طرف حضور نبی اکرم ﷺ دعوت لے کر مبعوث ہوئے خواہ انہوں نے آپ ﷺ کا کلمہ پڑھا یا نہ پڑھا۔ اسی نکتہ کی تصریح حافظ عسقلانی سے پہلے امام نووی بھی کر چکے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

فِيهِ إِشَارَةٌ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ إِلَى تَكْفِيرِ الْخَوَارِجِ وَأَنَّهُمْ مِنْ غَيْرِ هَذِهِ

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۸۹

الأمة، وفي حديث الخوارج من أخباره عليه السلام عن الغيوب ما يعظم موقعه، منها: إشارته (ﷺ) إلى ما يكون بعده من إختلاف الأمة في تكفيرهم. ^(۱)

”اس حدیث میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی طرف سے خوارج کی تکفیر کی طرف اشارہ ہے اور یہ کہ خوارج اس امتِ مسلمہ میں شامل نہیں ہیں۔ نیز خوارج کے بارے میں وارد حدیث میں آپ ﷺ کا غیب کی خبریں دینا بھی موجود ہے۔ اور اُن غیب کی خبروں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعد میں خوارج کو کافر قرار دینے میں بھی امت میں اختلاف ہوگا۔“

(۶) امام ابو العباس القرطبی

امام ضیاء الدین ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم الانصاری القرطبی المالکی (۶۵۶ھ) کا شمار قرطبہ کے معروف ائمہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے کثیر کتب تصنیف کیں، جن میں صحیح مسلم کی شرح المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم کے نام سے تالیف کی ہے۔ اسی شرح میں آپ خوارج کے کفر کے بارے میں فرماتے ہیں:

قول القائل فی قسمة النبی ﷺ: ”هذه قسمة ما أريد بها وجه الله، أو: ما عدل فيها“؛ قول جاهل بحال النبی ﷺ، غليظ الطبع، حريص، منافق. وكان حقه أن يُقتل؛ لأنه آذى رسول الله ﷺ، وقد قال الله تعالى: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ^(۲)، فالعذاب في الدنيا هو: القتل، لكن لم يقتله النبی ﷺ للمعنى الذي قاله، وهو من حديث جابر: ”لا يتحدث

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۸۹

(۲) التوبة، ۹: ۶۱

الناس: أن محمدًا يقتل أصحابه“، ولهذه العلة امتنع النبي ﷺ من قتل المنافقين، مع علمه بأعيان كثير منهم، وبنفاقهم. وقد أمنت تلك العلة بعد رسول الله ﷺ، فلا نفاق بعده، وإنما هو الزندقة، وهذا هو الحق والصواب. (۱)

”حضور نبی اکرم ﷺ کے مالی غنیمت تقسیم فرمانے کے بارے میں اعتراض کرنے والے کا یہ قول ”یہ تقسیم ایسی ہے جس سے اللہ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا“ یا یہ کہ ”آپ ﷺ نے اس میں عدل نہیں کیا“ آپ ﷺ کی شانِ اقدس سے ناواقف اور بے خبر گستاخ شخص کا قول ہے جو غلیظ الطبع، لالچی اور منافق تھا۔ وہ مستحق تھا کہ اُسے قتل کر دیا جاتا کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائی تھی۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو (اپنی بدعتیگی، بدگمانی اور بدزبانی کے ذریعے) اذیت پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے﴾۔ پس اُن کے لئے دنیا میں عذاب تو اُن کا قتل ہے لیکن حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک خاص وجہ سے اسے قتل کرنے کا حکم نہیں فرمایا جو حضرت جابر ؓ سے مروی حدیث میں موجود ہے: ”تاکہ لوگ باتیں نہ کرتے پھریں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتے ہیں۔“ اور اسی سبب سے آپ ﷺ منافقین کو قتل کرنے سے بھی رُکے رہے (کیونکہ یہ اسلام کا اوائل دور تھا)، حالانکہ آپ ﷺ ان کی شخصیات اور ان کے نفاق کو خوب جانتے تھے اور یہ علت رسول اللہ ﷺ کے بعد اس لئے ختم ہوگئی کہ آپ ﷺ کے بعد نفاق نہیں رہا (جو منافق رہے وہ کافر کہلائے)؛ البتہ یہ بے دینی ہے اور گمراہی ہے۔ یہی موقف درست ہے۔“

قرآن حکیم کی صریح نص کے بموجب حضور نبی اکرم ﷺ کو اذیت دینا

کافرانہ فعل ہے۔ ائمہ کرام کا ایک طبقہ اسی بناء پر خوارج کے کافر ہونے کا قائل ہے۔ مندرجہ بالا اقتباس میں امام ابو العباس القرطبی نے بھی اپنا استدلال اسی اساس پر قائم کیا ہے۔

امام ابو العباس القرطبی خوارج کے کفر کو مزید واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قوله رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ: ”لئن أدرکتهم لأقتلنهم قتل عاد“، وفي الأخرى: ”قتل ثمود“، ومعنى هذا: لئن أدرکتهم ليقتلنهم قتلاً عاماً؛ بحيث لا يبقى منهم أحداً في وقت واحد، لا يؤخر قتل بعضهم عن بعض، ولا يقلل أحداً منهم، كما فعل الله بعد؛ حيث أهلكهم بالريح العقيم، وبشمود حيث أهلكهم بالصيحة. قلت: ومقصود هذا التمثيل: أن هذه الطائفة خرجت من دين الإسلام، ولم يتعلق بها منه شيء، كما خرج هذا السهم من هذه المرمية، الذي لشدة النزع، وسرعة السهم، سبق خروجه خروج الدم، بحيث لا يتعلق به شيء ظاهر، كما قال: سبق الفرث والدم. وبظاهر هذا التشبيه تمسك من حكم بتكفيرهم من أئمتنا، وقد توقف في تكفيرهم كثير من العلماء لقوله رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ: ”فيتمارى في الفوق“، وهذا يقضى بأنه يشك في أمرهم فيتوقف فيهم، وكأن القول الأول أى بالتكفير، أظهر من الحديث. (۱)

”حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”اگر میں انہیں پالوں تو ضرور بالضرور قوم عاد کی طرح قتل کر دوں۔“ اور دوسری روایت میں ”قوم ثمود کی طرح قتل“ کرنے کے الفاظ ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ انہیں پالیتے تو ہر صورت ان کا قتل عام فرماتے کہ ایک وقت میں ان میں سے کسی کو

زندہ نہ چھوڑتے۔ ان میں سے کسی کے قتل کو مؤخر فرماتے نہ ان میں سے کسی کو مہلت دیتے جیسا کہ اللہ رب العزت نے قوم عاد کے ساتھ کیا کہ انہیں شدید ہوا کے ذریعے ہلاک کر دیا اور قومِ ثمود کے ساتھ یہ کیا کہ انہیں سخت آواز کے ذریعے تباہ و برباد کر دیا۔ میں کہتا ہوں: اس تمثیل کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ گروہِ خوارج دینِ اسلام سے خارج ہو گیا اور اس کے ساتھ دینِ اسلام میں سے کسی چیز کا بھی کوئی تعلق باقی نہ رہا جس طرح تیر اپنے شکار سے نکل گیا۔ اس کے نکلنے کی شدت اور سرعت ایسی تھی کہ اس کا خروج (باہر نکلنا) خون کے نکلنے پر اس طرح سبقت لے گیا کہ اس تیر پر کوئی چیز ظاہراً لگی نہ رہی، جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”وہ تیر گوبر اور خون پر سبقت لے گیا۔“ اور ہمارے ائمہ کرام میں سے جس نے خوارج پر کفر کا حکم لگایا ہے اس نے اس تشبیہ کے ظاہر سے دلیل پکڑی ہے۔ اور بہت سے علماء نے حضور ﷺ کے اس ارشادِ گرامی - فیتما رى في الفوق - کی وجہ سے انہیں کافر قرار دینے میں توقف اختیار کیا ہے کہ یہ ان کے بارے میں شک کا تقاضا کرتا ہے، اس لئے ان کی تکفیر کے بارے میں توقف اختیار کیا جائے گا۔ مگر حدیث کی رو سے پہلا قول - یعنی ان کے کافر ہونے کا قول - سب سے ظاہر اور واضح ہے۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی امام ابو العباس القرطبی کے حوالے سے فرماتے ہیں:

يؤيد القول بتكفيرهم التمثيل المذكور في حديث أبي سعيد، فإن ظاهر مقصوده أنهم خرجوا من الإسلام، ولم يتعلقوا منه بشيء، كما خرج السهم من الرمية لسرعته وقوة راميها، بحيث لم يتعلق من الرمية بشيء.^(۱)

”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں مذکورہ تمثیل خوارج کی تکفیر کے قول کی تائید کرتی ہے کیونکہ اس حدیث میں حضور ﷺ کا ظاہری مقصود یہی ہے کہ وہ اسلام سے خارج ہو گئے اور ان کا اسلام کے ساتھ کچھ بھی تعلق باقی نہ رہا جیسا کہ تیر اپنی سرعت اور پھینکنے والے کی قوت کی وجہ سے شکار سے اس تیزی سے پار نکل گیا کہ شکار (کے خون وغیرہ) سے اس پر کچھ نہ لگ سکا۔“

(۷) علامہ ابن تیمیہ

علامہ ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) خوارج کے کفر کے قائل ہیں۔ آپ خوارج کے ظہور، عقائد و نظریات، ان کے ظاہری تدبیر و تشرع، ان کے خروج عن الدین اور ان سے قتال کے حکم پر لکھتے ہیں:

والمقصود هنا أن الخوارج ظهروا في الفتنة، وكفروا عثمان وعلياً رضي الله عنهما ومن والاهما. وكانوا كما وصفهم النبي ﷺ. يقتلون أهل الإسلام ويدعون أهل الأوثان. وكانوا أعظم الناس صلاةً وصياماً وقراءةً كما قال النبي ﷺ: يحقر أحدكم صلاته مع صلاتهم، وصيامه مع صيامهم، وقراءته مع قراءتهم، يقرءون القرآن لا يجاوز حناجرهم؛ يمرقون من الإسلام كما يمرق السهم من الرمية. ومروقه من خروجه باستحلالهم دماء المسلمين وأموالهم. فإنه قد ثبت عنه في الصحيح أنه قال: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده. وهم بسطوا في المسلمين أيديهم وألسنتهم فخرجوا منه (أي من الإسلام).^(۱)

”یہاں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ خوارج کا ظہور (مسلمانوں کو کافر سمجھنے اور ان کے خون کو حلال جاننے کے) فتنہ سے ہوا۔ ان خارجیوں نے حضرت عثمان ؓ، حضرت علی ؓ اور ان کے اُحباب پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ ان میں وہ اوصاف من و عن پائے جاتے تھے جو حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں بیان فرمائے تھے۔ وہ مسلمانوں سے جنگ کرتے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیتے۔ (بظاہر) وہ تمام لوگوں سے بڑھ کر نمازی، روزے دار اور (خوش الحالی سے) تلاوتِ قرآن کرنے والے تھے۔ جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے (ان کے بارے میں مزید) فرمایا: تم (صحابہ) میں سے ہر کوئی اپنی نماز کو ان کی نماز کے مقابلے میں، اپنے روزے کو ان کے روزے کے مقابلے میں اور اپنی تلاوت کو ان کی تلاوت کے مقابلے میں حقیر جانے گا۔ وہ (روانی سے) قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ وہ مسلمانوں کے خون / جان و مال کو حلال قرار دینے سے ہی دین سے باہر نکل گئے۔ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ اور انہوں نے چونکہ مسلمانوں پر (مسلح بغاوت کی صورت میں) دست درازی کی اور (ان کی تکفیر کی صورت میں) زبان درازی کی؛ اس وجہ سے وہ دینِ اسلام سے خارج ہو گئے۔“

(۸) امام تقی الدین السبکی

امام تقی الدین ابو الحسن علی بن عبد الکافی السبکی (م ۵۶۷ھ) کا شمار اہل ائمہ و محققین میں ہوتا ہے۔ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کے بیان پر مشتمل احادیث و آثار کا معروف مجموعہ شفاء السقام فی زیارة خیر الأنام ﷺ کے نام سے ترتیب دیا۔ آپ نے اپنے فتاویٰ میں صحابہ کرام ؓ کو کافر قرار دینے کی بنیاد پر اپنا

استدلال قائم کرتے ہوئے خوارج کو کافر قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

وَمِمَّنْ جَنَحَ إِلَى ذَلِكَ مِنْ أَيْمَةِ الْمُتَأَخِّرِينَ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّينِ
السُّبْكِيُّ فَقَالَ فِي فَتَاوِيهِ: اِحْتَجَّ مَنْ كَفَرَ الْخَوَارِجَ وَعُلَاةُ
الرِّوَاظِ بِتَكْفِيرِهِمْ أَغْلَامَ الصَّحَابَةِ لِتَضَمُّنِهِ تَكْذِيبَ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَهَادَتِهِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ، قَالَ: وَهُوَ عِنْدِي اِحْتِجَاجٌ
صَحِيحٌ. (۱)

”اور وہ ائمہ متاخرین جنہوں نے خوارج کے کافر ہونے کا قول اختیار کیا ان میں امام سبکیؒ بھی ہیں۔ پس آپ نے فتاویٰ میں فرمایا: ”جن لوگوں نے خوارج اور غالی روافض کو کافر قرار دیا انہوں نے ان کے کفر کے لئے اس بات کو دلیل اور حجت بنایا کہ ان لوگوں نے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ کو کافر قرار دیا۔ ان صحابہ کرامؓ کو کافر قرار دینا حضور نبی اکرم ﷺ کی تکذیب کے مترادف ہے کیوں کہ آپ ﷺ نے ان صحابہ کرامؓ کے لئے جنت کی بشارت دی تھی۔ امام تقی الدین السبکی نے فرمایا: میرے نزدیک (خوارج کے کافر ہونے پر) یہ دلیل پکڑنا بالکل صحیح اور درست ہے۔“

یہاں یہ نکتہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ ”خارجی (ثابت) ہونے کے لیے اصلاً صحابہ کرامؓ کی تکفیر ضروری نہیں۔“ تکفیر صحابہ کو خوارج کے صرف اُس پہلے گروہ نے اختیار کیا تھا جنہوں نے حضرت علیؓ کے زمانے میں خروج کیا۔ اس کی تصریح ابن عابدین شامی نے یوں کی ہے:

وَيَكْفُرُونَ أَصْحَابَ نَبِينَا ﷺ، عَلِمْتَ أَنَّ هَذَا غَيْرُ شَرْطٍ فِي
مَسْمَى الْخَوَارِجِ، بَلْ هُوَ بَيَانٌ لِمَنْ خَرَجُوا عَلَى سَيِّدِنَا عَلِيٍّ ﷺ،

وإلا فيكفي فيهم اعتقادهم كفر من خرجوا عليه.^(۱)

”اور یہ (خوارج) ہمارے نبی مکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں۔ اور میرے علم کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر خارجی ہونے کے لیے شرط نہیں بلکہ یہ ان لوگوں کا بیان ہے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی تھی، وگرنہ ان کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ ہی کافی ہے کہ جس کے خلاف بغاوت کریں اسے کافر جانیں۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ بعد کے زمانوں کے خوارج تکفیر صحابہ نہ بھی کریں تو عامۃ المسلمین کو کافر قرار دینے اور دیگر علامات کی وجہ سے خوارج کہلاتے ہیں۔

(۹) امام شاطبی المالکی

امام شاطبی (م ۹۰ھ) خوارج کے بارے میں اپنا موقف یوں واضح کرتے ہیں:

ألا ترى أن الخوارج كيف خرجوا عن الدين كما يخرج السهم من الصيد المرمى؟ لأن رسول الله ﷺ وصفهم بأنهم يقرأون القرآن لا يجاوز تراقيهم، أنهم لا يتفقهون به حتى يصل إلى قلوبهم. فإنه إذا عرف الرجل فيما نزلت الآية، أو السورة عرف مخرجها وتأويلها وما قصد بها، وإذا جهل فيما أنزلت احتمل النظر فيها أوجها. وليس عندهم من الرسوخ في العلم، ما يهديهم إلى الصواب أو يقف بهم دون اقتحام حمى المشكلات. فلم يكن بد من الأخذ ببادي الرأي أو التأويل بالتخرص الذي لا يغني من الحق شيئا إذ لا دليل عليه من

(۱) ابن عابدين شامی، رد المحتار، باب البغاة، ۴: ۲۶۲

الشریعة فضلو وأضلو.

ومما یوضح ذلك ما خرجه ابن وهب عن بکیر أنه سأل نافعاً: کیف رأى ابن عمر فی الحرورية؟ قال: یراهم شرار خلق الله، إنهم انطلقوا إلى آیات أنزلت فی الکفار فجعلوها علی المؤمنین. فسر سعید بن جبیر من ذالک، فقال: مما یتبع الحرورية من المتشابه قول الله تعالى: ﴿وَمَنْ لَّمْ یَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾^(۱). ویقرنون معها: ﴿ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ﴾^(۲). رأوا الإمام یحکم بغير الحق. قالوا: قد کفر ومن کفر عدل بربه فقد أشرك فهذه الأمة مشرکون، فیخرجون، فیقتلون، ما رأیت لأنهم یتأولون هذه الآیة. فهذا معنی الرأي الذی نبه علیه ابن عباس وهو الناشئ عن الجهل بالمعنی الذی نزل فیہ القرآن. وقال نافع: إن ابن عمر کان إذا سئل عن الحرورية، قال: یکفرون المسلمین ویستحلون دماءهم وأموالهم.^(۳)

”کیا آپ نہیں دیکھتے کہ خوارج دین سے کیسے خارج ہو گئے جیسے تیر اپنے شکار سے باہر نکل جاتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خود ان کا وصف بیان فرمایا کہ وہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں مگر وہ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ وہ اس قرآن کی تلاوت کے ذریعے دین میں تفقہ اور سمجھ بوجھ حاصل نہیں

(۱) المائدة، ۵: ۴۴

(۲) الأنعام، ۶: ۱

(۳) شاطبی، الاعتصام، ۴: ۱۸۲-۱۸۳

کرتے تاکہ قرآن ان کے دل و دماغ تک پہنچ جائے۔ جب انسان (قرآنی علم اور تفقہ کے ذریعے) آیت اور سورت کا شانِ نزول جان لیتا ہے تو اسے اس کا مخرج، تاویل اور مقصود بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ مگر جب وہ شخص آیات کے شانِ نزول سے ہی ناواقف ہو تو اس آیت یا سورۃ میں غور و فکر کرنا اس کے لئے کئی توجیہات کا امکان پیدا کر دیتا ہے۔ وہ لوگ (خوارج) علم میں اتنے راسخ نہیں ہوتے کہ علمی رسوخ انہیں درست سمت میں لے جائے یا انہیں مشکلات میں پھنسنے سے بچالے۔ پس پھر ان کے پاس بادی الرائے یا من گھڑت تاویل کے سوا چارہ نہیں ہوتا جو حق سے کسی بات کا اسے فائدہ نہیں دیتی کیونکہ اس پر شریعت میں سے کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ پس وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔“

”اور اس مسئلہ کی وضاحت وہ حدیث کرتی ہے جس کو ابن وہب نے بکیر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت نافع سے پوچھا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی حروریہ (خوارج) کے بارے میں کیا رائے تھی؟ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ انہیں بدترین مخلوق گردانتے تھے کیوں کہ انہوں نے ان آیات کو لے کر جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی تھیں، مومنین پر چسپاں کر دیا۔ حضرت سعید بن جبیر نے اس کی وضاحت کی اور فرمایا: اور ان متشابہ آیات میں سے جن کی پیروی (کا دعویٰ) حروریہ (خوارج) کرتے ہیں، ایک آیت یہ بھی ہے: ﴿اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (و حکومت) نہ کرے سو وہی لوگ فاسق ہیں﴾ ۵۰۔ اور اس کے ساتھ یہ آیت بھی ملاتے ہیں: ﴿پھر وہ کافر لوگ (معبودانِ باطلہ کو) اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں﴾۔ انہوں نے حاکم وقت کو دیکھا کہ وہ حق کے مطابق حکومت نہیں کر رہا ہے تو انہوں نے کہا: اس نے کفر کیا ہے اور جس نے کفر کا ارتکاب کیا اس نے اپنے رب سے منہ

موڑ لیا اور شرک کیا۔ پس (ان کے نزدیک ان کے سوا) پوری امت مشرک قرار پائی۔ پھر وہ مسلح بغاوت اور خروج کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور ساری اُمت کو قتل کرتے پھرتے ہیں کیونکہ وہ اس آیت کی من مانی تاویل کرتے ہیں۔

”پس یہ اس رائے کا معنی ہے جس پر حضرت ابن عباس نے متنبہ کیا تھا اور یہ قرآن کے ان معانی سے ناواقفیت کی بنا پر ہے جن کے لئے قرآن نازل ہوا۔ حضرت نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب حروریہ (خوارج) کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے: یہ مسلمانوں کو کافر گردانتے ہیں اور ان کے خون اور اموال کو حلال قرار دیتے ہیں۔“

(۱۰) امام ابن البرزاز الکردری الحنفی

نویں صدی ہجری کے معروف حنفی امام حافظ الدین ابن البرزاز الکردری (م ۸۲۷ھ) خوارج کے کفر پر درج ذیل فتویٰ دیتے ہیں:

يجب إكفار الخوارج في إكفارهم جميع الأمة سواهم. ^(۱)

”خارجیوں کو کافر کہنا واجب ہے اس لیے کہ وہ اپنے سوا تمام اُمتِ مسلمہ کو کافر کہتے ہیں۔“

(۱۱) امام بدر الدین العینی الحنفی

خوارج کے بارے میں امام بخاری کی روایت کردہ حدیث کی شرح میں خوارج کے کفر کا استدلال کرتے ہوئے امام بدر الدین عینی (م ۸۵۵ھ) عمدة القاری میں لکھتے ہیں:

قوله رضی اللہ عنہ: ”يمرقون من الدين“، من المروق وهو الخروج.

(۱) ابن البرزاز، الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمگیریة، ۶:

یقال: مرق من الدین مروقا خرج منه بیدعتہ وضلالته. وفی رواية سويد بن غفلة عند النسائی والطبری: ”یمرقون من الإسلام.“^(۱) ”حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی یمْرِقُونَ مِنَ الدِّینِ، الْمَرْقُوقُ سے ہے اور اس سے مراد الْخُرُوجُ (یعنی مسلح جدوجہد اور بغاوت) ہی ہے۔ لغت میں کہا جاتا ہے: مَرَقَ مِنَ الدِّینِ مَرُوقًا أَيْ خَرَجَ مِنْهُ بِيَدَعْتِهِ وَضَلَالَتِهِ (مروق من الدین کا معنی ہے: وہ اپنی بدعت و گمراہی کی وجہ سے دین سے خارج ہو گیا)۔“

(۱۲) امام احمد بن محمد القسطلانی

امام ابو العباس احمد بن محمد القسطلانیؒ (م ۹۲۳ھ) خوارج کے بارے میں امام بخاریؒ کی روایت کردہ حدیث کی شرح میں خوارج کا کفریوں واضح کرتے ہیں:

”يُخْرِجُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ“ المَحْمُودِيَّةُ، ”وَلَمْ يَقُلْ مِنْهَا“ فِيهِ ضَبْطٌ لِلرَّوَايَةِ وَتَحْرِيرٌ لِمَوَاقِعِ الْأَلْفَاظِ وَإِشْعَارٌ بِأَنَّهُمْ لَيْسُوا مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ. فَظَاهِرُهُ أَنَّهُ يَرَى إِكْفَارَهُمْ لَكُنْ فِي مُسْلِمٍ مِنْ حَدِيثِ أَبِي ذَرٍّ: ”سَيَكُونُ بَعْدِي مِنْ أُمَّتِي قَوْمٌ“ فَيَجْمَعُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ بِأَنَّ الْمُرَادَ فِي حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ بِالْأُمَّةِ أُمَّةُ الْإِجَابَةِ، وَفِي غَيْرِهِ أُمَّةُ الدَّعْوَةِ.“^(۲)

”يُخْرِجُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ“ اور لَمْ يَقُلْ مِنْهَا دونوں جملوں کے استعمال میں ضبطِ روایت بھی ہے اور الفاظ کو مناسب اور موزوں مواقع پر تحریر کرنے کی دلیل

(۱) عینی، عمدة القاری، ۲۴: ۸۳، ۸۶

(۲) قسطلانی، إرشاد الساری، ۸۵: ۸۶

بھی۔ نیز اس بات کا شعور دلانا بھی مقصود ہے کہ مسلح بغاوت کرنے والے لوگ اس امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے نہیں ہیں۔ پس اس حدیث کا ظاہر تو یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدری ؓ ان باغی دہشت گردوں کو کافر قرار دینے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ لیکن صحیح مسلم میں حضرت ابوذر غفاری ؓ سے مروی حدیث میں سَيَكُونُ بَعْدِي مِنْ أُمَّتِي قَوْمٌ فِيْ كِيْ بَجَائِ مِنْ استعمال کیا گیا ہے تو اس حدیث اور حضرت ابوسعید خدری ؓ سے مروی حدیث کے درمیان اس طرح تطبیق کی جائے گی کہ حضرت ابوسعید خدری ؓ سے مروی حدیث میں ”امت“ سے مراد امتِ اجابت ہے جبکہ حضرت ابوذر غفاری ؓ سے مروی حدیث میں امت سے مراد امتِ دعوت ہے۔“

سو کلمہ ”مِنْ“ کے ساتھ وارد ہونے والی روایات کا خوارج کے خارج از اسلام ہونے سے کوئی تعارض نہیں رہتا۔

(۱۳) ملا علی القاری

ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ) مشکاة المصابیح کی شرح مرقاة المفاتیح میں خوارج کے بارے میں لکھتے ہیں:

ويحتمل أن يقال لهم شبه بأهل الحق لغلوهم في تكفير أهل المعصية، ولكنهم أهل الباطل لمخالفتهم الإجماع. ^(۱)

”اور اس امر کا احتمال ہے کہ گنہگاروں کی تکفیر میں غلو اور شدت کے باعث (ان کی ظاہری دین داری سے دھوکہ کھا کر) کوئی شخص انہیں اہل حق میں شمار کرنے لگے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اجماعِ امت کی مخالفت کے سبب خوارج کا شمار اہل باطل میں ہی ہوتا ہے۔“

(۱) ملا علی قاری، مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، ۴: ۱۰۷

(۱۴) شیخ عبدالحق محدث دہلوی

امام الہند حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) مشکاة المصابیح کی شرح أشعة اللمعات میں خوارج کے بارے میں لکھتے ہیں:

پس بدرستی کہ در کشتن ایشان مزد و ثواب ست، هر کسے را کہ بکشد ایشان را تا روز قیامت۔ مراد خوارج اند و قصہ خروج ایشان از طاعت امام و کشتن امیر المؤمنین علیؑ ایشان را مشہور ست و مذهب ایشان آنست کہ بندہ بارتکاب کبیرہ بلکہ صغیرہ ہم کافر گردد۔^(۱)

”درست موقف یہی ہے کہ قیامت تک ہر دور میں (ریاستی سطح پر) خوارج (کے خلاف کارروائی کر کے ان) کو قتل کرنے میں اجر و ثواب ہے۔ احادیث میں اس جماعت سے مراد خوارج ہیں۔ ان کے مسلم ریاست کی اتھارٹی کو چیلنج کر کے اور اُس کی نظم سے نکل جانے اور امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰؑ کا ریاستی سطح پر ان سے قتال کر کے انہیں ختم کرنے کا واقعہ مشہور ہے۔ ان خوارج کا مذہب یہ ہے کہ انسان نہ صرف گناہ کبیرہ بلکہ گناہ صغیرہ کے ارتکاب سے بھی کافر ہو جاتا ہے۔“

(۱۵) شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (م ۱۲۲۹ھ) تکفیرِ خوارج کو متفق علیہ قرار دیتے ہیں:

(۱) شیخ عبد الحق محدث دہلوی، أشعة اللمعات، ۳: ۲۵۴

محارب حضرت مرتضیٰ اگر از راه عداوت و بغض ست
نزد علماء اہل سنت کافر است بالاجماع، وہمیں ست
مذہب ایشان در حق خوارج۔^(۱)

”حضرت علی المرتضیٰ ﷺ سے جنگ کرنے والا اگر ان سے عداوت و بغض کی
وجہ سے کرتا ہے تو اہل سنت کے نزدیک بالاجماع وہ کافر ہے؛ اور خوارج سے
متعلق ان کا مذہب بھی یہی ہے۔“

(۱۶) امام ابن عابدین شامی

فتنہ خفی کے معروف امام ابن عابدین شامی (م ۱۳۰۶ھ) رد المحتار میں
لکھتے ہیں:

ویکفرون أصحاب نبینا ﷺ، علمت أن هذا غیر شرط فی
مسمى الخوارج، بل هو بیان لمن خرجوا علی سیدنا علی ﷺ،
وإلا فیکفی فیهم اعتقادهم کفر من خرجوا علیه. حکم
الخوارج عند جمهور الفقهاء والمحدثین حکم البغاة، وذهب
بعض المحدثین إلی کفرهم۔^(۲)

”اور یہ (خوارج) ہمارے نبی مکرم ﷺ کے صحابہ کرام ﷺ کی تکفیر کرتے ہیں۔
اور میرے علم کے مطابق صحابہ کرام ﷺ کی تکفیر خارجی ہونے کے لیے شرط نہیں
بلکہ یہ ان لوگوں کا بیان ہے جنہوں نے حضرت علی ﷺ کے خلاف بغاوت کی
تھی، وگرنہ ان کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ ہی کافی ہے کہ جس کے خلاف
بغاوت کریں اسے کافر جائیں۔ جمہور فقہاء اور محدثین کے نزدیک خوارج پر

(۱) عبد العزیز محدث دہلوی، تحفہ اثنا عشریۃ: ۷۹۵

(۲) ابن عابدین شامی، رد المحتار، باب البغاة، ۴: ۲۶۲

باغیوں کا حکم صادر ہوگا، جب کہ بعض محدثین نے ان پر کفر کا فتویٰ بھی لگایا ہے۔“

(۱۷) علامہ عبد الرحمان مبارک پوری

برصغیر کے معروف عالم دین علامہ عبد الرحمان مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ) بھی خوارج کو اہل بدعت اور باغی قرار دیتے ہیں۔ تحفۃ الأھوذی میں محدثین کے ایک گروہ کا خوارج کے کافر ہونے کا قول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”إنما هم الخوارج“ جمع خارجة وهم قوم مبتدعون، سموا بذلك لخروجهم عن الدين وخروجهم على خيار المسلمين. وممن ذهب إلى تكفيرهم أيضا الحسن بن محمد بن علي. ورواية عن الإمام الشافعي ورواية عن الإمام مالك وطائفة من أهل الحديث.^(۱)

”بے شک وہ خوارج ہیں جو خَارِجَة کی جمع ہے۔ اور یہ اہل بدعت لوگ تھے، ان کی دین اسلام سے خروج اور بہترین مسلمانوں (یعنی صحابہ کرام و تابعین عظام ﷺ) کے خلاف مسلح بغاوت اور دہشت گردی کی راہ اختیار کرنے کی وجہ سے ان کا یہ نام (خوارج) رکھا گیا۔ اور ان لوگوں میں - جو ان خوارج کو کافر قرار دیتے ہیں - حسن بن محمد بن علی بھی ہیں اور امام شافعی اور امام مالک سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ اور محدثین کے ایک گروہ کا قول بھی یہی ہے۔“

دوسرا قول: خوارج پر حکم بغاوت کا اطلاق

مندرجہ بالا سطور میں خوارج پر ارتداد کے حکم کے سبب حکم تکفیر کا اطلاق کرنے والے ائمہ کرام کے فتاویٰ جات آپ نے ملاحظہ فرمائے ہیں۔ بعض لوگ احتیاطاً ان کو

مرتد اور کافر قرار دینے کی بجائے باغی کے زمرے میں شمار کر لیتے ہیں۔

خوارج کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ وہ باغی ہیں اور ان پر باغیوں کا حکم لگا کر حد جاری کرتے ہوئے قتل کیا جائے گا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے ائمہ کرام کی ایک بڑی تعداد خوارج کی تکفیر کی بجائے ان کو باغی قرار دے کر واجب القتل گردانتی ہے۔ یاد رہے کہ خوارج کی تکفیر کے قائلین ان کی بغاوت کے بھی قائل ہیں۔ لہذا جس طرح خوارج کے واجب القتل ہونے پر امت کا اجماع ہے اُسی طرح کا اجماع خوارج کے باغی ہونے پر بھی ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ خواہ انہیں کافر سمجھا جائے یا باغی، ان کے واجب القتل ہونے پر کسی کے ہاں بھی اختلاف نہیں ہے۔

خوارج کے باغی ہونے کے حکم کی تصریح امام ابن قدامہ المقدسی المغنی میں فرماتے ہیں:

الْخَوَارِجُ الَّذِينَ يُكْفَرُونَ بِالذَّنْبِ، وَيُكْفَرُونَ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا وَطَلْحَةَ
وَالزُّبَيْرَ، وَكَثِيرًا مِنَ الصَّحَابَةِ، وَيَسْتَحِلُّونَ دِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ،
وَأَمْوَالَهُمْ، إِلَّا مَنْ خَرَجَ مَعَهُمْ، فَظَاهِرُ قَوْلِ الْفُقَهَاءِ مِنْ أَصْحَابِنَا
الْمُتَأَخِّرِينَ أَنَّهُمْ بَغَاةٌ، حُكْمُهُمْ حُكْمُ الْبَغَاةِ وَلَا خِلَافَ فِي قَتْلِهِمْ
فَإِنَّهُ حُكْمٌ مَنْصُوصٌ عَلَيْهِ بِأَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ، وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ،
وَالشَّافِعِيِّ، وَجَمْهُورِ الْفُقَهَاءِ، وَكَثِيرٍ مِّنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ. (۱)

”خوارج وہ ہیں جو گناہ کی بناء پر لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ وہ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کو کافر گردانتے ہیں۔ مسلمانوں کے خون اور ان کے اموال کو حلال قرار دیتے ہیں سوائے اس شخص کے جو ان کے ساتھ مل کر خروج کرتے ہوئے مسلح بغاوت

کرے۔ پس ہمارے متاخرین اصحاب میں سے فقہاء کے قول کا ظاہر یہ ہے کہ خوارج باغی ہیں اور ان پر بغاوت کا حکم لگایا جائے گا۔ یہی قول امام ابو حنیفہ، امام شافعی، جمہور فقہاء اور محدثین میں کثیر لوگوں کا ہے۔“

اب ذیل میں چند جلیل القدر ائمہ کرام کے فتاویٰ پیش کئے جا رہے ہیں جن کے نزدیک خوارج باغی گروہ ہیں اور واجب القتل ہیں اور ان کی بغاوت کی سرکوبی ریاست کی ذمہ داری ہے، کوئی شخص انفرادی سطح پر ان خوارج کے خلاف مسلح جدوجہد کرنے کا مجاز نہیں چاہے نیک مقصد کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔

(۱) امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ) خوارج کو باغی اور واجب القتل سمجھتے تھے۔ اس سلسلے میں امام ابو مطیع اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مابین ہونے والا مکالمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

عن أبي مطيع، قال: قلت لأبي حنيفة: ما تقول في الخوارج المحكمة؟ قال: هم أخبث الخوارج. قلت له: أنكفرهم؟ قال: لا. ولكن نقاتلهم على ما قاتلهم الأئمة من أهل الخير: علي وعمر بن عبد العزيز. قلت: فإن الخوارج يكبرون ويصلُّون ويتلون القرآن. قال: أما تذكر حديث أبي أمامة رضي اللہ عنہ حين دخل مسجد دمشق، فقال لأبي غالب الحمصي: هؤلاء كلاب أهل النار، هؤلاء كلاب أهل النار، وهم شر قتلى تحت أديم السماء. (ثم ذكر حديثاً طويلاً.) قال له: أشيء تقول به برأيك أم سمعته من رسول الله ﷺ؟ قال: إني لو لم أسمعته منه إلا مرة أو مرتين أو

ثلاث مرات إلى سبع مرات لما حدثتكموه^(۱).

”ابو مطیع روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے امام اعظم سے عرض کیا: آپ محکم (یعنی صریح اور مسلمہ) خارجیوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ امام اعظم نے فرمایا: وہ بدترین لوگ ہیں۔ میں نے کہا: کیا ہم ان کی تکفیر کریں؟ فرمایا: نہیں۔ لیکن ہم ان کے ساتھ اُسی طریقے پر جنگ کریں گے جیسے ائمہ اہل خیر حضرت علیؑ اور حضرت عمر بن العزیزؓ وغیرہما نے ان کے ساتھ قتال کیا۔ میں نے کہا: بے شک خوارج اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور تلاوت قرآن بھی کرتے ہیں۔ امام اعظمؒ نے فرمایا: کیا آپ کو حضرت ابو امامہؓ کی حدیث یاد نہیں؟ جب وہ جامع دمشق میں داخل ہوئے تو حضرت ابو امامہؓ نے ابو غالب حمصی سے کہا: اے ابو غالب! یہ خوارج دوزخ کے کتے ہیں، یہ دوزخ کے کتے ہیں، اور یہ آسمان کی نیچے بدترین مقتول ہیں۔ (پھر آپ نے طویل حدیث بیان کی۔) ابو غالب نے حضرت ابو امامہؓ سے عرض کیا: آپ یہ سب باتیں اپنی رائے سے کہہ رہے ہیں یا آپ نے یہ ارشادات حضور نبی اکرم ﷺ سے سنے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے ان کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ سے بے شمار مرتبہ یہ کلمات سنے ہیں۔“

(۲) امام شمس الدین السرخسی

فقہ حنفی کے معروف امام شمس الدین السرخسی (م ۷۸۳ھ) خوارج کو نہ صرف باغی قرار دیتے ہیں بلکہ مسلم ریاست کے لیے ان کے خلاف غیر مسلموں سے مدد لینے کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کا فتویٰ ہے کہ:

(۱) أبو حنیفہ، الفقہ الأبسط (فی العقیدۃ وعلم الکلام من أعمال الإمام محمد زاہد الکوثری)، باب فی القدر: ۶۰۳، ۶۰۴

ولا بأس بأن يستعين أهل العدل بقوم من أهل البغى وأهل الذمة
على الخوارج لأنهم يقاتلون لإعزاز الدين. (۱)

”مسلم حکومت کا خوارج کے خلاف باغیوں اور غیر مسلم شہریوں سے مدد لینے
میں کوئی حرج نہیں ہے کیوں کہ وہ کلمہ حق کی سر بلندی کے لیے جنگ کر
رہے ہیں۔“

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) حدیث نبوی ﷺ کی شرح میں بیان کرتے

ہیں:

في الحديث الكف عن قتل من يعتقد الخروج على الإمام ما لم
ينصب لذلك حرباً، أو يستعد لذلك، لقوله ﷺ: ”فإذا
خرجوا فاقتلوهم.“ وحكى الطبري الإجماع على ذلك في حق
من لا يكفر باعتقاده، وأسند عن عمر بن عبد العزيز أنه كتب في
الخوارج بالكف عنهم ما لم يفسكوا دماً حراماً، أو يأخذوا مالا،
فإن فعلوا فقاتلوهم، ولو كانوا ولدي. ومن طريق ابن جريج:
قلت لعتاء: ما يحل لي قتال الخوارج؟ قال: إذا قطعوا السبيل،
وأخافوا الأمن. وأسند الطبري عن الحسن: أنه سئل عن رجل
كان يرى رأي الخوارج ولم يخرج، فقال: العمل أملك بالناس
من الرأي. (۲)

(۱) سرخسی، المبسوط، باب الخوارج، ۱۰: ۱۳۴

(۲) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۹۹

”حدیث میں ایسے شخص کو، جو حکومت کے خلاف بغاوت کا نظریہ رکھتا ہے، قتل نہ کرنے کا حکم صرف اُس وقت تک ہے جب تک کہ وہ اپنے نظریے کی خاطر مسلح جدوجہد کا آغاز نہ کرے یا اس کے لئے تیار نہ ہو جائے۔ یہ حکم حضور نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی بناء پر ہے کہ اگر وہ (مسلح) خروج و بغاوت کریں تو انہیں قتل کر دو۔ امام طبری نے ایسے شخص کے حق میں، جس کی اس کے عقیدہ و نظریہ کی بنا پر تکفیر نہیں کی جاتی، اجماع اُمت نقل کیا ہے اور حضرت عمر بن عبد العزیز ؓ کی نسبت کہا ہے کہ انہوں نے خوارج کے بارے میں یہ حکم نامہ ارسال کیا تھا کہ ان کے ساتھ اس وقت تک جنگ نہ کی جائے جب تک کہ وہ ناحق خون نہ بہائیں یا مال نہ چھین لیں۔ پھر اگر وہ ایسا کرنے لگیں تو ان کے ساتھ ریاستی سطح پر جنگ کرو اگرچہ وہ میری اولاد ہی کیوں نہ ہو۔ اور ابن جریج کے طریق سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عطا سے کہا: کون سی چیز میرے لئے خوارج کے ساتھ جنگ کرنا حلال کرتی ہے؟ تو انہوں نے کہا: جب وہ راہزنی کریں اور امن عامہ کے خاتمہ کا خوف پیدا کر دیں۔ اور امام طبری نے امام حسن سے سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو خوارج کی رائے تو رکھتا ہے مگر مسلح بغاوت میں شریک نہیں ہوتا تو آپ نے فرمایا: عوام کے لیے عمل کی اہمیت رائے سے زیادہ ہے۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی خوارج کے باغی اور اہل فسق ہونے کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَذَهَبَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْأُصُولِ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ إِلَى أَنَّ الْخَوَارِجَ فُسَّاقٌ. إِنَّمَا فُسِّقُوا بِتَكْفِيرِهِمُ الْمُسْلِمِينَ مُسْتَبِدِّينَ إِلَى تَأْوِيلِ فَاسِدٍ وَجَرَّهُمْ ذَلِكَ إِلَى اسْتِبَاحَةِ دِمَاءِ مُخَالِفِيهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَالشَّهَادَةِ عَلَيْهِمْ بِالْكُفْرِ وَالشُّرْكِ. رَوَى الْخَلَالُ فِي السُّنَّةِ بِإِسْنَادِهِ، فَقَالَ:

أَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، أَنَّ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ (أَيَّ أَحْمَدَ بْنَ مُحَمَّدَ بْنَ حَنْبَلٍ) قِيلَ لَهُ: أَكْفَرُ الْخَوَارِجُ؟ قَالَ: هُمْ مَارِقَةٌ، قِيلَ: أَكْفَرُ هُمْ؟ قَالَ: هُمْ مَارِقَةٌ مَرَقُوا مِنَ الدِّينِ (۱) (۲)

”اہل سنت میں سے اکثر اہل اصول نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ خوارج فاسق لوگ ہیں اور ان کو فاسق اس لئے قرار دیا گیا کہ انہوں نے فاسد تاویل سے استناد کرتے ہوئے مسلمانوں کو کافر قرار دیا اور اس فاسد تاویل نے انہیں اپنے مخالفین کے خون اور مال کو مباح قرار دینے اور ان پر کفر و شرک کا فتویٰ لگانے تک پہنچا دیا۔ امام خلال نے اپنی سند کے ساتھ السنۃ میں یوسف بن موسیٰ سے روایت کیا ہے: حضرت ابو عبد اللہ (یعنی امام احمد بن حنبل) سے عرض کیا گیا: کیا خوارج کافر ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ دین سے خارج ہو جانے والے لوگ ہیں۔ پھر کہا گیا کہ کیا یہ کافر ہیں؟ تو انہوں نے پھر وہی جواب دیا کہ وہ باغی ہیں جو دین سے خارج ہو گئے۔“

(۴) امام احمد رضا خانؒ

امام احمد رضا خانؒ (م ۱۳۴۰ھ) خوارج سے متعلق اپنا موقف یوں بیان کرتے ہیں:

”اہل نہروان جو مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی تکفیر کر کے بغاوت پر آمادہ ہوئے وہ یقیناً فساق، فجّار، طاغی و باغی تھے اور ایک نئے فرقہ کے ساعی و ساتھی تھے جو خوارج کے نام سے موسوم ہوا اور اُمت میں نئے فتنے اب تک

(۱) خلال، السنۃ، باب الإنکار علی من خرج علی السلطان: ۱۴۵، رقم:

اسی کے دم سے پھیل رہے ہیں۔“ (۱)

خوارج کے وجوبِ قتل پر ائمہ حدیث کے دلائل

گزشتہ صفحات میں ساری بحث کا مرکزی نقطہ یہ رہا ہے کہ خوارج پر کفر کا اطلاق ہوتا ہے یا بغاوت کا۔ تاہم ہر دو صورتوں میں ان سے قتال اور ان کا خاتمہ ضروری ہے۔ ذیل میں چند مزید حوالہ جات اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے پیش کئے جا رہے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خوارج کے ساتھ جنگ کر کے ریاستی سطح پر ان کا خاتمہ واجب ہے۔

خوارج کے قتل کے وجوب کی تائید حضرت ابو امامہ ؓ سے مروی اس حدیث سے ہوتی ہے جسے ابو غالب نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو امامہ ؓ نے مسجد دمشق کی سیڑھیوں کے پاس کھڑے ہو کر خوارج کے بارے میں فرمایا:

كَلَابُ النَّارِ شَرُّ قَتْلَى تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ خَيْرُ قَتْلَى مَنْ قَتَلُوهُ ثُمَّ قَرَأَ: ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ﴾ (۲) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ قُلْتُ لِأَبِي أُمَامَةَ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: لَوْ لَمْ أَسْمَعُهُ إِلَّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا حَتَّى عَدَّ سَبْعًا مَا حَدَّثْتُكُمْ بِهِ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. (۳)

”یہ خوارج جہنم کے کتے ہیں اور آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہیں اور وہ شخص بہترین شہید ہے جسے انہوں نے قتل کیا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

(۱) احمد رضا خان، العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، ۲۹: ۳۶۳

(۲) آل عمران، ۳: ۱۰۶

(۳) ۱- ترمذی، السنن، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة آل عمران،

۵: ۲۲۶، رقم: ۳۰۰۰

۲- أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۵۶، رقم: ۲۲۲۶۲

﴿جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے﴾۔ ابو غالب کہتے ہیں: میں نے حضرت ابو امامہ ؓ سے عرض کیا: کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ انہوں نے فرمایا: اگر میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے ایک، دو، تین، چار یہاں تک کہ سات بار بھی سنا ہوتا تو ہرگز تم سے بیان نہ کرتا (یعنی سات بار نہیں بلکہ اس سے زیادہ مرتبہ سنا ہے)۔“ امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔“

امام احمد اور ابن ماجہ نے اعمش کے طریق سے حضرت ابن ابی اوفی ؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الخوارج کلاب النار۔^(۱)

”خوارج جہنم کے کتے ہیں۔“

سفیان بن عیینہ کے طریق سے ابو غالب سے مروی ہے کہ حضرت ابو امامہ ؓ نے فرمایا:

شَرُّ قَتْلَى قُتِلُوا تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ، وَخَيْرُ قَتِيلٍ مَنْ قُتِلُوا كِلَابُ أَهْلِ النَّارِ، قَدْ كَانَ هَؤُلَاءِ مُسْلِمِينَ فَصَارُوا كُفَّارًا۔^(۲)

”یہ خوارج سب سے بدترین مقتول ہیں جنہیں آسمان کے نیچے قتل کیا گیا اور بہترین شہید وہ لوگ ہیں جنہیں ان دوزخی کتوں نے قتل کیا۔ یہ لوگ بغاوت اور دہشت گردی سے پہلے مسلمان تھے مگر اس خروج کی وجہ سے کافر ہو گئے۔“

ابو غالب کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو امامہ سے پوچھا کہ اے ابو امامہ! یہ

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، المقدمة، ۱: ۶۱، رقم: ۱۷۳

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۵۵

(۲) ۲۔ ابن ماجہ، السنن، المقدمة، ۱: ۶۲، رقم: ۱۷۶

جو کچھ آپ نے فرمایا، کیا یہ آپ کی اپنی رائے ہے؟ تو حضرت ابو امامہ ؓ نے فرمایا: (نہیں) بلکہ (یہ سب کچھ) ارشادِ نبوی ہے جسے میں نے آپ ﷺ سے براہِ راست سنا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ان دہشت گرد خارجیوں کے متعلق یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ یہ گروہ ہر صدی اور ہر زمانے میں قیامِ قیامت اور خروجِ دجال تک نکلتے رہیں گے جیسا کہ اس حدیثِ رسول ﷺ میں آیا ہے، جسے امام احمد، نسائی، بزار اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

عَنْ شَرِيكَ بْنِ شَهَابٍ قَالَ: "قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ كَأَنَّ هَذَا مِنْهُمْ - وَفِي رَوَايَةٍ: قَالَ: يَخْرُجُ مِنْ قَبْلِ الْمَشْرِقِ رِجَالٌ كَأَنَّ هَذَا مِنْهُمْ هَدِيَهُمْ هَكَذَا - يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، سِيَمَاهُمْ التَّحْلِيقُ، لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ." (۱)

”حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آخری زمانہ میں ایک قوم خروج کرے گی، گویا یہ (خارجی) شخص بھی انہی میں سے ہے۔“ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مشرق

(۱) ۱- نسائی، السنن، کتاب تحریم الدم، باب من شہر سیفہ ثم وضعہ

فی الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۴۱۰۳

۲- أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۲۱

۳- حاکم، المستدرک، ۲: ۱۶۰، رقم: ۲۶۴۷

۴- ابن أبي شیبہ، المصنف، ۷: ۵۵۹، رقم: ۳۷۹۱۷

کی سمت سے کچھ لوگ خروج (یعنی مسلح دہشت گردی) کریں گے گویا یہ (خارجی) شخص بھی انہی میں سے ہے جن کے طور طریقے اسی طرح کے ہوں گے۔“ وہ قرآن مجید کی تلاوت کریں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ (بھی) دینِ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے (تیزی کے ساتھ) نکل جاتا ہے۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ سر منڈے ہوں گے۔ یہ لوگ ہر دور میں ہمیشہ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ مل کر مسلح قتال میں حصہ لے گا۔ سوتم (جس دور میں بھی) ان سے مقابلہ کرو تو انہیں قتل کر دینا (کہ) یہ تمام لوگ بدترین مخلوق ہیں اور بدترین کرتوتوں کے حامل ہیں۔“

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَنْشَأُ نَشْءٌ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ. (۱)

”ایک نسل پیدا ہوگی جو قرآن مجید کی تلاوت کرے گی مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ (ہر دور میں) جب کبھی اس خصلت کے لوگ خروج (یعنی مسلح بغاوت) کریں تو انہیں (فوجی آپریشن کے ذریعہ) جڑ سے کاٹ دیا جائے۔“

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو میس سے زائد مرتبہ یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

(۱) ابن ماجہ، السنن، المقدمة، باب فی ذکر الخوارج، ۱: ۶۱، رقم:

كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ أَكْثَرُ مِنْ عِشْرِينَ مَرَّةً حَتَّى يَخْرُجَ فِي
عَرَاضِهِمُ الدَّجَالُ. ^(۱)

”جب کبھی بھی اس خصلت کے لوگ خروج کریں تو انہیں جڑ سے کاٹ دیا جائے یہاں تک کہ ان (کا آخری گروہ) دجال کی معیت میں نکلے گا۔“

اس حدیث کی تخریج امام ابن ماجہ نے کی ہے اور امام بویری نے فرمایا: اس کی سند صحیح ہے اور اس کے تمام راویوں کو امام بخاری نے قابلِ حجت مانا ہے۔

(۱) قاضی عیاض المالکی

خوارج کے وجوبِ قتل کے بارے میں قاضی عیاض (م ۵۴۴ھ) صحیح مسلم کی شرحِ اکمال المعلم میں فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّ الْخَوَارِجَ وَأَشْبَاهَهُمْ مِنْ أَهْلِ الْبِدْعِ وَالْبَغْيِ
مَتَى خَرَجُوا وَخَالَفُوا رَأْيَ الْجَمَاعَةِ، وَشَقُّوا عَصَا الْمُسْلِمِينَ،
وَنَصَبُوا رَايَةَ الْخِلَافِ؛ أَنْ قَتَلَهُمْ وَاجِبٌ بَعْدَ إِنْذَارِهِمْ وَالْإِعْذَارِ
إِلَيْهِمْ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿فَقَاتِلُوا الَّذِينَ تَبَغُّوْا حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ
اللَّهِ﴾. ^(۲) وَهَذَا إِذَا كَانَ بَغْيُهُمْ لِأَجْلِ بَدْعَةٍ يَكْفُرُونَ بِهَا، وَإِنْ
كَانَ بَغْيُهُمْ لَغَيْرِ ذَلِكَ لِعَصْبِيَّةٍ، أَوْ طَلَبِ رِئَاسَةٍ دُونَ بَدْعَةٍ؛ فَلَا
يَحْكُمُ فِي هَؤُلَاءِ حُكْمَ الْكُفَّارِ بَوَاجْهِ، وَحُكْمَهُمْ حُكْمُ أَهْلِ
الْبَغْيِ. ^(۳)

(۱) ابن ماجہ، السنن، المقدمة، باب فی ذکر الخوارج، ۱: ۶۱، رقم:

۱۷۴

(۲) الحجرات، ۹: ۴۹

(۳) قاضی عیاض، اکمال المعلم، ۳: ۶۱۳، ۶۱۴

”تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ خوارج اور ان کی طرح کے دیگر اہل بدعت اور باغی و دہشت گرد گروہ جب مسلمانوں کی جمعیت یعنی بیعتِ حاکمہ کے خلاف مسلح کارروائی کریں، ان کی رائے کی مخالفت کریں، مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کریں اور ان کے خلاف علم بغاوت بلند کریں تو ان کو ڈرانے اور سمجھانے کے بعد ان سے قتال واجب ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿تَوَّأَسْ﴾ (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کا مرتکب ہو رہا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے ﴿.....﴾ اور یہ اس وقت ہے جب ان کی بغاوت کسی ایسی بدعت کی وجہ سے ہو جس کی بناء پر ان کی تکفیر لازم آئے۔ اور اگر ان کی بغاوت اس کے علاوہ کسی عصبیت یا طلبِ جاہ و منصب کے لئے ہو تو ایسے لوگوں پر کفار کا حکم نہیں لگایا جائے گا بلکہ ان پر اہل بغاوت کے حکم کا اطلاق ہوگا (مگر اس صورت میں بھی اتمامِ حجت کے بعد ان سے قتال واجب ہوگا)۔“

(۲) امام ابن ہبیرہ الحنبلی

خوارج کے واجب القتل ہونے کے بارے میں ابن ہبیرہ الحنبلی (م ۵۸۷ھ) کا موقف یہ ہے:

وفي الحديث أن قتال الخوارج أولى من قتال المشركين،
والحكمة فيه: أن في قتالهم حفظ رأس مال الإسلام، وفي قتال
أهل الشرك طلب الربح، وحفظ رأس المال أولى.^(۱)

”حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ خوارج سے قتال مشرکوں سے قتال کی نسبت زیادہ
آجر والا اور افضل ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ ان کے قتال میں اسلام کے

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۵: ۱۵۷

سرمایہ کی حفاظت ہے اور اہل شرک کے قتال میں نفع کی طلب ہے اور اصل زر کی حفاظت افضل ہوتی ہے۔“

(۳) علامہ ابن تیمیہ

علامہ ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) کا بھی موقف یہ ہے کہ خوارج کا قلع قمع کرنے کے لیے ان سے جنگ کرنا بالاتفاق جائز ہے:

فكان قتالهم ثابتاً بالسنة الصحيحة الصريحة، وباتفاق الصحابة.....
والبغاة المأمور بقتالهم: هم الذين بغوا بعد الاقتتال، وامتنعوا من
الإصلاح المأمور به؛ فصاروا بغاة مقاتلين. والبغاة إذا ابتدأوا بالقتال
جاز قتالهم بالاتفاق؛ كما يجوز قتال الغواة قطاع الطريق إذا قاتلوا
باتفاق الناس. (۱)

”پس ان کے ساتھ قتال سنت صحیحہ و صریحہ اور صحابہ کرام ﷺ سے بالاتفاق ثابت ہے۔..... اور وہ باغی جن سے قتال کا حکم دیا گیا ہے، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں سے مقاتلہ کے بعد بغاوت اور صلح سے رُوگردانی اختیار کی، سو وہی لوگ باغی اور قاتلین ٹھہرے ہیں۔ اور باغی جب باقاعدہ قتال کی ابتداء کر دیں تو ان کے خلاف جنگ بالاتفاق جائز ہو جاتی ہے بالکل اُسی طرح جس طرح گمراہ اور راہزنوں سے؛ کہ جب وہ قتل و غارت گری شروع کر دیں تو بالاتفاق ان کے خلاف مسلح کارروائی جائز ہو جاتی ہے۔“

علامہ ابن تیمیہ کے ان فتاویٰ سے ان کا موقف دو ٹوک الفاظ میں ثابت ہو جاتا ہے کہ خوارج کی سرکوبی اور خاتمہ ریاست کی ذمہ داری ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۴) حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۱ھ) حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان مبارک یمرقون من الدین کے حوالے سے لکھتے ہیں:

فی رواية أبي إسحاق عن سويد بن غفلة عند النسائي والطبري "يمرقون من الإسلام". وكذا في حديث بن عمر في الباب وعند النسائي من رواية طارق بن زياد عن علي "يمرقون من الحق" وبقوله ﷺ: "فأينما لقيتموهم فاقتلوهم، فإن في قتلهم أجرا لمن قتلهم يوم القيامة".^(۱)

”امام نسائی کے ہاں سويد بن غفلة کے طریق سے ابو اسحاق کی روایت میں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ بیان کیا گیا ہے۔ امام طبری نے يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَام کے کلمات ذکر کئے ہیں اور اسی طرح خوارج کے باب میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں بھی یہی الفاظ ہیں۔ اور امام نسائی کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی طارق بن زیاد کی روایت میں يَمْرُقُونَ مِنَ الْحَقِّ کے کلمات آئے ہیں۔ اور حضور ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے: ”پس تم جہاں کہیں اُن سے ملو تو (ریاستی سطح پر اُن کے خلاف کارروائی کر کے) انہیں قتل کر دو، کیونکہ ان کو قتل کرنے والے شخص کے لئے قیامت کے دن اجر (عظیم) ہوگا۔“

خارجی دہشت گردوں سے جنگ کرنے والے فوجیوں کے لیے اجر عظیم

خوارج سے جنگ پر بحث کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی مزید لکھتے ہیں:

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۲: ۲۸۸

فی رواية زيد بن وهب: "لو يعلم الجيش الذين يصيبونهم ما قضى لهم على لسان نبيهم لنكلوا عن العمل". وأخرج أحمد نحو هذا الحديث عن علي وزاد في آخره: "قتالهم حق على كل مسلم". وقوله ﷺ: "صلاتكم مع صلاتهم". زاد في رواية الزهري عن أبي سلمة كما في الباب بعده "وصيامكم مع صيامهم". وفي رواية عاصم بن شميخ عن أبي سعيد: "تحقرون أعمالكم مع أعمالهم"، ووصف عاصم أصحاب نجدة الحروري بأنهم "يصومون النهار ويقومون الليل ويأخذون الصدقات على السنة" أخرجه الطبري.

ومثله عنده من رواية يحيى بن أبي كثير عن أبي سلمة. وفي رواية محمد بن عمرو عن أبي سلمة عنده "يتعبدون يحقر أحدكم صلاته وصيامه مع صلاتهم وصيامهم". ومثله من رواية أنس عن أبي سعيد وزاد في رواية الأسود بن العلاء عن أبي سلمة "وأعمالكم مع أعمالهم". وفي رواية سلمة بن كهيل عن زيد بن وهب عن علي: "ليست قراءتكم إلى قراءتهم شيئا ولا صلاتكم إلى صلاتهم شيئا". أخرجه مسلم والطبري وعنده من طريق سليمان التيمي عن أنس "ذكر لي عن رسول الله ﷺ، قال: "إن فيكم قوما يداؤبون ويعملون حتى يعجبوا الناس وتعجبهم أنفسهم". ومن طريق حفص بن أخي أنس عن عمه بلفظ "يتعمقون في الدين". وفي حديث بن عباس عند الطبراني في

قصة مناظرته للخوارج قال: ”فأتيتهم فدخلت على قوم لم أر أشد اجتهادا منهم أيدىهم كأنها ثفن الإبل ووجوههم معلمة من آثار السجود“. وأخرج بن أبي شيبة عن بن عباس رضي الله عنه أنه ذَكَرَ عنده الخوارج واجتهادهم في العبادة، فقال: ليسوا أشد اجتهادا من الرهبان. ^(۱)

”زید بن وہب کی روایت میں ہے: ”خوارج کے ساتھ جنگ کر کے انہیں قتل کرنے والی مسلمان فوج (muslim army) اگر جان لیتی کہ ان کے لئے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کس قدر اعلیٰ اور بلند مقام کا فیصلہ کر دیا گیا ہے تو وہ باقی سارے کام چھوڑ کر صرف (خوارج سے جنگ کرنے کا) یہی عمل اختیار کر لیتی۔“ امام احمد بن حنبلؒ نے اسی طرح کی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کر کے اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی ذکر کیا ہے: قِتَالُهُمْ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ یعنی ان باغی دہشت گردوں کے خلاف ریاستی سطح پر کی جانے والی کارروائی میں حصہ لینا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (یہاں پر یہ جاننا ضروری ہے کہ ان کی ظاہری دین داری کو دیکھ کر ان سے قتال اور ان کے خاتمہ میں پس و پیش نہ کیا جائے کیونکہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: صَلَاتُكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ اور حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی امام زہری کی روایت میں وَصِيَامُكُمْ مَعَ صِيَامِهِمْ کے الفاظ کا اضافہ ہے۔ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی عاصم بن شمیخ کی روایت میں تَحْقِيقُكُمْ اَعْمَالُكُمْ اِلَى اَعْمَالِهِمْ ہے اور عاصم نے اصحاب نجد کو الحوروٰ کہا کہ ”وہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو قیام کرتے اور سنت کے مطابق صدقات وصول کرتے تھے۔“ اس کو امام طبری نے روایت کیا اور حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے یحییٰ بن کثیر کی اسی طرح

کی روایت بھی انہوں نے بیان فرمائی ہے۔

”امام طبری کے ہاں حضرت ابوسلمہ سے مروی محمد بن عمرو کی روایت میں ہے: ”خوارج اتنی کثرت سے عبادت کریں گے کہ تم میں سے ہر کوئی اپنی نمازوں اور روزوں کو ان کی نمازوں اور روزوں کے مقابلے میں حقیر اور کم تر سمجھے گا۔“ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔ اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی اسود بن علاء کی روایت میں اَعْمَالُكُمْ مَعَ اَعْمَالِهِمْ کا اضافہ ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی زید بن وہب کی روایت میں ہے: ”تمہاری تلاوت ان کی تلاوت کے مقابلے میں اور تمہاری نماز ان کی نماز کے مقابلے میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی۔“ اس کو امام مسلم اور امام طبری نے روایت کیا ہے۔ اور امام طبری کے ہاں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی سلیمان تیمی کے طریق سے بھی روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی بیان کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم میں ایک ایسی قوم ہوگی جو (بظاہر نیک اعمال) میں بہت مشقت اٹھائیں گے اور اتنے زیادہ اعمال کریں گے کہ لوگوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیں گے اور وہ آپ اپنے (اعمال) پر عجب کا اظہار کریں گے۔“ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھتیجے حفص کے طریق سے اپنے چچا (یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ) سے مروی حدیث میں يَتَعَمَّقُونَ فِي الدِّينِ (بظاہر وہ دین میں بہت چٹنگی اور شدت رکھتے ہوں گے یعنی extremist ہوں گے) کے کلمات ہیں۔ امام طبرانی کے ہاں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے خوارج کے ساتھ مناظرہ کے قصے پر مبنی روایت میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پس میں ان (خوارج) کے پاس پہنچا تو میں ایسی قوم پر داخل ہوا جن سے بڑھ کر محنت و ریاضت کرنے والے ہاتھ میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ ان کے ہاتھ (مشقت

کی وجہ سے) ایسے سخت تھے جیسے اونٹوں کے گھٹنے اور ان کے چہرے
سجدوں کے آثار سے نشان زدہ تھے۔“ ابن ابی شیبہ نے ابن عباس ؓ سے
حدیث بیان کی کہ آپ ﷺ کے سامنے عبادت و ریاضت میں خوارج کی محنت و
مشقت کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”راہب“ بھی تو اعمال میں اُن سے
زیادہ مشقت اٹھانے والے تھے۔“

خوارج کے بارے میں علامہ انور شاہ کاشمیری اور علامہ شبیر احمد عثمانی کا موقف

خوارج اور اس طرح کے مسلح بغاوت کرنے والے دیگر گروہوں کی تکفیر اور ان
کے قتل کے حکم کے بارے میں برصغیر پاک و ہند کے دیوبند مکتبہ فکر کے دو جید علمائے کرام
علامہ انور شاہ کاشمیری اور علامہ شبیر احمد عثمانی نے بھی مفصل کلام کیا ہے جو ”فتح الملہم
(۵: ۱۵۳-۱۵۷)“ میں موجود ہے۔ ذیل میں ان کی مفصل تحقیق میں سے صرف وہ حصہ
نقل کیا جاتا ہے جو اُن کی اپنی رائے اور فتویٰ پر مشتمل ہے۔ ورنہ جن احادیث اور ائمہ و
محدثین کی تصریحات کو انہوں نے بطور استشہاد و استدلال بیان کیا ہے، ہم وہ تمام حوالہ
جات پہلے ہی اصل مصادر سے مختلف مقامات پر درج کر چکے ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانی نے خوارج پر بحث کا آغاز کرتے ہوئے اس کا عنوان ہی یہ
رکھا ہے:

بحث شریف یتعلق بتکفیر الخوارج و غیرہم من اہل الأہواء
والملاحدین، وهل یقاتلون؟ ومتی یقاتلون؟

”خوارج اور دیگر اہل اہواء اور ملحدین کی تکفیر سے متعلق بحث اور یہ کہ کیا ان
کے ساتھ قتال کیا جائے گا؟ اور کب کیا جائے گا؟“

اس کے بعد انہوں نے حافظ ابن حجر عسقلانی کا اقتباس نقل کیا ہے، جس کے مطابق خوارج اہل فسق، باغی اور واجب القتل ہیں، کیوں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

فَإِذَا خَرَجُوا فَاقتُلُوهُمْ.

”پس جب وہ ریاست کے خلاف بغاوت کریں تو انہیں قتل کر ڈالو۔“

نیز معاً بعد امام طبری کا قول نقل کیا ہے جس میں انہوں نے احادیث مبارکہ - ہم شر الخلق؛ یمرقون من الإسلام؛ لأقتلنہم قتل عاد - سے مستنبط کیا ہے کہ خوارج دین اسلام سے خارج ہیں اور ان سے قتال واجب ہے۔

اسی طرح انہوں نے قاضی عیاض، امام ابو العباس القرطبی اور امام تقی الدین السبکی کا تکفیرِ خوارج کا موقف بھی اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری نہایت واضح الفاظ میں خوارج کی تکفیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

والحق أن حديث المروق يدل على أن المارقة أقرب إلى الكفر من الإيمان، ومن أصرح ما وجدت فيه ما عند ابن ماجه عن أبي أمامة: ”قد كان هؤلاء مسلمين، فصاروا كفاراً، قلت: يا أبا أمامة، هذا شيء تقولہ؟ قال: بل سمعته من رسول الله ﷺ.“ قال الحافظ محمد بن إبراهيم اليماني في ”إيثار الحق“ (ص: ۲۲۱): وإسناده حسن. وحسنه الترمذي مختصراً. (۱)

”حق یہ ہے کہ حدیث المروق اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ المارقة یعنی دین سے نکلنے والے ایمان کی بجائے کفر کے زیادہ قریب ہیں اور اس

بارے میں جو کچھ میں نے ذخیرہ احادیث میں پایا اس میں سب سے زیادہ صریح ابن ماجہ میں حضرت ابو امامہ ؓ کی روایت ہے جس میں انہوں نے فرمایا: یہ خوارج پہلے مسلمان تھے، پھر کافر ہو گئے۔ تو حضرت ابو غالب نے پوچھا: اے ابو امامہ! یہ بات آپ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: (نہیں) بلکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد گرامی سنا ہے۔ حافظ محمد بن ابراہیم یمانی نے ”إنباء الحق (ص: ۴۲۱)“ میں فرمایا ہے: اس کی اسناد حسن ہیں اور امام ترمذی نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے۔“

علامہ شبیر احمد عثمانی احادیث مبارکہ کی روشنی میں خوارج کے واجب القتل ہونے پر اپنا موقف یوں لکھتے ہیں:

وَيُؤَيِّدُ الْقَوْلَ الْمَذْكُورَ الْأَمْرَ بِقَتْلِهِمْ مَعَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ: ”لَا يَحِلُّ قَتْلُ أَمْرٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِأَحَدِي ثَلَاثٍ“ وَفِيهِ: ”التَّارِكُ لِدِينِهِ: الْمَفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ“ وَوَرَدَ فِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ الصَّحِيحَةِ: ”الْمَارِقُ مِنَ الدِّينِ، التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ.“^(۱)

”حضور ﷺ کا ان کے قتل کا حکم دینا بھی اسی قولِ مذکور کی تائید کرتا ہے، اس کے باوجود کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ سے مروی حدیث جو پہلے بیان کی گئی کہ ”کسی مسلمان آدمی کا قتل حلال نہیں سوائے تین میں سے کسی ایک صورت کے۔“ سو اس حدیث میں ہے کہ ”جو اپنے دین کے خلاف بغاوت کرنے والا ہو اور جو مسلمانوں کی جماعت سے جدا ہونے والا ہو“ اور بعض صحیح روایات میں آیا ہے کہ ”دین سے نکلنے والا اور مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑنے والا ہو۔“

اس کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانی خوارج کو قتل کرنے کے جواز پر حنا بلہ کا موقف بیان کرتے ہوئے اپنی رائے یوں دیتے ہیں:

الظاهر عندي درايةً وروايةً قول أهل الحديث، أما روايةً: فقولہ ﷺ: ”فأين لقيتموهم فاقتلوهم“ وأما قول علي ؑ: فمعناه أن الإنكار على الإمام والظعن فيه لا يوجب قتلاً، حتى ينزع يده من الطاعة، فيكون باغياً، أو قاطع الطريق.^(۱)

”میرے نزدیک روایتاً اور درایتاً ائمہ حدیث کا قول واضح ہے۔ رہا حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد فأين لقيتموهم فاقتلوهم، اور حضرت حضرت علی ؑ کا یہ (مذکورہ بالا) قول، تو اس کا معنی یہ ہے کہ حکمران کا انکار اور اس پر ظعن زنی قتل کو واجب نہیں کرتے، جب تک کہ وہ حکومت کی اتھارٹی کو تسلیم کرنے سے انکار نہ کر دے اور باغی یا راہ زن نہ ہو جائے۔“

آخر میں علامہ شبیر احمد عثمانی بحث کو سمیٹتے ہوئے اپنا اور علامہ انور شاہ کشمیری کا موقف دہراتے ہیں:

وقال في موضع آخر من رسالته بعد سرد الأحاديث: ”فخرج من هذه الأحاديث بهذا الوجه وجه من كفرهم من أهل الحديث، وقد نسبته ”السندي رحمه الله على سنن النسائي“ إليهم، وهو قول فحل، وكذا نسبته في ”فتح القدير“ إليهم، وخرج عدم الفرق بين الجحود والتأويل في القطعيات. والله سبحانه وتعالى أعلم. وخرج أن الكفر قد يلزم من حيث لا يدري، مع ما يحقر أحدكم صلاته، وصيامه مع صلاتهم وصيامهم، وأعماله مع

أعمالهم، وليست قراء ته إلى قراء تهم شيئاً، فخذ هذه الجمل النبوية أصلاً في مسألة التكفير، فهي كأحرف القرآن، كلها شاف كاف.^(۱)

”اور آپ نے اپنے مقالے میں کسی ایک مقام پر ان احادیث کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے: پس ان احادیث سے اس توجیہ کے ساتھ ائمہ حدیث کا بیان کردہ وہ سبب مستنبط ہوتا ہے جنہوں نے ان (خوارج) کو کافر قرار دیا۔ اسی طرح امام سندی نے سنن نسائی پر اپنے حاشیہ میں بھی کفر کو ان کی طرف منسوب کیا ہے، اور یہ ایک مضبوط قول ہے۔ اسی طرح انہوں نے ”فتح القدیر“ میں کفر کو انہی کی طرف منسوب کیا ہے۔ یاد رہے کہ قطعی عقائد میں تاویل اور جحود (انکار) کے درمیان فرق کا نہ ہونا بھی انہی احادیث سے مستنبط ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بہتر علم رکھنے والا ہے۔ اور یہ چیز بھی مستنبط ہوتی ہے کہ کفر کبھی کبھی اس طرح لازم آجاتا ہے جس کا پتہ بھی نہیں چلتا، اس کے باوجود کہ جن کی نماز کے ساتھ تم میں سے ہر کوئی اپنی نماز کو حقیر جانتا ہے اور جن کے روزوں کے ساتھ اپنے روزے کو حقیر جانتا ہے اور جن کے اعمال کے ساتھ اپنے اعمال کو حقیر جانتا ہے اور جن کی قراءت کے مقابلہ میں اس کی قراءت کچھ بھی نہیں۔ پس اس مسئلہ تکفیر میں حضور نبی اکرم ﷺ کے یہ جملے قرآن کے حروف کی طرح حکم صادر کرنے میں کافی و شافی ہیں۔“

گویا علامہ انور شاہ کاشمیری اور علامہ شبیر احمد عثمانی کی مفصل تحقیق سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ان کے نزدیک بھی خوارج اور ان کی راہ پر چلنے والے لوگ دین سے خارج ہیں۔ کیونکہ انہوں نے دینی تعلیمات کو مسخ کیا اور دین میں نئی نئی بدعات ایجاد کی ہیں اور ان خیالات اور اعمال کو دین قرار دے دیا جن کا حضور نبی اکرم ﷺ اور صحابہ

کرام ﷺ کے قول و عمل سے کوئی تعلق نہیں۔

غور کیا جائے تو آج اسلام کے نام پر جو انتہاء پسندی اور دہشت گردی ہو رہی ہے اس کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ موجودہ دور میں معصوم اور بے گناہ لوگوں کا قتل عام، عورتوں اور بچوں کی بہیمانہ ہلاکت، جہاد کا معنی و مفہوم، شرعی شرائط اور تقاضے سمجھے بغیر اسے ہر ایک پر واجب قرار دے دینا، مُردوں کو قبروں سے نکال کر ان کی بے حرمتی کرنا، صالحین کے مقابر کو تباہ کرنا، مساجد اور عبادت گاہیں مسمار کرنا اور اپنے مخالف نظریات کے حامل عامۃ المسلمین پر کفر و شرک کے فتوے لگانا اور مسلم و غیر مسلم پر امن انسانی آبادیوں کو تباہ و برباد کرنا اور خود کش حملوں کے ذریعے انسانی جانوں کو لقمہ اجل بنانا (یہ سب کچھ) خوارج کے نظریات اور کردار کا ہی تسلسل ہے۔

فصل چہارم

عصرِ حاضر کے دہشت گرد ”خوارج“ ہیں

خوارج کے باب میں وارد ہونے والی احادیث و آثار اس قدر کثرت سے ہیں کہ ان کے لیے کئی دفتر درکار ہیں۔ تاہم اس موضوع پر راقم کی کتاب الإنبیاء للخوارج والحروراء کا مطالعہ بھی مفید ہوگا۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ ایسے خیالات، رجحانات، معتقدات اور اقدامات کرنے والوں سے کوئی دور خالی نہ ہوگا کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس امر کی قطعیت کے ساتھ وضاحت فرما دی ہے کہ ایسے گروہ میں ناپختہ ذہن اور کم عمر لڑکے کثرت سے ہوں گے کیوں کہ ایسے لڑکوں کو آسانی سے ورغلا یا جاسکتا ہے اور ان کی ذہن سازی (brain washing) کر کے اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ احادیث مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ گروہ کسی ایک دور کے ساتھ مختص نہیں ہوگا بلکہ یہ لوگ خروج دجال کے زمانے تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ درج ذیل حدیث مبارکہ سے بھی یہی ثابت ہے کہ یہ فرقہ کئی بار ظہور کرے گا:

عن ابن عمرو رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: يخرج قوم من قبل المشرق يقرؤون القرآن، لا يجاوز تراقيهم كلما قطع قرن نشأ قرن، حتى يخرج في بقيتهم الدجال. ^(۱)

”حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کئی

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۰۹، رقم: ۲۹۵۲

۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۷: ۴۱، رقم: ۶۷۹۱

۳۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۵۵۶، رقم: ۸۵۵۸

۴۔ طرابلسی، المسند: ۳۰۲، رقم: ۲۲۹۳

۵۔ أبو نعیم، حلیۃ الأولیاء و طبقات الأصفیاء، ۶: ۵۴

لوگ مشرق کی طرف سے نکلیں گے، وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ جب ایک گروہ (شیطانی سینگ) کاٹا جائے گا تو دوسرا نکلے گا (یعنی جب ایک ایسے گروہ کا خاتمہ کر دیا جائے گا تو کچھ عرصہ کے بعد دوسرا گروہ پیدا ہو جائے گا) یہاں تک کہ ان کے آخری گروہ کے دور میں ہی دجال نکلے گا۔“

حدیث مبارکہ کا نفس مضمون بتا رہا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خوارج کے ظہور اور اُن کے مظالم کے تسلسل کے بارے میں خبر دی کہ یہ دہشت گرد گروہ فتنہ دجال تک علاقے اور شکلیں بدل بدل کر آتا رہے گا۔ یاد رہے کہ دجال کا ظہور قیامت کی علاماتِ کبریٰ میں سے ہے۔

۱۔ خوارج انسانوں کی شکل میں خونخوار بھیڑیے ہیں

حضور نبی اکرم ﷺ نے احادیث میں واضح الفاظ میں یہ پیشین گوئی بھی فرما دی تھی کہ اُمت کے آخری زمانے میں ایک ایسا گروہ نکلے گا جن کے چہرے انسانوں کے اور دل شیطانوں کے ہوں گے۔ وہ خونخوار بھیڑیوں کی طرح ہوں گے اور ان کے دلوں میں رحم نام کی کوئی شے نہ ہوگی۔ وہ کثرت سے خون بہائیں گے۔ امام ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يُخْرِجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ يَخْتَلُونَ الدُّنْيَا بِالْأَدِينِ، يَلْبَسُونَ لِلنَّاسِ جُلُودَ الضَّالِّينَ، أَلْسِنَتَهُمْ أَهْلِي مِنَ السُّكْرِ، وَقُلُوبُ الذَّنَابِ، يَقُولُ اللَّهُ: أَبِي يَغْتَرُونَ أَمْ عَلِيٌّ يَجْتَرُونَ؟ فَبِي حَلَفْتُ لَأُبْعِثَنَّ عَلَى أَوْلَئِكَ فِتْنَةً تَدْعِي الْحَلِيمَ مِنْهُمْ حَيْرَانًا. (۱)

”آخری زمانے میں ایسے لوگ سامنے آئیں گے جو دھوکہ و فریب کے ساتھ

دین کے نام پر دنیا کمائیں گے۔ وہ لوگوں کو اپنی نرم مزاجی ظاہر کرتے ہوئے (دنیا کے سامنے) بھیڑ کی کھال پہنیں گے۔ ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی (یعنی وہ مؤثر نعرے لگائیں گے اور مؤثر باتیں کریں گے) مگر ان کے دل بھیڑیوں کے ہوں گے۔ اللہ ﷻ فرمائے گا: کیا میرے نام پر دھوکہ کرتے ہو یا مجھ پر جرأت کرتے ہو؟ مجھے اپنی ذات کی قسم! میں ان لوگوں پر ضرور ایک فتنہ (آزمائش و مصیبت) بھیجوں گا جو ان میں سے بُردبار لوگوں کو بھی حیران و پریشان کر دے گا۔“

امام طبرانی حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سیجيء في آخر الزمان أقوام، يكون وجوههم وجوه الأدميين، وقلوبهم قلوب الشياطين، أمثال الذئاب الضواري، ليس في قلوبهم شيء من الرحمة، سفاكون الدماء، لا يرعون عن قبيح إن تابعتهم واربوك، وإن تواريت عنهم اغتابوك، وإن حدثوك كذبوك، وإن ائتمنتهم خانوك، صبيهم عامر، وشابهم شاطر، وشيخهم لا يأمر بمعروف ولا ينهى عن منكر، الاعتزاز بهم ذل، وطلب ما في أيديهم فقر، الحليم فيهم غاو، والأمر بالمعروف فيهم متهم، المؤمن فيهم متضعف، والفاسق فيهم مشرف، السنة بدعة، والبدعة فيهم سنة، فعند ذلك يسلط عليهم شرارهم، ويدعوا خيارهم، فلا يستجاب لهم. (۱)

(۱) ۱- طبرانی، المعجم الكبير، ۱۱: ۹۹، رقم: ۱۱۱۶۹

۲- طبرانی، المعجم الصغير، ۲: ۱۱۱، رقم: ۸۶۹

”آخری زمانہ میں ایسے گروہ آئیں گے جن کے چہرے انسانوں کے اور دل شیطانوں کے ہوں گے۔ وہ خونخوار بھیڑیوں کی طرح ہوں گے۔ ان کے دلوں میں رحم نام کی کوئی چیز نہ ہوگی۔ وہ اپنی سفاکانہ کارروائیوں سے کثرت کے ساتھ خون بہائیں گے۔ کسی برے کام یعنی ظلم و زیادتی کی پروا نہیں کریں گے۔ اگر تو ان کی بات مانے گا تو تجھے دھوکہ دیں گے۔ اگر تو ان سے چھپے گا تو تیری برائی اور مذمت کریں گے اگر وہ تمہارے ساتھ مذاکرات (dialogue) کریں گے تو جھوٹ بولیں گے۔ اگر تم ان کے پاس امانت رکھو گے تو وہ خیانت کریں گے۔ ان کے بچے گھر کا نظام چلائیں گے (اور بڑے برسرِ پیکار ہوں گے) اور ان کے جوان شاطر ہوں گے۔ ان کا سردار انہیں نہ تو بھلائی کا حکم دے گا اور نہ ہی غلط کام سے روکے گا، ان کے ذریعہ عزت اور غلبے کی طلبِ ذلت کا باعث ہوگی اور ان کے ہاتھوں میں جو کچھ ہوگا (یعنی ان کے نظریات اور اسلحہ وغیرہ) اس کی خواہش کرنا سراسر افلاس (معیشت کی تباہی) ہوگا۔ ان میں بردبار اور ٹھنڈے مزاج کا دکھائی دینے والا شخص (بھی) دھوکے باز ہوگا۔ انہیں بھلائی کا حکم دینے والے پر تہمت لگائی جائے گی۔ صاحبِ ایمان ان میں کمزور شمار ہوگا اور فاسق معزز ہوگا۔ رسول اکرم ﷺ کی اصل سنت ان کے ہاں بدعت اور بدعت سنت قرار پائے گی۔ اس وقت ان پر بدترین شریک مسلط کر دیے جائیں گے (تب) ان کے اچھے لوگ دعا کریں گے لیکن ان کی دعائیں قبول نہ ہوں گی۔“

امام ترمذی اور امام طبرانی کی روایت کردہ مذکورہ بالا احادیث مبارکہ میں آج کے دور میں پائے جانے والے دہشت گردوں کی تمام صفات بیان کر دی گئی ہیں۔ درحقیقت یہی شریک اور جنگجو گروہ موجودہ دور کے وہ دہشت گرد اور خوارج ہیں جن کے دل درندوں کے ہیں اور چہرے انسانوں کے ہیں۔ ان کے دلوں میں رحم نام کی کوئی شے

نہیں۔ وہ معصوم اور بے گناہ مخلوق کا انتہائی سفاکانہ طریقے سے نہ صرف خون بہاتے ہیں اور اپنے عقائد و نظریات سے اختلاف رکھنے والوں کو مشرک اور کافر قرار دے کر ذبح کرتے ہیں بلکہ ان خونین مناظر کی ویڈیو فلمیں تیار کر کے مخلوقِ خدا کو دہشت زدہ اور اسلام کو بدنام کرتے ہیں۔

۲۔ خوارج کے تسلسل کے بارے میں علامہ ابن تیمیہ کی تحقیق

خوارج کے بارے میں علامہ ابن تیمیہ کے کئی اقوال ہم نے گزشتہ صفحات میں بیان کیے ہیں، جن سے خوارج کے بارے میں ان کا عقیدہ مترشح ہوتا ہے۔ اب ہم علامہ ابن تیمیہ کے الفاظ میں یہ واضح کریں گے کہ خوارج کا وجود ہر دور میں رہا ہے اور یہ آج کے دور میں بھی موجود ہیں مگر لوگوں کو ان کی پہچان نہیں ہے۔

علامہ ابن تیمیہ اپنی کتاب النبوات میں بیان کرتے ہیں:

وكذلك الخوارج: لما كانوا أهل سيف وقتال، ظهرت
مخالفتهم للجماعة؛ حين كانوا يقاتلون الناس وأما اليوم فلا
يعرفهم أكثر الناس.^(۱)

”اور اسی طرح خوارج ہیں کہ جب انہوں نے اسلحہ اٹھا لیا اور بغاوت کرتے ہوئے (مسلمانوں سے) جنگ کی اور لوگوں سے قتال کرنے لگے تو اُن کی جماعتِ مسلمہ سے مخالفت و عداوت ظاہر ہوگئی تاہم عصرِ حاضر میں بھی (بظاہر) دین کا لبادہ اوڑھنے کی وجہ سے (لوگوں کی اکثریت انہیں پہچان نہیں پاتی۔“

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خوارج پہلے مخفی تھے تو ان کا علم کیسے ہوا؟ اس کا جواب علامہ ابن تیمیہ یوں دیتے ہیں:

وہاتان البدعتان ظہرتا لما قتل عثمان ؓ فی الفتنۃ؛ فی خلافة امیر المؤمنین علی بن ابی طالب ؓ؛ وظهرت الخوارج بمفارقة أهل الجماعة، واستحلال دمائهم وأموالهم؛ حتی قاتلهم امیر المؤمنین علی بن ابی طالب ؓ متبعاً فی ذالک لأمر النبی ﷺ. قال الإمام أحمد بن حنبل: صح الحديث فی الخوارج من عشرة أوجه. وهذه قد رواها صاحبه مسلم بن الحجاج فی صحيحه، وروی البخاری قطعة منها. واتفقت الصحابة علی قتال الخوارج حتی أن ابن عمر قال عند الموت: ما آسى علی شیء إلا علی أني لم أقاتل الطائفة الباغية مع علي، يريد بذلك قتال الخوارج. وإنما أراد المارقة التي قال فيها النبی ﷺ: تمرق مارقة علی حین فرقة من الناس، يقتلهم أدنى الطائفتين إلى الحق. وهذا حدّث به أبو سعيد. فلما بلغ ابن عمر قول النبی ﷺ فی الخوارج، وأمره بقتلهم، تحسر علی ترک قتالهم. ^(۱)

”اور خوارج کی طرف سے (مسلمانوں کو کافر قرار دینے اور ان کے جان و مال کو حلال سمجھنے کی) دو بدعتیں اُس وقت منظر عام پر آئیں جب حضرت عثمان غنی ؓ کو شہید کر کے فتنہ پھا کیا گیا۔ امیر المؤمنین سیدنا علی ؓ کے دور خلافت میں خوارج کی صحابہ کرام ؓ کی جماعت سے مفارقت اور ان کے جان و مال کو حلال قرار دینے کی صورت میں ظاہر ہوئی، یہاں تک کہ امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب ؓ نے فرمان نبوی ﷺ کی اتباع میں (نہروان کے مقام پر ہزاروں صحابہ کرام ؓ کی معیت میں) ان خارجیوں سے جنگ کی (اور انہیں

چن چن کر قتل کیا)۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ خوارج کے بارے میں حدیث دس طرق سے ثابت ہے اور اسے آپ کے ہم عصر امام مسلم بن الحجاج نے اپنی الصحیح میں روایت کیا ہے اور امام بخاری نے اسے مختصراً روایت کیا ہے۔ خوارج سے جہاد پر تمام صحابہ کرامؓ کا اتفاق ہے؛ یہاں تک کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے وصال کے وقت فرمایا: مجھے کسی بات پر افسوس نہیں سوائے اس کے کہ میں (حضرت) علیؓ کے ساتھ مل کر باغی گروہ کے ساتھ قتال نہ کر سکا۔ اور آپ کی مراد تو صرف اُس باغی گروہ سے تھی جس کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”اور یہ گروہ اُس وقت خروج کرے گا جب لوگوں میں تفرقہ و انتشار پیدا ہوگا؛ اسے دونوں گروہوں میں سے حق کے قریب ترین گروہ قتل کرے گا۔“ اس حدیث کو ابوسعید خدریؓ نے روایت کیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا خوارج اور ان سے قتال کے متعلق یہ ارشاد گرامی جب عبد اللہ بن عمرؓ تک پہنچا تو وہ قتال ترک کرنے پر حسرت زدہ ہو گئے۔“

گزشتہ صفحات میں بیان کی گئی احادیث مبارکہ سے بھی وضاحت ہوتی ہے کہ بالعموم لوگوں کو خوارج کی ظاہری دین داری اور پرہیزگاری کی بنا پر مغالطہ لاحق ہو جاتا ہے اور وہ انہیں طبقہ مسلمین میں شامل سمجھنے لگتے ہیں۔ جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے کیوں کہ خوارج کا پتہ ہی اُس وقت چلتا ہے جب وہ مسلح ہو کر قتل عام شروع کرتے ہیں۔ دہشت گردوں کے ماتھے پر نہیں لکھا ہوتا کہ وہ خوارج ہیں۔ ان کا وحشت و بربریت اور درندگی و قتل عام پر مبنی عمل ہی انہیں expose کرتا ہے۔ یہ خود ساختہ باطل مذہبی نظریات کی بنا پر عام انسانوں اور مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں۔ یہ ہر دور میں آتے رہیں گے۔ قرب قیامت کی علامات میں خوارج میں دجال کے خروج کی روایات بھی کتب احادیث میں موجود ہیں جو ہم نے گزشتہ صفحات میں درج کی ہیں۔

۳۔ خوارج کی پشت پناہی کرنے والوں کی مذمت

بعض لوگ خوارج کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے ہیں، انہیں برا نہیں جانتے، جب کہ بعض لوگ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے خوارج کی پشت پناہی اور support کرتے ہیں اور اپنے طرز عمل سے شریکوں اور دہشت گردوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، اُن کے لیے ماسٹر مائنڈ (master mind) کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں اور ان کی مالی و اخلاقی معاونت (financial & moral support) کر کے انہیں مزید دہشت پھیلانے کی شہ دیتے ہیں، یہ عمل بھی انتہائی مذموم ہے۔

خوارج کی پشت پناہی کرنے والوں کے لیے قَعْدِيَّة (عملاً بغاوت میں شریک نہ ہونے والے کی) اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ شارح صحیح البخاری حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

”والقعدية“ قوم من الخوارج، كانوا يقولون بقولهم، ولا يرون الخروج بل يزبنونه.^(۱)

”اور قَعْدِيَّة خوارج کا ہی ایک گروہ ہے جو خوارج جیسے عقائد تو رکھتا تھا مگر خود مسلح بغاوت نہیں کرتا تھا۔ (وہ خوارج کی پشت پناہی کرتے ہوئے) اسے سراہتے تھے۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی مقدمہ فتح الباری میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

والخوارج الذين أنكروا على علي عليه السلام التحكيم وتبرءوا منه ومن عثمان عليه السلام وذريته وقاتلوهم فإن أطلقوا تكفيرهم فهم الغلاة منهم والقعدية الذين يزبنون الخروج على الأئمة ولا يباشرون

ذکر۔^(۱)

”اور خوارج وہ ہیں جنہوں نے حضرت علیؑ کے فیصلہ تحکیم (arbitration) پر اعتراض کیا اور آپؑ سے، حضرت عثمانؓ سے اور ان کی اولاد و اصحاب سے برأت کا اظہار کیا اور ان کے ساتھ جنگ کی۔ اگر یہ مطلق تکفیر کے قائل ہوں تو یہی ان میں سے حد سے بڑھ جانے والا گروہ ہے جبکہ قَعْدِیۃ وہ لوگ ہیں جو مسلم حکومتوں کے خلاف مسلح بغاوت اور خروج کو سراہتے اور اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، لیکن خود براہِ راست اس میں شامل نہیں ہوتے۔“

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی ایک اور کتاب ”تہذیب التہذیب“ میں خوارج کی پشت پناہی کرنے والوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

”والقعد“ الخوارج كانوا لا يرون بالحرب، بل ينكرون على أمراء الجور حسب الطاقة، ويدعون إلى رأيهم، ويزينون مع ذالك الخروج، ويحسنونه.^(۲)

”اور قَعْدِیۃ (خوارج کی پشت پناہی کرنے والے) وہ لوگ ہیں جو بظاہر خود مسلح جنگ نہیں کرتے بلکہ حسبِ طاقت ظالم حکمرانوں کا انکار کرتے ہیں اور دوسروں کو اپنی فکر و رائے کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مسلح بغاوت اور خروج کو (مذہب کا لبادہ اوڑھا کر) سراہتے ہیں اور دہشت گرد باغیوں کو اس کی مزید ترغیب دیتے ہیں۔“

شارح صحیح البخاری حافظ ابن حجر عسقلانی کے درج بالا اقتباسات سے

(۱) عسقلانی، مقدمة فتح الباري: ۴۵۹

(۲) عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۸: ۱۱۴

یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ قَعْدِیۃ بھی خوارج میں سے ہی ہیں۔^(۱) لیکن یہ گروہ کھل کر اپنی رائے کا اظہار نہیں کرتا اور پس پردہ رہ کر خوارج کی باغیانہ اور سازشی سرگرمیوں کے لیے منصوبہ بندی (planning) کرتا ہے۔ گویا یہ گروہ ماسٹر مائنڈ کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ اس گروہ کا کام دلوں میں بغاوت اور خروج کے بیج بونا ہے، خاص طور پر جب یہ گفتگو کسی ایسے فصیح و بلیغ شخص کی طرف سے ہو جو لوگوں کو اپنی چرب زبانی سے دھوکہ دینے اور اسے سنتِ مطہرہ کے ساتھ گڈ مڈ کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔

۴۔ اہم فقہی نکتہ: دہشت گردوں پر خوارج کا اطلاق

اجتہادی نہیں، منصوص ہے

موجودہ دور میں دہشت گردی اور قتل و غارت گری کرنے والے لوگ خوارج ہی کا تسلسل ہیں۔ اس امر کا اطلاق اجتہادی نہیں اور نہ ہی تشریحی ہے بلکہ یہ اطلاق منصوص ہے۔ خوارج سے مراد صرف سیدنا علی المرتضیٰؑ کے عہد میں نکلنے والا گروہ ہی نہیں ہے بلکہ وہ خوارج کا پہلا گروہ تھا۔ خوارج ایک ایسا فتنہ ہے جو گروہ درگروہ ظاہر ہوتا رہا اور اس کے لوگ دجال کے زمانے تک ظاہر ہوتے رہیں گے اور قیامت تک وقتاً فوقتاً نکلتے رہیں گے۔ حضرت علیؑ کے زمانے میں جن کا ظہور ہوا وہ فتنہ خوارج کے بانی تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کی واضح نشانیاں بیان فرمادی ہیں، جن میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ ہر دور میں نکلتے رہیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خوارج کا آخری گروہ دجال کے ساتھ اس کی حمایت میں نکلے گا۔ حضرت شریک بن شہاب سے مروی روایت میں خوارج کے متعلق حضور نبی اکرم ﷺ نے صراحتاً فرمایا:

يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ كَأَنَّ هَذَا مِنْهُمْ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا

(۱) ہم نے اس باب کے آغاز میں ذکر کیا تھا کہ خوارج کے تقریباً بیس فرقے ہیں۔ ”قعدیہ“ بھی انہی میں سے ایک فرقہ ہے۔

يُجَاوِزُ تَرَاقِيهِمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، سَيَمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ، لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ، فَإِذَا لَقِيَتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ. (۱)

”آخری زمانے میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے یہ شخص بھی انہی لوگوں میں سے ہے۔ وہ قرآن مجید کی تلاوت کریں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا وہ اسلام سے اس طرح نکل چکے ہوں گے جیسے تیرشکار سے نکل جاتا ہے۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ سرمندے ہوں گے ہمیشہ نکلتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا جب تم (میدانِ جنگ میں) ان سے ملو تو انہیں قتل کر دو۔ وہ تمام مخلوق سے بدترین لوگ ہیں۔“

اسی طرح امام احمد بن حنبل اور امام ابن ابی شیبہ کی بیان کردہ روایت میں ہے:

لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، قَالَهَا ثَلَاثًا. شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ قَالَهَا ثَلَاثًا. (۲)

”یہ خوارج ہمیشہ نکلتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ (دجال

(۱) ۱- نسائی، السنن، کتاب تحریم الدم، باب من شہر سیفہ ثم وضعه في الناس، ۷: ۱۱۹، رقم: ۳۱۰۳

۲- نسائی، السنن الکبریٰ، ۲: ۳۱۲، رقم: ۳۵۶۶

۳- بزار، المسند، ۹: ۲۹۴، رقم: ۳۸۴۶

۴- طیالسی، المسند، ۱: ۱۲۴، رقم: ۹۲۳

(۲) ۱- أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۲۱، رقم: ۱۹۷۹۸

۲- ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۵۵۹، رقم: ۳۷۹۱۷

۳- رویانی، المسند، ۲: ۲۶، رقم: ۷۶۶

کے ساتھ) نکلے گا جب تم ان کو دیکھو تو انہیں قتل کر دو۔ وہ تمام مخلوق سے بدترین لوگ ہیں۔ مزید آپ ﷺ نے یہ الفاظ تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔“

امام حاکم کی روایت کردہ حدیث میں ہے:

لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ. قَالَهَا حَمَّادٌ ثَلَاثًا. وَفَالَ: قَالَ أَيْضًا: لَا يَرْجِعُونَ فِيهِ. (۱)

”خوارج کے یہ گروہ مسلسل پیدا ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ (دجال کے ساتھ نکلے گا)۔ جب تم (میدان جنگ میں) ان سے سامنا کرو تو انہیں قتل کر دو۔ (اس حدیث کے ایک راوی) حماد بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ الفاظ تین مرتبہ ارشاد فرمائے: ”وہ تمام مخلوق سے بدترین ہیں۔“ حضرت حماد بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ الفاظ تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔ اور حضرت حماد بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ اپنے عقائد و نظریات سے رجوع نہیں کریں گے۔“

حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی تصریح فرمادی ہے کہ قیامت تک اس طرح کے مسلح اور باغی گروہ مسلمانوں کی ریاستوں اور معاشروں میں نکلتے رہیں گے۔ لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ کا واضح معنی یہ ہے کہ وہ سارے گروہ خوارج ہی ہوں گے اور یہ بغیر انقطاع کے تسلسل کے ساتھ پیدا ہوتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کا آخری گروہ قیامت سے قبل دجال کے ساتھ نکلے گا۔

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۲: ۱۶۰، رقم: ۲۶۳۷

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۶: ۲۲۹

خلاصہ کلام

خوارج کی صفات و علامات اور ان کی پہچان کو واضح کرنے والی اس طویل بحث سے ثابت ہو جاتا ہے کہ عصرِ حاضر کے دہشت گرد ہی خوارج ہیں۔ ہمارا دینی و ملی فریضہ ہے کہ ہم قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ اور اقوالِ ائمہ کی روشنی میں ان انسانیت دشمن خونخوار بھیڑیوں کے گھناؤنے چہروں کو پہچانیں اور معاشرے کے سامنے انہیں بے نقاب کریں۔ انہوں نے اپنے مکروہ چہروں پر مذہب کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے، لیکن اس سے کوئی مغالطہ لاحق نہیں ہونا چاہیے۔ وہ اپنے سیاہ کارناموں سے پہچانے جاتے ہیں۔ وہ جو روپ بھی چاہیں اپنالیں، ان کا دین اسلام سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ وہ اسلام سے اس طرح نکل چکے ہیں جیسے تیر یا گولی تیز رفتاری کے ساتھ شکار سے نکل جاتی ہے۔ ان کی دہشت گردانہ کارروائیوں کو اسلام اور اُمتِ مسلمہ کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔

یاد رہے کہ متقدمین و متاخرین ائمہ اور اکابر علماء کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ آیات و احادیث کی روشنی میں سفاک و خونخوار دہشت گردوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق یہ باغی ہیں۔ اس لیے ریاستی مشینری پر ان کی بیخ کنی واجب ہے۔ تاہم یہ امر واضح رہے کہ ریاستی سطح سے ہٹ کر کسی فرد یا جماعت کو نجی حیثیت میں اس بات کی قطعاً اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنے تئیں امن و امان قائم کرنے کے لیے قانون اپنے ہاتھ میں لے لے یا ان خوارج کے مقابلے میں خود مسلح ہو کر میدان میں اتر آئے، چاہے ان کی نیت کتنی ہی صاف کیوں نہ ہو۔ اس کے نتائج نہایت بھیانک اور ناقابلِ تصور ہوں گے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی اُمت کو قیامت تک ہر دور میں خوارج کے ظاہر ہوتے رہنے اور منظم و مسلح گروہوں کی شکل میں نکلتے رہنے کی اطلاع اپنی پیغمبرانہ پیشین گوئی کے طور پر اسی لئے دے دی تھی کہ ہر زمانے میں مسلمان انہیں پہچان سکیں۔ اور جب ان کا خروج ہو تو سادہ لوح مسلمان ان کی شکلوں، نعروں (slogans) اور شریعت

کی ظاہری پابندی کو دیکھ کر دھوکے میں نہ آجائیں اور ساتھ ہی آپ ﷺ نے ریاست پر یہ ذمہ داری عائد کی ان کی بیخ کنی کی جائے تاکہ خلق خدا ان کے شر سے محفوظ ہو جائے۔ اسی لیے سیدنا علیؑ کی زیر قیادت ریاستی سطح (state level) پر صحابہ کرامؓ نے ان کا قلع قمع کیا تھا۔

باب ہشتم

مسلم ریاست میں اِعلاءِ کلمہ حق کا
پُر امن منہاج

یہ بات دلائل سے ثابت ہو چکی ہے کہ کسی مسلم ریاست میں قائم حکومت کے خلاف مسلح بغاوت جائز نہیں، خواہ ارباب اختیار فاسق و فاجر اور معصیت کیش ہی کیوں نہ ہوں۔ یہاں بعض ذہنوں میں اس سوال کا پیدا ہونا فطری امر ہے کہ مسلمان رعایا اگر مسلمان حکمرانوں کے ظلم و ستم کے خلاف مسلح جد و جہد نہیں کر سکتی تو پھر اسے کیا کرنا چاہیے؟ کیا حکمرانوں کو کھلی چھوٹ دے دی جائے کہ وہ جو چاہیں کرتے پھریں اور اہل حق خاموش تماشا بن کر بیٹھے رہیں؟ ان حالات میں مسلمان شہریوں پر کوئی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ اگر ایک طرف اسلام مسلم ریاست کے خلاف مسلح بغاوت کی حمایت نہیں کرتا تو دوسری طرف اس کے ظلم و جبر اور غیر عادلانہ و غیر صالحانہ رویوں پر خاموش رہنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ اس حوالے سے اسلامی ریاست کے شہریوں کے لئے برائی کو روکنے، ظلم کو مٹانے اور احوال کو سدھارنے کی جد و جہد میں کون سے راستے کھلے ہیں؟ آئندہ سطور میں اسی پہلو کا جائزہ لیا جائے گا۔

۱۔ قرآن میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم

کسی بھی سوسائٹی میں برائی کو روکنے اور اچھائی کو فروغ دینے کا عمل اسلامی اصطلاح میں ”امر بالمعروف و نہی عن المنکر“ کہلاتا ہے۔ خواہ برائی، حکومتی مظالم کی صورت میں ہو یا کرپشن کی صورت میں، غیر آئینی و غیر قانونی اقدامات کی شکل میں ہو یا آمرانہ و جابرانہ طرز عمل کی شکل میں، غیر منصفانہ اور غیر صالحانہ قوانین کی صورت میں ہو یا ملک و قوم کے مفاد کے خلاف پالیسیوں کی صورت میں، اس برائی کو روکنے اور اسے اچھائی سے بدلنے کی ہر پُرامن کوشش ”امر بالمعروف و نہی عن المنکر“ کے ذیل میں آتی ہے۔ اس لئے

قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر مسلمانوں کو اس اہم فریضہ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے اُمت مسلمہ کو بہترین اُمت قرار دیتے ہوئے اس کی پہلی علامت ہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر بیان کی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۱)

”تم بہترین اُمت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔“

دوسرے مقام پر اہل ایمان کی علامات میں سے ایک نہایت اہم علامت امر بالمعروف و نہی عن المنکر قرار دی گئی ہے؛ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۲)

”اور اہل ایمان مرد اور اہل ایمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق و مددگار ہیں۔ وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔“

یہ فرض جہاں اسلامی معاشرے کے ہر فرد پر عائد کیا گیا ہے وہاں یہ بات بھی واضح ہے کہ اجتماعی اور حکومتی سطح پر فروغ پانے والی برائیوں اور خرابیوں کا ازالہ محض انفرادی کوششوں سے ممکن نہیں ہوتا۔ اس کے لئے مواخذہ و اصلاح کی کوششیں بھی اجتماعی ہونی چاہئیں۔ یہاں سے جماعت سازی اور تنظیم سازی کا عمل، شرعی جواز پاتا ہے۔

(۱) آل عمران، ۳: ۱۱۰

(۲) التوبہ، ۹: ۷۱

اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ کے لئے اجتماعى جدوجہد

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر صرف انفرادى سطح پر سر انجام دیا جانے والا فریضہ نہیں بلکہ اس کو جماعتى و تنظیمى سطح پر منظم کرنا بھی منشاء قرآن ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١﴾

”اور تم میں سے ایسے لوگوں کی ایک جماعت ضرور ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں، اور وہی لوگ بامراد ہیں“

اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ باقاعدہ تنظیم اور جماعت کی صورت میں ادا کرنے سے دعوت زیادہ مؤثر، وسیع اور نتیجہ خیز ہوتی ہے۔ اسی طرح نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون اور بدی کے کاموں میں عدم تعاون کا حکم بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہی کی اجتماعى شکل ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴿٢﴾

”اور نیکی اور پرہیزگاری (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔“

(۱) آل عمران، ۳: ۱۰۴

(۲) المائدہ، ۵: ۲

۲۔ احادیث میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم

احادیث مبارکہ میں بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت و ضرورت اور اس سے پہلو تہی پر عذاب و عقاب بیان کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے چند اہم احادیث درج ذیل ہیں:

۱۔ امام بخاری اور امام مسلم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ تُكْفِرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ
وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ. ^(۱)

”آدمی کا فتنہ (یعنی اس کی آزمائش) اس کے اہل و عیال، اس کے مال اور اس کے پڑوس میں ہے جس کا کفارہ نماز، خیرات اور اچھائی کی طرف بلانا اور برائی سے روکنا ہے۔“

۲۔ امام ترمذی، ابن ماجہ اور احمد بن حنبل حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَتَأْمُرَنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ
لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ. ثُمَّ تَدْعُوهُ فَلَا يُسْتَجَابُ
لَكُمْ. ^(۲)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، ۳: ۱۳۱۴، رقم: ۳۳۹۳

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الفتن وأشرار الساعة، باب في الفتنة التي تموج كموج البحر، ۴: ۲۲۱۸، رقم: ۱۴۴

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الفتن، باب ما جاء في الأمر بالمعروف —

”اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! تم ضرور بالضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیجے گا۔ پھر تم اسے (مدد کے لیے) پکارو گے تو تمہاری پکار کو رد کر دیا جائے گا۔“

۳۔ برائی کو روکنے کی فضیلت ایک اور حدیث مبارکہ میں ان الفاظ میں آئی ہے۔
امام احمد بن حنبل حضرت عبدالرحمن بن الحضری سے روایت کرتے ہیں:

أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ مِنْ أُمَّتِي قَوْمًا يُعْطَوْنَ مِثْلَ أَجُورِ أَوْلِهِمْ، فَيُنْكِرُونَ الْمُنْكَرَ. (۱)

”مجھے اس نے خبر دی جس نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:
بے شک میری امت میں ایک قوم ایسی ہوگی جس کو امت کے دورِ اول کے
لوگوں کی طرح اجر دیا جائے گا۔ وہ برائی سے منع کرنے والے ہوں گے۔“

۴۔ امام طبرانی اور ابن ابی شیبہ حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ
حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَتَأْمُرَنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ لَيَسْلَطَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ
شِرَارُكُمْ. ثُمَّ يَدْعُوْ خِيَارُكُمْ فَلَا يَسْتَجَابُ لَكُمْ. (۲)

..... والنهي عن المنكر، ۴: ۴۶۸، رقم: ۲۱۶۹

۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن
المنكر، ۲: ۱۳۲۷، رقم: ۴۰۰۴

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۹۱، رقم: ۲۳۳۷۵

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۶۲، رقم: ۱۶۶۴۳

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۷۵، رقم: ۲۳۲۲۹

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۲۶۱، ۲۷۱

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۲: ۹۹، رقم: ۱۳۷۹

”تم ضرور بالضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرتے رہو گے ورنہ اللہ تعالیٰ تم میں سے برے لوگوں کو تم پر مسلط کر دے گا۔ پھر تمہارے اچھے لوگ اللہ تعالیٰ سے (مدد کی) دعا کریں گے لیکن ان کی دعا تمہارے حق میں قبول نہیں ہوگی۔“

۵۔ امام طبرانی اور بیہقی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَا نَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ حَتَّى نَعْمَلَ بِهِ وَلَا نَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ حَتَّى نَجْتَنِبَهُ كُلَّهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: بَلْ مُرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَإِنْ لَمْ تَعْمَلُوا بِهِ كُلَّهُ، وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَإِنْ لَمْ تَجْتَنِبُوهُ كُلَّهُ. (۱)

”ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اس وقت تک نیکی کا حکم نہیں دیں گے جب تک ہم مکمل طور پر خود اس پر عمل نہیں کر لیتے اور نہ اس وقت تک برائی سے منع کریں گے جب تک ہم مکمل طور پر خود اس سے اجتناب نہیں کر لیتے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: (نہیں) بلکہ نیکی کا حکم دو اگرچہ تم مکمل طور پر اس پر عمل نہ بھی کر سکو اور برائی سے منع کرو اگرچہ مکمل طور پر اس سے اجتناب نہ بھی کر سکو (یعنی اگر ممکنہ حد تک عمل کرتے ہو تب بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرو)۔“

درج بالا احادیث سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۴۶۰، رقم: ۳۷۲۲۱

۳۔ بزار، المسند، ۱: ۲۹۲، ۲۹۳، رقم: ۱۸۸

۴۔ أبو یعلیٰ، المسند، ۸: ۳۱۳، رقم: ۶۹۱۶

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۶: ۳۶۵، رقم: ۶۶۲۸

۲۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۶: ۸۹، رقم: ۷۵۷۰

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۲۷۷

یہ وہ فریضہ ہے جو انفرادی زندگی کی آزمائشوں کا کفارہ بھی ہے اور دنیا میں عذاب الہی کے راستے میں ڈھال بھی۔ اس کو ترک کرنے سے قوم دنیوی عذاب کا شکار ہو جاتی ہے، دعاؤں کی قبولیت رک جاتی ہے اور ظالم و جابر، فاسق و فاجر، بدکردار اور خائن حکمران مسلط کر دیے جاتے ہیں۔

اگر ہم آج اپنے حالات کا جائزہ لیں تو یہ علامات ہمیں واضح طور پر نظر آرہی ہیں۔ ہماری دعائیں قبول نہیں ہو رہیں، زمینی اور آسمانی آفات و بلیات کی کثرت ہے، بد امنی، قتل و غارت گری، کرپشن، بددیانتی، چوری، مہنگائی، بے روزگاری اور پریشاں حالی، الغرض کون کون سے عذاب ہیں جنہوں نے ہمیں نہیں گھیر رکھا۔

برائی کو روکنے کے تین درجات کا بیان

حضور نبی اکرم ﷺ نے برائی کو روکنے کے تین درجے بیان فرمائے ہیں جن کا ذکر درج ذیل حدیث میں ہوا ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ^(۱)

(۱) ۱- مسلم، الصحيح، کتاب الإیمان، باب بیان کون النہی عن المنکر

من الإیمان، ۱: ۶۹، رقم: ۴۹

۲- ترمذی، السنن، کتاب الفتن، باب ما جاء فی تفسیر المنکر بالید

أو باللسان أو بالقلب، ۴: ۴۶۹، رقم: ۲۱۷۲

۳- أبو داود، السنن، کتاب الملاحم، باب الأمر والنہی، ۴: ۱۲۳،

رقم: ۴۳۴۰

۴- نسائی، السنن، کتاب الإیمان وشرائعه، باب تفاضل أهل

الإیمان، ۸: ۱۱۱، رقم: ۵۰۰۸

”تم میں سے جو کسی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ (یعنی عملی جد و جہد) سے روکنے کی کوشش کرے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو اپنی زبان سے (تقید و مذمت کے ذریعے) روکے اور اگر اپنی زبان سے بھی روکنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو (کم از کم اس برائی کو) اپنے دل سے برا جانے؛ اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔“

حدیث مبارکہ میں برائی کی مذمت اور روک تھام کے تین ذرائع بیان کئے گئے ہیں: ہاتھ زبان اور دل؛ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم برائی کو دل سے برا سمجھیں، زبان سے اس کی مذمت کریں اور عملی جد و جہد کے ذریعے اسے روکنے کی کوشش کریں۔ یہ تینوں طریقے برائی کے خلاف پُر امن جد و جہد سے عبارت ہیں۔ برائی کو ہاتھ سے روکنے سے مراد ہے کہ برائی کے خاتمہ کے لئے عملی جد و جہد کی جائے جس کا ہر لحاظ سے تشدد سے پاک ہونا ضروری ہے کیونکہ نیکی کو ظلم اور بربریت کے طریق سے کسی پر مسلط نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ^(۱) (دین میں کوئی زبردستی نہیں) فرما کر بتا دیا ہے۔ البتہ برائی کے خلاف عملی جد و جہد کرنا ہر اس شخص پر لازم ہے جو اس کی استطاعت رکھے ورنہ برائی کی اپنی زبان سے مذمت کرنا ہر مومن کا فریضہ ہے اور کم از کم دل سے برا جاننا تو ہر کمزور و ناتواں کے لئے ضروری بھی ہے۔

برائی سے کیا مراد ہے؟ ہمارے ہاں اس کا مفہوم بڑا محدود ہو گیا ہے حالانکہ ہر ظلم برائی ہے۔ خواتین پر گھریلو تشدد، برائی ہے۔ بچیوں کو سکول نہ بھجوانا، برائی ہے۔ عورتوں کو علم اور حقوق سے محروم رکھنا، برائی ہے۔ تعلیمی اداروں کی تباہی و بربادی، برائی ہے۔ اپنا مخصوص تصورِ دین کسی پر زبردستی مسلط کرنا، برائی ہے۔ بدعنوانی، برائی ہے۔ اقربا پروری، برائی ہے۔ میرٹ کی پامالی، برائی ہے۔ فحاشی و عریانی کی ترویج، برائی ہے اور تذلیل

..... ۵۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب إقامة الصلاة والسنة فیہا، باب ما جاء

فی صلاة العیدین، ۱: ۴۰۶، رقم: ۱۲۷۵

(۱) البقرة، ۲: ۲۵۶

انسانیت تو ان سب سے بڑی برائی ہے۔

برائی کو ہاتھ سے روکنے کا مفہوم

اب تصور کریں کہ جہاں برائی کی اتنی کثیر شکلیں ہوں اور ہر شکل کسی نہ کسی صورت میں معاشرہ میں موجود ہو اور وہاں برائی کو ہاتھ سے روکنے کا معنی بزورِ بازو یا بزورِ بندوق لے لیا جائے تو ہر کوئی اپنا تصور خیر لے کر دوسرے پر اپنی مرضی مسلط کرنا شروع کر دے گا۔ اس سے جبر و تشدد اور بد امنی کی کیفیت پیدا ہو جائے گی اور جہاں برائی کو ہاتھ سے روکنے کی تشریح ہاتھ سے بڑھ کر بندوق اور بندوق سے بڑھ کر بمباری سے کی جانے لگے تو پھر خانہ جنگی اور دہشت گردی نہیں ہوگی تو اور کیا ہوگا؟ وہ اسلام جس نے ظالم اور فاسق و فاجر حکمران کے خلاف بھی بغاوت کو صرف اس لئے جائز قرار نہیں دیا کہ اس سے معاشرے کی اجتماعیت اور امن و سکون تباہ و برباد ہونے کا امکان ہوتا ہے تو وہ بزورِ بندوق دیگر برائیوں کو روکنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟ لہذا برائی کو ہاتھ سے روکنے کا معنی عام فرد کے لئے عملی جد و جہد ہی لی جاسکتی ہے؛ اور وہ بھی اس کی استطاعت کے مطابق۔

ہاتھ سے روکنے سے مراد اگر بزورِ طاقت روکنا ہی لیا جائے تو اس سے مراد قوتِ نافذہ یعنی حکومت اور حکومتی ادارے ہوں گے کیونکہ معاشرے سے برائی، ظلم اور نا انصافی کو ختم کرنا اور اچھائی اور عدل و انصاف کو رائج کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے، اور یہی اس کے قیام کا جواز بھی ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل ایمان کی یہ علامت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

الَّذِينَ اِنْ مَّكَّنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوْا الزَّكٰوةَ وَامَرُوا
بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَاللّٰهُ عَاقِبَةُ الْاُمُورِ (۱)

”(یہ اہل حق) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دے دیں (تو) وہ

نماز (کا نظام) قائم کریں اور زکوٰۃ کی ادائیگی (کا انتظام) کریں اور (پورے معاشرے میں نیکی اور) بھلائی کا حکم کریں اور (لوگوں کو) برائی سے روک دیں، اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔“

۳۔ ظلم و نا انصافی کے خلاف سیاسی و جمہوری جدوجہد

اسلام ایسے معاشرے کی تشکیل چاہتا ہے جو عدل و انصاف پر مبنی ہو، جس میں کوئی شخص قوت و طاقت، مال و دولت یا عہدہ و منصب کے بل بوتے پر دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ نہ ڈالے اور نہ ہی انہیں کسی حوالے سے اپنے ظلم و جبر کا نشانہ بنائے۔ اگر بعض افراد یا حکومت اس ظالمانہ کردار کی حامل ہو تو ان کے خلاف اپنی بساط کے مطابق آواز اٹھانا اور ان کے ظالمانہ و جابرانہ رویوں کو مہذب طریقے سے بے نقاب کرنا مسلمان کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ظالم کے ظلم کو اعلانیہ بے نقاب کرنے کا حکم دیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوِّءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلِمَ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا^(۱)

”اللہ کسی (کی) بری بات کا بآواز بلند (ظاہراً و علانیاً) کہنا پسند نہیں فرماتا سوائے اس کے جس پر ظلم ہوا ہو (اسے ظالم کا ظلم آشکار کرنے کی اجازت ہے)، اور اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔“

حدیث نبوی ﷺ میں متعدد مقامات پر ظلم و جبر اور نا انصافی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے اور اسے ہر ممکن جائز طریقے سے روکنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس حوالے سے چند احادیث ملاحظہ ہوں:

۱۔ ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کا اعلانیہ اظہار کرنا، جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔

امام ترمذی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْجِهَادِ كَلِمَةً عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ. ^(۱)

”سب سے بڑا جہاد، ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا ہے۔“

امام ابو داؤد کی بیان کردہ روایت میں سُلْطَانٍ جَائِرٍ (ظالم بادشاہ) کے بعد اُمِیرِ جَائِرٍ (ظالم حکمران) کے الفاظ بھی ہیں۔ ^(۲)

۲۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف کے باعث حق بات کو چھپانے سے بھی منع فرمایا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ایک طویل روایت میں بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا هَيْبَةُ النَّاسِ أَنْ يَقُولَ بِحَقِّ إِذَا عَلِمَهُ. ^(۳)

”کسی شخص کو لوگوں کا ڈر حق بات کہنے سے نہ روکے جبکہ اسے اس بات کا حق ہونا معلوم ہو۔“

۳۔ حضرت ہشیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قدرت رکھنے

(۱) ترمذی، السنن، أبواب الفتن، باب ما جاء أفضل الجهاد كلمة عدل

عند سلطان جائر، ۴: ۴۷۱، رقم: ۲۱۷۴

(۲) أبو داود، السنن، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهي، ۴: ۱۲۴، رقم:

۴۳۴۴

(۳) ۱۔ ترمذی، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء ما أخبر النبي أصحابه

بما هو كائن إلى يوم القيامة، ۴: ۴۸۳، رقم: ۲۱۹۱

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن

المنكر، ۲: ۱۳۲۸، رقم: ۴۰۰۷

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۵، رقم: ۱۱۰۳۰

کے باوجود برے کاموں سے منع نہ کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ قَوْمٍ يَعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي، ثُمَّ يَقْدِرُونَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوا، ثُمَّ لَا يُغَيِّرُوا إِلَّا يُوشِكُ أَنْ يَعْمَهُمُ اللَّهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ. (۱)

”جس قوم میں بھی برے کاموں کا ارتکاب کیا جائے، پھر لوگ ان برے کاموں کو روکنے پر قدرت رکھنے کے باوجود بھی نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب میں مبتلا کر دے۔“

۴۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عوام و خواص کے عذاب میں مبتلا ہونے کا سبب بیان کرتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُعَذِّبُ الْعَامَّةَ بِعَمَلِ الْخَاصَّةِ حَتَّى يَرَوْا الْمُنْكَرَ بَيْنَ ظَهْرَانِيهِمْ، وَهُمْ قَادِرُونَ عَلَى أَنْ يُنْكِرُوهُ فَلَا يُنْكِرُوهُ. فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَذَّبَ اللَّهُ الْخَاصَّةَ وَالْعَامَّةَ. (۲)

”بے شک اللہ تعالیٰ عوام کو خاص لوگوں کے برے اعمال کے سبب سے عذاب نہیں دیتا یہاں تک کہ وہ (عوام) اپنے درمیان برائی کو کھلے عام پائیں اور وہ

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب الملاحم، باب الأمر والنہی، ۴: ۱۲۲، رقم: ۴۳۳۸

۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر، ۲: ۱۳۲۹، رقم: ۴۰۰۹

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۶۴، رقم: ۱۹۲۵۰

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۹۲

۲۔ مالک، الموطأ، کتاب الکلام، باب ما جاء في عذاب العامة

بعمل الخاصة، ۲: ۹۹۱، رقم: ۱۷۹۹

۳۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۱۷: ۱۳۹

اس کو روکنے پر قادر ہونے کے باوجود نہ روکیں۔ پس جب وہ ایسا کرنے لگیں تو اللہ تعالیٰ سب خاص و عام لوگوں کو (بلا امتیاز) عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔“

۵۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے اپنے خطبہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو نظر انداز کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ تَقْرَءُونَ هَذِهِ آيَةَ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ ^(۱) وَإِنَّا سَمِعْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوْا الْمُنْكَرَ فَلَمْ يُنْكِرُوهُ أَوْشَكَ أَنْ يَعْمَهُمُ اللَّهُ بِعِقَابِهِ. ^(۲)

”اے لوگو! تم یہ آیت مبارکہ تو پڑھتے ہی ہو: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ (۱) و انا سَمِعْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوْا الْمُنْكَرَ فَلَمْ يُنْكِرُوهُ أَوْشَكَ أَنْ يَعْمَهُمُ اللَّهُ بِعِقَابِهِ۔ اور بے شک ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ جب برائی کو پہنچتے ہوئے دیکھیں اور اس کو نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے عذاب میں مبتلا کر دے۔“

۶۔ حضرت جریر ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے برائی کو روکنے کی قدرت رکھنے کے باوجود نہ روکنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُونُ فِي قَوْمٍ يَعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي يَقْدِرُونَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوا عَلَيْهِ فَلَا يَغَيِّرُوا إِلَّا أَصَابَهُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَمُوتُوا. ^(۳)

(۱) المائدة، ۵: ۱۰۵

(۲) احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲، رقم: ۱

(۳) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب الملاحم، باب الأمر والنہی، ۳: ۱۲۲،

”جو شخص بھی ایسی قوم میں رہتا ہو جس میں برے کام کئے جاتے ہوں اور لوگ ان کو روکنے کی قدرت رکھنے کے باوجود نہ روکتے ہوں تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کی موت سے قبل عذاب میں مبتلا کر دے گا۔“

۷۔ حضرت عبیدہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں خرابی اس لیے پختہ ہو گئی تھی کہ انہوں نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ ترک کر دیا تھا۔ فرمانِ رسول ﷺ ملاحظہ کریں:

إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَمَّا وَقَعَ فِيهِمُ النِّقْصُ كَانَ الرَّجُلُ يَرَى أَخَاهُ عَلَى الدَّنْبِ فَيَنْهَاهُ عَنْهُ. فَإِذَا كَانَ الْعَدُوُّ لَمْ يَمْنَعَهُ مَا رَأَى مِنْهُ أَنْ يَكُونَ أَكِيلَهُ وَشَرِيْبَهُ وَخَلِيْطَهُ. فَضْرَبَ اللَّهُ قُلُوبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ وَنَزَلَ فِيهِمُ الْقُرْآنُ. فَقَالَ: ﴿لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ﴾. ^(۱) فَقَرَأَ حَتَّى بَلَغَ: ﴿وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾. ^(۲) قَالَ: وَكَانَ نَبِيُّ اللَّهِ مُتَكِنًا فَجَلَسَ، فَقَالَ: لَا، حَتَّى تَأْخُذُوا عَلَى يَدِ الظَّالِمِ فَتَأْطُرُوهُ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا. ^(۳)

..... ۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنہی عن

المنکر، ۲: ۱۳۲۹، رقم: ۴۰۰۹

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۶۴

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۵۳۶، رقم: ۳۰۰

۵۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۲: ۳۳۲، رقم: ۲۳۸۲

(۱) المائدة، ۵: ۷۸

(۲) المائدة، ۵: ۸۱

(۳) ترمذی، السنن، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة المائدة، ۵: —

”جب بنی اسرائیل میں خرابی واقع ہوتی تو اس وقت ان میں سے بعض لوگ اپنے دوسرے بھائی کو گناہ کرتے دیکھ کر منع کرتے۔ لیکن جب دوسرا دن ہوتا تو اس خیال سے نہ روکتے کہ اس کے ساتھ کھانا پینا اور ہم مجلس ہونا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو باہم مخلوط کر دیا۔ ان کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی ہے: ﴿بنی اسرائیل میں سے جو کافر ہوئے ان پر داؤد (علیہ السلام) اور عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ اس لئے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گزر گئے تھے﴾۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت یہاں تک پڑھی: ﴿اور اگر وہ اللہ تعالیٰ اور نبی پر اور اس چیز پر جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے ایمان لاتے تو کافروں کو دوست نہ بناتے۔ لیکن ان میں سے اکثر نافرمان ہیں﴾۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضور نبی اکرم ﷺ تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ پس آپ ﷺ اٹھ بیٹھے اور فرمایا: تم بھی عذاب الہی سے اس وقت تک نجات نہیں پا سکتے جب تک کہ تم ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اُسے راہ راست پر نہ لے آؤ۔“

۸۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اہم فریضے کو نظر انداز کرنے اور ایک مثال کے ذریعے اس مہانت و چشم پوشی کے تباہ کن نتائج سے خبردار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

..... ۲۵۲، رقم: ۳۰۴۸

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الملاحم، باب الأمر والنہی، ۴: ۱۲۱، رقم: ۴۳۳۶

۳۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر، ۲: ۱۳۲۷، رقم: ۴۰۰۶

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۱۴۶، رقم: ۱۰۲۶۸

۵۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۱: ۱۶۶، رقم: ۵۱۹

مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِي حُدُودِ اللَّهِ وَالْوَاقِعِ فِيهَا مَثَلُ قَوْمٍ اسْتَهْمُوا سَفِينَةً فَصَارَ بَعْضُهُمْ فِي أَسْفَلِهَا وَصَارَ بَعْضُهُمْ فِي أَعْلَاهَا. فَكَانَ الَّذِي فِي أَسْفَلِهَا يَمُرُّونَ بِالْمَاءِ عَلَى الَّذِينَ فِي أَعْلَاهَا فَتَأْذُوهُ بِهِ. فَأَخَذَ فَأَسَا فَجَعَلَ يَنْقُرُ أَسْفَلَ السَّفِينَةِ. فَأَتَوْهُ فَقَالُوا: مَا لَكَ؟ قَالَ: تَأْذَيْتُمْ بِي وَلَا بَدَّ لِي مِنَ الْمَاءِ. فَإِنْ أَخَذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَنْجُوهُ وَنَجَّوْا أَنْفُسَهُمْ، وَإِنْ تَرَكُوهُ أَهْلَكُوهُ وَأَهْلَكُوا أَنْفُسَهُمْ. ^(۱)

”اللہ تعالیٰ کی حدود کے بارے میں نرمی برتنے والے اور ان میں مبتلا ہونے والے کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جنہوں نے کشتی میں (سفر کرنے کے سلسلے میں) قرعہ اندازی کی تو بعض کے حصے میں نیچے والا حصہ آیا اور بعض کے حصے میں اوپر والا۔ پس نیچے والوں کو پانی کے لیے اوپر والوں کے پاس سے گزرنا ہوتا تھا تو اس سے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ (چنانچہ اس خیال سے کہ اوپر کے لوگوں کو ان کے آنے جانے سے تکلیف ہوتی ہے) نیچے والوں میں سے ایک شخص نے کلباڑا لیا اور کشتی کے نچلے حصے میں سوراخ کرنے لگا۔ تو وہ اس کے پاس آئے اور کہا: تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا: تمہیں میری وجہ سے تکلیف ہوتی تھی اور پانی کے بغیر میرا گزارہ نہیں۔ پس اگر انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے بچا لیا تو خود بھی بچ گئے، اور اگر انہوں نے اسے چھوڑ دیا تو اسے بھی

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الشهادات، باب القرعة في المشكلات،

۲: ۹۵۳، رقم: ۲۵۴۰

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الفتن، باب ما جاء في تغيير المنكر باليد أو

باللسان أو بالقلب، ۴: ۴۷۰، رقم: ۲۱۷۳

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۷۰

۴۔ بزار، المسند، ۸: ۲۳۸، رقم: ۳۲۹۸

ہلاک کر دیا اور اپنے آپ کو بھی ہلاکت میں ڈال لیا۔“

سو معلوم ہوا کہ حکمرانوں کے ظلم و نا انصافی اور فسق و فجور کو بے نقاب کرنا اور اس کے خلاف آواز بلند کرنا مسلمان کی اہم ذمہ داری ہے مگر اس کا طریقہ پُر امن ہونا چاہیے، جو تشدد اور دہشت گردی کی جملہ شکلوں سے پاک ہو۔ موجودہ دور میں اس کی کئی صورتیں ممکن ہیں، مثلاً:

✽ آزادی اظہارِ رائے کا حق استعمال کرتے ہوئے ظلم کے خلاف ہر سطح پر آواز بلند کرنا۔

✽ کتب، لٹریچر اور اخبارات میں مضامین کے ذریعے ہر برائی اور ظلم کی مذمت اور اس کا جمہوری انداز سے مواخذہ کرنا۔

✽ احتجاجی مظاہروں اور پُر امن ریلیوں کی شکل میں ظلم و نا انصافی اور انسانی حقوق کی پامالی کے خلاف آواز بلند کرنا۔

✽ جمہوری و آئینی دائرے کے اندر رہ کر اجتماعات اور کانفرنسز منعقد کرنا۔

✽ تقریر و تحریر کے ذریعے اجتماعی شعور کو بیدار اور رائے عامہ کو ظلم و استحصال اور نا انصافی کے خلاف ہموار کرنا۔

✽ ان تمام مقاصد کے لئے تنظیم سازی اور جماعت سازی کرنا۔

✽ بہتری کے لئے حکومتوں کو آئینی و جمہوری طریقے سے بدلنے کی کوشش اور جماعتی سطح پر منظم پُر امن جدوجہد کرنا۔

بعض اوقات یہی کوششیں انفرادی، اجتماعی، تنظیمی اور جماعتی سطح پر فرائض کا درجہ بھی اختیار کر لیتی ہیں اور ان سے پہلو تہی گناہ اور عذابِ خداوندی کا باعث بن جاتی ہے۔

✽ اسی طرح ظلم و تشدد کے خاتمے، انسانی حقوق کی بحالی، بنیادی ضرورتوں کی فراہمی اور قانون کی بالادستی کے لئے پارلیمنٹ کے فلور پر آواز اٹھانا بھی اسلامی، آئینی اور

جمہوری طریقہ ہے جسے کوئی رو نہیں کر سکتا۔ سیاسی جماعت تشکیل دے کر انتخابی جد و جہد کرنا اور مختلف فورمز پر اپنا نقطہ نظر بیان کرنا اور ترویج و اشاعتِ اسلام کے لئے انفرادی، اجتماعی اور جماعتی سطح پر آئینی و جمہوری طریقے سے جد و جہد کرنا، یہ سب کچھ قرآن و سنت کی بنیادی روح کے عین مطابق ہے۔

باب نہم

دعوتِ فکر و اصلاح

جیسا کہ گذشتہ ابواب میں ہم بارہا ذکر کر چکے ہیں کہ اس وقت ملک عزیز پاکستان جس المناک صورت حال سے دوچار ہے اس نے ہر حساس دل کو بے چین اور ہر دردمند انسان کو پریشان کر رکھا ہے۔ گزشتہ کئی سالوں سے معصوم بچوں، بے گناہ عورتوں، ناتواں بوڑھوں اور مستقبل کے معمار نوجوانوں کا خون جس بے دردی سے بہایا جا رہا ہے اور نجی و قومی املاک کو جس وحشت و بربریت کے ساتھ تباہ کیا جا رہا ہے اس نے چنگیز اور ہلاکو کے مظالم کی داستانیں بھی بھلا دی ہیں۔

موجودہ قتل و غارت گری کو نہ تو جنگ کا نام دیا جاسکتا ہے اور نہ جہاد کا کیونکہ نہ صرف اسلام نے بلکہ آج کی متدن دنیا نے بھی جنگ کے کچھ اصول وضع کر رکھے ہیں جن میں سفاکی، بربریت اور پُر امن شہریوں پر اندھی بم باری کی قطعاً گنجائش نہیں، جب کہ اسلام نے تو جہاد کے ایسے زریں اصولوں سے دنیا کو روشناس کرایا ہے جن کی نظیر پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ وہ کیسے انسان ہیں جن کے دل انسانیت سے یکسر خالی ہو چکے ہیں اور انہیں کسی بین الاقوامی اصول اور قانون کی پروا نہیں رہی! یہ کیسے مسلمان ہیں جو نہ صرف اسلامی جہاد کی شرائط اور ضابطوں بلکہ اسلام کی جمیع تعلیمات کو پامال کرتے اور بے گناہ مسلمانوں کا خون بے دریغ بہاتے جا رہے ہیں لیکن خود کو ”مسلمان مجاہد“ کہلوانے پر مصر ہیں۔

موجودہ حالات میں اہل وطن چکی کے دو پاٹوں میں پُرس رہے ہیں۔ ایک طرف یہ انتہا پسند دہشت گرد ہیں جو مخالفین کا خون مباح قرار دے چکے ہیں۔ مساجد کو شہید کرنے، نمازیوں کے خون سے مساجد کے در و دیوار رنگنے، مزارات کی بے حرمتی کرنے اور انہیں شرک کے اڈے قرار دے مسمار کرنے میں مصروف ہیں۔ اپنے انتہا

پسندانہ نظریات کے باعث سرکاری اسکولوں کو غیر اسلامی تعلیم کے مراکز قرار دے کر انہیں گرانے اور اساتذہ کو قتل کرنے میں لگے ہیں۔ ۲۰۰۶ء سے ۲۰۰۹ء تک سینکڑوں اساتذہ اور طلباء کو قتل کر دیا گیا اور سینکڑوں سکولوں کو جلایا اور گرایا جا چکا ہے۔ حتیٰ کہ سرکاری عمارات اور پبلک مقامات پر خودکش حملوں کے نتیجے میں ہزار ہا سرکاری اہلکار اور بے گناہ شہری اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ اس وحشت و بربریت پر ہر محب وطن شہری کا دل فگار اور آنکھیں اشک بار ہیں۔

اس ظلم و ستم اور بربریت کی چکی کا دوسرا پاٹ وہ غیر ملکی طاقتیں ہیں جن کے میزائل دہشت گردوں اور پُر امن شہریوں میں فرق روا نہیں رکھتے۔ جہاں گرتے ہیں کئی گھروں کو راکھ کا ڈھیر بنا دیتے ہیں۔ ان میں بے شمار معصوم بچے، بے گناہ عورتیں اور بوڑھے بھی جل جاتے ہیں۔ اس سے مقامی لوگوں میں ان غیر ملکی طاقتوں کے خلاف شدید غم و غصہ کی لہر اور انتقام کے جذبات پیدا ہوتے ہیں جو آخر کار خودکش حملوں کا جواز بن جاتے ہیں اور ان کا نشانہ بھی یہی بے گناہ شہری ہی بنتے ہیں۔ یعنی دہشت گردی خواہ مقامی اور اندرونی ہو یا سامراجی اور عالمی، خون عامۃ الناس کا ہی بہتا ہے۔

درج بالا سطور میں موجودہ خوفناک صورت حال کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اب میں چند گزارشات مسئلے سے متعلق بعض طبقات کی خدمت میں بھی کرنا چاہتا ہوں تاکہ اصلاح احوال کی کوئی واضح صورت نظر آ سکے اور اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے ہم اس حساس اور مشکل صورت حال سے چھٹکارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔ اس سے میرا مقصود صرف حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی اُمت کی خیر و فلاح اور اسلام کے پیغام امن کو عام کرنا ہے۔ میں اسے ایک پاکیزہ فرض سمجھ کر ادا کر رہا ہوں۔ اُمت مسلمہ کی موجودہ صورت حال، اس کی زبوں حالی اور بے توقیری دیکھ کر میں سخت کرب و اضطراب کی کیفیت سے گزر رہا ہوں اور اصلاح احوال کے امکانات پر مسلسل غور و فکر کرتا رہا ہوں۔ جن طبقات سے غور و فکر کی درخواست ہے ان میں پہلا فریق حکومت اور اس کے

متعلقہ ادارے ہیں، دوسرا فریق وہ عالمی قوتیں ہیں جو بظاہر دہشت گردی کے خلاف برسرِ پیکار ہیں اور پاکستان ان کا فرنٹ لائن اتحادی ہے۔ میری درخواست کا تیسرا مخاطب طبقہ علماء و مشائخ ہے جن پر سب سے اہم دینی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ذیل میں بالترتیب ان تمام طبقات کی خدمت میں اخلاصِ قلب کے ساتھ دعوتِ فکر اور کلمہ ہائے نصیحت و اصلاح گوش گزار کر رہا ہوں۔

۱۔ اہل اقتدار کی توجہ کے لیے

سب سے پہلے میں چند باتیں پاکستان کے مقتدر اور پالیسی ساز اداروں سے کرنا چاہتا ہوں۔ میری دانست میں دہشت گردی کا خاتمہ محض برسرِ پیکار جنگجوؤں کے قتل اور گرفتاریوں سے نہیں ہوگا۔ یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب دہشت گرد باغی گروہوں میں تازہ افرادی قوت کی آمد اور داخلے کے تمام راستے کلیتاً مسدود کر دیئے جائیں گے۔ جس طرح تالاب کو خشک کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے اندر موجود پانی کو نکالنے کے ساتھ ساتھ تالاب میں نئے پانی کی آمد کے تمام راستے بھی بند کر دیئے جائیں ورنہ تالاب کبھی خشک نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح دہشت گردی کا مکمل خاتمہ باغی گروہوں میں افرادی قوت کی تازہ کمک روک کر ہی ممکن ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان برسرِ پیکار دہشت گردوں کو تازہ افرادی قوت کہاں سے ملتی ہے۔

۱۔ وہ نوعمر لڑکے اور نوجوان جن کے والدین فوجی کارروائی یا ڈرون حملوں میں مارے گئے ان میں شدید غم و غصہ اور انتقامی جذبات کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ انہیں ورغلا کر دہشت گرد اپنے مذموم مقاصد کی خاطر خود کش حملوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ حکومت کو چاہئے کہ پاک فوج جس علاقے کو کلیئر کرتی ہے وہاں کے یتیم اور بے سہارا بچوں کو اپنی تحویل میں لے کر ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا مناسب انتظام کرے۔ اس سے نہ صرف ان معصوم بچوں کے غموں اور دکھوں کا کسی حد تک مداوا ہوگا بلکہ حصولِ تعلیم کے بعد برسرِ روزگار ہو کر وہ امن پسند شہری بھی ثابت ہوں گے ورنہ وہ عسکریت پسندوں

کے ہتھے چڑھ کر خود کش بمبار یا فرقہ پرستوں کے اداروں میں جا کر انتہا پسند بن جائیں گے اور بعد ازاں وہی ترقی پا کر دہشت گردی کی منازل پر فائز ہوں گے۔

۲۔ بعض دینی اداروں اور مدارس میں طلباء کو دیگر مسالک کے خلاف نفرت، عدم رواداری اور انتہا پسندی پر مبنی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ میرے نزدیک بد قسمتی سے ہمارے سارے مسالک کسی نہ کسی حد تک اس مہلک مرض میں مبتلاء ہیں، وہ ایک دوسرے کو غیر مسلم اور گمراہ سمجھتے ہوئے معصوم ذہنوں میں نفرتوں کی آبیاری کرتے ہیں۔ نتیجتاً یہ لوگ تنگ نظری اور فکری مغالطوں کا شکار ہو کر اپنے علاوہ سب کو کافر، مشرک اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے لگتے ہیں۔ بلکہ بعض انتہا پسند تو اتنے متشدد ہو جاتے ہیں کہ وہ مخالفین کا خون بہانا نہ صرف جائز بلکہ واجب سمجھتے ہیں۔ یہیں سے شدت پسندی اور دہشت گردی پنپنے لگتی ہے جسے ایک دینی فریضہ (جہاد) سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے۔ اگر ان اداروں میں زیر تعلیم بعض طلباء کے قبائلی علاقوں میں واقع دہشت گردوں کے تربیتی کیمپوں میں جا کر تربیت لینے کی اطلاعات درست ہیں تو عسکریت پسندوں کے ساتھ ان کے شامل ہونے کے امکانات کو کیسے رد کیا جاسکتا ہے؟

ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت پاکستان سرکاری اساتذہ اور ائمہ اوقاف کے تربیتی کورسز کی طرح تمام دینی مدارس کے اساتذہ کے لئے بھی کورسز کا اہتمام کرے۔ اس کے لئے ماہرین علم اور اعتدال پسند علماء اور دانش وروں کی خدمات و تعاون حاصل کیا جائے۔ ان تربیت گاہوں میں مختلف مسالک کے علماء کے باہمی میل جول، تبادلہ خیال اور مذاکرات کے ذریعے جہاں غلط فہمیوں اور فکری مغالطوں کا ازالہ ہوگا وہاں ان میں تحمل و رواداری اور قلبی و نظری وسعت کو بھی فروغ ملے گا اور ان کا ذہنی افق بھی وسیع ہوگا۔ دینی اداروں کے ان اساتذہ کرام کے مثبت رویوں کا ان شاء اللہ ان کے تلامذہ پر بھی اثر ہوگا اور وہ تنگ نظری و انتہا پسندی کے خول سے باہر نکل سکیں گے۔

یہاں اس امر پر بھی توجہ ضروری ہے کہ انتہاء پسندی اور دہشت گردی کے فروغ

میں ایسی کتب، رسائل، کیسٹس اور CDs و DVDs بھی بڑا اہم کردار ادا کر رہی ہیں جو مختلف اشاعتی اداروں کی طرف سے مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ تمام شہروں خصوصاً پشاور، راولپنڈی، لاہور، کراچی اور کوئٹہ میں ایسی کیسٹس اور CDs و DVDs سستے داموں دستیاب ہیں جو مختلف ریاستی اداروں کے خلاف نفرت انگیز مواد پر مبنی ہیں اور جن میں دوسرے مسلمانوں کے نظریات کے خلاف بھی انتہائی اشتعال انگیزی پائی جاتی ہے اور کفر و شرک کے فتوے اور منافرت پیدا کرنے والی تعلیمات ہیں۔ حکومت کو ایسی کتب، رسائل، کیسٹس اور CDs و DVDs کو ضبط کر لینا چاہئے اور ان کی اشاعت اور خرید و فروخت پر مؤثر پابندی عائد کر دینی چاہئے۔

۳۔ سرورِ دوعالم ﷺ کا فرمان ہے: كَاذَ الْفَقْرُ اَنْ يَكُوْنَ كُفْرًا یعنی غربت و افلاس انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔^(۱) پاکستان میں حضور نبی اکرم ﷺ کے اس قول مبارک کے عملی مظاہر ہر طرف نظر آتے ہیں۔ غربت و افلاس کے ستارے لوگ اپنے پیارے بچوں کو بیچنے اور رہن رکھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ بعض ظالمانہ کھیلوں میں چند روپوں کے عوض غریب لوگ اپنے دل کے ٹکڑوں کو بیچ دیتے ہیں۔ ان معصوم بچوں پر وہاں جو گزرتی ہے اس کے تصور سے ہی ہر صاحبِ اولاد کا کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ غربت اور معاشی بدحالی کی بڑھتی ہوئی شرح نے انتہا پسندی اور دہشت گردی کو پھلنے پھولنے کے لئے سازگار فضا فراہم کی ہے۔ دہشت گرد جانتے ہیں کہ جو لوگ غربت و افلاس کے ہاتھوں تنگ آ کر خودکشی کے ذریعے اپنی جان لے سکتے ہیں، انہیں چند ٹکوں کے عوض دوسروں کی جان لینے پر بھی آمادہ کیا جاسکتا ہے۔

یوں تو پاکستان بھر میں غربت اور بے روزگاری کے عفریت نے بچے گاڑ رکھے ہیں لیکن شمالی علاقہ جات اور جنوبی پنجاب میں اس عفریت نے عوام کا جینا دو بھر کر دیا

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۲۶۷، رقم: ۲۶۱۲

۲۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۱: ۳۲۲، رقم: ۵۸۶

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دہشت گردوں کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے ان علاقوں سے افرادی قوت بڑی آسانی سے دستیاب ہو جاتی ہے۔ نیز ان علاقوں کی غریب اکثریت بچوں کی پرورش، فیسوں اور تعلیمی اخراجات کی استطاعت نہ رکھنے کی وجہ سے انہیں سکولوں اور کالجوں کی بجائے دینی مدارس میں داخل کرا دیتی ہے۔ جہاں انہیں مفت دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ بعض مدارس میں انتہا پسندی، فرقہ پرستی اور تنگ نظری کی تعلیم بھی ملتی ہے جس کے نتیجے میں کئی طلباء میں عسکریت پسندی کا رجحان زور پکڑ لیتا ہے۔

حکومت کو ان پسماندہ علاقوں کی معاشی ترقی کے لئے مؤثر اقدامات کرنے چاہئیں۔ وہاں انڈسٹریل زون بنائے جائیں تاکہ غریبوں کو روزگار کے لئے دور دراز شہروں میں نہ جانا پڑے، انہیں وہیں روزگار میسر آ سکے اور وہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی خود نگرانی کر کے انہیں عسکریت پسندوں سے بچاسکیں۔

حکومت کے لئے آخری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ پاکستان کے پالیسی ساز ادارے یہ فیصلہ کریں کہ اس جنگ کے بعد آیا یہی ”یک جہت پالیسی“ دائماً برقرار رہے گی یا پھر سے ”دو جہتی پالیسی“ کا آغاز ہو جائے گا۔ اگر مؤثر حکومتی ادارے ماضی میں دہشت گردوں کی بالواسطہ یا خفیہ پرورش نہ کرتے تو وہ آج اژدھا کا روپ نہ دھار سکتے۔ وہ اس مقام پر اچانک اور خود بخود نہیں پہنچ گئے۔ وہ اس بھیانک، خطرناک اور طاقت ور حیثیت کے ساتھ ابھرنے تک اپنے پیچھے کئی دہائیوں کی تاریخ رکھتے ہیں۔ پودا یک لخت تناور درخت نہیں بن جاتا، اس کی ابتداء بیج سے ہوتی ہے، مالی اس کی نشو و نما کا سامان کرتا ہے اور اسے رفتہ رفتہ بڑے درخت کی شکل تک لے آتا ہے۔ اگر آپ آئندہ ملک و قوم اور انسانیت کو اس اذیت ناک عذاب سے نجات دلانا چاہتے ہیں اور سوسائٹی کو دائمی امن دینا چاہتے ہیں تو خدا را ”بیج فروشوں“ کا خاتمہ کیجئے، دہشت گردی کے پودوں کے لئے پانی اور کھاد وغیرہ کی فراہمی بند کیجئے، مالیوں کی تقرریاں اور ترقیاں ختم کر دیجئے اور نیک نیتی کے ساتھ اس قوم کی آئندہ نسلوں پر رحم فرمائیے! یہ بات کوئی

بھی ذی شعور تسلیم نہیں کر سکتا کہ گزشتہ کئی دہائیوں سے انتہاء پسندی سے دہشت گردی تک پرورش پانے والا یہ فتنہ حکومتی اداروں کی ”آگاہی و رضامندی“ اور ”شفقت و عنایت“ کے بغیر اس قدر قوت و طاقت کا حامل بن گیا ہے۔ اس سلسلے میں ”موثر اور طاقت ور اداروں“ کو اپنی آستنیوں میں چھپے سانپوں کا بھی جائزہ لینا ہوگا اور دہشت گردوں کے سرکاری مخبروں اور خفیہ محسنوں کے لئے بھی کوئی واضح پالیسی بنانا ہوگی۔ اگر ان خطوط پر کوئی ٹھوس اور موثر کام نہ ہوا تو پھر یہ جنگ، ایک رُخ میں تو جنگ رہے گی اور دوسرے رُخ میں ڈرامہ۔ کیونکہ طریقہ یہ رہا ہے کہ پہلے ”انہیں پیدا کرنا، پھر پالنا، حسب ضرورت کام لینا اور جب مالک کو کاٹنے لگیں تو مار دینا، اور پھر اسی عمل کا دوبارہ اجراء اور ارتقاء جاری رکھنا۔“ اُمید ہے کہ آئندہ ”چوہے بلی“ کا کھیل ختم ہوگا۔

۲۔ عالمی طاقتوں کے لئے

اب میرا روئے سخن ان عالمی طاقتوں کی طرف ہے جن کے خیال میں پاکستان کی سرزمین دہشت گردی کا اڈا بن چکی ہے اور دنیا بھر میں دہشت گردی پھیلانے والوں کو یہاں سے تربیت اور گائیڈ لائن ملتی ہے۔ لہذا وہ عالمی امن کے لئے پاکستان میں ان کی پناہ گاہوں کو ختم کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس کے لئے جہاں وہ حکومت پاکستان پر دہشت گردوں کے خلاف آپریشن جاری رکھنے کے لئے do more کہہ کر مسلسل دباؤ ڈالتی رہتی ہیں وہاں وہ خود بھی گاہے بگاہے، ڈرون طیاروں کے ذریعہ بم باری کر کے اپنی دانست میں دہشت گردوں کا صفایا کر رہی ہیں۔ ایک نقطہ نظر یہ بھی ہے کہ ان کی براہ راست کارروائیوں سے دہشت گردی کو مزید فروغ اور انتہا پسندوں کو مزید تقویت مل رہی ہے۔ ایک وقت تھا کہ مفسدین کو دہشت گردی کے لئے افرادی قوت بڑی مشکل سے ملتی تھی لیکن اب ہزاروں افراد اس کام کے لئے میسر ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ایک مکان پر بمباری سے مزید کئی مکانات بھی تباہ ہو جاتے ہیں جس میں بے گناہ ہلاک ہونے والوں کی تعداد گنتی سے باہر ہے۔ بے گناہ لوگ جو پل بھر میں بے گھر اور بے آسرا ہو جاتے ہیں

اور ان کے عزیز و اقارب موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں تو ان کے دل و دماغ میں اٹھنے والے انتقام کے شعلے انہیں بعض اوقات ان گروہوں کی طرف دھکیل دیتے ہیں جو بزمِ خویش ”جہاد“ کے نام پر دہشت گردی اور فساد کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں۔ مستزاد یہ کہ ان ڈرون حملوں سے ذہنوں میں پاکستان کی خود مختاری کی پامالی کا خیال بھی ابھرتا ہے جس سے ان لوگوں میں عالمی طاقتوں کے خلاف نفرت بڑھتی ہے اور دہشت گردوں کو ایسے لوگوں کی مزید ہمدردی ملتی چلی جاتی ہے۔

لہذا اگر دہشت گردی کے خاتمے کے لیے کام کرنے والے ممالک خلوصِ دل سے دہشت گردی کا خاتمہ چاہتے ہیں تو کسی بھی ملک پر براہِ راست کارروائی کرنے کی بجائے دہشت گردی سے نبٹنے کے لئے اُس ریاست کی فوج اور سیکیورٹی اداروں پر اعتماد کریں اور انہیں ہر لحاظ سے مضبوط اور مستعد کریں اور معلومات فراہم کریں۔ اس طرح عوام بھی دہشت گردوں کے خلاف یکسو ہو جائیں گے اور انہیں کسی جانب سے بھی ہمدردی میسر نہیں ہوگی۔

۳۔ وارثانِ منبر و محراب سے گزارش

اس وقت وطنِ عزیز ایک آتش فشاں کے دہانے پر ہے۔ جو لوگ ان آتشیں شعلوں کی زد میں ہیں وہ آخرت کو سدھار رہے ہیں، جو بچ رہے ہیں جیتے جی مر رہے ہیں۔ شہرِ شہر اور قریہ قریہ کربلا کا منظر ہے۔ لوگ اپنے معصوم بچوں، بے گناہ عورتوں اور مردوں کے لاشے اٹھا اٹھا کر تھک چکے ہیں۔ ان کی نیندیں اڑ چکیں، ان کے کھانے بے لذت ہو گئے کہ جلتے جسموں کے مناظر اور پیاروں کی چیخ و پکار ان کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ جن پر بیتی ان سے پوچھیں یا جنہوں نے دیکھا ان سے سنیں۔ کتنا بڑا المیہ ہے کہ یہ سب کچھ دینِ اسلام کے نام پر ہو رہا ہے۔ وہ دین جس کا معنی ہی امن و سلامتی ہے۔ وہ دین جس کا پیغام حیات بخش ہے نہ کہ حیات کش، جو دکھ درد بانٹنے کا درس دیتا ہے نہ کہ سکھ چین چھین لینے کا، جو کشتِ انسانیت میں محبتوں کے پھول اُگانے کی بات کرتا ہے نہ کہ

نفرتوں کے کانٹے بچھانے کی۔

تو پھر ہمارے گرد و پیش یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ نفرتوں کے پجاری اور موت کے سوداگر کہاں سے آگئے؟ یہ کس دین کے ماننے والے ہیں؟ ان کے استاد اور رہبر کون ہیں؟ کن لوگوں نے اس راہ سے انہیں جنت کا دروازہ دکھایا؟ کیا یہ اصحابِ دانش و بینش اور وارثانِ منبر و محراب کے سوچنے کی بات نہیں؟ انہیں مسندِ رسول ﷺ کے وارث ہونے کا دعویٰ ہے۔ وہی تو حاملینِ دعوتِ دینِ متین ہیں۔ وہی معلم ہیں اور وہی مبلغ۔ مدارس بھی ان کے، مساجد بھی ان کی اور تبلیغی مراکز بھی ان کے۔ جب کہ ایوانِ ہائے اقتدار میں بھی ان کی خصوصی نمائندگی ہے۔ پھر ان کے ہوتے ہوئے وہ کون لوگ ہیں جو ان علماء کو بائیں پاس کر کے دین کے نام پر نو جوانوں کو انتہا پسندی اور دہشت گردی کا سبق دے رہے ہیں؟ اسے جہاد سمجھتے ہوئے اپنے ہم وطن بے قصور شہریوں کو بے دریغ قتل کر رہے ہیں۔ جب دین کے سارے تربیتی، دعوتی اور تعلیمی شعبے علماء کرام کے زیر اثر ہیں تو ان باغیوں اور جنونیوں کو جنت کی ”مخصوص تجارت“ پر کس نے لگا دیا ہے؟

ایسے سوالات جب عوام کی طرف سے اٹھتے ہیں تو ہمارا دینی حلقہ فوراً امریکہ کا نام لے دیتا ہے لیکن لوگ مطمئن نہیں ہوتے۔ وہ پوچھتے ہیں امریکہ کی مداخلت تو 9/11 کے بعد ہوئی، وہ بھی عراق اور افغانستان میں۔ پاکستان میں تو گزشتہ کئی دہائیوں سے ایک دوسرے کی مساجد اور بطورِ خاص امام بارگاہوں پر حملے ہوتے تھے۔ نمازیوں پر بموں اور گولیوں کی بارش جاری تھی۔ ایک دوسرے کے علماء کو قتل کیا جاتا تھا۔ بعد ازاں فقط سمت اور ہدف بدل گیا۔ عمل اور ذہنیت وہی ہے جو آج سے تیس (۳۰) سال قبل (۱۹۸۰ء) سے چلی آرہی ہے۔

اگر یہ سب کچھ غیر ملکی عناصر کر رہے ہیں تو بھی وہ خود تو جیکشس پہن کر خود کش حملے نہیں کرتے۔ جتنے لوگ پکڑے گئے اور ان سے خود کش جیکشس برآمد ہوئیں وہ زیادہ تر پاکستانی تھے اور اسلام کے دعوے دار بھی۔ ان کے چہرے مہرے اور وضع قطع بھی دین دار

لوگوں کی طرح تھی اور جہاد کی آیتیں اور حدیثیں بھی ان کے وردِ زبان تھیں۔

دور نہ جاییے حال ہی میں صوبہ سرحد کے بعض علاقوں میں اولیاء و صالحین کے مزارات کو بموں اور راکٹوں سے تباہ کس نے کیا؟ ایک مخصوص FM ریڈیو پر اعلانات کئے گئے کہ ہم شرک کے ان اڈوں کو جلد ہی ملیا میٹ کر دیں گے، اور پھر انہوں نے دھمکی پر عمل بھی کر دکھایا۔ درندگی کی انتہا یہ کہ لاشوں کی بے حرمتی کی گئی، انہیں درختوں پر لٹکایا گیا۔ بعض روحانی خانوادوں کے افراد کو چن چن کر بے دردی سے شہید کیا گیا۔ کس کس کو گنوایا جائے؟ ان ظالموں کی ستم رانیوں کی فہرست بڑی طویل ہے۔ اب خوف کی ایسی فضا قائم کر دی گئی ہے کہ بہت سے روحانی خانوادے آبائی خانقاہیں چھوڑ کر پشاور، اسلام آباد، راولپنڈی اور لاہور شفٹ ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا عقیدہ رکھنے والوں، اللہ و رسول ﷺ کی محبت کا دم بھرنے والوں اور ذکر الہی سے زبانیں تر اور آنکھیں نم رکھنے والوں پر شرک کا فتویٰ لگا کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کرنا کون سا جہاد ہے؟

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جہاد کے نام پر تخریب کاری اور دہشت گردی کے لئے فکری غذا کہاں سے مہیا کی جاتی رہی ہے؟ فرقہ پرستی سے انتہا پسندی اور انتہا پسندی سے دہشت گردی اور خون ریزی تک کے فاصلے بہت زیادہ طویل نہیں ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس سفر کو طے کرنے کے لئے تیاری کہاں ہوتی رہی ہے؟

ہمارے ہاں انتہا پسندی کے سفر کی ابتداء یہ تھی کہ دوسرے مسالک کے لوگوں کو کافر و مشرک قرار دیا جائے۔ پھر اپنے مسلک کے جابرانہ غلبے کی خواہش نے انہیں اسلام کے اجتماعی مفاد اور تحفظ سے یکسر غافل کر دیا۔ وہ اپنے مسلک اور عقائد کے غلبے کو ہی اسلام کے غلبے سے تعبیر کرنے لگے اور اس کی راہ میں حائل ہونے والے ہر عقیدے اور مسلک کو فتویٰ کی مشینوں اور اسلحہ کے زور سے ختم کرنے میں لگ گئے۔ یہی سوچ اور عمل بڑھتے بڑھتے دہشت گردی پر جا کر منتج ہوا۔ طرزِ فکر و عمل وہی تھا، مگر نئے حالات میں سمت اور اہداف بدل گئے۔ اس وقت مفسدین کی مسلح آویزش، انتہا پسندی اور دہشت

گردی نے اسلام کے تحفظ اور ملتِ اسلامیہ کی سلامتی کو معرضِ خطر میں ڈال دیا ہے۔ خدا نہ کرے کہ فتنہ تاتار اور زوالِ بغداد کی تاریخ پھر دہرائی جائے۔ آج ہنستے ہنستے ملکوں اور شہروں کے کھنڈرات اور اُجڑی ویران بستیاں، بے گھر اور لٹے پٹے ملین زبانِ حال سے پکار رہے ہیں:

دیکھو مجھے جو دیدہٴ عبرت نگاہ ہو
میری سنو جو گوشِ حقیقت نبوش ہو

اسلامی دنیا اور خصوصاً پاکستان میں بعض انتہا پسند اور فتنہ گردوں کے خروج اور ان کی دہشت گردانہ کارروائیوں نے دنیا بھر میں فروغِ اسلام کی تحریک کو زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ فرقہ پرستوں، انتہا پسندوں اور دہشت گردوں نے ساری امیدیں خاک میں ملا دیں۔ ایک وقت تھا کہ یورپ کے غیر متعصب اور سنجیدہ فکر طبقات اسلام کے مطالعے کی طرف راغب ہو رہے تھے۔ وہ مسلمان علماء کے پاس بیٹھنے اور کچھ سمجھنے کے متنی نظر آتے تھے۔ ان کی پیاس اسلام کے سوا کہیں اور سے بجھتی نظر نہیں آتی تھی۔ چنانچہ بے شمار لوگ گذشتہ صدی میں مشرف بہ اسلام ہوئے لیکن اب تصور اور نقشہ یکسر بدل چکا ہے۔

اے وارثانِ منبر و محراب! موجودہ صدی میں دعوتِ دین اور فروغِ اسلام کے جس قدر وسیع امکانات، سازگار ماحول اور وسائل، قدرت نے آپ کو عطا کر دیئے ہیں اس کی نظیر مسلمانوں کی گذشتہ چودہ سو سالہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ دنیا global village بن چکی ہے، زمینی فاصلے سمٹ گئے ہیں۔ لیکن افسوس! بعض عاقبت نااندیشوں کی موجودہ انتہا پسندانہ روش اور شدت پسندی نے مسلمانوں اور دیگر اقوام کے درمیان فاصلے بڑھا دیئے ہیں۔ جس کے نتیجے میں اشاعت و فروغِ اسلام کے مواقع محدود سے محدود تر ہوتے جا رہے ہیں۔

خدا را! وقت کے تقاضوں کو سمجھنے اور انتہا پسندانہ فکر و عمل رکھنے والوں کی اصلاح کے لئے سب مل کر اجتماعی کاوشیں بروئے کار لائیے۔ انہیں راہِ راست پر لانے کے لئے

اپنا فرض منصبی بلا امتیاز ادا کیجئے، اٹھئے! کچھ کیجئے ورنہ وقت تیزی کے ساتھ گرفت سے نکلتا جا رہا ہے۔

اہل خانقاہ سے التماسِ توجہ

بے دینی، اخلاقی بے راہ روی اور ہوس زر نے پہلے ہی معاشرے کو مضطرب کر رکھا تھا؛ اب فرقہ پرستی، انتہا پسندی اور دہشت گردی نے اس کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ یوں تو معاشرے کے تمام ادارے شکست و ریخت کا شکار ہیں لیکن خانقاہوں اور ان سے وابستہ افراد کو دہشت گرد فرقہ پرستوں کی طرف سے جس جارحیت اور بربریت کا سامنا ہے اس سے پورا خانقاہی نظام ہی معرض خطر میں نظر آ رہا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ پہلے بھی اسلام اور مسلمانوں پر بڑے کٹھن دور آتے رہے لیکن یہ صوفیاء اسلام ہی تھے جن کے نظام فکر و عمل نے دور انحطاط میں بھی مسلم معاشرہ کی راہ میں چنگاریوں کو بجھنے سے بچائے رکھا اور جس کا اعتراف غیر مسلموں نے بھی بارہا کیا۔ مشہور مستشرق A. R. Gibb نے آکسفورڈ یونیورسٹی میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

”تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہو سکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف اور صوفیاء کا انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آ جاتا تھا اور اس کو اتنی توانائی اور قوت بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔“

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ صوفیاء نے شکست و ریخت کی آندھیوں میں بھی خانقاہوں کی اوٹ میں اپنے مضبوط کردار اور توفیقِ الہی کے ساتھ پیغامِ رسالت کی شمع جلائے رکھی۔ وہ نہایت حوصلے، صبر اور سکون سے کفر کی تہذیب کے سامنے بند باندھے اسلامی تہذیب و افکار کو اگلی نسلوں تک منتقل کرتے رہے۔ لیکن اب صورت حال بالکل مختلف ہو گئی ہے۔ اب خانقاہی نظام کی چولیس ڈھیلی ہوتی نظر آ رہی ہیں بلکہ اس کا وجود ہی منتشر ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ اس ادبار و انحطاط اور بے وقعتی کی بنیادی وجہ میری

دانست میں یہ ہے کہ موجودہ خانقاہی ماحول میں متقدمین صوفیاء کا وہ مثالی اخلاق و کردار نظر نہیں آ رہا جس سے ماحول جگمگاتا اور بدی کے اندھیرے چھٹتے تھے۔ سلف صالحین کے ادوار میں خانقاہیں رُشد و ہدایت کا مرکز تھیں اور وہاں لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہوتی تھی، وہاں غریب اور پسے ہوئے طبقات کی پناہ گاہیں بھی تھیں، وہاں ان کی دل جوئی، غم خواری اور دکھ بانٹنے کے پورے سامان ہوتے تھے۔ تب خانقاہیں عوامی لنگر خانے بھی تھیں جہاں دولقموں کو ترسنے والے پیٹ بھر کر کھاتے۔ وہ ایسے شفا خانے تھے جہاں بیماروں کو دعا کے ساتھ دوا بھی میسر آتی۔ وہاں نہ صرف ذکر سے سکونِ قلب کا سامان ہوتا بلکہ قرآن و سنت اور سلوک و تصوف کی تعلیم سے عقل و فکر اور قلب و روح کو چلا بھی ملتی تھی۔ غریبوں کے بچوں کو لباس، خوراک اور رہائش کے ساتھ ساتھ علم و اخلاق کے زیور سے آراستہ کرنے کا بھی مکمل انتظام ہوتا تھا۔ تب خانقاہ ایک ہمہ گیر فلاحی ادارہ تھی۔

بڑے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ خانقاہ کا وہ روحانی، فلاحی، تعلیمی اور تربیتی کردار فراموش کر دیا گیا ہے۔ اب تو لوگوں کا تعلق خانقاہ سے دعا، تعویذ، نذرانہ اور نذر و نیاز تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ بے شمار خانقاہوں کے در و دیوار قَالَ اللہُ وَقَالَ الرَّسُولُ ﷺ کی آوازوں کو ترس گئے ہیں۔ رُشد و ہدایت اور تعلیم و تعلم کی مسندیں ویران ہو گئیں کہ خانقاہ نشینوں کے مشاغل اور ترجیحات بدل گئیں۔ غریبوں، مجبوروں اور بے کسوں کے لئے دستِ شفقت و تعاون بڑھانے والے بڑے شہروں کی کوٹھیوں اور شاہی ایوانوں میں جا بسے۔ خانقاہ سے لوگوں کی اُمیدیں ٹوٹیں تو وہ لوگ اپنے قریبی شہروں اور دیہاتوں میں قائم ہونے والے دینی مدارس میں اپنے بچوں کو داخل کرانے پر مجبور ہو گئے، جہاں ان کے بچوں کو لباس، خوراک اور تعلیم کے ساتھ وظائف بھی ملتے ہیں اور انہیں ان کے فلاحی اداروں سے کپڑا اور مالی امداد بھی۔ وہ خوش ہیں کہ یہ ادارے ان کا معاشی بوجھ بانٹتے ہیں اور ان کے بچوں کو تعلیم بھی دیتے ہیں۔ انہیں اس سے غرض نہیں کہ وہ کیسی تعلیم دیتے ہیں اور انہیں کیا بناتے ہیں۔ وہ اُن اداروں کو اپنا محسن سمجھتے ہوئے ان کی ہر بات ماننے کے لئے تیار ہیں۔

خانقاہ کے مقدس ادارے سے وابستہ تمام اہل فکر و دانش کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ انہیں یہ سوچنا ہے کہ قوم کو موجودہ خطرناک صورت حال تک پہنچانے میں خود ان کا اپنا کتنا کردار رہے۔ دوسروں پر الزام دھرنے کی بجائے اپنے حصے کی کوتاہیوں اور غلطیوں کے ادراک، اعتراف اور ان کی تلافی وقت کا تقاضا ہے اور اسی میں خانقاہی نظام کی بقا کا راز بھی مضمر ہے۔ انہیں خود کو اپنے اسلاف کے اخلاق و اوصاف سے مزین کر کے خانقاہوں کے تعلیمی، تربیتی اور فلاحی کردار کا احیاء کرنا ہوگا۔ اس کارِ خیر کے لئے ان کے پاس نہ وسائل کی کمی ہے اور نہ جوہرِ قابل کی۔ بس احساسِ زیاں، عزمِ راسخ اور قوتِ عمل کی ضرورت ہے۔

اُٹھ کہ خورشید کا سامان سفر تازہ کریں
نفسِ سوختہٗ شام و سحر تازہ کریں
(اقبال)

مآخذ ومراجع

١- القرآن الحكيم-

(٢) تفسير القرآن

- ٢- طبري، ابو جعفر محمد بن جرير بن يزيد بن خالد (٢٢٣-٣١٠هـ/ ٨٣٩-٩٢٣ع)-
جامع البيان في تفسير القرآن- بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٤٠٥هـ-
- ٣- ابن ابي حاتم، ابو محمد عبد الرحمن بن محمد ادريس رازي (٢٢٠-٣٢٤هـ/ ٨٥٢-٩٣٨ع)- تفسير القرآن العظيم- صيدا، لبنان: المكتبة العصرية-
- ٣- ماتريدي، ابو منصور محمد بن محمد بن محمود (م ٣٣٣هـ)- تفسير القرآن العظيم
المسمى تأويلات أهل السنة- بيروت، لبنان: مؤسسة الرسالة، ١٤٢٥هـ/
٢٠٠٢ع-
- ٥- نحاس، ابو جعفر احمد بن محمد بن اسماعيل (م ٣٣٨هـ)- معاني القرآن
الكريم- مكة المكرمة، سعودى عرب: جامعه ام القرى، ١٤٠٩هـ-
- ٦- جصاص، ابو بكر احمد بن على رازي (٣٠٥-٣٤٠هـ)- أحكام القرآن- بيروت،
لبنان: دار احياء التراث، ١٤٠٥هـ-
- ٤- سمرقدي، ابو الليث نصر بن محمد بن ابراهيم حنفي (٣٣٣-٣٤٣هـ)- بحر
العلوم (تفسير السمرقندي)- بيروت، لبنان: دار الفكر-
- ٨- بغوي، ابو محمد حسين بن مسعود بن محمد الفراء (٣٣٦-٥١٦هـ/ ١٠٢٢-١١٢٢ع)-
معالم التنزيل- بيروت، لبنان: دارالمعرفه، ١٤٠٤هـ/ ١٩٨٤ع

- ۹۔ زمخشری، جلال اللہ ابو القاسم محمود بن عمر بن محمد خوارزمی (۲۶۷-۵۳۸ھ)۔
الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث۔
- ۱۰۔ رازی، فخر الدین محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی تمیمی شافعی، (۵۴۴-۶۰۴ھ)۔ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ۔
- ۱۱۔ قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابو بکر بن فرح (۶۷۱ھ)۔ الجامع لأحكام القرآن والمبین لما تضمن من السنة وآي الفرقان۔ قاہرہ، مصر: دار الشعب، ۱۳۷۲ھ۔
- ۱۲۔ خازن، علی بن محمد بن ابراہیم بن عمر بن خلیل (۶۷۸-۷۴۱ھ/۱۲۷۹-۱۳۴۰ء)۔ لباب التأویل فی معانی التنزیل۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔
- ۱۳۔ ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصری (۷۰۱-۷۷۴ھ/۱۳۰۱-۱۳۷۳ء)۔ تفسیر القرآن العظیم۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۱ھ۔
- ۱۴۔ ابن عادل، ابو حفص سراج الدین عمر بن علی بن عادل دمشقی حنبلی۔ اللباب فی علوم الکتاب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء۔
- ۱۵۔ سیوطی، محلی، جلال الدین محمد بن احمد المحلی (م ۸۶۴ھ)۔ جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمن بن ابی بکر بن محمد سیوطی (۸۳۹-۹۱۱ھ/۱۴۳۵-۱۵۰۵ء)۔ تفسیر الجلالین۔ بیروت، لبنان: دار ابن کثیر، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء۔
- ۱۶۔ سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۳۹-۹۱۱ھ/۱۴۳۵-۱۵۰۵ء)۔ الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۳ء۔

- ۱۷- قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۱۲۲۵ھ)۔ التفسیر المظہری۔ کوئٹہ، پاکستان: بلوچستان بک ڈپو۔

(۳) الحدیث

- ۱۸- بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/۸۱۰-۸۷۰ء)۔ الصحيح۔ بیروت، لبنان: دار ابن کثیر، الیمامہ، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء
- ۱۹- مسلم، ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن وردقشیری نیشاپوری (۲۰۶-۲۶۱ھ/۸۷۵-۸۸۲ء)۔ الصحيح۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔
- ۲۰- ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک (۲۰۹-۲۷۹ھ/۸۲۵-۸۹۲ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔
- ۲۱- نسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی (۲۱۵-۳۰۳ھ/۸۳۰-۹۱۵ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء+ حلب، شام: مکتب المطبوعات الاسلامیہ، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء۔
- ۲۲- نسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی (۲۱۵-۳۰۳ھ/۸۳۰-۹۱۵ء)۔ السنن الکبریٰ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔
- ۲۳- ابو داؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (۲۰۲-۲۷۵ھ/۸۱۷-۸۸۹ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء
- ۲۴- ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۷-۲۷۵ھ/۸۲۴-۸۸۷ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔
- ۲۵- ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ بن احمد اصہبانی (۳۳۶-۴۳۰ھ/۹۴۸-۱۰۳۸ء)۔ مسند الإمام أبي حنيفة - ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الکوث، ۱۴۱۵ھ۔
- ۲۶- مالک، ابن انس بن مالک رحمہ اللہ بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (۹۳-۱۷۹ھ/۶۷۲-۷۴۱ء)۔

- ۱۷۹ھ/ (۷۹۵-۷۱۲ء)۔ الموطأ۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۲۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔
- ۲۷۔ شافعی، ابو عبد اللہ محمد بن ادريس بن عباس بن عثمان بن شافع قرشی (۱۵۰-۲۰۴ھ/ ۷۶۷-۸۱۹ء)۔ المسند۔ بیروت لبنان: دار الکتب العلمیہ۔
- ۲۸۔ احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ شیبانی (۱۶۴-۲۴۱ھ/ ۷۸۰-۸۵۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی للطباعة والنشر، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۸۷ء۔
- ۲۹۔ احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ شیبانی (۱۶۴-۲۴۱ھ/ ۷۸۰-۸۵۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: مؤسسة الرسالة، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء۔
- ۳۰۔ احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴-۲۴۱ھ/ ۷۸۰-۸۵۵ء)۔ فضائل الصحابة۔ بیروت، لبنان: مؤسسة الرسالة، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء۔
- ۳۱۔ ازدی، معمر بن راشد (م ۱۵۱ھ)۔ الجامع۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔
- ۳۲۔ طیلسی، ابو داؤد سلیمان بن داؤد جارود (۱۳۳-۲۰۴ھ/ ۷۵۱-۸۱۹ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔
- ۳۳۔ عبد الرزاق، ابو بکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶-۲۱۱ھ/ ۷۴۴-۸۲۶ء)۔ المصنف۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔
- ۳۴۔ ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی (۱۵۹-۲۳۵ھ/ ۷۷۶-۸۴۹ء)۔ المصنف۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشید، ۱۴۰۹ھ۔
- ۳۵۔ عبد بن حمید، ابو محمد عبد بن حمید بن نصر الکسی (م ۲۴۹ھ/ ۸۶۳ء)۔ المسند۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنۃ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔
- ۳۶۔ دارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن (۱۸۱-۲۵۵ھ/ ۷۹۷-۸۶۹ء)۔ السنن۔

- بیروت، لبنان: دار الکتب العربی، ۱۴۰۷ھ۔
- ۳۷- ابن ابی عاصم، ابوبکر عمرو بن ابی عاصم ضحاک شیبانی (۲۰۶-۲۸۷ھ/۸۲۲-۹۰۰ء)۔ السنۃ۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۰ھ۔
- ۳۸- نعیم بن حماد، ابو عبد اللہ مروزی (م ۲۸۸ھ)۔ الفتن۔ قاہرہ، مصر: بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، ۱۴۰۸ھ۔
- ۳۹- عبد اللہ بن احمد، ابن محمد بن حنبل شیبانی (۲۱۳-۲۹۰ھ)۔ السنۃ۔ دام: دار ابن الیقیم، ۱۴۰۶ھ۔
- ۴۰- یزار، ابوبکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۵-۲۹۲ھ/۸۳۰-۹۰۵ء)۔ المسند (البحر الزخار)۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ علوم القرآن، ۱۴۰۹ھ۔
- ۴۱- مروزی، ابوبکر احمد بن علی بن سعید اموی (۲۰۲-۲۹۲ھ)۔ مسند أبی بکر الصدیق۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی۔
- ۴۲- ابویعلیٰ، احمد بن علی بن ثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰-۳۰۷ھ/۸۲۵-۹۱۹ء)۔ المسند۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔
- ۴۳- رویانی، ابوبکر محمد بن ہارون رازی طبری (م ۳۰۷ھ)۔ مسند الصحابة المعروف ب: مسند الرویانی۔ قاہرہ، مصر: مؤسسۃ قرطبہ، ۱۴۱۶ھ۔
- ۴۴- ابن خزیمہ، ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ سلمیٰ نیشاپوری، (۲۲۳-۳۱۱ھ/۸۳۸-۹۲۴ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔
- ۴۵- خلال، ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید (۲۳۴-۳۱۱ھ)۔ السنۃ۔ ریاض، سعودی عرب: دار الراية، ۱۴۱۰ھ۔
- ۴۶- ابو عوانہ، یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن زید نیشاپوری (۲۳۰-۳۱۶ھ/

- ۸۴۵-۹۲۸ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۹۹۸ء۔
- ۴۷۔ طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۰ء)۔ المعجم الصغیر۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء
- ۴۸۔ طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۱ء)۔ المعجم الأوسط۔ قاہرہ، مصر: دار الحرمین، ۱۴۱۵ھ۔
- ۴۹۔ طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۰ء)۔ المعجم الکبیر۔ موصل، عراق: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء۔
- ۵۰۔ طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۱ء)۔ مسند الشامیین۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔
- ۵۱۔ ابن مندہ، ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن یحییٰ (۳۱۰-۳۹۵ھ/ ۹۲۲-۱۰۰۵ء)۔ الإیمان۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۶ھ۔
- ۵۲۔ حاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱-۴۰۵ھ/ ۹۳۳-۱۰۱۴ء)۔ المستدرک علی الصحیحین۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء۔
- ۵۳۔ ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶-۴۳۰ھ/ ۹۴۸-۱۰۳۸ء)۔ کتاب الأربعین علی مذهب المتحققین من الصوفیۃ۔ بیروت، لبنان: دار ابن حزم، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء۔
- ۵۴۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/ ۹۹۴-

- ١٠٦٦هـ - السنن الكبرى - مکه مکرمه، سعودی عرب: مکتبه دار الباز، ١٣١٢هـ/١٩٩٣ء -
- ٥٥ - بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ البیہقی (٣٨٢-٤٥٨ھ/ ٩٩٢-١٠٦٦ء) - شعب الإیمان - بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ١٣١٠هـ/١٩٩٠ء -
- ٥٦ - ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان التمیمی البستی (٢٤٠-٣٥٢ھ/ ٨٨٢-٩٦٥ء) - الصحيح - بیروت، لبنان: مؤسسة الرسالہ، ١٣١٢ھ/ ١٩٩٣ء -
- ٥٧ - دارقطنی، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (٣٠٦- ٣٨٥ھ/ ٩١٨-٩٩٥ء) - السنن - بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ١٣٨٦ھ/ ١٩٦٦ء -
- ٥٨ - ویلی، ابوشجاع شیرویه بن شہدار بن شیرویه الدیلی الہمدانی (٢٢٥-٥٠٩ھ/ ١٠٥٣-١١١٥ء) - الفردوس بمأثور الخطاب - بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ١٣٠٦ھ/١٩٨٦ء -
- ٥٩ - مقدسی، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد بن احمد حنبلی (٥٦٩-٦٣٣ھ/ ١١٤٣- ١٢٣٥ء) - الأحادیث المختارة - مکه مکرمه، سعودی عرب: مکتبه المنہضۃ الحریثہ، ١٣١٠هـ/١٩٩٠ء -
- ٦٠ - منذری، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد (٥٨١- ٦٥٦ھ/ ١١٨٥-١٢٥٨ء) - الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف - بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ١٣١٤ھ -
- ٦١ - ذہبی، ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (٦٤٣-٧٤٨ھ/ ١٢٧٨-١٣٤٨ء) -

- ۱۲۷۴-۱۳۳۸ء)۔ الکبائر۔ بیروت، لبنان: دار الندوة الجديدة۔
- ۶۲۔ زلیحی، ابو محمد عبداللہ بن یوسف حنفی (م ۷۲۷ھ)۔ نصب الرایۃ لأحادیث الهدایۃ۔ مصر: دار الحدیث، ۱۳۵۷ھ۔
- ۶۳۔ ابن رجب حنبلی، ابو الفرج عبد الرحمن بن احمد (۷۳۶-۷۹۵ھ)۔ جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثاً من جوامع الکلم۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۸ھ۔
- ۶۴۔ بیہقی، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵-۸۰۷ھ) / ۱۳۳۵-۱۴۰۵ء)۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتب العربی، ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء۔
- ۶۵۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی (۷۷۳-۸۵۲ھ) / ۱۳۷۲-۱۴۴۹ء)۔ الدرایۃ فی تخریج أحادیث الهدایۃ۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔
- ۶۶۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳-۸۵۲ھ) / ۱۳۷۲-۱۴۴۹ء)۔ ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔
- ۶۷۔ ربیع، ابن حبیب بن عمر ازدی بصری۔ الجامع الصحیح مسند الإمام الربیع بن حبیب۔ بیروت، لبنان، دار الحکمۃ، ۱۴۱۵ھ۔
- ۶۸۔ ہندی، حسام الدین علاء الدین علی متقی (م ۹۷۵ھ)۔ کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء۔
- ۶۹۔ عبد الحق محدث دہلوی، شیخ (۹۵۸-۱۰۵۲ھ) / ۱۵۵۱-۱۶۲۲ء)۔ أشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح۔ سکھر، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ، ۱۹۷۶ء۔
- ۷۰۔ عجلبونی، ابو الفداء اسماعیل بن محمد جراحی (۱۰۸۷-۱۱۶۲ھ) / ۱۶۷۶-۱۷۴۹ء)۔

كشف الخفاء ومزيل الإلباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس - بيروت، لبنان: مؤسسة الرسالة، ١٤٠٥هـ / ١٩٨٥ء -

٤١- الباني، محمد ناصر الدين (١٣٣٣-١٤٢٠هـ / ١٩١٢-١٩٩٩ء) - سلسلة الأحاديث الصحيحة - بيروت، لبنان: المكتب الاسلامي، ١٤٠٥هـ / ١٩٨٥ء -

(٢) شروحات الحديث

٤٢- ابن بطل، ابو الحسن علي بن خلف بن عبد الملك بن بطل قرطبي (م ٤٣٩هـ) - شرح صحيح البخاري - رياض، سعودي عرب: مكتبة الرشد، ١٤٢٣هـ / ٢٠٠٣ء -

٤٣- ابن عبد البر، ابو عمر يوسف بن عبد الله بن عبد البر الثوري، (٣٦٨-٤٦٣هـ / ٩٤٩-١٠٤١ء) - التمهيد لما في الموطا من المعاني والأسانيد - مغرب (مراكش): وزارت عموم الأوقاف، ١٣٨٤هـ -

٤٤- قاضي عياض، ابو الفضل عياض بن موسى بن عياض بن عمرو بن موسى يصبغي (٢٤٦-٥٢٢هـ / ١٠٨٣-١١٢٩ء) - إكمال المعلم بفوائد مسلم - بيروت، لبنان: دارالوفا للطباعة والنشر والتوزيع، ١٤١٩هـ / ١٩٩٨ء -

٤٥- ابو العباس قرطبي، ابو العباس احمد بن عمر بن ابراهيم (٥٤٨-٦٥٦هـ) - المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم - بيروت، لبنان + دمشق، شام: دار ابن كثير، ١٤٢٠هـ / ١٩٩٩ء -

٤٦- نووي، ابو زكريا محي الدين يحيى بن شرف بن مري (٦٣١-٦٤٦هـ) - شرح النووي على صحيح مسلم - بيروت، لبنان: دار إحياء التراث، ١٣٩٢هـ -

٤٧- ابن حجر عسقلاني، ابو الفضل احمد بن علي بن حجر كناني شافعي (٤٤٣-٨٥٢هـ / ١٣٤٢-١٤٢٩ء) - فتح الباري شرح صحيح البخاري - بيروت، لبنان:

دار المعرفہ، ۱۳۷۹ھ۔

- ۷۸۔ عینی، بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود (۶۲-۸۵۵ھ/۱۳۶۱-۱۴۵۱ء)۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی
- ۷۹۔ قسطلانی، ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد بن محمد بن محمد بن حسین بن علی (۸۵۱-۹۲۳ھ/۱۴۴۸-۱۵۱۷ء)۔ إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔
- ۸۰۔ ملا علی قاری، علی بن سلطان محمد نور الدین حنفی (م ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۶ء)۔ مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح۔ ملتان، پاکستان: مکتبہ امدادیہ۔
- ۸۱۔ مناوی، عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی (۹۵۲-۱۰۳۱ھ/۱۵۴۵-۱۶۲۱ء)۔ فیض القدير شرح الجامع الصغير۔ مصر: مکتبہ تجاریہ کبریٰ، ۱۳۵۶ھ۔
- ۸۲۔ مبارک پوری، ابو العلاء محمد عبد الرحمن بن عبد الرحیم (۱۲۸۳-۱۳۵۳ھ)۔ تحفة الأخوذی فی شرح جامع الترمذی۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔
- ۸۳۔ شبیر احمد عثمانی، شبیر احمد بن فضل الرحمان ہندی (۱۳۰۵-۱۳۶۹ھ/۱۸۸۹-۱۹۴۹ء)۔ فتح الملہم بشرح صحیح الإمام مسلم۔ دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء۔

(۵) أسماء الرجال

- ۸۴۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/۸۱۰-۸۷۰ء)۔ التاريخ الكبير۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء۔
- ۸۵۔ ذہبی، ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (۶۷۳-۷۴۸ھ/۱۲۷۴-۱۳۴۸ء)۔ سیر أعلام النبلاء۔ بیروت، لبنان: مؤسسة الرسالة، ۱۴۱۳ھ۔

- ٨٦- ابن حجر عسقلاني، ابو الفضل احمد بن علي كناني (٤٤٣-٨٥٢هـ/١٣٤٢-١٣٤٩هـ) - تهذيب التهذيب - بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٤٠٢هـ -
- ٨٧- ابن حجر عسقلاني، ابو الفضل احمد بن علي كناني (٤٤٣-٨٥٢هـ/١٣٤٢-١٣٤٩هـ) - الإصابة في تمييز الصحابة - بيروت، لبنان: دار الجليل، ١٤١٢هـ -

(٦) الفقه وأصول الفقه

- ٨٨- مالك، ابن انس بن مالك رحمه الله بن ابي عامر بن عمرو بن حارث أصحبي (٩٣-١٤٩هـ/٤١٢-٤٩٥هـ) - المدونة الكبرى - بيروت، لبنان: دار صادر -
- ٨٩- ابو يوسف، يعقوب بن ابراهيم (م ١٨٢هـ) - كتاب الخراج - بيروت، لبنان: دار المعرفة -
- ٩٠- شيباني، ابو عبد الله محمد بن حسن بن فرقد (١٣٢-١٨٩هـ) - المبسوط - كراچی، پاکستان: ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه -
- ٩١- شيباني، ابو عبد الله محمد بن حسن بن فرقد (١٣٢-١٨٩هـ) - كتاب الحجة على أهل المدينة - بيروت، لبنان: عالم الكتب، ١٤٠٣هـ -
- ٩٢- يحيى بن آدم، ابو زكريا ابن سليمان قرشي (٢٠٣هـ) - كتاب الخراج - لاهور، پاکستان: المكتبة الاسلامية، ١٩٤٢ء -
- ٩٣- شافعي، ابو عبد الله محمد بن ادريس بن عباس بن عثمان بن شافع قرشي (١٥٠-٢٠٢هـ/٤٦٤-٨١٩هـ) - الأم - بيروت لبنان: دار المعرفة، ١٣٩٣هـ -
- ٩٤- ابو عبيد، قاسم بن سلام (م ٢٢٢هـ) - كتاب الأموال - بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٤٠٨هـ -
- ٩٥- ابن زنجويه، حميد (٢٥١هـ) - كتاب الأموال - رياض، سعودی عرب: مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الاسلامية، ١٤٠٦هـ/١٩٨٦ء -

- ۹۶۔ ابن ابی عاصم، ابوبکر عمرو بن ابی عاصم ضحاک شیبانی (۲۰۶-۲۸۷ھ/۸۲۲-۹۰۰ء)۔ الدیات۔ کراچی، پاکستان: إدارة القرآن والعلوم، ۱۴۰۷ھ۔
- ۹۷۔ مروزی، ابو عبد اللہ محمد بن نصر بن الحجاج (۲۰۲-۲۹۴ھ)۔ تعظیم قدر الصلاة۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الدار، ۱۴۰۶ھ۔
- ۹۸۔ طحاوی، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ (۲۲۹-۳۲۱ھ/۸۵۳-۹۳۳ء)۔ شرح معانی الآثار۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۹ھ۔
- ۹۹۔ خرقی، ابو القاسم عمر بن حسین (م ۳۳۴ھ)۔ مختصر الخرقی من مسائل الإمام أحمد بن حنبل۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔
- ۱۰۰۔ ماوردی، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب بصری (۳۶۴-۴۵۰ھ)۔ الأحکام السلطانیة۔ بیروت لبنان: دار الکتب العلمیة، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔
- ۱۰۱۔ ماوردی، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب بصری (۳۶۴-۴۵۰ھ)۔ الإقناع فی الفقه الشافعی۔
- ۱۰۲۔ ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی الظاہری (۳۸۳-۴۵۶ھ/۹۹۳-۱۰۶۴ء)۔ المحلی۔ بیروت، لبنان: دار الآفاق الجدیدہ۔
- ۱۰۳۔ ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر قرطبی (۳۶۸-۴۶۳ھ/۹۷۹-۱۰۷۱ء)۔ الکافی فی فقہ اهل المدينة۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ۔
- ۱۰۴۔ سرخسی، شمس الدین (م ۴۸۳ھ)۔ کتاب المبسوط۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔
- ۱۰۵۔ طبرسی، ابو علی فضل بن حسن (م ۵۴۸ھ)۔ المؤتلف من المختلف بین أئمة السلف۔ قم، ایران: مطبعة سید الشہد، ۱۴۱۰ھ۔

- ١٠٦- ابن هبيرة، وزير ابو المنظر عون الدين يحيى بن هبيرة حنبلى (م ٥٦٠هـ) -
الإفصاح عن معاني الصحاح في الفقه على المذاهب الأربعة -
- ١٠٧- كاسانى، علاء الدين (م ٥٨٤هـ) - بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع -
بيروت، لبنان: دار الكتب العربى، ١٩٨٢ء -
- ١٠٨- مرغينانى، ابو الحسن على بن ابو بكر بن عبد الجليل (٥١١-٥٩٣هـ) - الهداية شرح
البداية - بيروت، لبنان: المكتبة الاسلاميه -
- ١٠٩- ابن رشد، ابو وليد محمد بن احمد بن محمد بن رشد القرطبى (م ٥٩٥هـ) - بداية
المجتهد - بيروت، لبنان: دار الفكر -
- ١١٠- ابن قدامة، ابو محمد عبد الله بن احمد بن قدامة المقدسى (٥٢١-٦٢٠هـ) - الكافى
في فقه ابن حنبل - بيروت، لبنان: المكتب الاسلامى -
- ١١١- ابن قدامة، ابو محمد عبد الله بن احمد المقدسى (٥٢١-٦٢٠هـ) - المغنى في فقه
الإمام أحمد بن حنبل الشيبانى - بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٢٠٥هـ -
- ١١٢- نووى، ابو زكريا محى الدين يحيى بن شرف (م ٦٤٦هـ) - روضة الطالبين
وعمدة المفيتين - بيروت، لبنان: المكتب الاسلامى، ١٢٠٥هـ -
- ١١٣- قرافى، ابو العباس شهاب الدين احمد بن ادريس مالكى (م ٦٨٢هـ) - الذخيرة
في الفقه المالكي - بيروت، لبنان: دار الغرب، ١٩٩٢ء -
- ١١٤- قرافى، ابو العباس شهاب الدين احمد بن ادريس مالكى (م ٦٨٢هـ) - الفروق/
أنوار البروق في أنواع الفروق - بيروت، لبنان: دار الكتب العلميه،
١٤١٨هـ / ١٩٩٨ء -
- ١١٥- ابن جزى، محمد بن احمد بن جزى الكسى الغرناطى (٦٩٣-٧٤١هـ) - القوانين
الفقهية -

- ۱۱۶۔ ابن قیم، ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر ایوب الزرعی (۶۹۱-۷۵۱ھ)۔ احکام اہل الذمہ۔ بیروت، لبنان: دار ابن حزم، ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء۔
- ۱۱۷۔ ابن مفلح، شمس الدین محمد ابو عبد اللہ مقدسی حنبلی (۷۱۷-۷۶۲ھ)۔ الفروع۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۸ھ۔
- ۱۱۸۔ شاطی، ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ بن محمد اللخمی الغرناطی (م ۷۹۰ھ)۔ الاعتصام۔ مصر: المکتبۃ التجاریۃ۔
- ۱۱۹۔ ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد سیواسی سکندری (۷۹۰-۸۶۱ھ)۔ فتح القدير شرح الهدایۃ۔ کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ رشیدیہ۔
- ۱۲۰۔ عینی، بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود (۷۶۲-۸۵۵ھ / ۱۳۶۱-۱۴۵۱ء)۔ البناۃ شرح الهدایۃ۔
- ۱۲۱۔ ابن مفلح، ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ حنبلی (۸۱۶-۸۸۴ھ)۔ المبدع فی شرح المقنع۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی۔
- ۱۲۲۔ مرداوی، ابو الحسن علاء الدین علی بن سلیمان بن احمد بن محمد (۸۱۷-۸۸۵ھ)۔ الإنصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف علی مذهب الإمام أحمد بن حنبل۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔
- ۱۲۳۔ زکریا انصاری، ابو یحییٰ زکریا بن محمد بن احمد (۸۲۳-۹۲۶ھ)۔ منهج الطلاب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۸ھ۔
- ۱۲۴۔ ابن نجیم، زین بن ابراہیم بن محمد بن محمد بن محمد بن بکر حنفی (۹۲۶-۹۷۰ھ)۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔
- ۱۲۵۔ شربنی، محمد خطیب (م ۹۷۷ھ)۔ الإقناع فی حل ألفاظ أبي شجاع۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۵ھ۔

- ١٢٦- شربيني، محمد خطيب (م ٩٤٤هـ) - مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج - بيروت، لبنان: دار إحياء التراث العربي، ١٤٠٢هـ/ ١٩٨٢ء -
- ١٢٧- مرعي، ابن يوسف بن أبي بكر بن أحمد كرمي مقدسي حنبلي (م ١٠٣٣هـ) - غاية المنتهي -
- ١٢٨- بهوتي، منصور بن يونس بن إدريس (م ١٠٥١هـ) - كشف القناع عن متن الإقناع - بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٤٠٢هـ -
- ١٢٩- هكفي، محمد علاء الدين بن علي حنفي (١٠٢٥-١٠٨٨هـ) - الدر المختار في شرح تنوير الأبصار - بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٣٨٦هـ -
- ١٣٠- نجيري، سليمان بن عمر بن محمد (م ١٢٢١هـ) - حاشية البجيرمي على شرح منهج الطلاب - ديار بكر، تركيا: المكتبة الإسلامية -
- ١٣١- شوكاني، محمد بن علي بن محمد (١٢٥٥هـ) - نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار - بيروت، لبنان: دار الجليل، ١٩٤٣ء -
- ١٣٢- دسوقي، محمد بن أحمد بن عرفه مالكي (م ١٢٣٠هـ/ ١٨١٥ء) - حاشية الدسوقي على الشرح الكبير - بيروت، لبنان: دار الفكر -
- ١٣٣- ابن عابدين شامي، محمد بن محمد أمين بن عمر بن عبدالعزيز عابدين دمشقي (١٢٢٣- ١٣٠٦هـ) - رد المختار على الدر المختار على تنوير الأبصار - بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٣٨٦هـ -
- ١٣٤- دردير، أبو البركات أحمد - الشرح الكبير - بيروت، لبنان: دار الفكر -
- ١٣٥- عبد الرحمن جزيري - الفقه على المذاهب الأربعة - بيروت، لبنان: دار إحياء التراث العربي -
- ١٣٦- مصطفى بن سعد، السيوطي الرحباني - مطالب أولي النهى في شرح غاية

المنتہی۔ دمشق، شام: المکتب الإسلامی، ۱۹۶۱ء۔

۱۳۷۔ فوزان، صالح بن فوزان بن عبد اللہ۔ الجہاد وضوابطہ الشرعیۃ۔

(۷) السیرۃ

۱۳۸۔ ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد (۱۶۸-۲۳۰ھ/۷۸۴-۸۴۵ء)۔ الطبقات الکبریٰ۔

بیروت، لبنان: دار بیروت للطباعة والنشر، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔

۱۳۹۔ قاضی عیاض، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ یحییٰ

(۲۷۶-۵۴۴ھ/۱۰۸۳-۱۱۴۹ء)۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ۔

بیروت، لبنان: دار الکتب العربی۔

(۸) العقائد

۱۴۰۔ ابو حنیفہ، امام اعظم نعمان بن ثابت (۸۰-۱۵۰ھ)۔ الفقہ الأبسط

(مجموعۃ العقیدۃ وعلم الکلام للشیخ زاہد الکوثری)۔ بیروت،

لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء۔

۱۴۱۔ طحاوی، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ (۲۲۹-۳۲۱ھ/۸۵۳-۹۳۳ء)۔ العقیدۃ

الطحاویۃ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۱۴۲۔ آجری، ابو بکر محمد بن حسین بن عبد اللہ (م ۳۶۰ھ)۔ الشریعۃ۔ ریاض، سعودی

عرب: دار الوطن، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء۔

۱۴۳۔ شہرستانی، ابو الفتح محمد بن عبد الکرم بن ابی بکر احمد (۶۷۹-۵۴۸ھ)۔ الملل

والنحل۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۲۰۰۱ء۔

۱۴۴۔ ابن تیمیہ، ابو العباس احمد بن عبد الحلیم حرانی (۶۶۱-۷۲۸ھ/۱۲۶۳-۱۳۲۸ء)۔

النہات۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العربی، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔

- ١٣٥- ابن أبي العز، صدر الدين محمد بن علاء الدين حنفي اذرعى صالحى دمشقى (١٠٣١هـ- ١٠٩٢هـ)- شرح العقيدة الطحاوية- بيروت، لبنان: المکتب الاسلامى، ١٣٠٨هـ / ١٩٨٨ء-
- ١٣٦- عبد القاهر بغدادى، ابو منصور بن طاهر بن محمد (م ٣٢٩هـ / ١٠٣٤ء)- الفرق بين الفرق وبيان الفرق الناجية- بيروت، لبنان: دار الآفاق الجديدة، ١٩٤٤ء-
- ١٣٧- عبد العزيز محدث دهلوى (م ١٢٢٩هـ)- تحفة اثنا عشرية- استنبول، تركيا: مکتبة الحقیقة، ١٣٠٨هـ / ١٩٨٨ء-

(٩) الفتاوى

- ١٣٨- ابن تيمية، ابو العباس احمد بن عبد الحليم حرانى (٦٦١-٦٨٤هـ / ١٢٦٣-١٣٢٨ء)- مجموع الفتاوى- مکتبه ابن تيمية-
- ١٣٩- ابن علاء، عالم بن العلاء انصارى دهلوى حنفى (م ٨٦٤هـ)- الفتاوى التاتارخانية في الفقه الحنفى- بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ٢٠٠٥ء-
- ١٤٠- ابن بزاز، محمد بن محمد بن شهاب كردرى (٨٢٤هـ)- الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمية- بيروت، لبنان: دار المعرفة، ١٣٩٣هـ / ١٩٤٣ء-
- ١٤١- نذير حسين، سيد دهلوى (١٨٠٠-١٩٠٣ء)- فتاوى نذيريه- گوجرانواله، پاکستان: مکتبه المعارف الاسلاميه، ١٣٠٩هـ / ١٩٨٨ء-
- ١٤٢- احمد رضا، محدث هند ابن نقى على خاں قادرى (١٢٤٢-١٣٢٠هـ / ١٨٥٦-١٩٢١ء)- العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية- لاهور، پاکستان: رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، ١٩٩١ء-
- ١٤٣- فہد الحصین - الفتاوى الشرعية في القضايا العصرية-

(۱۰) التصوف

- ۱۵۴۔ ابن ابی الدنیا، ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن عبید بن بن سفیان قیس قرشی (۲۰۸-۲۸۱ھ)۔ الأھوال۔
- ۱۵۵۔ ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶-۴۳۰ھ/۹۳۸-۱۰۳۸ء)۔ حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العربی، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔

(۱۱) التاريخ

- ۱۵۶۔ بلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر (۲۷۹ھ)۔ فتوح البلدان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔
- ۱۵۷۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴-۳۱۰ھ/۸۳۹-۹۲۳ء)۔ تاریخ الأمم والملوک۔ بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ء۔
- ۱۵۸۔ طوسی، ابو جعفر محمد بن حسن (۳۸۵-۴۶۰ھ)۔ الإقتصاد الہادی إلی طریق الرشاد۔ طهران، ایران: مکتبۃ جامع چہلستون۔
- ۱۵۹۔ خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد (۳۹۳-۴۶۳ھ/۱۰۰۳-۱۰۷۱ء)۔ تاریخ بغداد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔
- ۱۶۰۔ ابن عساکر، ابو قاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی الشافعی (۴۹۹-۵۷۱ھ/۱۱۰۵-۱۱۷۶ء)۔ تاریخ دمشق الکبیر المعروف ب: تاریخ ابن عساکر۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۵ء۔
- ۱۶۱۔ ابن اثیر، ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم شیبانی جزری (۵۵۵-۶۳۰ھ/۱۱۶۰-۱۲۳۳ء)۔ الکامل فی التاریخ۔ بیروت، لبنان: دار صادر، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء۔

- ١٦٢- ابن كثير، ابو الفداء اسماعيل بن عمر بن كثير بن ضوء بن كثير (٤٠١-٤٤٢هـ/ ١٣٠١-١٣٤٣هـ) - البداية والنهاية - بيروت، لبنان: مكتبة المعارف -
- ١٦٣- ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد الحضرمي (٣٢-٨٠٨هـ) - مقدمة - بيروت، لبنان، دار القلم، ١٩٨٢هـ -

(١٢) اللغات

- ١٦٤- ازهرى، ابو منصور محمد بن احمد (٢٨٢-٣٤٠هـ) - تهذيب اللغة -
- ١٦٥- ابن فارس، ابو الحسين احمد بن فارس بن زكريا قزويني رازي (م ٣٩٥هـ) - معجم مقاييس اللغة - دمشق، شام: اتحاد الكتاب العرب، ١٤٢٣هـ/ ٢٠٠٢ء -
- ١٦٦- جزري، ابو السعادات مبارک بن محمد (٥٣٣-٦٠٦هـ) - النهاية في غريب الأثر - بيروت، لبنان: المكتبة العلمية، ١٣٩٩هـ -
- ١٦٧- ابن منظور، ابو الفضل جمال الدين محمد بن مكرم افریقی (٦٣٠-٧١١هـ/ ١٢٣٢-١٣١١هـ) - لسان العرب - بيروت، لبنان: دار صادر -

(١٣) متفرقات

- ١٦٨- محمد عبده (١٢٦٥-١٣٢٣هـ/ ١٨٢٩-١٩٠٥هـ) - المسلمون والإسلام -
- ١٦٩- اسماعيل محمد ميقا - مبادئ اسلام ومنهجه -

170. www.binbaz.org.sa/mat/1934

(١٤) انگریزی کتب

171. Hitti, Philip K, *History of the Arabs*, Macmilan Education Ltd., 1991.
172. Watt, Montgomery Watt, *Islamic Political Thought*, Edinburgh University Press, 1980.